فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین

تراجم

علمائے حدیث

ہند

تالیف: ملک ابویحییٰ امام خان نوشہروی

مقدمہ: سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

ناشر

مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ، کورٹ روڈ کراچی

۲۱۴۸۹۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ

ہم نے اسے تذکرہ اور ضرورت کا سامان بنا ڈالا

تراجم علمائے حدیث ہند

سنہ ۱۳ھ تا ۱۴

جلد اوّل

مؤلف: ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی

فون: ۲۱۴۸۹۰۱

ناشر

مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی



پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندوستان میں مسلم حکمرانوں نے فریضہ تبلیغ کی ادائیگی کے سوا سب کچھ کیا اور ان کے کسی بھی دور میں اتنے بڑے ملک میں مسلمانوں کی تعداد دو کروڑ سے آگے نہ بڑھ سکی۔ یہ تعداد بھی علماء اور صوفیا کی کوششوں کی رہین منت ہے۔ اور جب ان صوفیا و علماء کا مطمع نظر لایعنی بحثوں اور غیر انسانی ریاضتوں تک محدود ہو کر رہ گیا تو ان ہندی مسلمانوں کے دین میں بگاڑ آ گیا۔ مزید حادثہ یہ ہوا کہ ان اکابر علماء و صوفیا کے ناخلف جانشینوں نے اپنی ہوس جاہ کے زیر اثر مسلمانوں کے علوم کے سرچشمے ان کی نظروں سے اوجھل کر دیئے، اور سید نذیر حسین محدث دہلوی المعروف میاں صاحب کے بقول علمی حالت اس قدر دگرگوں ہو گئی کہ "جو شخص ہدایہ پڑھاتا تھا اس کے گھر پر جھنڈا لہراتا تھا"۔

لیکن ظلمت اور تاریکی کا کوئی مثبت وجود نہیں ہے۔ یہ صرف نور کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسے جلد یا بدیر اپنا بستر لپیٹنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ہند میں بھی یہی ہوا، یکایک علم و تعلیم کا دور آیا۔ تقلید و جمود کی بندش توڑ کر آزادئ فکر کی تحریک پروان چڑھی، دین سے دانستہ طور پہ بے بہرہ کیے ہوئے مسلم عوام کی علمی نشاۃ ثانیہ کیلئے شریعت کو عام اور سہل انداز میں پیش کیا گیا۔ ندیوں اور نالوں کو چھوڑ کر اصل سرچشمہ معنی قرآن و حدیث سے استفادہ کی عادت ڈالنے کی سعی ہوئی۔ اس تحریک کے بانیوں میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سرفہرست ہیں جنہوں نے رموز و اسرار شریعت کے سلسلے میں اپنی گراں قدر تصانیف امت کو عطا کیں۔ جن کے ذریعے جہالت کے دبیز پردے چھٹنے لگے۔ شاہ صاحب کی اس تحریک

کے پروان چڑھنے میں ان کی نامور اولاد کا حصہ بھی گراں قدر ہے خصوصاً شاہ عبدالقادر محدث اور شاہ عبدالعزیزؒ نے جو خدمات سرانجام دیں تاریخ انہیں کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔
پھر ایک دور آیا کہ ہندوستان پر فرنگی استعمار کا تسلط ہو گیا اور اسلامیان ہند کے ہاتھوں سے آزادی کی نعمت عظمیٰ چھن گئی اور وہ ایک مغربی قوم کے غلام بن گئے۔

اب اہل علم پر ایک کی بجائے دو عظیم ذمہ داریاں آن پڑیں۔

اولاً: اندرونی سطح پر مسلمانوں کے زنگ آلودہ اذہان کی تشحیذ کو ان میں تحقیق و کاوش کا ذوق پیدا کرنا۔

ثانیاً: غیر مسلموں کے قبضے سے وطن کو آزاد کرانا اور اس کے لئے قوم میں آزادی کا شعور بیدار کرنا۔

اب یہ تحریک دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک جماعت حربی اور سیاسی محاذ پر ڈٹ گئی، اور دوسری جماعت مسند علمی پر براجمان ہو گئی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ کام کس نے کیا اور اس تحریک میں مرکزی کردار کن کن ہستیوں نے ادا کیا اور وہ کون لوگ ہیں جنکی داستان آزادی کے لئے قربانیاں دینے کی وجہ سے خون سے نہائی ہوئی ہے۔

یہ ایک طویل داستان ہے جس کے متحمل یہ اوراق ہرگز نہیں ہیں لیکن اس قدر عرض کرنا نہایت ضروری ہے کہ اس تحریک جہاد جس کی بنیاد حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے رکھی تھی، اسی بنیاد پر یہ سب کچھ ہوا اور ولی اللّٰہی مسلک عرداریہ میں سے ہی کچھ حضرات نے شاہ صاحبؒ کے ارشادات کو عملی جامہ پہنایا۔ نیز علمی میدان میں بھی حکیم الامت علیہ الرحمہ کی شروع کردہ تحریک آزادی فکر کو مد نظر رکھکر کام کیا گیا۔ جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ یہ تحریک دو حصوں میں منقسم ہوئی اور اس نے دونوں میدان سنبھال لیے۔

میدان حرب و قتال میں سیدنا احمد بریلوی اور سیدنا اسماعیل شہید رحمہا اللہ ایسے جانباز ہند میں غیر اسلامی طاقتوں کے خلاف لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے، صادق پوری خاندان کے علماء نے اپنی پوری زندگیاں اس کام کے لئے وقف کر دیں۔

اور پھر اس میدان میں ان کے پیروکاروں کا ایک جم غفیر ہے جنہوں نے اس تحریک کو عروج پر پہنچایا اور اس وقت تک چین کا سانس نہیں لیا جب تک کہ انگریز کا ناپاک وجود اس ملک سے نکال باہر نہ کیا بسرحلے کے کوہستان ان شہیدوں کے خون کے امین ہیں لکہ آج بھی انکے خون کی لالی وہاں جابجا نظر آتی ہے۔

دوسری طرف شاہ صاحبؒ کی آزادیٔ فکر کی علمی تحریک کو اوج ثریا پہ لے جانیوالوں میں سے جناب شیخ الکل سید نذیر حسین صاحب محدث دہلویؒ اور حضرت نواب سید صدیق بن حسن خان مرحوم وہ شخصیتیں ہیں جن کے تلامذہ و تصانیف نے نہ صرف ہندوستان کے گوشے گوشے کو علم و تعلیم سے روشن کر دیا بلکہ پورے عالم اسلام کو دین محمدؐ کی خوشبو سے زعفران زار بنا دیا جسکے علمی اثرات آج بھی موجود ہیں اور انشاء اللہ تا ابد رہیں گے۔

حضرت والا جاہی نواب سید صدیق بن حسن خانؒ نے ایک طرف تو متقدمین کی تالیفات کو شائع کرا کے تقسیم کیا اور اس پر گرانقدر سرمایہ صرف کیا۔

اور دوسری طرف خود انکی اپنی تصانیف سینکڑوں سے متجاوز ہیں، انکی زندگی کا اکثر حصہ اسی کام پر صرف ہوا۔

اور حضرت میاں صاحب السید نذیر حسین محدث دہلویؒ نے ساٹھ برس تک عروس البلاد دہلی میں درس حدیث دیا جسکے بے نظیر نتائج کی مثال کہیں نہیں ملتی، آپکے درس حدیث کا غلغلہ پورے عالم اسلام میں ہوا تشنگان علوم دینیہ انکی طرف بڑھے اور کسب فیض کیا۔ آپ کے تلامذہ میں اکثر و بیشتر ایسے اعاظم رجال ہیں، جن میں سے ہر شخص ایک تحریک بنکر اٹھا، چنانچہ

حضرت عارف باللہ السید عبداللہ الغزنویؒ	م ۱۸۸۱ سنہ ء
استاذ الاساتذہ حافظ عبداللہ غازیپوریؒ	م ۱۳۳۰ سنہ ء
المحدث الکبیر علامہ عبدالرحمان مبارکپوریؒ صاحب تحفۃ الاحوذی	م ۱۳۵۲ سنہ ء

حضرت علامہ شمس الحق ڈیانوی رح صاحب عون المعبود — م سنہ ۱۳۲۹ء
استاذ پنجاب حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رح — م سنہ ۱۳۳۴ء
ترجمانِ اہلِ حدیث مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رح — م سنہ ۱۳۳۸ء
شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رح — م سنہ ۱۹۴۸ء
حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رح — م سنہ ۱۹۱۸ء
حضرت مولانا محمد ابراہیم آروی رح — م سنہ ۱۳۱۹ء

و دیگر بیشمار ایسے ہی اعاظم رجال جن پر ہم جس قدر فخر کریں بجا ہے۔ ہماری بے حسی کا سب سے بڑا سبب ان حضرات کے درخشندہ و تابندہ سیر و سوانح سے عدم واقفیت ہے جس کی بنا پر ہم اپنے سامنے کوئی واضح نشانِ راہ نہیں رکھتے اور اپنے نصب العین کو فراموش کئے بیٹھے ہیں بلکہ نئی نسل کو ان کے مجاہدانہ کارنامے محض افسانے معلوم ہوتے ہیں اور وہ انہیں انجام دینا ناممکن سمجھتی ہے۔ حالانکہ یہ دُور کی نہیں بلکہ ماضی قریب کی داستان ہے جسے فراموش کرنا ہماری بے حسی کی انتہا ہے۔ دُنیا کہاں سے کہاں جا رہی ہے اور ہم پوری ڈھٹائی سے بسترِ راحت پہ خوابِ غفلت میں نازاں ہیں ؎

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

تحریکِ جہاد مجاہدین کے ساتھ ہی سو گئی اور تبلیغِ دین محض قصۂ پارینہ بن گیا، ہم سب اپنے فرائض تلے دبے ہوئے ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا دورِ حاضر کا بھرپور تقاضا تھا ؎

یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقت قیام آیا

انفرادی غلطیاں تو شاید اللہ تعالیٰ معاف کر دیں مگر اس قومی اور جماعتی تغافل کے بارے مزید سوال ہوگا ؎

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

یہ تراجم بھی انہیں قصہ ہائے پارینہ کی تلخیص ہے جسے مؤلف مرحوم نے آج سے

چھیاسٹھ۶۶ برس قبل تالیف کر کے خود ہی شائع کیا تھا، اور اب بالکل نایاب ہو چکی تھی۔

الحمد اللہ کہ جس نے اراکین مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ کراچی کو، اِس کی اشاعت کی توفیق مرحمت فرمائی۔

جنہوں نے اپنی چند روزہ زندگی میں پہلو بہ پہلو چل کر خدمت دین کا عزم بالجزم کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ اِن سب حضرات کو جزاء خیر دے۔

(آمین)

اراکین مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ، کراچی

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ (قرآن کریم)

ہم نے

اسے ذکر خیر اور ضرورت کا سرمایہ بنا دیا

تراجم علمائے حدیث ہند

۱۳۵۶ھ

جلد اوّل

مؤلفہ

ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی

مشتمل بر

تراجم خاندان ولی اللہی دہلی و علمائے دہلی و صوبہ یوپی مرحومین و موجودین

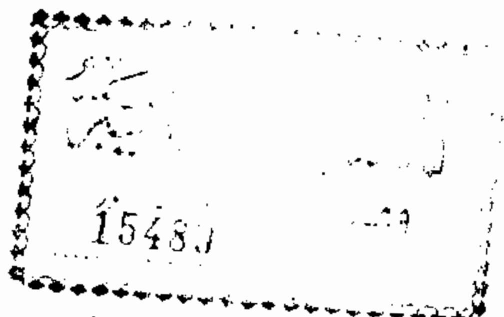
بتعداد ۲۰۰

جید برقی پریس بلی ماراں دہلی میں چھپی

تعداد اشاعت اول ایک ہزار

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ
وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ (الآیۃ)

اس کتاب میں پاکیزہ لوگوں کا ذکر ہے
کہ اللہ (پاک) بھی پاکیزہ رہنے والوں کا محب ہے



فہرست

اظہار

اس جلد میں خاندان عالی ولی اللہی کے علاوہ علمائے اہلحدیث یو پی (موجودین ومرحومین ہر دو صنف) کے تراجم ہیں۔

ان کے ماسوا بقیہ صوبہ جات ہند کے علماء کے تراجم کا مبیضہ میرے پاس موجود ہے جس کی مکمل فہرست اس کتاب (کے آخر) میں درج ہے۔ ضخامت زیادہ ہو جانے کی وجہ سے یہ حصہ مؤخر کرنا پڑا۔

اس وقت تک یہ خیال ہے کہ بقیہ حصہ دوسری جلد میں شائع کر دیا جائے ولیکن اگر یہ جلد (اول) شائع ہونے پر مزید مضامین حاصل ہوئے اور ضخامت میں وسعت ہوتی نظر آئی تو ایک جلد اور بڑھانا پڑے گی (یعنی جلد اول و دوم و سوم)

جلد دوم کا طراز عنوان علمائے صادقپور (بہار) ہوگا اور توابع علمائے بنگال و صوبہ بمبئی و دکن و راجپوتانہ و پنجاب وغیرہ۔

علمائے بنگال کے تراجم بہت کم تعداد میں حاصل ہوئے ہیں۔ اُدھر کے احباب اس حصہ کی تکمیل میں خاص توجہ فرمائیں۔

ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی

(سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ)

فہرست اسامی العلمائے مرحومین و موجودین

مقام	عدد مقامی	عدد سلسلہ	عدد مرحومین	عدد موجودین	اسامی العلماء			صفحہ
ازدہلی	۱	۱	۱		حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ محدث	م	... ۱۱۷۶ھ	۴
از خاندان ولی اللّٰہی	۲	۲	۲		شاہ عبدالعزیز محدث	م	۷ر شوال ۱۲۳۹ھ	۴۹
	۳	۳	۳		شاہ عبدالغنی محدث	م	... ۱۲۲۷ھ	۶۳
	۴	۴	۴		شاہ عبدالقادر محدث	م	.... ۱۲۴۳ھ	۶۴
	۵	۵	۵		شاہ رفیع الدین محدث	م	.... ۱۲۴۹ھ	۶۵
	۶	۶	۶		شاہ محمد اسمٰعیل شہید	م	۲۴ر ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ	۶۷
	۷	۷	۷		شاہ محمد مخصوص اللہ	م	.... ۱۲۷۳ھ	۱۱۳
	۸	۸	۸		شاہ محمد اسحاق مہاجر مکی	م	ماہ رجب ۱۲۶۲ھ	۱۱۵
	۹	۹	۹		شاہ محمد یعقوب مہاجر مکی (الاخوین)	م	۲۷ر ذیقعدہ ۱۲۸۲ھ	۱۲۱
	۱۰	۱۰	۱۰		ملا محمد عبدالقیوم البڈہانوی	م	.... ۱۲۹۹ھ	۱۲۲
	۱۱	۱۱	۱۱		محمد عمر بن شاہ محمد اسمٰعیل شہید	م	....	۱۲۴
	۱۲	۱۲	۱۲		شاہ عبدالحی البڈہانوی	م	۸ر شعبان ۱۲۴۳ھ	۱۲۵
	۱۳	۱۳	۱۳		میاں صاحب سید نذیر حسین محدث	م	۱۰ر رجب ۱۳۲۰ھ	۱۳۱
	۱۴	۱۴	۱۴		سید محمد حامد علی	م	۳ر صفر ۱۳۰۴ھ	۱۶۱

مقام	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	اسامی العلماء		صفحہ
از دہلی	۱۵	۱۵	۱۵		سید شریف حسین	م ۲ رجمادی الاخریٰ [illegible]	۱۶۲
	۱۶	۱۶	۱۶		حافظ عبداللہ بیگ	م ۱۳۲۰ھ	۱۶۳
	۱۷	۱۷	۱۷		حفیظ اللہ خاں	م ۱۰ رشعبان ۱۳۲۲ھ	۱۶۴
	۱۸	۱۸	۱۸		عبدالرحمٰن معین الدین عمرپوری	م ۱۳۳۱ھ	〃
	۱۹	۱۹	۱۹		عبدالغفور	م ۲۳ رشعبان ۱۳۲۴ھ	۱۶۵
	۲۰	۲۰	۲۰		عبدالجبار عمرپوری	م ۱۳۳۴ھ	〃
	۲۱	۲۱	۲۱		حافظ عبدالستار عمرپوری	م ۱۳۳۴ھ	۱۶۶
	۲۲	۲۲	۲۲		سید عبدالسلام	م ۴ رمحرم ۱۳۳۵ھ	[illegible]
	۲۳	۲۳	۲۳		عبدالرحمٰن خاں ولایتی	م ۱۹ رجمادی الاخریٰ [illegible]	〃
	۲۴	۲۴	۲۴		ڈپٹی السید احمد حسن	م ۱۷ رجمادی الاولیٰ [illegible]	۱۶۸
	۲۵	۲۵	۲۵		حافظ عبدالوہاب (نابینا)	م اواخر جمادی اخریٰ [illegible]	۱۷۰
	۲۶	۲۶	۲۶		عبدالستار کلانوری	م ۲۶ رذی الحجہ ۱۳۳۹ھ	۱۷۱
	۲۷	۲۷	۲۷		حافظ محمد ابراہیم	م ۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ	۱۷۲
	۲۸	۲۸		۱	شیخ الحدیث احمد اللہ محدث	۱۹ رمارچ [illegible]	۱۷۴
	۲۹	۲۹		۲	محمد یونس پرتاب گڈھی		۱۷۹
	۳۰	۳۰		۳	ابوسعید شرف الدین		۱۸۱
	۳۱	۳۱		۴	عبدالرحمٰن شاہ پوری		۱۸۵

مقام	نمبر مقامی	نمبر سلسلہ	نمبر [illegible]	نمبر [illegible]	اسمائ العلماء	صفحہ
از دہلی	۳۲	۳۲		۵	محمد جوناگڈھی	۱۸۹
	۳۳	۳۳		۶	حکیم عُبید الرحمٰن عمرپوری	۱۹۰
	۳۴	۳۴		۷	سید عبدالحفیظ	۱۹۱
	۳۵	۳۵		۸	نواب ضمیر الدین احمد (لوہارو)	۱۹۲
	۳۶	۳۶		۹	شیخ احمد مہاجر (مدنی) م ۱۳۷۵ھ	۱۹۳
	۳۷	۳۷		۱۰	عبیداللہ } الاخوین	۱۹۵
	۳۸	۳۸		۱۱	عبدالرشید } الاخوین	۱۹۶
	۳۹	۳۹		۱۲	حاجی عبدالغفار } آف علیجان	؍
	۴۰	۴۰		۱۳	شیخ عبدالوہاب } آف علیجان	۱۹۸
	۴۱	۴۱		۱۴	ضیاء الرحمٰن عمرپوری	۲۰۰
	۴۲	۴۲		۱۵	عبداللہ عبدالصبور	۲۰۱
	۴۳	۴۳		۱۶	عبداللہ عبدالشکور	؍
	۴۴	۴۴		۱۷	عبدالوکیل	۲۰۲
	۴۵	۴۵		۱۸	عبدالجلیل	۲۰۳
	۴۶	۴۶		۱۹	عبدالغفار عمرپوری	؍
(۲) از پانی پت	۱	۴۷	۲۸		بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی م .... سنہ ۱۲۲۵ھ	۲۰۵
از میرٹھ	۱۰	۴۸	۲۹		حمید اللہ (سراوہ) م .... سنہ ۱۳۳۰ھ	۲۱۹

مقام	نمبر مقامی	سلسلہ نمبر	نمبر تذکرہ	نمبر ضمنی	اسامی العلماء	صفحہ
از میرٹھ (۴)	۴	۴۹		۲۰	محمد عثمان	۲۲۱
از علیگڈھ (۳)	۱	۵۰	۳۰		محمد اسمٰعیل م ۲۷ شوال ۱۳۱۱ھ	۲۲۳
	۲	۵۱	۳۱		محمد اسحاق عرشی م ۱۳۰۶ھ	۲۲۹
	۳	۵۲		۲۱	محمد عثمان	؍؍
	۴	۵۳		۲۲	محمد سفیان	۲۳۰
	۵	۵۴		۲۳	محمد یونس خاں	۲۳۱
	۶	۵۵		۲۴	عبد التواب (غزنوی)	۲۳۳
	۷	۵۶	۳۲		محمد حسین خاں (خورجہ) م ۱۳۰۷ھ	۲۳۶
از سہسوان (۵)	۱	۵۷	۳۳		سید امیر حسن محدث م ۱۲۹۱ھ	۲۳۹
	۲	۵۸	۳۴		سید محمد نذیر م ۱۲۹۹ھ	۲۴۲
	۳	۵۹	۳۵		سید محمد عبد الباری م ۹ ذوالحجہ ۱۳۰۳ھ	۲۴۳
	۴	۶۰	۳۶		سید امیر احمد م ۱۳۰۶ھ	۲۴۵
	۵	۶۱	۳۷		سبط احمد م ۱۳۰۷ھ	۲۴۷
	۶	۶۲	۳۸		حکیم مظہر علی م ۱۳۱۲ھ	؍؍
	۷	۶۳	۳۹		سید غلام جیلانی م ۱۳۲۵ھ	۲۴۸
	۸	۶۴	۴۰		محمد تقی م ربیع الاول ۱۳۲۶ھ	۲۴۹
	۹	۶۵	۴۱		محمد بشیر م ۱۳۲۶ھ	؍
	۱۰	۶۶	۴۲		محمد اسمٰعیل م ۱۳۲۶ھ	۲۵۶

مقام	نمبر مقامی	سلسلہ	نمبر متوفین	نمبر موجودین	اسامی العلماء	صفحہ
از سہسوان	۱۱	۶۶	۴۳		ابوالبشار امیر احمد م رجب ۱۳۳۹ھ	۲۵۶
	۱۲	۶۸	۴۴		سید عبدالباقی م یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ	۲۵۷
	۱۳	۶۹		۲۵	سید ابوالعلاء نظر احمد	۲۵۸
	۱۴	۷۰		۲۶	سید اعجاز احمد معجز	۲۵۹
	۱۵	۷۱		۲۷	سید اقتدار احمد ساحر	۲۶۰
(۶) از صدن (فرخ آباد)	۱	۷۲	۴۵		سید علی م ۱۲۸۵ھ	۲۶۳
	۲	۷۳	۴۶		سید منظور احمد م ۱۳۰۶ھ	〃
	۳	۷۴	۴۷		سید عبداللہ م ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ	۲۶۴
	۴	۷۵	۴۸		سید عبدالعزیز م ۲۶ رمضان ۱۳۴۱ھ	〃
(۷) از قنوج	۱	۷۶	۴۹		النواب السید اولاد حسن م ... ۱۲۵۳ھ	۲۶۹
	۲	۷۷	۵۰		السید النواب احمد حسن عرشی م ۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۲ھ	۲۷۴
	۳	۷۸	۵۱		السید النواب صدیق حسن خان م یکم رجب ۱۳۰۷ھ	۲۷۷
	۴	۷۹	۵۲		السید النواب علی حسن خاں م ۳ رمضان ۱۳۵۶ھ	
	۵	۸۰	۵۳		قاضی بشیر الدین م ۱۲۷۳ھ	۳۲۹
(۸) از الہ آباد	۱	۸۱	۵۴		شاہ محمد فاخر زائر م ۱۱۶۴ھ	۳۳۴
	۲	۸۲	۵۵		محمد عبداللہ جھاؤ م ۱۳۰۰ھ	۳۴۰
	۳	۸۳		۲۸	عبدالرؤف آسی	۳۴۱
	۴	۸۴	۵۶		محمد یوسف ہمدی پوری بریگنجی م ۱۳۲۸ھ	۳۴۲

مقام	نمبر شمار	نمبر سلسلہ	نمبر متوفین	نمبر موجودین	اسمائی العلماء		صفحہ
ازبنارس[1]	۱	۸۵	۵۷		شیخ عبدالحق محدث	م سنہ ۱۲۷۶ھ	۳۴۴
	۲	۸۶	۵۸		سید جلال الدین احمد جعفری	م سنہ ۱۲۷۹ھ	۳۴۵
	۳	۸۷	۵۹		سید سعید الدین احمد جعفری	م سنہ ۱۲۹۳ھ	۳۴۷
	۴	۸۸	۶۰		سید مجید الدین احمد جعفری	م ۳۰ جمادی الثانی سنہ ۱۲۹۵ھ	۳۴۸
	۵	۸۹	۶۱		سید حمید الدین احمد جعفری	م سنہ ۱۳۰۸ھ	״
	۶	۹۰	۶۲		سید شہید الدین احمد جعفری	م ۳ محرم سنہ ۱۳۳۷ھ	۳۵۰
	۷	۹۱	۶۳		سید نذیر الدین احمد جعفری	م ۲ ذوالحجہ سنہ ۱۳۵۷ھ	۳۵۱
	۸	۹۲		۲۹	سید شبیر الدین احمد جعفری		۳۵۲
	۹	۹۳	۶۴		محمد سعید کنجاہی	م ۱۰ رمضان سنہ ۱۳۲۲ھ	۳۵۳
	۱۰	۹۴	۶۵		عبدالرحمٰن	م ۱۲ ذوالحجہ سنہ ۱۳۵۳ھ	۳۵۶
	۱۱	۹۵		۳۰	محمد ابوالقاسم		״
	۱۲	۹۶		۳۱	ابومسعود خاں قمر		۳۶۰
	۱۳	۹۷		۳۲	احمد سعید		۳۶۱
	۱۴	۹۸		۳۳	عبدالاظہر		۳۶۲
	۱۵	۹۹	۶۶		سید عبدالکبیر		۳۶۳
	۱۶	۱۰۰	۶۷		حیات محمد		۳۶۵
	۱۷	۱۰۱		۳۴	حکیم عبدالمجید		۳۶۶
	۱۸	۱۰۲		۳۵	محمد منیر خاں		۳۶۷

مقام	نمبر مقامی	نمبر سلسلہ	نمبر مرحومین	نمبر موجودین	اسامی العلماء	صفحہ
ازجونپور	۱	۱۰۳	۶۸		سخاوت علی م ۶؍شوال ۱۲۷۴ھ	۳۷۰
	۲	۱۰۴	۶۹		عبدالباری م ۱۳۰۶ھ	۳۷۳
	۳	۱۰۵	۷۰		قاضی شیخ محمد م ۱۳۳۰ھ	۳۷۴
ازاعظم گڈھ	۱	۱۰۶	۷۱		شاہ ابواسحاق (لہراوی) م ۱۳۳۴ھ	۳۸۳
	۲	۱۰۷	۷۲		عبداللہ (جیراجپوری) م ۶؍شعبان ۱۳۰۷ھ	۳۸۴
	۳	۱۰۸	۷۳		سلامت اللہ (جیراجپوری) م ۳۰؍ربیع الاولی ۱۳۲۲ھ	۳۸۷
	۴	۱۰۹	۷۴		محمد سلیم (دیہریاوی) م ۱۳۲۴ھ	۳۸۹
	۵	۱۱۰	۷۵		خدابخش (اعظم گڈھی) م ۱۳۳۳ھ	۳۹۱
	۶	۱۱۱	۷۶		عبدالعزیز (روانوی) م ۲۴؍صفر ۱۳۳۶ھ	۳۹۳
	۷	۱۱۲	۷۷		اسداللہ (روانوی) م ۱۳۳۹ھ	〃
	۸	۱۱۳	۷۸		محمد شکراللہ م ۱۳۴۵ھ	۳۹۴
	۹	۱۱۴		۳۶	حفیظ اللہ	۳۹۵
	۱۰	۱۱۵	۷۹		حافظ عبدالرحیم (مبارکپوری) م رمضان ۱۳۳۳ھ	۳۹۸
	۱۱	۱۱۶	۸۰		عبدالسلام (مبارکپوری) م ۸؍رجب ۱۳۴۲ھ	۳۹۹
	۱۲	۱۱۷	۸۱		عبدالرحمن صاحب تحفۃ الاحوذی (مبارکپوری) م ۱۶؍شوال ۱۳۵۳ھ	۴۰۱
	۱۳	۱۱۸		۳۷	عبیداللہ (الاخوین) (مبارکپوری)	۴۰۷
	۱۴	۱۱۹		۳۸	عبیدالرحمن (الاخوین) (مبارکپوری)	۴۰۸
	۱۵	۱۲۰		۳۹	محمد بشیر (مبارکپوری)	۴۱۰

مقام	نمبر شمار	نمبر سلسلہ	نمبر [illegible]	نمبر [illegible]	اسامی العلماء	صفحہ
	۱۶	۱۲۱		۴۰	نذیر احمد (املوی) {م ۱۳۱۵ھ}	۴۱۱
(۱۳) از مئو اعظم گڑھ	۱	۱۲۲	۸۲		ملا حسام الدین م .... سنہ ۱۳۲ھ	۴۱۵
	۲	۱۲۳	۸۳		خلیل الرحمٰن م .... سنہ ۱۳۱۴ھ	۴۱۶
	۳	۱۲۴	۸۴		محمد فیض اللہ م .... سنہ ۱۳۱۵ھ	۴۱۷
	۴	۱۲۵	۸۵		محمد سعد اللہ م ۳۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ	۴۱۹
	۵	۱۲۶	۸۶		عبد اللہ واعظ م .... سنہ ۱۳۲۱ھ	۴۲۰
	۶	۱۲۷	۸۷		سلیم اللہ م .... سنہ ۱۳۲۴ھ	"
	۷	۱۲۸	۸۸		عبد الشکور م .... سنہ ۱۳۲۹ھ	۴۲۱
	۸	۱۲۹	۸۹		عبد القادر م .... سنہ ۱۳۳۱ھ	"
	۹	۱۳۰	۹۰		ابو المکارم محمد علی م ۷ رجب سنہ ۱۳۰۸ھ	۴۲۳
	۱۰	۱۳۱	۹۱		ابو المعالی محمد علی م .... سنہ ۱۳۵۳ھ	۴۲۶
	۱۱	۱۳۲	۹۲		عبد الغنی (بن ملائے حسام الدین) .... سنہ ۱۳۴۰ھ	۴۲۷
	۱۲	۱۳۳		۴۱	احمد (بن ملائے حسام الدین)	۴۲۸
	۱۳	۱۳۴		۴۲	سلیمان بن داؤد	۴۳۰
	۱۴	۱۳۵		۴۳	نور محمد بن اسمٰعیل	"
	۱۵	۱۳۶		۴۴	عبد اللہ شائق } الاخوین	۴۳۲
	۱۶	۱۳۷		۴۵	ظفر احمد } الاخوین	۴۳۴
	۱۷	۱۳۸		۴۶	احمد ناظم مدرسہ فیض عام (مئو)	۴۳۵

مقام	نمبر مقامی	نمبر مسلسل	نمبر ضمنی	نمبر علماء	اسمائی العلماء	صفحہ
از مئو اعظم گڑھ	۱۸	۱۳۹		۴۷	ابوالنعمان عبدالرحمٰن آزاد [1]	۴۳۵
	۱۹	۱۴۰		۴۸	حکیم محمد سلیمان	۴۳۶
	۲۰	۱۴۱		۴۹	مصطفیٰ بن عبدالرحیم	۴۳۷
	۲۱	۱۴۲		۵۰	عبدالجبار بن سعید الدین	۴۳۸
	۲۲	۱۴۳		۵۱	محمد اسد اللہ بن نعمت اللہ	〃
	۲۳	۱۴۴		۵۲	محمد بن عبدالرحیم	۴۳۹
	۲۴	۱۴۵		۵۳	محمد عظیم اللہ بن حافظ احمد	〃
	۲۵	۱۴۶		۵۴	عبدالوحید بن عبدالرب	۴۴۰
	۲۶	۱۴۷		۵۵	بشیر اللہ بن عبدالغنی	۴۴۱
	۲۷	۱۴۸		۵۶	محمد نعمت اللہ بن حافظ نور محمد	۴۴۲
	۲۸	۱۴۹		۵۷	سعید احمد بن محمد علی	〃
	۲۹	۱۵۰		۵۸	حکیم عصمت اللہ	۴۴۳
	۳۰	۱۵۱		۵۹	قاری عبدالسبحان	۴۴۵
	۳۱	۱۵۲		۶۰	قاری عبدالستار	۴۴۶
	۳۲	۱۵۳		۶۱	محمد نعیم	۴۴۷
	۳۳	۱۵۴		۶۲	محمد خلیل	〃
	۳۴	۱۵۵		۶۳	محمد جمیل	۴۴۸
	...	۱۵۶		۶۴	عبدالصمد (از مبارکپور)	〃

[1] محرم ۱۳۵۷ھ میں انتقال فرما گئے

مقام	نمبر مقامی	نمبر سلسلہ	نمبر متوفین	نمبر موجودین	اسامی العلماء		صفحہ
(۱۱) از غازیپور	۱	۱۵۷	۹۳		محمد اسحاق فخر	م ۲۰ صفر سنہ ۱۳۳۶ھ	۴۵۱
	۲	۱۵۸	۹۴		عبدالمنان بقا	م .... سنہ ۱۳۳۶ھ	۴۵۲
	۳	۱۵۹	۹۵		استاذ الاساتذہ حافظ عبداللہ	م ۲۱ صفر سنہ ۱۳۲۲ھ	۴۵۵
(۱۲) از بستی	۱	۱۶۰	۹۶		عبدالوہاب	م .... سنہ ۱۳۴۲ھ	۴۶۶
	۲	۱۶۱		۶۵	عبدالغفور		۴۶۷
	۳	۱۶۲		۶۶	عبدالصمد		۴۶۸
	۴	۱۶۳		۶۷	عبدالرحیم		〃
	۵	۱۶۴		۶۸	عبدالجلیل		۴۶۹
	۶	۱۶۵		۶۹	ابو شحمہ		〃
	۷	۱۶۶		۷۰	عبدالسلام		۴۷۰
	۸	۱۶۷		۷۱	عبدالقدوس		〃
	۹	۱۶۸		۷۲	حکیم عبدالحق		۴۷۱
	۱۰	۱۶۹		۷۳	عبدالرحمٰن		〃
(۱۵) پیلی بھیت	۱	۱۷۰	۹۷		ابو الارشاد، محمد	م ۱۷ جمادی الاخری سنہ ۱۳۵۰ھ	۴۷۳
(۱۶) از شاہجہانپور	۱	۱۷۱	۹۸		ابو یحییٰ محمد	م .... سنہ ۱۳۲۸ھ	۴۷۶
(۱۷) از فیض آباد	۱	۱۷۲		۷۴	محمد یوسف		۴۸۱
(۱۸) از رامپور	۱	۱۷۳	۹۹		السید حیدر علی (الاخوین)	م ۱۲ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۶ھ	۴۸۸
	۲	۱۷۴	۱۰۰		السید محمد علی (الاخوین)	م .... سنہ ۱۲۸۵ھ	۴۹۵

مقام	نمبر مقامی	نمبر سلسلہ	نمبر متوفین	نمبر موجودین	اسمائی العلماء	صفحہ
از رامپور	۳	۱۷۵	۱۰۱		ملا نواب م .... سنہ ۱۳۰۹ھ	۵۰۰
	۴	۱۷۶	۱۰۲		مفتی بشیر الدین م .... سنہ ۱۳۰۶ھ	۵۰۲
	۵	۱۷۷	۱۰۳		عبداللہ خاں م .... سنہ ۱۳۲۵ھ	〃
	۶	۱۷۸	۱۰۴		جعفر علی م .... سنہ ۱۳۲۵ھ	۵۰۳
	۷	۱۷۹	۱۰۵		سید محمد شاہ محدث م .... سنہ ۱۳۳۸ھ	۵۰۴
از بلہور (۱۹)	۱	۱۸۰	۱۰۶		خرم علی م .... سنہ ۱۲۶۰ھ	۵۰۹
از امروہہ	۱	۱۸۱	۱۰۷		رجب علی م .... سنہ ۱۲۷۰ھ	۵۱۲
از فتح آباد (۲۰)	۱	۱۸۲	۱۰۸		سید حسین احمد م .... سنہ ۱۲۷۵ھ	۵۱۳
از صدرپور (۲۱)	۱	۱۸۳	۱۰۹		محمد علی م ۱۵ رجب سنہ ۱۲۸۹ھ	۵۱۴
از کاکوری (۲۲)	۱	۱۸۴	۱۱۰		مظہر علی م .... سنہ ۱۲۸۱ھ	۵۱۶
	۲	۱۸۵	۱۱۱		فرید الدین خاں م ۱۱ محرم سنہ ۱۳۳۵ھ	۵۱۷
از لکھنؤ (۲۳)	۱	۱۸۶	۱۱۲		مرزا حسن علی صغیر محدث م .... سنہ ۱۲۳۶ھ	۵۲۰
	۲	۱۸۷	۱۱۳		عبدالحلیم شرر م جمادی الاخری سنہ ۱۳۴۵ھ	۵۲۲
از بریلی (۲۴)	۱	۱۸۸		۷۵	سید ابوالحسن (علی)	۵۴۳
	۲	۱۸۹	۱۱۴		سید عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء م ۵ جمادی الاخری سنہ ۱۳۴۱ھ	۵۴۵
	۳	۱۹۰		۷۶	سید عبدالعلی (ناظم ندوۃ العلماء)	۵۵۵
وایضاً	۴	۱۹۱		۷۷	سید ابوالخیر حسنی	۵۶۰
بسلسلہ لکھنؤ	۳	۱۹۲		۷۸	خلیل عرب	۵۶۳

مقام	نمبر مقامی	نمبر مسلسل	نمبر حاشیہ	نمبر ضمیمہ	اسامی العلماء	صفحہ
وزیر آباد	۱	۱۹۳		۷۹	حافظ عزیز الدین	۵۶۳
(۲۵)	۲	۱۹۴		۸۰	محمد حسین	۵۶۶

ضمیمہ از علمائے ضلع بستی از عدد مقامی ۱۱

مقام	نمبر مقامی	نمبر مسلسل	نمبر حاشیہ	نمبر ضمیمہ	اسامی العلماء	صفحہ
ضلع بستی	۱۱	۱۹۵		۸۱	ممتاز علی بن عابد علی	۵۶۹
	۱۲	۱۹۶		۸۲	اقبال حسین بن عابد علی	۵۷۰
	۱۳	۱۹۷		۸۳	عبدالرزاق بن درباری	؍؍
	۱۴	۱۹۸		۸۴	شکر اللہ بن مولا	۵۷۱
	۱۵	۱۹۹		۸۵	عبدالغفور بن رمضانؒ	۵۷۱
	۱۶	۲۰۰		۸۶	عبداللہ بن شکر اللہ	۵۷۲

افرادِ حاشیہ

نمبر	نام	صفحہ	نمبر	نام	صفحہ	نمبر	نام	صفحہ
۱	شجرۂ اولادِ حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ	۱	۹	کتب خانہ نذیریہ دہلی	۱۴۹	۱۷	شیخ محمد عابد سندھی	۲۷۵
۲	شاہ عبدالرحیم صاحب دہلویؒ	۸	۱۰	مولانا ارشاد حسین رامپوری	۱۴۸	۱۸	بریلوی عقیدہ	۴۸۳
۳	شاہ فضل سرہندی	۱۱	۱۱	دار الحدیث رحمانیہ دہلی	۱۷۳	۱۹	عبدالرحیم صفی پوری	۴۹۲
۴	شاہ محمد عاشق پھلتی	۱۵	۱۲	امام بیہقی	...	۲۰	نواب سکندر جہاں بیگم والیہ بھوپال	۵۰۱
۵	شاہ ولی اللہ کی سنوتی تکان	۵۱	۱۳	مولانا محمد قاسم نانوتوی	۲۲۴	۲۱	سید امیر علی ملیح آبادی	۵۴۶
۶	کتاب حجۃ اللہ البالغہ کی غیر مسبوقیت	۱۱۴	۱۴	کتاب منع الالتباس عن بعض الناس	...	۲۲	تاریخ طبع کتاب (ہذا)	۵۶۸
۷	علامہ فضل حق خیر آبادی	..	۱۵	مفتی لطف اللہ علی گڑھی	۲۲۶	❖	❖ ❖	❖
۸	مفتی شرف الدین رامپوری	۱۳۸	۱۶	ڈاکٹر اشرف خاں	۲۳۵			

فہرست مقامات مع تعداد علماء وصفحات

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	میزان
مقام	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۵
تعداد مرحومین	۲۷	۱	۱	۳	۱۲	۴	۵	۳	۱۱	۳	۱۱	۱۱	۳	۱	۱	۱	۰	۷	۱	۱	۱	۲	۲	۳	۰	۱۹۲
تعداد موجودین	۱۹	۰	۱	۴	۳	۰	۰	۱	۷	۰	۶	۲۳	۰	۱۵	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۱	۱	۲	۸۶
کل تعداد علماء	۴۶	۱	۱	۷	۱۵	۴	۵	۴	۱۸	۳	۱۷	۳۴	۳	۱۶	۱	۱	۱	۷	۱	۱	۱	۲	۳	۴	۲	۲۰۰
از صفحہ	۱	۲۰۵	۲۱۸	۲۲۲	۲۳۴	۲۴۱	۲۷۶	۳۳۳	۳۴۳	۳۶۹	۳۸۱	۴۱۳	۴۲۹	۴۴۵	۴۶۲	۴۶۵	۴۸۰	۴۸۷	۵۰۹	۵۱۳	۵۱۴	۵۱۶	۵۳۰	۵۴۳	۵۷۳	----
تا صفحہ	۲۰۴	۲۱۷	۲۲۱	۲۳۶	۲۴۰	۲۴۶	۳۳۱	۳۴۲	۳۶۸	۳۸۰	۴۱۲	۴۲۸	۴۴۴	۴۶۱ / ۲	۴۶۴	۴۷۹	۴۸۶	۵۰۷	۵۱۲	۵۱۳	۵۱۵	۵۳۰	۵۴۲ / ۱	۵۶۱	۵۷۶	----
کل صفحے	۲۰۴	۱۳	۴	۱۵	۲۴	۶	۶۵	۱۰	۱۲	۱۳	۳۲	۳۶	۱۵	۱۱	۳	۵	۷	۲۱	۴	۲	۲	۵	۲۴	۱۹	۴	----

اصحاب تدریس بہ تعداد ۱۴۸

۱ شاہ ولی اللہ محدث ازدہلی	۱۶ حفیظ اللہ خاں ازدہلی	۳۰ عبدالرحمن عمرپوری ازدہلی	۴۶ عبدالتواب غزنوی ازعلیگڑھ
۲ شاہ عبدالعزیز محدث "	۱۷ عبدالرحمن بن اہل اللہ جان عمرپوری "	۳۱ سید عبدالحفیظ "	۴۷ محمد حسین خاں ازخورجہ
۳ شاہ عبدالغنی محدث "		۳۲ نواب ضمیر الدین احمد "	۴۸ سید امیر حسن محدث ازسہسوان
۴ شاہ عبدالقادر "	۱۸ عبدالجبار عمرپوری "	۳۳ شیخ احمد ملتانی مہاجر مدنی "	۴۹ سید عبدالباری "
۵ شاہ رفیع الدین "	۱۹ سید عبدالسلام "		۵۰ سید امیر احمد "
۶ شاہ محمد اسمٰعیل شہید "	۲۰ عبدالرحمن افغان ولایتی "	۳۴ عبیداللہ [illegible] "	۵۱ محمد تقی "
۷ شاہ مخصوص اللہ "	۲۱ ڈپٹی احمد حسن "	۳۵ عبدالرشید [illegible] "	۵۲ محمد بشیر "
۸ شاہ محمد اسحٰق محدث "	۲۲ حافظ عبدالوہاب نابینا "	۳۶ ضیاء الرحمن عمرپوری "	۵۳ محمد اسمٰعیل "
۹ شاہ محمد یعقوب محدث "		۳۷ عبیداللہ عبدالشکور "	۵۴ نظر احمد "
۱۰ شاہ عبدالحیٔ بڑھانوی "	۲۳ عبدالستار کلانوری "	۳۸ عبدالغفار عمرپوری "	۵۵ اعجاز احمد "
۱۱ ملا عبدالقیوم "	۲۴ حافظ ابراہیم "	۳۹ قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۵۶ ابوالبشارات امیر احمد "
	۲۵ شیخ الحدیث احمد اللہ پرتاب گڑھی "	۴۰ حمید اللہ سراوی ازمیرٹھ	۵۷ سید منظور احمد از[illegible]
۱۲ میاں صاحب السید نذیر حسین محدث "		۴۱ عثمان خاں "	۵۸ سید عبداللہ "
	۲۶ عبدالرحمن شاہ پوری "	۴۲ محمد اسمٰعیل ازعلیگڑھ	۵۹ نواب سید اولاد حسن ازقنوج
۱۳ سید محمد حامد علی "	۲۷ ابوسعید شرف الدین "	۴۳ محمد عثمان "	
۱۴ سید شریف حسین "	۲۸ محمد یونس پرتاب گڑھی "	۴۴ محمد سفیان "	۶۰ نواب سید صدیق حسن خاں "
۱۵ حافظ عبداللہ بیگ "	۲۹ محمد یمین جونا گڑھی "	۴۵ محمد یونس خاں "	

۶۱ قاضی بشیر الدین از قنوج
۶۲ شاہ محمد فاخر زائر از الٰہ آباد
۶۳ محمد عبداللہ چھاؤ "
۶۴ محمد یوسف از برئی پور
۶۵ شیخ عبدالحق محدث از بنارس
۶۶ سعید الدین احمد "
۶۷ شہید الدین احمد "
۶۸ نذیر الدین احمد "
۶۹ بشیر الدین احمد "
۷۰ محمد سعید "
۷۱ ابوالقاسم "
۷۲ احمد سعید "
۷۳ عبدالاٰخر "
۷۴ سید عبدالکبیر "
۷۵ حیات محمد "
۷۶ حکیم عبدالمجید "
۷۷ محمد منیر خاں "
۷۸ ابو مسعود قمر "
۷۹ سخاوت علی از جونپور

۸۰ عبدالباری از مچھلی شہر
۸۱ شیخ محمد "
۸۲ ابو اسحٰق لہراوی از اعظم گڑھ
۸۳ حکیم عبداللہ جیراجپوری "
۸۴ سلامت اللہ جیراجپوری "
۸۵ شکر اللہ "
۸۶ حفیظ اللہ شمس العلماء "
۸۷ عبدالعزیز ردولوی "
۸۸ حامد اللہ ردولوی "
۸۹ عبدالرحیم مبارکپوری "
۹۰ عبدالرحمٰن مبارکپوری "
۹۱ عبدالسلام " "
۹۲ عبیداللہ " "
۹۳ عبدالرحمٰن " "
۹۴ عبدالصمد " "
۹۵ محمد بشیر " "
۹۶ نذیر احمد املوی "

۹۷ ملا حسام الدین از اعظم گڑھ مئوی
۹۸ فیض اللہ " "
۹۹ خلیل الرحمٰن " "
۱۰۰ عبداللہ وغا " "
۱۰۱ سلیم اللہ " "
۱۰۲ عبدالقادر " "
۱۰۳ ابوالمکارم محمد علی مئوی "
۱۰۴ ابوالمعالی محمد علی مئوی "
۱۰۵ عبدالغنی " " (برادران)
۱۰۶ احمد " "
۱۰۷ سلیمان بن داؤد مئوی "
۱۰۸ نور محمد " "
۱۰۹ عبداللہ شائق " "
۱۱۰ ابوالنعمان عبدالرحمٰن مئوی "

۱۱۱ حکیم محمد سلیمان از اعظم گڑھ مئوی
۱۱۲ سعید احمد بن محمد علی مئوی "
۱۱۳ قاری عبدالسبحان مئوی "
۱۱۴ محمد جمیل بن عبدالحق مئوی "
۱۱۵ محمد بن عبدالرحیم مئوی "
۱۱۶ محمد اسحٰق فخر از غازیپور
۱۱۷ عبدالمنان بقا "
۱۱۸ استاذ الاساتذہ حافظ عبداللہ "
۱۱۹ عبدالغفور از بستی
۱۲۰ عبدالقدوس "
۱۲۱ عبدالسلام "
۱۲۳ عبدالصمد "
۱۲۴ عبدالرحیم "

۱۲۴ عبدالرزاق از بستی	۱۳۰ ملا نواب از رامپور	۱۳۶ محمد علی صدپوری	۱۴۲ ابوالخیر حسنی از بریلی
۱۲۵ شکراللہ "	۱۳۱ مفتی بشیر الدین "	۱۳۷ مظہر علی از ملکوری	۱۴۳ مرزا حسن علی صغیر محدث از لکھنؤ
۱۲۶ محمد و بچاوی از پیلی بھیت	۱۳۲ جعفر علیخاں "	۱۳۸ فرید الدین خاں "	۱۴۴ خلیل عرب "
۱۲۷ ابو یحیی محمد از شاہجہانپور	۱۳۳ سید محمد شاہ محدث "	۱۳۹ سید عبدالحی از بریلی	۱۴۵ محمد حسین نوگانواں از مرادآباد
۱۲۸ سید محمد علی از رامپور	۱۳۴ خرم علی بلہوری "	۱۴۰ سید عبدالعلی "	۱۴۶ حافظ عزیز الدین "
۱۲۹ سید حیدر علی "	۱۳۵ سید حسین احمد از ملیح آباد	۱۴۱ سید ابوالحسن "	

[illegible] از پنجاب
[illegible] "

اصحاب تصنیف بہ تعداد ۹۲

۱ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۰ عبدالجبار عمرپوری دہلوی	۲۰ عبدالرحمن عمرپوری دہلوی	۲۹ سید عبدالباری سہسوانی
۲ شاہ عبدالعزیز محدث "	۱۱ حافظ عبدالستار عمرپوری دہلوی	۲۱ ضیاء الرحمن عمرپوری "	۳۰ سید امیر احمد "
۳ شاہ رفیع الدین محدث "		۲۲ عبدالوکیل دہلوی	۳۱ سبط احمد "
۴ شاہ عبدالقادر محدث "	۱۲ عبدالرحمن خاں ولایتی "	۲۳ بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۳۲ حکیم مظہر علی "
۵ شاہ محمد اسحق محدث "	۱۳ سید احمد حسن "		۳۳ محمد بشیر "
۶ شاہ محمد اسمٰعیل شہید "	۱۴ ابوسعید شرف الدین "	۲۴ حمید اللہ سراوی میرٹھی	۳۴ سید عبدالباقی "
۷ شاہ عبدالحی بڈھانوی "	۱۵ محمد جونا گڑھی "	۲۵ محمد اسمٰعیل علیگڑھی	۳۵ سید نظر احمد "
———	۱۶ محمد یونس "	۲۶ محمد حسین خاں خورجوی	۳۶ سید اعجاز احمد "
۸ میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی	۱۷ نواب ضمیر الدین احمد "	———	۳۷ سید اقتدار احمد "
	۱۸ شیخ احمد مہاجر مدنی "	۲۷ سید امیر حسن سہسوانی	———
۹ سید محمد حامد علی "	۱۹ عبدالوہاب (آرہ بیجاپ) "	۲۸ سید محمد نذیر "	۳۸ سید علی محمد فرخ آباد

عدد	مصنف	کسی ایک کتاب کا نام	عدد	مصنف	کسی ایک کتاب کا نام
۱۵	ابو القاسم بنارسی	حل مشکلات البخاری	۲۰	حافظ عبداللہ غازیپوری	مقدمہ صحیح مسلم (عربی) قلمی
۱۶	قاضی شیخ محمد مچھلی شہری	الدراری الناشرات فی ترجمة ما فی البخاری من الثلاثیات	۲۱	عبدالسلام بستوی	شرح ابن ماجہ (زیر تالیف)
			۲۲	محمد یوسف شمس فیض آبادی	مجمع
۱۷	سخاوت علی جونپوری	التقویم فی حاربیت النبی الکریم	۲۳	فرید الدین کاکوروی	نظم الدرر فی مسانید الاحقر
۱۸	شاہ ابو اسحٰق لہراوی عفنہ مکندی	نور العینین فی اثبات رفع الیدین	۲۴	محمد دبکاوی	صمصام الباری
۱۹	عبدالرحمٰن مبارکپوری	تحفة الاحوذی شرح جامع ترمذی (عربی)	۲۵	خرم علی بلہوری	ترجمہ مشارق الانوار

غازیانِ راہِ خدا

(۱) شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی (۲) شاہ عبدالحی بڈھانوی (۳) سید نواب اولاد حسن قنوجی (۴) عبداللہ جیاؤ الہ آبادی
(۵) سخاوت علی جونپوری (۶) سید حیدر علی رامپوری (۷) سید محمد علی رام پوری (۸) خرم علی بلہوری

شہیدانِ راہِ خدا

شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی

تلامذۂ میاں صاحب شیخ الکل السید نذیر حسین محدث دہلوی بتعداد ۵۰۰

عدد	الاسامی	عدد	اسامی	عدد	الاسامی	عدد	الاسامی
	از دہلی		از دہلی		از دہلی		از دہلی
۱	سید شریف حسینؒ	۳	حفیظ اللہ خاں رح	۵	عبدالغفور رح	۷	سید عبدالسلامؒ
۲	حافظ عبداللہ بیگؒ	۴	عبدالرحمٰن معین الدینؒ	۶	عبدالجبار عمر پوریؒ	۸	عبدالرحمٰن خان ولایتیؒ

عدد	الاسامی	عدد	الاسامی	عدد	الاسامی	عدد	الاسامی
	از دہلی	۱۹	محمد حسین رح از خورجہ		از اعظم گڈھ		از اعظم گڈھ
۹	ڈپٹی احمد حسن رح		از سہسوان	۲۸	حکیم عبداللہ حیراجپوری	۳۹	ابوالمکارم محمد علی مئوی
۱۰	عبدالوہاب نابینا	۲۰	سید امیر حسن محدث رح	۲۹	سلامت اللہ رح	۴۰	ابوالمعالی محمد علی رح
	~~	۲۱	محمد بشیر رح	۳۰	عبدالعزیز روانوی	۴۱	احمد بن ملاے
۱۱	احمد اللہ شیخ الحدیث		~~~	۳۱	اسد اللہ رح		حسام الدین مئوی
۱۲	عبدالرحمن شاہ پوری	۲۲	سید عبدالعزیز رح از صوبہ	۳۲	عبدالسلام رح مبارکپوری	۴۲	سلیمان بن داؤد رح
۱۳	ابوسعید شرف الدین		از بنارس	۳۳	ابوالعلی عبدالرحمن رح	۴۳	نور محمد بن اسمٰعیل رح
۱۴	سید عبدالحفیظ	۲۳	محمد سعید رح	۳۴	خلیل الرحمن مئوی رح	۴۴	ابوالنعمان عبدالرحمن رح
۱۵	حاجی عبدالغفار آف علیجان	۲۴	محمد ابوالقاسم سیف	۳۵	سعد اللہ رح	۴۵	حافظ عبداللہ رح غازیپوری
۱۶	ضیاء الرحمن عمرپوری	۲۵	حیات محمد رح	۳۶	سلیم اللہ رح	۴۶	عبدالرحمن بستوی
۱۷	حمید اللہ رح از میرٹھ	۲۶	حکیم عبدالمجید	۳۷	عبدالشکور رح	۴۷	محمد دیہاوی
						۴۸	ابو یحیٰ محمد شاہجہانپوری
۱۸	عبدالتواب غزنوی	۲۷	محمد منیر خاں	۳۸	عبدالقادر رح	۴۹	عبدالحلیم شرر رح

علمائے دیدۂ مؤلف بتعداد ۷۰

	اسامی العلماء		اسامی العلماء		اسامی العلماء		اسامی العلماء
۱	ابوالقاسم سیف بنارسی	۴	احمد اللہ شیخ الحدیث دہلوی	۷	احمد ناظم مدرسہ فیض عام مئوی	۱۰	اقتدار احمد سہسوانی
۲	ابوشعبہ بستوی	۵	احمد مہاجر مدنی رح	۸	احمد سعید بنارسی	۱۱	محمد بشیر مبارکپوری
۳	حافظ ابراہیم دہلوی	۶	احمد بن طلحہ حسام الدین مئوی	۹	اسد اللہ مئوی	۱۲	بشیر احمد مئوی

عدد	اسامی العلماء	عدد	اسامی العلماء	عدد	اسامی العلماء	عدد	اسامی العلماء
۳	سعید احمد مئوی	۲۷	عبدالسلام بستوی	۴۱	عبدالغفار رحمانی دہلوی	۵۵	سید علی (ابوالحسن) بریلوی
۴	محمد سفیان علیگڑھی	۲۸	حافظ عبداللہ غازیپوری	۴۲	عبدالقدوس بستوی	۵۶	محمد بن عبدالرحیم مئوی
۵	محمد سلیمان مئوی	۲۹	عبداللہ شائق مئوی	۴۳	حکیم عبدالرحمن دہلوی	۵۷	محمد یمین جوناگڑھی دہلوی
۱۶	ابوسعید شرف الدین دہلوی	۳۰	عبداللہ عبدالصبور دہلوی	۴۴	عبیدالرحمن مبارکپوری	۵۸	محمد حسین نوگانوی مرادآبادی
۱۷	نواب ضمیر الدین احمد آف لوہارو	۳۱	عبداللہ عبدالشکور ؍؍	۴۵	عبیداللہ مبارکپوری	۵۹	محمد جمیل مئوی
		۳۲	عبداللہ بستوی	۴۶	عبیداللہ دہلوی	۶۰	محمد خلیل ؍؍
۱۸	ظفر احمد مئوی	۳۳	عبدالتواب غزنوی	۴۷	عبدالوکیل ؍؍	۶۱	ابومسعود قمر بنارسی
۱۹	عبدالرحمن مبارکپوری	۳۴	عبدالجلیل دہلوی	۴۸	عبدالوحید مئوی	۶۲	مصطفیٰ مئوی
۲۰	عبدالرحمن شاہپوری دہلوی	۳۵	عبدالجبار مئوی	۴۹	حافظ عبدالوہاب نابینا دہلوی	۶۳	محمد نعیم ؍؍
۲۱	عبدالرحمن بستوی	۳۶	سید عبدالحفیظ دہلوی	۵۰	شیخ عبدالوہاب آف علیجان دہلوی	۶۴	نذیر احمد املوی (اعظمی)
۲۲	عبدالرحمن آزنو مئوی	۳۷	عبدالرزاق بستوی			۶۵	نعمت اللہ مئوی
۲۳	عبدالرشید دہلوی	۳۸	عبدالسبحان مئوی	۵۱	محمد عثمان علیگڑھی	۶۶	نور محمد ؍؍
۲۴	عبدالستار عمرپوری ؍؍	۳۹	عبدالغفور بستوی	۵۲	عثمان خاں میرٹھی	۶۷	محمد یوسف شمس فیض آبادی
۲۵	عبدالستار کلانوری ؍؍	۴۰	عبدالغفار آف علی جان دہلوی	۵۳	عصمت اللہ مئوی	۶۸	یونس خاں (دتاولی) علیگڑھی
۲۶	عبدالستار مئوی			۵۴	عظیم اللہ ؍؍	۶۹	محمد یونس دہلوی

۷۰ . عبدالجلیل عمرپوری دہلوی

اسامی العلماء الاعلام

جن کے مشہور القابات سے ان کا ذکر ہوا

حجۃ اللہ	ـــــ	حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
امیر المومنین	ـــــ	امیر المومنین السید احمد بریلوی
شہید	ـــــ	سیدنا شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی
شیخ الکل / میاں صاحب	ـــــ	سید نذیر حسین محدث دہلوی
صاحب عون المعبود	ـــــ	علامہ شمس الحق محدث ڈیانوی
صاحب تحفۃ الاحوذی	ـــــ	مولوی عبدالرحمٰن مبارکپوری
مولانا رحیم آبادی	ـــــ	مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی ترہتی بہاری
حافظ صاحب غازیپوری	ـــــ	استاذ الاساتذہ حافظ عبداللہ غازیپوری
شیخ پنجاب	ـــــ	شیخ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی

اسامی الکتب

جن سے تدوین میں استفادہ کیا

۱	اخبار اہلحدیث (امرتسر)	مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری
۲	رسالہ معارف (اعظم گڑھ)	العلامۃ السید سلیمان ندوی
۳	تواریخ عجیبہ موسومہ بہ سوانح احمدی	منشی (مولوی) محمد جعفر تھانیسری
۴	ترجمۃ السید الامام احمد بن عرفان (عربی)	السید ابی الحسن علی بن العلامہ عبد الحی لکھنوی
۵	الحیاۃ بعد المماۃ (سوانحعمری میاں صاحب سید نذیر حسین)	قاضی منظفر حسین منظفرپوری
۶	حیات ولی	مولوی رحیم بخش مرحوم دہلوی
۷	ولی اللہ	مولوی محمد اسمٰعیل گودہروی
۸	حیات عزیزی	مولوی رحیم بخش (مرحوم) دہلوی
۹	الدر المنثور فی تراجم اہل صادقپور	مولوی عبد الرحیم صادقپوری

نمبر	کتاب	مصنف
۱۰	الروض الممطور فی تراجم المولوی محمد نور الہدی المغفور	مولوی ابو الحسنات عبد الغفور داناپوری
۱۱	الیاقوت والمرجان فی ذکر علمائے سہسوان	سید عبد الباقی سہسوانی
۱۲	ابقاء المنن فی القاء المحن	السید النواب صدیق حسن خاںؒ امیر بھوپال
۱۳	لقطة العجلان فی ما تمس الی حاجة الانسان	ایضاً
۱۴	تقصار جنود الابرار من تذکار جیود الاحرار	ایضاً
۱۵	نفح الطیب من ذکر المنزل والحبیب	ایضاً
۱۶	اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقهاء والمحدثین	ایضاً
۱۷	ابجد العلوم	ایضاً

۱۸	مآثر صدیقی	نواب علی حسن خاں بن نواب صدیق حسن خاں
۱۹	قضار الارب فی ذکر علمار النحو والادب	مولوی ذوالفقار احمد مرحوم بھوپالی
۲۰	تذکرہ علمائے ہند (فارسی)	مولوی رحمٰن علی مرحوم (ریاست ریوان)
۲۱	تطییب الاخوان بذکر علمائے الزمان ملقب بہ تذکرہ علمائے حال	مولوی محمد ادریس بلگرامی
۲۲	مشاہیر کاکوری	مولوی حافظ محمد حیدر علی کاکوروی
۲۳	کاملانِ رام پور	حافظ احمد علی مرحوم رام پوری
۲۴	حیات طیبہ	میرزا حیرت دہلوی
۲۵	سوانحمری عبداللہ صاحب غزنوی	مولوی عبدالجبار غزنوی مولوی غلام رسول قلعہ والے
۲۶	سوانح حیات (سوانحمری مولوی غلام رسول)	مولوی عبدالقادر (قلعہ والے)
	سوانحمری مولانا محمد قاسم نانوتوی	مولوی محمد یعقوب مرحوم نانوتوی

۲۸	قاموس المشاہیر	مولانا نظامی بدایونی
۲۹	یادگار دہلی	سید احمد ولی اللہی دہلوی
۳۰	تذکرہ	مولانا ابو الکلام آزاد صاحب "الہلال الغرا"
۳۱	تذکرۃ الکرام (سوانح عمری علمائے امروہہ)	سید محمود احمد عباسی امروہی
۳۲	رسالہ اشاعۃ السنہ	مولوی محمد حسین مرحوم بٹالوی
۳۳	جنتری صد سالہ	مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ
۳۴	مآثر الکرام	میر غلام علی آزاد بلگرامی
۳۵	سرو آزاد	میر غلام علی آزاد بلگرامی
۳۶	ترجمہ مصنف (سید عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)	سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۳۷	المکتوب اللطیف (عربی)	العلامۃ المحدث الشیخ ابو الطیب شمس الحق صاحب عون المعبود
۳۸	امام کاذب	حکیم مولوی عبدالشکور صاحب شکراوی

ھدیہ

بخدمت مخیر جماعت اہلحدیث جناب حافظ حمید اللہ صاحب سوداگر و رئیس دہلی

جن کے مال و زر کے بعض مصارف یہ ہیں

(۱) مساجد و مدارس اہل حدیث کی تعمیر

(۲) مدارس اہل حدیث کی اعانت

(۳) کتب توحید و سنت کی تقسیم و اشاعت

(۴) کانفرنس (آل انڈیا اہلحدیث) کی امداد

(۵) مظلوم و مجبور افراد جماعت کی کفالت

(۶) کشتِ زار امامیہ (صدریہ) کے شجرۃ الزقوم[1] کا استیصال

- - - - - - - - - اَوْ یَزِیْدُوْنَ ہ (سورہ صافات)

رکھیو یارب یہ درِ گنجینۂ گوہر کھلا! آمین!

(مؤلف)

---

[1] شجرۃ الزقوم امامت صدریہ دہلویہ! اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ہ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ہ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ہ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ہ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ہ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ہ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ہ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ

(سورۃ صافات)

وللتفصیل مقام آخر ان شاء اللہ

مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از جناب الفاضل العلامۃ السید سلیمان صاحب ندوی، صاحب المعارف

تاریخ و اخبار کا فن گو اسلام سے پہلے موجود تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی اصلی شان اسلام کے نور سے چمکی ہے۔ مسلمانوں میں اس کا آغاز خود ان کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے مجاہدانہ اور علمی کارناموں سے ہوا روایات پیدا ہوئیں اور اُن سے راویوں کا علم وجود میں آیا۔ مسلمان جس ملک میں گئے اُس میں علم کی روشنی لیکر گئے۔ اس کی برکت سے دنیا کے تاریک سے تاریک گوشے بھی چمک اٹھے مگر ہندوستان میں جو تاریخی ظلمت تھی وہ ایسی شدید تھی کہ مسلمانوں نے اسکو جتنا روشن کرنا چاہا روشن نہ کرسکے بلکہ اس کی بدولت خود ان کی علمی اور عملی زندگی کے بہت سے گوشے اندھیرے ہو گئے۔

قرنِ اول سے لے کر اپنے اقبال کے آخر دور تک مسلمانوں نے اپنی ہر صدی کے ممتاز اکابر رجال کے سیر و اخبار کا ایسا دفتر زمانہ میں چھوڑا کہ قومیں اُس کی مثال سے عاجز ہیں لیکن افسوس ہے کہ ہندوستان کے متعلق ان کے اس دفتر میں ایک ورق بھی نہیں ہے۔ جو کچھ ہے شعراء اور صوفیہ حضرات کے تذکرے ہیں۔ علماء کے تراجم اُن میں کہیں کہیں خال خال آگئے ہیں۔ اکبر کے زمانہ میں ملا بدایونی نے "منتخب التواریخ" میں اور جہانگیر کے عہد میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "اخبار الاخیار" میں کچھ اوراق

فراہم کئے جو ایک تبرک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ ولی اللہی خانوادہ جس کے منتشر ہوئے ابھی صدی بھی نہیں گزری ہے اسکے کارنامے بھی ہاتھ سے جا رہے ہیں۔ بارہ سو برس کے پورے اسلامی ہندی دور میں ایک علامہ آزاد بلگرامی مستثنیٰ ہیں جنہوں نے ہندوستان کی اسلامی علمی تاریخ کی آبرو رکھ لی۔ اور اُن کے بعد دو اور قابل قدر نامور ہستیاں وجود میں آئیں جنہوں نے ہندوستانی عالموں کے اس بھلائے اور چھوڑے ہوئے فریضہ کی تلافی کرنی چاہی اور وہ مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی اور نواب صدیق حسن خاں مرحوم ہیں۔ اول الذکر نے طرب الاماثل[1] ثانی الذکر نے "اتحاف النبلا" اور "ابجد العلوم" وغیرہ کئی کتابیں لکھیں اور ان سب کے بعد لیکن اُن سب سے بہتر استاذی مولانا سید عبدالحی صاحب (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کا کارنامہ اخلاف کے شکریہ کا مستحق ہے جنہوں نے اپنی عمر کے بیس برس کا بیش قیمت زمانہ ان جواہر پاروں کی تلاش اور فراہمی میں صرف کیا اور کئی جلدوں میں آغاز سے لے کر اپنے زمانہ تک کے علماء اور علم و فن کے مشاہیر کی سوانح عمریاں اوراق[1] کے سپرد کیں لیکن افسوس کہ ڈر یہ ہے کہ یہ محنت بھی قوم کی ناقدری سے پھر دوبارہ تلف نہ ہو جائے۔

ہم آج بیٹھے ہیں ترتیب کرنے دفتر کو (حالی) ورق جب اسکا اڑ الیگئی ہوا ایک ایک

کئی سال ہوئے جب میں نے "ہندوستان میں علم حدیث"[2] کا سلسلہ لکھنا شروع کیا تو بکھرے ہوئے معلومات کو اکٹھا کرنے اور اُلجھے ہوئے بیانات کو سلجھانے میں وہ زحمت اٹھانی پڑی کہ آخر اسکو ناتمام چھوڑنا پڑا زیر نظر کتاب اُسی ادھوری کوشش کی تکمیل ہے۔

مؤلف نے ہندوستان کے علماء اہلحدیث کو اپنا موضوع سخن بنایا ہے مگر ان کے موضوع کا دائرہ جتنا تنگ ہے ان کے عمل کا دائرہ اتنا تنگ نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس میں عملاً

---

[1] بنام "نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر" جس کا ذکر اس کتاب کے صفحہ ۵۵ میں ہے۔ مؤلف

[2] یہ سلسلہ معارف کے ان پرچوں میں شائع ہوا ہے جلد ۲۲ نمبر ۴ و ۵ و ۶۔ مؤلف

علمار اہلحدیث کے علاوہ بعض ایسے علمائے حدیث کے حالات بھی شامل کئے ہیں جو غلو اور افراط سے خالی، توحید وسنت کے متبع اور سلف صالحین کے پیرو ہیں اور حق کو کسی امام خاص میں منحصر نہیں سمجھتے۔ باقی میں اپنی نسبت کیا کہوں

دوستاں ایں تہمت شیوۂ بانیر کنند

میں سنت کا پیرو اور توحید خالص کا معتقد ہوں، سنت کو دلیل راہ مانتا ہوں اور علمار کیلئے اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا جانتا ہوں اور حق کو ائمۂ سلف میں کسی ایک میں منحصر نہیں سمجھتا۔ اب اس پر آپ مجھے جو چاہیں سمجھ لیں

آزادہ رو ہوں اور میرا مسلک ہے صلح کل ∴ ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

بہر حال حیثیت اور نوعیت جو کچھ ہو مؤلف کی ان کوششوں کی بدولت ایک بڑی کمی پوری ہوگئی۔ اخلاف کو اسلاف کی بہت سی باتیں یاد آگئیں۔ ابویحییٰ امام خاں کے قلم نے بہت سے اماموں کے کارناموں کو زندہ کیا ہے اور اگلوں سے پچھلوں کو آگاہ کیا ہے گذشتہ بزرگوں کے علاوہ اُن حضرات کے حالات بھی شامل کتاب کر دیئے ہیں جو اس وقت بقید حیات ہیں۔ جس سے بہت سی قابل قدر ہستیوں کے سوانح ضبط تحریر میں آگئے ہیں کہ اگر اس وقت ان کو نظر انداز کر دیا جاتا تو ممکن ہے کہ ہماری سہل انگاری سے ان اخلاف کے تراجم بھی بہت سے اسلاف کے حالات کی طرح صفحۂ اوراق سے ہمیشہ کیلئے محو ہو جاتے کتاب کی ضخامت چھ سو صفحوں سے زائد ہے۔ مؤلف سے امید تو یہی ہے کہ روایات کے اخذ واقعات کے بیان اور مسائل کی تحقیق ونسبت میں انہوں نے پوری احتیاط سے کام لیا ہوگا اور بزرگوں کا ذکر اُن کے شایانِ شان کیا ہوگا۔ مؤلف نے اس کام میں بڑی محنت اٹھائی ہے اور مقدور بھر چھان بین کی ہے مگر چونکہ یہ نقش اول

ہے اس میں کچھ نہ کچھ خامیاں رہیں گی۔ ناظرین ادھر سے صرف نظر فرمائیں گے۔
امید ہے کہ بزرگوں کے حالات کے پڑھنے سے ہمارے نوجوانوں میں علم و عمل کی نئی روح
پیدا ہوگی اور اس نئی تحریک سے واقفیت ہوگی جو ہندوستان میں اسلامی سلطنت
کی تباہی کے بعد شروع ہوئی اور جو افسوس ہے کہ ہماری ہی خانہ جنگی کی بدولت قبل از وقت مرگئی
"اہل حدیث" کے نام سے ملک میں اس وقت بھی جو تحریک جاری ہے
حقیقت کی رو سے وہ قدم نہیں صرف نقش قدم ہے۔ مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ
جس تحریک کو لیکر اٹھے وہ فقہ کے چند نئے مسائل نہ تھے بلکہ امامت کبریٰ، توحید خالص
اور اتباع نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بنیادی تعلیمات تھیں مگر افسوس ہے کہ سیلاب نکل گیا
اور باقی جو رہ گیا ہے وہ گذرے ہوئے پانی کی فقط لکیر ہے

بہرحال اس تحریک کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اس زمانہ سے آج تک ہمارے
دور افتادہ کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی وہ بھی ہمارے لئے بجائے خود مفید
اور لائق شکریہ ہے بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا۔ توحید کی حقیقت نکھاری گئی۔
قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا۔ قرآن پاک سے براہ راست ہمارا رشتہ دوبارہ جوڑا گیا
حدیث نبوی کی تعلیم و تدریس اور تالیف و اشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور یہ
دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ساری دنیائے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک
کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی۔ نیز فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی۔
(یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگوں سے غلطیاں بھی ہوئی ہوں) لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ
دلوں سے اتباع نبوی کا جو جذبہ گم ہوگیا تھا وہ سالہا سال تک کے لئے دوبارہ پیدا ہوگیا
مگر افسوس ہے کہ اب وہ بھی جا رہا ہے۔ اس تحریک کی ہمہ گیر تاثیر یہ بھی تھی کہ وہ جذبہ جہاد

جس کی آگ اسلام کے مجمر میں ٹھنڈی پڑگئی تھی وہ پھر بھڑک اٹھی یہاں تک کہ ایک زمانہ گذرا کہ وہابی اور باغی مترادف لفظ سمجھے گئے اور کتنوں کے سر قلم ہو گئے، کتنوں کو سولیوں پر لٹکنا پڑا اور کتنے پا بجولاں دریائے شور عبور کر دیئے گئے یا تنگ کوٹھڑیوں میں انہیں بند ہونا پڑا۔ اور اب یہ دیکھنا صاف کہنا ہے کہ مولانا رحیم آبادی کی زندگی تک اس تحریک کے علمبرداروں میں یہ روح کام کر رہی تھی

افسوس کہ قبیلۂ مجنوں کسے نماند

اِس تحریک کی بنیاد تین چیزوں پر تھی (۱) نصب امارت (۲) زکوٰۃ کی مرکزیت (۳) اسلام سے تمام بیرونی اثرات کو مٹا کر اس کو پھر اپنی اصلیت پر لوٹانا۔

گذرنے والے تو گذر گئے تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (بقرہ) زمانہ کی گھڑی اب ہمارے ہاتھ میں ہے۔ دیکھنا ہے کہ ہم اس کی سوئی کو کدھر گھماتے ہیں

علماء اہلحدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمت بھی قدر کے قابل ہے۔ پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں مرحوم کے قلم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔ بھوپال ایک زمانہ تک علمائے حدیث کا مرکز رہا۔ قنوج، سہسوان اور اعظم گڈھ کے بہت سے نامور اہل علم اس ادارہ میں کام کر رہے تھے۔ شیخ حسین عرب یمنی ان سب کے سرخیل تھے۔ اور دہلی میں مولانا سید محمد نذیر حسین صاحبؒ کی مسند درس بچھی تھی اور جوق جوق طالبین حدیث مشرق و مغرب سے ان کی درسگاہ کا رُخ کر رہے تھے۔ ان کی درسگاہ سے جو نامور اٹھے اُن میں سے ایک مولانا ابراہیم صاحب آروی تھے جنہوں نے سب سے پہلے عربی تعلیم اور عربی مدارس میں اصلاح کا خیال قائم کیا اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔

اس درسگاہ کے دوسرے نامور مولانا شمس الحق صاحب مرحوم (صاحب عون المعبود) ہیں جنہوں نے کتب حدیث کی جمع اور اشاعت کو اپنی دولت اور زندگی کا مقصد قرار دیا اور اس میں وہ کامیاب ہوئے

اس درسگاہ کے تیسرے نامور حافظ عبداللہ صاحب غازیپوریؒ ہیں جنہوں نے درس و تدریس کے ذریعہ خدمت کی اور کہا جا سکتا ہے کہ مولانا سید نذیر حسین صاحبؒ کے بعد درس کا اتنا بڑا حلقہ اور شاگردوں کا مجمع ان کے سوا کسی اور کو ان کے شاگردوں میں نہیں ملا

اس درسگاہ کے ایک اور نامور تربیت یافتہ ہمارے ضلع (اعظم گڑھ) میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم مبارکپوری تھے جنہوں نے تدریس و تحدیث کے ساتھ ساتھ جامع ترمذی کی شرح "تحفۃ الاحوذی" عربی لکھی

اس تحریک کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ مدت کا زنگ طبیعتوں سے دور ہوا اور یہ جو خیال ہو گیا تھا کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا ہے رفع ہو گیا اور لوگ از سر نو تحقیق و کاوش کے عادی ہونے لگے۔ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے دلائل کی خو پیدا ہوئی اور قیل و قال کے مکدر گڑھوں کی بجائے ہدایت کے اصلی سرچشمہ مصفا کی طرف واپسی ہوئی۔ اسی دور کے اکابر اور مشاہیر کے احوال پر مشتمل اور زمانہ حال کے بہت سے ناموروں کے سوانح پر حاوی یہ اوراق ہیں۔ اگر مصنف ان ہستیوں کے منتشر اوراق کو آج مجتمعانہ کر دیتے تو شاید حوادث کی تیز آندھی ان کو اس طرح برباد کر ڈالتی جس طرح بہت سے پچھلے دوروں کے اوراق اس ملک میں ضائع ہو چکے ہیں

مصنف نے اشخاص کے نام و نسب و سنین، اساتذہ اور شیوخ تصنیفات و رسائل اور ان کے دوسرے کارناموں کو قید تحریر میں لانے کی کوشش کی ہے جو

آج تک ہمارے ہندوستان کے تذکروں میں نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر دے اور ناظرین کو اُن بزرگوں کے کارناموں اور کاموں کی قدر کی توفیق بخشے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع اور سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحیح پیروی کی دولت نصیب کرے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سید سلیمان ندوی
دار المصنفین اعظم گڈھ
۱۳ ر صفر ۱۳۵۷ھ

یکم اکتوبر ۱۹[illegible]ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خاندانِ عالی ولی اللّٰہی دہلوی

"وکلھم کانوا علماء نجباء حکماء فقہاء کاسلافہم
واعمامھم کیف وھم من بیت العلم الشریف
والنسب الفاروقی المنیف"

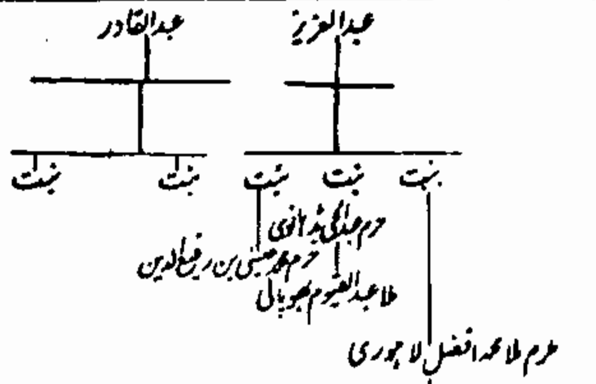
"ابجد العلوم" للنواب

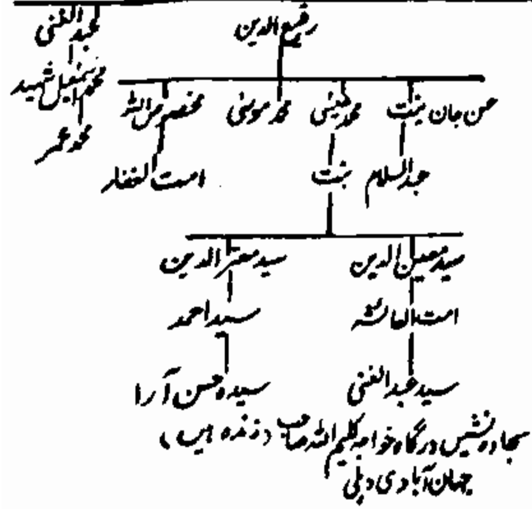
"ہر یکے از ایشاں بے نظیرِ وقت و فریدِ دہر و وحیدِ عصر در علم و عمل
و عقل و فہم و قوتِ تقریر و فصاحتِ تحریر و تقویٰ و دیانت و امانت و
مراتبِ ولایت بود، وہم چنیں اولادِ اولاد، ایں سلسلہ از طلائے
ناب است"

"اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین"
(للنواب)

سلسلہ اولاد و احفاد حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ

فانبتہما اللہ نباتا حسنا





خاندان عالی ولی اللٰہی

فَجَعَلْنٰهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا

١ حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ محدث

٢	شاہ عبدالعزیز	شاہ مخصوص اللہ	٧
٣	شاہ عبدالغنی	شاہ محمد اسحٰق مہاجر مکی	٨
٤	شاہ عبدالقادر	شاہ محمد یعقوب مہاجر مکی	٩
٥	شاہ رفیع الدین	ملا عبدالقیوم	١٠
٦	شاہ محمد اسمٰعیل شہید	محمد عمر (بن شہید)	١١

١٢ شاہ عبدالحی بڈھانوی ١٢

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

(عدد مسلسل ۱) ولادت ۴ شوال ۱۱۱۴ھ (عدد ۱)
وفات........ ۱۱۷۶ھ

"—— پھر بارہویں صدی کا ایک عظیم ترین ظہور علوم و معارف" "دیکھو زمین بنجر ہو چلی تھی پھر بھی کھیتوں کی سبزی اور چمنوں کی لالی سے" "کوئی گوشہ بالکل خالی نہ تھا ۱۲ ویں صدی کے تمام کاروبار علم طریقت کے" "اکابر و اساتذہ اسی صدی میں سربرآوردہ ہوئے بعض بڑے بڑے سلاسل" "درس و تدریس کی بنیادیں اسی عہد میں استوار ہوئیں جیسے خاندان مشہور" "فرنگی محل اور ہندوستان سے باہر بلاد عربیہ و عثمانیہ میں اکثر مشاہیر" "علم و ارشاد جیسے شیخ ابراہیم کورانی محمد بن احمد سفارینی النجدی سید" "عبدالقادر کوکبانی شیخ عمر فانی تونسی شیخ سالم بصری امیر محمد بن اسمٰعیل یمانی" "شیخ عبدالخالق زبیدی علامہ فانی صاحب "ایقاظ" شیخ محمد حیات سندھی"

المدنی وغیرہ کہ شاہ راہ عام سے اپنی الگ راہ رکھتے تھے او حقیقت مستورہ کے شناسا و حق آگاہ تھے بایں ہمہ معلوم ہے کہ وہ جو دورِ آخر کے "فاتح" او رسلطان عصر ہونے کا مقام تھا اور قطبیت وقت کا وہ صرف حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ (رضی اللہ عنہ) ہی کے لیے تھا اور لوگ بھی بیکار نہ تھے کام کرتے رہے مگر جو کام یہاں انجام پایا وہ صرف یہیں کے لیے تھا،

فیضی احسنت ازیں عشق کہ دوراں امروز
گرم دارد ز تو ہنگامۂ رسوائی ہا!

"تفہیمات" میں اسی معاملہ کے معارف لکھتے ہوئے کہیں تو اپنی طرف بیگانہ وار اشارہ کر جاتے ہیں کہیں کہیں جوشش قلبی کی بے اختیاریوں میں صاف صاف بھی لکھ گئے ہیں چنانچہ اپنے ترجمہ میں لکھتے ہیں "بر سرم درد افگند کہ ایں حقیقت بمردم برساں کہ امروز وقت وقتِ تست و زماں زمانِ تو وائے بر کسے کہ زیر لوائے تو نہ باشد" ایک اور تفہیم میں یہ کیفیت زیادہ سرمستی کے ساتھ کھلی ہے" فھمنی ربی انا جعلناك امام ھذہ الطریقۃ وسددنا طرق الوصول الی حقیقۃ القرب کلھا الیوم غیر طریقۃ الا واحدۃ وھو محبتك والانقیاد لك والسماء لیس من عاداك بسما ولیست الارض علیہ بارض فاھل الشرق والغرب کلھم رعیتك وانت سلطانھم علموا اولم یعلموا فان علموا فازوا وان جھلوا خابوا"

"اس باب میں اُن کے اشارات بے شمار ہیں علی الخصوص تفہیمات میں"

"کہ متعدد رسائل و مقامات اسی مقام کی شرح و تحقیق میں لکھے ہیں اور ان" "تسب کے آخر میں ذوق باطن کے التہاب و اضطراب سے بے خود ہو کر اپنے" "معاملات کی طرف بھی اشارہ کر جاتے ہیں گویا ابو العلاء معریٰ کا یہ شعر جا بجا" "نئے نئے پیرایوں میں اُن کی زبان مترنم اور کلک تحدیث تک آ آ کر رہ جاتا" ہے" ۵

وانی وان کنت الاخیر زمانہٗ
لآت بمالم تستطعہ الاوائلٗ

"مولانا ابو الکلام آزاد"
(از تذکرہ ص ۲۴۴ تا ۲۴۵)

سلسلۂ نسب والد کی طرف سے جناب فاروق اعظمؓ اور والدہ کی جانب سے حضرت امام موسیٰ کاظمؒ تک منتہی ہوتا ہے جس کی توضیح بنفسہ رسالۂ "امداد فی ماثر الاجداد" میں بایں طور فرمائی۔

"سلسلۂ نسب ایں فقیر با میر المومنین عمر بن الخطاب میرسد بایں طریق کہ فقیر ولی اللہ ابن الشیخ عبد الرحیم ابن الشہید وجیہ الدین ابن معظم ابن احمد بن محمد بن قوام الدین عرف قاضی قاذن۔ بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر الدین۔ عرف قاضی بدہ ابن عبد الملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین مفتی بن شیر ملک بن محمد عبد ملک بن "ابو الفتح ملک بن محمد عمر حاکم ملک ابن عادل ملک بن فاروق بن برجیس بن احمد۔ بن محمد شہریار بن عثمان بن ہامان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان ابن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین"۔

ھندل سہ

اس خاندان کے جو بزرگ سب سے پہلے ہندوستان میں وارد ہوئے وہ شیخ شمس الدین مفتی تھے جو غالباً اسلامی حکومت کے آغاز ہی میں یہاں آگئے۔ رہتک میں قیام فرمایا یہ اس وقت بھی ایک بارونق شہر تھا۔ شیخ ممدوح علوم ظاہری و باطنی دونوں کے حامل اور صاحبِ کشف بزرگ تھے۔ جیسا کہ شاہ صاحب (حضرت ولی اللہ) اپنے رسالہ "امداد الخ" میں فرماتے ہیں "وایں بزرگ مرعالم و عابد بودہ است و اول کسیکہ از نثراد قریش در آں بلدہ در آمد و بسبب وے شعائر اسلام ظہور نمودہ و طغیان کفر منطفی شد" شیخ نے رہتک میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اپنی بزرگی اور علوم و تبحر کی وجہ سے اُس زمانہ کے دستور کے موافق مفتی شہر مقرر ہوئے تا آنکہ آپ کے بڑے بیٹے کمال الدین مفتی ان کے بعد شیخ عبدالملک پھر قاضی کبیر الدین پھر قاضی قاسم اور سب سے آخر میں قاضی قوام الدین (عرف قاذن) اسی عہدہ پر ممتاز رہے آئے مگر جب قاضی قاذن کے بیٹے محمود کی نوبت آئی تو چونکہ یہ سپاہیانہ زندگی کے دلدادہ تھے اس لیئے انہوں نے قبول عہدہ سے انکار کر دیا مگر اس پر بھی خاندان کے شرف علم و فضل میں کوئی تغیر نہ ہوا،

شیخ محمود کی شادی سونی پت کے سادات میں ہوئی اس حرم کے فرزندوں کی تربیت شیخ عبدالغنی بن شیخ عبدالحکیم سونی پتی نے بہترین طریق پر کی، شیخ احمد جوانی ہی کے عالم میں رہتک لوٹ آئے بیرون قلعہ ایک عالی شان سلسلہ عمارت بنوا کر اپنے خاندان کے تمام افراد کو اس میں رہنے کے لیئے مکان دیتے گئے ان بزرگوار شیخ احمد کے صاحبزادے منصور اور پوتے شیخ محمد معظم بھی علم و فضل میں عالی پایہ

رکھتے تھے لیکن حضرت زندگی چونکہ سپاہیانہ تھی اسی لیے ساری عمر جنگ و جدل میں بسر کردی۔ ان دونوں کی شجاعت و مردانگی کے تذکرے جابجا منقول ہیں جن کی توثیق حضرت حجۃ الاسلام (شاہ ولی اللہ صاحب) نے بھی رسالہ "امداد" میں کی ہے۔

اور شیخ محمد معظم کے بیٹے شیخ وجیہ الدین (شاہ ولی اللہ صاحب کے دادا) عالم دین اور صاحب حال ہونے کے ساتھ ایک بہادر سپاہی بھی تھے چنانچہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی جولڑائی ان کے بھائی شجاع کے ساتھ ہوئی اور جس میں بجز ہم لشکریوں کے تمام فوج بھاگ گئی اس موقع پر شجاع کے ہمراہ مست ہاتھی تھے جن کے حملوں سے ادھر بھگدڑ پڑ گئی۔ شیخ وجیہ الدین انہی ہم ساتھیوں کو لے کر سب سے زیادہ شریر ہاتھی پر ٹوٹ پڑے ہاتھی نے ان کو گھوڑے سمیت سونڈ میں لپیٹنا چاہا کہ حملہ آور نے سونڈ کے دو ٹکڑے کر دیئے زخمی ہاتھی شدت کرب سے بلبلاتا ہوا اپنی ہی فوج پر پلٹ پڑا شجاع کے لشکر میں ایک سرے سے ابتری پھیل گئی، عالمگیر نے یہ تماشا خود دیکھا، شیخ سے بہت خوش ہوا۔ ان کی کمر میں اپنے ہاتھ سے تلوار باندھی، منصب میں اضافہ کرنا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا پھر جب دکن میں سیواجی کی چیرہ دستیاں حد سے بڑھنے لگیں تو اورنگزیب نے شیخ وجیہ الدین ہی کو اس مہم پر بھیجا، لیکن راستہ میں لٹیروں سے جو مڈبھیڑ ہو گئی تو وہیں جام شہادت نوش فرما کر سو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون

ان بزرگوار (شیخ وجیہ الدین مرحوم) کے صاحبزادے شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ[1] تھے

---

[1] شاہ عبدالرحیم صاحب ؒ

بن شیخ وجیہ الدین۔ سن ولادت ۱۰۵۴ھ سال وفات ۱۱۳۱ھ کنیت ابو الفیض) اپنے

بقیہ حاشیہ صفحہ مابعد پر

جن کے ۶۰ برس کی عمر تک اولاد نہ تھی اور اسی عہد میں آپ کو متعدد بار اولاد کی بشارتیں ہوئیں مگر اہلیہ کا آغاز پیری بھی ہو چکا تھا آخر آپ نے ابوالرضا شیخ محمد صاحب (متوفی ۱۷ محرم ۱۱۰۱ھ) کی صاحبزادی سے عقد کر لیا اس نیک بخت خاتون کے بطن سے جو

(بقیہ صفحہ ماقبل) رہنے والے مرحوم، و میر زاہد محمد زاہد ہروی اکبر آبادی سے پڑھے۔ ۱۱ برس کی عمر میں فقہ و حدیث کی طرف متوجہ ہوئے سن رشد ہی میں بحر مواج تھے کہ جملہ معاصرین پر سبقت لے گئے۔ درس کا مشغلہ چند روز ان کے با مرتبت لوگوں کا ویرانہ گوشہ بنا۔ عہد عالمگیر میں مسند علم و ارشاد پر جلوہ فرما ہوئے، فتاویٰ عالمگیری پر نظرثانی کی جسے غازی اورنگزیب نے بہت سراہا عقائد و عمل میں اس زمانہ کے "فتنۂ عمیا" کی وجہ سے بظاہر متستر بالفقہ ہے، مگر عمل بالحدیث کے بعض مسائل پر بھی عامل تھے، فاتحہ خلف الامام نمازِ جنازہ میں ترک نہ فرماتے جیساکہ حضرت العلامہ ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی "غیث الغمام" میں لکھتے ہیں

"اور یہی مختار ہے صاحب حجۃ اللہ (ولی اللہ صاحب) اور ان کے والد ماجد کا حضرت شاہ صاحب نے "انفاس العارفین" میں اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم کی بابت لکھا ہے کہ وہ اکثر فروعی مسائل میں مذہب حنفی کے موافق عمل کرتے مگر بعض مسائل میں جب آپکو حدیث نبوی یا وجدانی کی رو سے کسی مذہب کی ترجیح معلوم ہو جاتی تو اسی پر عمل کرتے منجملہ ان کے فاتحہ ہے حالت اقتدا و جنازہ میں۔"

ص ۵۶، انتہی مترجما

"بحوالہ تفسیر واضح البیان"

شاہ عبدالرحیم صاحب کے ۳ صاحبزادے تھے۔ حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ اہل اللہ اور شاہ حبیب اللہ۔ فقط

مولود مسعود متولد ہوا، شاہ عبدالرحیم صاحب نے اُن بشارتوں کی بنا پر ولی اللہ نام رکھا، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کی وجہ سے دوسرا نام قطب الدین رکھا اور مادہ تاریخ کی مناسبت سے عظیم الدین۔ خدا کی شان کہ مولود میں تینوں ناموں کی مناسبت ہر لحاظ سے بدرجۂ اتم پائی گئی اور اپنے قلم سے شاہ صاحب خود کو احمد لکھتے ہیں۔ ان کے بعد دو فرزند شاہ اہل اللہ[1] وحبیب اللہ[2] اور متولد ہوئے جو علم وعمل میں اپنی اپنی جگہ فردِ روزگار تھے۔ آپ ۵ سال کی عمر میں پڑھنے بیٹھے، دیں سال میں قرآن مجید ختم کرلیا اسی سال میں درسیات (فارسی) شروع کردیں۔ سال بھر میں یہ سلسلہ بھی مختتم ہوا اور صرف ونحو پڑھنے لگے۔ ۱۰ برس کی عمر میں شرح جامی پڑھ کر معقولات پر جا پہنچے جن کے بعد منقولات اپنے والد بزرگوار سے اس طرح پڑھیں:-

ہدایہ آخرین (کچھ حصہ چھوڑ کر)۔ شرح فقہ اکبر، حسامی، توضیح وتلویح، مشکوٰۃ المصابیح (باستثنار کتاب البیوع وکتاب الآداب) یہ حصے علالت کی وجہ سے رہ گئے، صحیح البخاری (کتاب الطہارت تک)، شمائل ترمذی، بیضاوی، مدارک (بعض مقامات)، شرح عقائد کامل، شرح خیالی، شرح موافق۔ اور منطق میں شرح شمسیہ وبعض مختصرات، حقائق میں، شرح رباعیات، لوائح، مقدمہ شرح لمعات، مقدمہ نقد النصوص۔ ان کتب کے سوا شاہ صاحب (حضرت عبدالرحیم) کا مجموعہ بیاض مشتمل پر خواص اسماء وحقایق اور کتب طب ونحو ومعانی وہندسہ وحساب بھی آپ ہی سے پڑھا۔

---

[1] تذکرہ علمائے ہند ص ۱۱۹ [2] تذکرۃ الکرام ص ۱۴۸

اپنے عالی منزلت والد کے سوا جن حضرات سے پڑھا ان کا تذکرہ اس طرح سے ہے یعنی

شیخ محمد افضل سیالکوٹی[1] سے بعض کتب حدیث، شیخ وفد اللہ مکی ابن شیخ محمد سلیمان مغربی سے موطا امام مالک قرأۃً بروایت یحیٰی بن یحیٰی، شیخ تاج الدین القلعی المکی الحنفی سے صحیح البخاری، موطا امام محمد کتاب الآثار اور مسند الدارمی ۱۱۴۳ھ میں مدینۃ النبی پہنچے اور شیخ ابو طاہر الکردی (متوفی ۱۱۴۵ھ) ابن شیخ ابراہیم الکردی المدنی کے درس میں الجامع الصحیح للبخاری کا درس شروع تھا اس میں شرکت کے علاوہ بقیہ کتب صحاح ستہ و موطا امام مالک و مسند الدارمی و کتاب الآثار کے اطراف سنا کر سند و اجازت حاصل کی بشمول چند دیگر کتب احادیث کے شیخ ابو طاہر ممدوح کو آپ پر اس قدر فخر تھا کہ اکثر فرمایا کرتے "ولی اللہ لفظ کی سند مجھ سے لیتا ہے اور میں معنی کی سند اس سے حاصل کرتا ہوں"۔

نسبت بیعت و خلافت

اپنے والد ماجد مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کے علاوہ شیخ ابو طاہر ممدوح سے

---

[1] آپ کے اساتذہ میں ایک بزرگ شیخ افضل سرہندی مشہور ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے بیان کیا جاتا ہے مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت مجدد صاحب کی صلب مبارک سے اس نام کا کوئی شخص نہیں گزرا بلکہ یہ التباس شیخ محمد افضل سیالکوٹی کی اس نسبت بیعت سے ہوا جو آپ کو حضرت مجدد صاحب ممدوح کے سلسلہ بیعت کی وجہ سے تھی۔
(ملاحظہ ہو رسالہ معارف اعظم گڑھ ج ۲۳ نمبر ۲ ص ۲۲۴)

شیخ احمد شناوی سے شیخ احمد قشاشی سے سید عبدالرحمٰن ادریسی (المشہور بہ محجوب) سے شیخ عیسیٰ جعفری مغربی سے شیخ شمس الدین محمد بن عربی باہلی اور شیخ ابراہیم کردی مدنی سے شیخ حسین العجیمی و شیخ احمد النخلی اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے ان حضرات سے یہ شرف زمانہ قیام حجاز میں نصیب ہوا اور جب شاہ عبدالرحیم صاحب آپ کی تربیت روحانی پر متوجہ ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر کا ۱۵ واں سال شروع تھا۔ جب ۱۷ سال کی عمر تک پہونچے تو آپ کے والد علیہ الرحمہ نے آپ کو بیعت و ارشاد کی اجازت مرحمت فرمادی اور خود اسی سال میں اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ آپ کی رحلت کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب نے ۲۵ سال تک اس مسند علم و ارشاد کو مزین فرمایا اور آپ کے سفر آخرۃ پر آپ کے چاروں بیٹے اس محفل علم و عمل کی زینت کا سبب بنے آخر میں آپ کے پوتے مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید نے اس بزم کو اپنے خون سے لالہ گوں کر دیا چنانچہ حضرت والد جاہی السید نواب صدیق حسن خاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"وکلھم کانوا علماء نجباء حکماء فقہاء کاسلافھم واعمامھم کیف وھم من بیت العلم الشریف والنسب الفارعی المنیف وقد اذن الزمان الآن بانصرام ذلک البیت واھلہ فانا للہ وانا الیہ راجعون"

"وکان بیتہ فی الھند کان بیت علم الدین وھم کانوا شیخ الھند فی العلوم النقلیۃ والعقلیۃ واصحاب الاعمال الصالحۃ وارباب الفضائل الباقیات لم یعھد مثل علمھم بالدین علم بیت واحد من بیوت المسلمین فی قطر من اقطار الھند وان کان بعضھم ... عرب

بعض علماء المعقول وعدّه من غیر بصیرۃ من الفحول ولکن لم یعلم علم الحدیث والتفسیر والفقہ والاصول وما یلیہا الا فی ھذا البیت لا یختلف فی ذلک مختلف من موافق ولا من مخالف الا من اعماہ اللہ عن الانصاف ومسّتہ العصبیۃ والاعتساف واین الثریٰ من الثریا والنبیذ من الحمیا" واللہ یختص من یشاء"

(ابجد العلوم ص ۹۱۴)

ترجمہ

اور اس خاندان کا ہر ایک فرد اپنے اسلاف اور اعمام کی طرح عالم دین، صاحب مرتبت، حکیم و فقیہ تھا، کیوں نہ ہوتا یہ حضرات علم و عمل میں یکتائے زمانہ ہونے کے ساتھ نسبِ عالی فاروقی کے بھی تو حامل تھے۔

ولیکن کس قدر افسوس ہے کہ چیرہ دست زمانہ کی شوخی نے اس خاندان کو ایک سرے سے، صفحۂ ہستی سے کھو ڈالا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون"

اس بیت العلم کے تمام افراد حاملِ علوم نقلیہ و عقلیہ میں کامل ہونے کے ساتھ مشائخ وقت بھی" "تھے حتیٰ کہ ہندوستان بھر میں کوئی ایک گھرانہ بھی اس کا ہم پلہ نہ ہو سکا اور ایک وہ۔ خاندان[1] جو" "معقولات میں کچھ اس طرح مشہور رہا کہ عوام بغیر سوچے سمجھے اس پر جھکنے لگے تو کونسی تعجب کی بات ہے"

---

[1] مولف:۔ میں اس خاندانِ معقول کی تفتیش قارئین پر چھوڑتا ہوں البتہ یہ عرض کرنا ناگزیر ہے کہ ان حضرات پر مولانا محمود الحسن مرحوم دیوبندی نے بھی اسی طرح نقض کیا ہے"

(ملاحظہ ہو الجہد المقل ص ۲ تا ۴)

"کیونکہ اگر اس خاندان (معقولی) کی اس حیثیت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی وہ (خاندان ولی اللہی) "علم حدیث، تفسیر، فقہ، اصول و دیگر متعلقات دین سے اس حد تک مستند ہوا کہ جس سے وہی شخص انکار "کر سکتا ہے جس کی بصیرت زائل ہو چکی ہو یا تعصب نے اس کی آنکھیں بند کر دی ہوں بس جو تفاوت "ثری اور ثریا میں ہے اور جو فرق شراب خالص اور کھولتے ہوئے پانی میں ہے وہی فرق خانوادۂ "ولی اللہی اور اس خاندان معقولی میں ہے۔"

حضرت والا جاہی نواب السید صدیق حسن خاں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:-

"وانصاف این است کہ اگر وجود او در صدر اوّل و زمانہ ماضی مے بود امام الائمہ "وتاج المجتہدین شمردہ مے شود۔ ثنائے علمائے عصر و مشائخ آں بر وے چنداں است "کہ ایں مختصر نقل آں را بر نتابد حیبے بے شمار از حاشیہ بساط او بتجر تام در علوم ظاہر "وباطن حاصل نمودند و باعلائے مدارج کمالات صدری و معنوی فائز شدند خصوصاً "اولاد و امجاد او کہ ہر یکے از ایشاں بے نظیر وقت و فرید دہر و وحید عصر در علم و عمل و عقل و فہم "وقوت تقریر و فصاحت تحریر و تقویٰ و دیانت و امانت و مراتب ولایت بود و ہم چنیں "اولادِ اولاد۔ ع ایں خانہ تمام آفتاب است وایں سلسلہ از طلائے ناب است"

(اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین ص ۲۹۶)

الغرض حضرت حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ظاہری و باطنی تکمیل کے بعد اپنے والد ماجد مولانا شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ کے قائم کردہ "مدرسہ رحیمیہ" میں تدریس شروع کی۔ ہندوستان اور بیرونِ ہند کے طلباء شریک درس رہے۔ کہ لوٹنے کے بعد جنہیں کا ایک ایک فرد مسند تدریس و افتا کا مالک بنا جن میں سے ان حضرات کے نام معلوم ہو سکے ہیں

بیہقی وقت علم الہدیٰ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ، علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی ، مولنا رفیع الدین مراد آبادی ، مولنا خیر الدین سورتی ، مولانا مخدوم لکھنوی (ابن حافظ محمد تواز بن مولوی عبد السمیع بن سید محی الدین المشہدی) ، مولنا سید جمال الدین رامپوری ، مولوی محمد عبد اللہ خاں رامپوری ، مولوی محمد سعید خاں (جد اعلیٰ مولنا نجم الغنی خاں "صاحب اخبار الصنادید" رامپوری) ، شیخ جار اللہ بن عبد الرحیم لاہوری ثم المدنی ، مولوی محمد معین بن مولنا محمد امین "صاحب دراسات اللبیب" و مولنا محمد امین (ممدوح) و شاہ محمد عاشق پھلتی[1] (معروف بہ بابا عثمان کشمیری ابن شیخ محمد فاروق) - شیخ محمد بن پیر محمد بن شیخ ابو الفتح بلگرامی الہ آبادی (جنکے دست خاص کی ایک تحریر معہ تحریر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کتب خانہ مشرقی پٹنہ میں صحیح بخاری کے ایک نسخہ پر ثبت ہے) اور شاہ نثار علی الہ آبادی ثم مظفر آبادی و سید جمال الدین رامپوری خلیفہ و داماد حضرت سید احمد شہید بریلوی

---

[1] شرح موطا امام مالک کا جو نسخہ ۱۲۹۳ھ میں مولنا محمد بن عبد اللہ صاحب غزنوی امرتسری نے مطبع مرتضوی دہلی میں چھپوایا - اس کے آخر میں ان ہی بزرگ (شاہ محمد عاشق) کی ایک تحریر درج ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ ممدوح نے شاہ (ولی اللہ صاحب) کے مسودہ کو جو منتشر اوراق میں تھا باعانت خواجہ محمد امین "ولی اللّٰہی" مرتب کیا، شاہ محمد عاشق نے خواجہ صاحب کو ولی اللّٰہی لکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے شاگرد خود کو اس لقب سے ملقب کرنے میں اپنا اعزاز سمجھتے۔ اسی طرح آپ کے طریق تجدید کو "ولی اللّٰہیہ" لکھا جاتا۔ جیسا کہ "مقدمۃ المسویٰ" سے ایک حوالہ شاہ محمد اسحٰق صاحب کے ترجمہ میں منقول ہے۔ من شاء فلیرجع الیہ اور انہی بزرگ (مولنا محمد عاشق) نے شاہ ولی اللہ کو "حجۃ اللہ البالغہ" لکھنے کی توجہ دلائی۔ جیسا کہ شاہ صاحب

(بقیہ صفحہ مابعد پر ملاحظہ ہو)

مسئلہ تقلید اور عمل بالحدیث

جناب حجۃ اللہ (شاہ ولی اللہ صاحب) اپنی مصنفات شروح احادیث "المسویٰ" و "المصفیٰ" اور دوسری تصانیف مثلاً "عقد الجید" اور "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" وغیرہ میں تقلید اور عمل بالحدیث کا موازنہ فرماتے ہوئے اتباع بالحدیث کو کھلے طور پر ترجیح دیتے ہیں لیکن اس بحث کو جس خوبی کے ساتھ "حجۃ اللہ البالغہ" میں پھیلایا نہایت پُرلطف ہے، کہ گویا تمام کتاب اسی بحث پر محتوی ہے، حجۃ اللہ البالغہ میں پہلے ایک باب "الفرق بین اہل الحدیث والرائے" قائم کیا جس میں محدثین کرام و فقہاء عظام کی محنتوں کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

"اعلم انہ کان فی العلماء فی عصر سعید بن المسیب وابراہیم والزہری وفی عصر مالک وسفیان وبعد ذلک قوم یکرہون الخوض بالرائی ویہابون الفتیا والاستنباط الا بضرورۃ لایجدون منہ بداً وکان اکبر ھمہم روایۃ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم"

(بقیہ صفحہ سابق)

فرماتے ہیں" اذ تفطن اجل اخوانی لدی واکرہم خلانی علی محمد المعروف بہ عاشق محفوظ من کل طارق" الخ

(حجۃ اللہ البالغہ مصری ج ۱ ص ۲)

۵۲ رسالہ معارف اعظم گڑھ ج ۲۲ نمبر ۵ ص ۳۳۳

۵۳ رسالہ معارف اعظم گڑھ ج ۲۵ نمبر ۵

وسئل عبد اللہ بن مسعود عن شی فقال انی لاکرہ ان احل لک شیاً حرمہ اللہ علیک او احرم ما احلہ اللہ لک وقال معاذ بن جبل یا ایھا الناس لا تعجلوا بالبلاء قبل نزولہ فانہ لم ینفک المسلمون ان یکون فیھم من اذا سئل سدد" وروی نحو ذلک عن عمر وعن علی وعن ابن عباس وابن مسعود فی کراہیۃ التکلم فیما لم ینزل وقال ابن عمر لجابر بن زید انک من فقہاء البصرۃ فلا تفت الا بقرآن ناطق او سنۃ ماضیۃ فانک فان فعلت غیر ذلک ہلکت واہلکت"

"وقال ابو النضر لما قدم ابو سلمۃ البصرۃ اتیتہ انا والحسن فقال للحسن انت الحسن وما کان احد بالبصرۃ احب الی لقاءہ منک وذلک بلغنی انک تفتی برأیک فلا تفت برأیک الا ان یکون سنۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او کتاب منزل"

"وسئل الشعبی کیف کنتم تصنعون اذا سئلتم قال علی الخبیر وقعت کان اذا سئل الرجال قال لصاحبہ افتھم فلا یزال حتی یرجع الی الاول وقال الشعبی ما حدثوک ھولاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخذ بہ وما قالوا برائیھم فالحقہ بالحش"

"معلوم رہے کہ سعید بن مسیبؒ زہری، مالکؒ سفیانؒ اور اُن کے قریبی زمانہ

میں ایسے علما (ئے فتویٰ) موجود تھے جو سوائے اشد ضرورت کے رائے سے بچتے اور استنباط سے اجتناب کرتے بلکہ ہر فتویٰ کے لئے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلاش کرتے۔

" (مثلاً) عبداللہ بن مسعود سے کسی نے مسئلہ پوچھا، تو فرمایا کہ میں اس کو برا جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز تمہاری خاطر سے حلال کر دوں، اور اس کی حلال کی ہوئی چیز تمہاری وجہ سے حرام کر دوں، اسی طرح معاذ بن جبل نے کہا کہ اے مسلمانو! رائے پر عمل کر کے خود کو مصیبتوں میں نہ ڈالو تم سے پہلوں کا تو یہ وطیرہ تھا کہ وہ ایسے لوگوں سے مسئلہ دریافت کرتے جو اس مسئلہ کو حدیث کی طرف لے جاتے"

" اسی طرح ابن عمر، علی و ابن عباس اور ابن مسعود بھی ایسے مسائل میں لب کشائی ناپسند کرتے جن میں نص ظاہری نہ ملتی، اور عبداللہ بن عمر نے تو جابر بن زید سے یہاں تک فرمایا کہ دیکھو! تم بصرہ کے فقیہوں میں سے ہو (جہاں رائے کا تسلط ہے) مگر ہمیشہ قرآن ناطق اور سنت الرسول و عمل صحابہ کے مطابق فتویٰ دو، اگر تم نے رائے پر تکیہ لگایا تو اپنے ساتھ اوروں کو بھی لے ڈوبو گے"

" اور ابو نصر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو سلمہ بصرہ تشریف لائے تو حسن کے ہمراہ میں بھی ملاقات کے لئے گیا، ابو سلمہ نے حسن سے فرمایا" حسن! تم ان ساکنین بصرہ میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو مگر میں یہ کیا سنتا ہوں کہ تم بھی رائے ہی سے فتویٰ دینے لگے ہو ایسا مت کرو، بلکہ ہمیشہ سنت رسول اللہ اور قرآن سے فتویٰ دو!"

" اور امام شعبی سے کسی نے پوچھا آپ حضرات مسئلہ کس طرح بتاتے ہیں فرمایا تم نے برمحل یہ سوال کیا، سنئے صاحب! اب تک تو یہی دستور تھا کہ مفتی اپنی رائے کی بجائے اپنے سے پہلوں کا حکم تلاش کرتا، پھر فرمایا (امام شعبی نے) صاحب! اگر

موجودہ مفتی لوگ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ بتائیں تو اُس پر عمل کرو اور اگر یہ حضرات اپنی رائے سے بتائیں تو اُسے پاخانے کی دیوار پر دے مارو"

اِسی بحث کو اسی طرز سے بیان فرمانے کے بعد "حجۃ اللہ البالغہ"[۱] کے اگلے صفحہ (۱۱۹) پر فرماتے ہیں

"وہذہ الطبقۃ ھی الطراز الاول من الطبقات المحدثین فرجع المحققون منہم بعد احکام فن الروایۃ ومعرفۃ مراتب الاحادیث الی الفقہ فلم یکن عندہم من الرأی ان یجمع علی تقلید رجل ممن مضی مع ما یرون من الاحادیث والآثار المتنافیۃ فی کل مذہب من تلک المذاہب فاخذوا یتبعون احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآثار الصحابۃ والتابعین والمجتہدین علی قواعد احکموہا فی نفوسہم[۲]"

(ترجمہ)

"جب محقق محدثین فن روایت و درجات حدیث کی تدوین کر چکے تو اب ان کی توجہ فقہ کی طرف مبذول ہوئی، مگر انہوں نے احادیث اور آثار صحابہ کو باہم ایک دوسرے (مجتہد) کے خلاف پایا، اس لئے کسی خاص شخص کی تقلید پر متفق نہ ہو سکے بلکہ انہوں نے احادیث نبی اور آثار صحابہ واقوال تابعین ومجتہدین کا تتبع شروع کیا جس سے وہ حضرات اپنے بعد کے لوگوں کے لئے ایسے قواعد منضبط کر گئے جن کو اپنے ذہنوں میں خوب راسخ کر لیا تھا"

---

[۱] حجۃ اللہ البالغہ مصری ج ۱ ص ۱۱۸ [۲] حجۃ اللہ البالغہ مصری ج ۱ ص ۱۱۹

ذرا اور آگے بڑھ کر (ص ۱۲۲ پر) بضمن "باب حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ وبعدہا" اس ذکر کو اور بھی وضاحت سے بیان فرمایا مگر ص ۱۲۵ پر زیادہ توضیح سے کام لیا، اور بضمن "من ابواب الاعتصام بالکتاب والسنۃ" میں تو یہ راز بالکل فاش کر دیا فرماتے ہیں

"واقول الفرقۃ الناجیۃ ہم الآخذون فی العقیدۃ والعمل جمیعاً بما ظہر من الکتاب والسنۃ وجری علیہ الجمہور الصحابۃ والتابعین وان اختلفوا فیما بینہم فیما لم یشتہر فیہ نص ولا ظہر من الصحابۃ اتفاق علیہ استدلالاً منہم ببعض ماہنالک او تفسیراً لمجملۃ"

(ترجمہ)

"میں یہ کہتا ہوں کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو عقیدہ اور عمل دونوں میں کتاب وسنت اور صحابہ وتابعین سے بظاہر النص فتویٰ جاری کرے اگرچہ صحابہ وتابعین نے ایسے مسائل میں جن کے لئے انہیں نص نہ ملی ہو باہم اختلاف ہی کیوں نہ کیا ہو"

یہ تو فرقہ ناجیہ کی تعریف تھی، اس کے ساتھ ہی غیر ناجی گروہ کی صدیوں بتائی

"وغیر الناجیۃ کل فرقۃ انتحلت عقیدۃ خلاف عقیدۃ السلف او عملاً دون اعمالہم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم "لا تجتمع ہذہ الامۃ علی الضلالۃ" (" " ص ۱۳۶)

(ترجمہ)

"غیر ناجی گروہ وہ ہیں جو سلف کے عقیدہ وعمل کے خلاف جادہ پیما ہو، حالانکہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کی اکثریت کبھی گمراہی پر متفق نہ ہوگی، اور حصۂ عبادات (جلد دوم) میں ان امور کی تشریح اور بھی کھول کر بیان فرمائی،

"ویجہر الامام فی الفجر و اولی المغرب والعشاء و ان کان ماموماً وجب علیہ الانصات والاستماع فان جہر الامام لم یقرء الا عند الاسکاتۃ و ان خافت فلہ الخیرۃ فان قرء فلیقرء الفاتحۃ قرءۃً لا یشوش علی الامام"

(" " ج ۲ ص ۷)

(ترجمہ)

"امام کو چاہیے کہ نماز فجر و مغرب و عشا میں قراءۃ جہری کرے مگر ان تینوں نمازوں میں مقتدی پر یہ واجب ہے کہ

(ا) پہلے تو متوجہ ہوکر امام کی قراءۃ سُنے

(ب) اور جب امام وقفہ آیت پر ٹھہرے تو ماموم اس وقفہ میں آیت پڑھ لے "اگرچہ مقتدی کو یہ بھی اختیار ہے کہ کچھ نہ پڑھے، ولیکن اگر پڑھے تو صرف سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس طرح کہ آواز پڑھنے سے امام کو پریشانی میں نہ ڈال دے"

اثبات آمین بالجہر کے لئے پہلے ظہرین میں قراءۃ سری کی حکمت ان الفاظ میں بیان فرمائی

"والسر فی مخافتۃ الظہر والعصر ان النہار مظنۃ الصخب واللغط فی الاسواق والا دوار وا ما غیرہا فوقت

ہدوا الاصوات والجہر اقرب الی تذکر القوم وایقاظہم"
(" " ج ۲ ص ۷)

(ترجمہ)

"اور ظہر و عصر کی قراءۃ سری میں یہ رمز تھی کہ دن کے ان اوقات میں ہر کوچہ و بازار میں ایک شور سا برپا رہتا ہے، پس ایسے حال میں قراءۃ جہری سے کچھ فائدہ نہ تھا ولیکن ان کے سوا دوسرے اوقات میں جب کہ شور و غل مدھم پڑ جاتے ہیں اور آوازیں دب جاتی ہیں یہ وقت بآواز قرآن پڑھنے کے لئے موزوں ہیں اور سامعین کو قرآن سننے سے نصیحت و پند حاصل ہوتی ہے"

اسی کے ساتھ حدیث

"اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ"

نقل کرتے ہوئے باشارۃ النص آمین بالجہر کی تاکید فرماتے ہیں

یہاں شاہ محمد فاخر زائر الہ آبادی مرحوم کا ماجرا قابل ذکر ہے۔

حضرت زائر دہلی تشریف لائے، جامع مسجد میں ایک نماز جہری میں بآواز آمین کہہ ڈالی، دہلی میں یہ پہلا حادثہ تھا، عوام برداشت نہ کر سکے، جب آپ کو گھیر لیا، تو فرمایا اس سے فائدہ نہ ہوگا تمہارے شہر میں جو سب سے بڑا عالم ہو اُس سے مسئلہ دریافت کرو، لوگ آپ کو حضرت حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں لے گئے، دریافت مسئلہ پر آپ نے فرمایا، کہ حدیث سے تو بآواز آمین کہنا ثابت ہے، مجمع یہ سُن کر چھٹ گیا، اب صرف مولانا محمد فاخر

زائر اور حضرت شاہ صاحب بصورت قران السعدین باقی تھے، شاہ محمد فاخر نے عرض کیا،

آپ کھلیں گے کب؟

فرمایا

اگر کھل گیا ہوتا تو آج آپ کو کیسے بچا لیتا،

اور رفع الیدین کے باب میں فرماتے ہیں کہ

"والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت"

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸)

(ترجمہ)

"مجھے تو رفع الیدین کرنے والا نہ کرنے والے سے زیادہ عزیز ہے، کہ اثبات رفع الیدین کی حدیثیں ترک رفع الیدین کی احادیث سے تعداد میں زیادہ اور رتبہ میں قوی ہیں"

ترک تقلید پر مزید ارشاد

"عقد الجید" ہی میں تقلید کی ۲ قسمیں واجب[1] و حرام[2] قرار دے کر فرماتے ہیں

(۱) تقلید واجب؟

"وامارۃ ہذا التقلید ان یکون عملہ بقول المجتہد کالمشروط بکونہ موافقا للسنۃ فلا یزال متفحصا عن السنۃ بقدر

الامکان فمتی ظہر الحدیث یخالف قول ہذا اخذ بالحدیث والیہ اشار الائمۃ"

(" " ص ۸۴)

(ترجمہ)

"تقلید واجب تو یہ ہے کہ اس کا عمل اگرچہ قول مجتہد کے موافق سہی، اگرچہ شروط بہ سنت بھی ہو مگر صرف اُسی پر اکتفا نہ رہے بلکہ ہر آن سنت کی تلاش رکھے، پس جب بھی ایسے مقلد کو اپنے عمل سابق کے خلاف حدیث مل جائے تو وہ قول مجتہد کو چھوڑ کر اُس حدیث کو اختیار کرے اسی طرف آئمہ کا اشارہ ہے"

(ب) تقلید حرام ؟

"فان بلغہ حدیث واستیقن بصحۃ یقبلہ لکون ذمتہ مشغولۃ بالتقلید فہذا اعتقاد فاسد و قول کاسد لیس لہ شاہد من النقل والعقل وما کان احد من القرون السابقۃ یفعل ذلک"

(" " ص ۸۵)

(ترجمہ)

"پس اگر مقلد کو ایسی حدیث مل جائے کہ اس کی صحت بھی اس مقلد کے نزدیک یقینی ہو مگر اس پر بھی وہ (مقلد) اُس حدیث کو قبول نہ کرے اس وجہ سے کہ جس تقلید کو اُس نے خود ہی اختیار کر رکھا ہے وہ اس حدیث کے خلاف ہے تو ایسا عقیدہ فاسد اور ایسا قول مردود ہے، کیونکہ نقل و عقل سے اس کا ثبوت ملتا ہے نہ قرون سابق نے ایسا کیا"

"عقد الجید" میں فرمایا

"اذا اراد ہذا المتبحر فی المذاہب ان یعمل فی مسئلۃ بخلاف مذہب امامہ مقلداً فیھا للامام آخر ہل یجوز لہ ذلک؟ اختلفوا فیہ فمنعہ الغزالی وہو قول ضعیف عند الجمہور لان مبناہ علی ان الانسان یجب علیہ ان یاخذ بالدلیل فاذا فات ذلک بجہلہ بالدلائل اقمنا اعتقاداً افضلیۃ امامہ مقام الدلیل فلا یجوز لہ ان یخرج من مذہبہ کما لا یجوز لہ ان یخالف الدلیل الشرعی ورد بان اعتقاد افضلیۃ الامام علی سائر الائمۃ مطلقا غیر لازم فی صحت التقلید اجماعاً لان الصحابۃ والتابعین کانوا یعتقدون ان خیر ہذہ الامۃ ابو بکر ثم عمر وکانوا یقلدون فی کثیر من المسائل غیرہما بخلاف قولہما ولم ینکر ذلک احد فکان اجماعا علی ما قلناہ واما افضلیۃ قولہ فی ہذہ المسئلۃ فلا سبیل الی معرفتہا للمقلد الصرف فلا یجوز ان یکون شرطاً للتقلید اذ یلزم ان لا یصح تقلید جمہور المقلدین فلو سلم ففی مسئلتنا ہذہ علیکم لا لکم لان کثیراً ما یطلع علی حدیث یخالف مذہب امامہ او یجد قیاسا قویاً یخالف مذہبہ فیعتقد الافضلیۃ فی تلک المسئلۃ لغیرہ وذہب الاکثرون الی جوازہ فمنہم الآمدی وابن الحاجب وابن الہمام والنووی واتباعہ کابن حجر والرملی وجماعات من الحنابلۃ والمالکیۃ ممن یقتضی ذکر اسمائہم

الی التطویل و ہو الذی انعقد علیہ الاتفاق من مفتی المذاہب الاربعۃ من المتاخرین واستخرجوہ من کلام اوائلہم"
(عقد الجید بحوالہ "معیار الحق" ص ۷۱، ۷۲)

(ترجمہ)

"اگر ایک متبحر عالم مقلد اپنے امام کے فتوی کے سوا کسی دوسرے امام کی تقلید کرے تو یہ بھی جائز ہے؟

"(جواب) متقدمین نے اس میں اختلاف کیا ہے، امام غزالی اور چند اور لوگ تو اس سے منع کرتے ہیں، مگر مانعین کا قول جمہور کے نزدیک ضعیف ہے اس لئے کہ انسان پر تو اخذ دلیل واجب ہے، البتہ اگر کوئی شخص اپنی لاعلمی سے دلیل تک نہ پہنچ سکے تو اب اس کے لئے امام کا حکم بھی بمنزلہ دلیل ہوگا، اس صورت میں قول امام کی تقلید اس پر اس طرح واجب ہے جس طرح دلیل حاصل ہونے کی صورت میں ترک تقلید قول امام اس پر واجب تھی،

"اور ائمہ (اربعہ) میں سے کسی ایک امام کی افضلیت پر قائم ہونا بالاجماع مردود ہے، اس دلیل سے کہ تمام صحابہ اور جملہ تابعین ابوبکر اور عمر کی افضلیت کے قائل تھے، مگر اس پر بھی اکثر مسائل میں ان دونوں کے سوا اور حضرات کی تقلید کرلیتے، اور ان کے اس فعل کو (اب تک) کسی نے معیوب نہ ٹھہرایا،

"اب رہی افضلیت امام کی کسی ایک مسئلہ میں سو اس پر یہ فیصلہ کیونکر کیا جاسکتا ہے کہ امام اس مسئلہ میں صحیح فتوی دے رہا ہے، پس یہ صورت بھی تقلید کے لئے شرط نہیں ہوسکتی"
(ملخصاً الی آخرہ)

نیز "عقد الجید" میں فرماتے ہیں

"فان بلغنا حدیث من الرسول المعصوم الذی فرض اللہ علینا طاعة بسند صالح یدل علیٰ خلاف مذہبہ وترکنا حدیثہ واتبعنا ذلک التخمین، فمن اظلم منا وما عذرنا یوم یقوم الناس لرب العالمین"۔

(" " ص ۴۰)

(ترجمہ)

"پھر جب ہمیں رسول معصوم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث جس کی اطاعت ہم پر واجب ہی سند صحیح کے ساتھ مل جائے مگر اسے امام کے شعار کے خلاف ہونے کی وجہ سے چھوڑ بیٹھیں تو پھر بتائیے کہ (رسول معصوم کی) حدیث ترک کرنے کی صورت میں ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا اور اس ظلم کا جواب ہم قیامت کے دن رب العالمین کو کیا دیں گے؟"

اسی عنوان (تقلید) کو "تفہیمات الٰہیہ" میں یوں رقم فرمایا

"اصول الشرع اثنان آیة محکمة او سنة قائمة لا یزید علیہما و بالجملة فالرائی فی الدین تحریف وفی القضاء حسنة"

(ترجمہ)

"شریعت (اسلام) کے اصول دو ہیں (۱) آیات محکمہ (۲) سنت ان دونوں کے سوا کوئی اور شے دین میں مسلم نہیں، ان غیر مسلمہ امور میں رائے (قیاس) دین میں (بمنزلہ) تحریف ہے، مگر یہی (رائے) قضایا میں مستحسن"

اور ؟

"من کان مقلدا لواحد من الائمۃ و بلغہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخالف قولہ فی مسئلۃ و غلبہ علی ظنہ ان ذلک نقل صحیح فلیس لہ عذر فی ان یترک حدیثہ علیہ السلام الی قول غیرہ وما ذلک شان المسلمین ویخشیٰ علیہ النفاق ان فعل ذلک" (تفہیم)

(ترجمہ)

"جو شخص ائمہ اربعہ میں کسی ایک امام کا مقلد ہو' اس پر اس مقلد کو ایسی حدیث ملے جس کے متعلق اس کا گمان ہو کہ وہ حدیث صحیح بھی ہے' پس اب اس کے لئے کوئی وجہ نہیں کہ امام کے قول کو حدیث پر ترجیح دے' اور ایسی ترجیح شان مسلم کے منافی ہے' اور نفاق کی طرف لے جانے والی"

اسی مطلب کو مصفی شرح مؤطا میں یوں بے نقاب کیا

"باید دانست کہ سلف در استنباط مسائل و فتاویٰ بر دو وجہ بودند یکے آں کہ قرآن و حدیث و آثار صحابہ جمع مے کردند و از انجا استنباط مے نمودند و ایں طریق اصل راہ محدثین است و دیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمعے از آئمہ عظام تنقیح و تہذیب آں کردہ اند یاد گیرند بے ملاحظہ ماخذ آنہا پس ہر مسئلہ کہ وارد مے شد جواب آں از ہمہ قواعد طلب مے کردند و ایں طریقہ اصل راہ فقہا است"

المصفیٰ شرح موطا

اور یہی (ترک تقلید) و اتباع سنت کی تاکید آپ کے وصایا سے مستفاد ہے

قول وصیت ایں فقیر چنگ زدن است بکتاب وسنت در اعتقاد وعمل پیوستہ بتدبیر ہر دو مشغول شدن و ہر روز حصہ از ہر دو خواندن واگر طاقتِ خواندن ندارد ترجمہ ورقے از ہر دو شنیدن دور عقائد مذہب قدمائے اہل السنۃ اختیار کردن واز تفصیل و تفتیش آنچہ تفتیش نکردند اعراض نمودن وبہ تشکیکاتِ خام معقولیان التفات نہ کردن ودر فروع پیرویِ علمائے محدثین کہ جامع باشند میان فقہ و حدیث کردن ودائما تفریعات فقہیہ را برکتاب وسنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد درحیزِ قبول آوردن والا کالائے بدبریشں خاوند دزدن "

" امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات برکتاب وسنت استغنا حاصل نیست وسخن متقشفۂ فقہا کہ تقلید عالمی را دست آویز ساختہ تتبع سنت را ترک کردہ اند نشنیدن وبدیشاں التفات نکردن وقربت خدا جستن بدوری ایشان " [المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ]

"اور ازالۃ الخفا" میں فرماتے ہیں۔

"آنکہ داعیہ الیہ رانفس او قبول کند از سر تحقیق نہ از سر تقلید وچون دررین داعیہ محقق باشد۔ برکات عجیبہ در کارہاے او ظاہر شود"

(۲ ص ۲۶)

جناب شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کے ان حوالوں کو کہاں تک نقل کیا جائے آپ کی تمام تصانیف رہیہ، کا ایک ایک ورق ان سے مزین ہے

پس اہل علم اور اصحاب دانش کے لئے یہی کافی ہے مزید طمانیت کے لئے صرف دو حوالے اور نقل کئے جاتے ہیں

یعنی
"و خود را مقلد محض بودن ہرگز راست نمی آید و کارے سے کشاید اکثر مفاسد در عالم ازہمیں جہت ناشی شدہ"

(" " ص ۲۵۷)

اس سے زیادہ اور تبرا عن التقلید، کیا ہو سکتا ہے
"بجمعے کہ سرمایۂ علم ایشاں شرح وقایہ وہدایہ باشد کجا اوراک سرایں توانند کرد"

ازالۃ الخفا ص ۸۴

مگر جناب حجۃ اللہ رحمہ اللہ کی رفعت شان نہ تو محض ترک تقلید پر منحصر ہے جیسا کہ متذکرۃ الصدر حوالوں سے ثابت ہوا، نہ اصناف علوم پر اس طرح حاوی ہونے سے جیسا کہ آپ کی کثرت تصانیف اور ان کے تنوع سے ظاہر ہے بلکہ آپ کی علو منزلت مبنی ہے اُس مجددیت پر کہ جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو صدیوں کے جمود سے نکالنے کی طرح ڈالی اور مسلمان صحیح راہ علم و عمل سے واقف ہو گئے آپ کے بعد آپ کے صاحبزادوں نے اس راہ کو فراخ کیا، اور آخر میں آپ کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہید نے اسے اتنا وسیع کر دیا کہ مسلمان بلا خوف و درنگ اس پر چلنا شروع ہوئے اور میرے اس مدعا کی بہترین توضیح آپ کے ترجمہ کا وہ طراز عنوان ہے جو

جناب مولانا السید ابوالکلام احمد آزاد کے اثر خامہ کا کرشمہ ہے کہ جسے شاہ صاحب کے اس ترجمہ کے شروع میں نقل کیا گیا ہے۔

الغرض

اس منشار تقلید ہندوستان میں صدیوں سے مسلمان آباد تھے، ہر عہد میں بے شمار علماء پیدا ہوئے شہروں سے باہر سواضع تک درس و تدریس سے بہرہ یاب ہوئے اس پر بھی وہی شرح وقایہ اور ہدایہ کی موشگافیاں اور اقوال فقہی کی ترتیب و تہذیب، مگر حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صرف اس حد تک لگاؤ کہ متون و حواشی فقہ پر جہاں کہیں حدیث کا نام آگیا تو کان اس سے بھی آشنا ہو گئے۔

اسی دہلی کے اندر ۱۰ویں صدی ہجری میں شاہ عبدالحق صاحب محدث (متوفی ۱۰۵۲ھ) پیدا ہوئے جنہوں نے حدیث کی طرف اپنی توجہ فرمائی کہ مشکوۃ المصابیح کی دو شرحیں لمعاتؔ و اشعۃ اللّمعات لکھیں۔ "سفر السعادۃ" کو شرح کیا خود محدث کے لقب سے ملقب ہوئے مگر ان کی یہ توجہیں کارگر بھی ہوئیں؟ وہ تو خود ہی کو بے نقاب نہ کر سکے۔ دوسرے ان کی روشنی سے کہاں تک کسب ضیا کر سکتے تھے۔ بالآخر یہ کہ ممدوح مرحوم اُسی راہ پر گامزن رہے جس پر ان کے مقدم ہندوستانی علما جادہ پیما تھے

شاہ ولی اللہ صاحب سے پہلے مصنفین (ہند) کی تصنیفات

دیکھئے، صدرا، شمس بازغہ اور شرح مطالع وغیرہ کے شروح و حواشی اس کثرت سے ملیں گے جن سے آپ یہ فتویٰ دینے کے لئے مجبور ہو جائیں کہ ہندوستان کے نصاب درس میں ان کتابوں کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں دیا دفاتر فقہ اور ان کے شروح در شروح کے انبار نظر آئیں گے" لیکن اگر تفسیر و حدیث کی تلاش کیجئے گا تو

کس ندانست کہ منزل گہ آرام کجا است

ایں قدر ہست کہ بانگ جرس مے آید

کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دے گی، یعنی صرف اثبات اقوال فقہی کے لئے وہ بھی احادیث نہیں بلکہ حدیث کی کتابوں کے نام یعنی دوا نہیں بلکہ صرف بدرقہ حتیٰ کہ استیلائے فقہ کے سامنے قرآن کریم کی بھی کوئی حقیقت نہ تھی، اور "کتاب فصلت آیاتہ قرآنا عربیا لقوم یعلمون" صرف فاتحہ خوانی یا ایصال ثواب کا ذریعہ تھا اور بس

مگر شاہ ولی اللہ صاحب نے نشر حدیث و فہم قرآن کے وہ وہ سامان بہم پہنچائے کہ جن کی بدولت مسلمانوں کے کان قال اللہ و قال الرسول سے حقیقی معنوں میں آشنا ہونے لگے تنقیحیں رسند، کا شور و غوغا کم ہونا شروع ہوا علمائے مصنفین نے اپنی تحریروں میں حدیث و تفسیر کو بھی جگہ دینا شروع کی "مدرسہ رحیمیہ دہلی" حدیث کا ادارہ اولین تھا جس میں نصف صدی تک تو حضرت حجۃ اللہ البالغہ نے حدیث و توابع حدیث پڑھائے آپ کے بعد آپ کے جانشین و خلیفہ بلافصل، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث رحضرت کے فرزند اکبر

نے اسی مدرسہ میں ان علوم کی تجدید کی اور اس وقت مدرسہ کا نام شاہ عبد العزیز صاحب کا مدرسہ تھا،

شاہ عبد الغنی شاہ عبد القادر شاہ رفیع الدین نے اسی دہلی میں شاہ عبد العزیز صاحب کے مدرسہ اور دوسرے مقامات پر تمکین کے ساتھ معارف حدیث و نکات تفسیر کی نشر و اشاعت کی،

حضرت حجۃ اللہ کے پوتے سیدنا محمد اسمٰعیل شہید کی تحدیث کا تو کیا ذکر آپ نے اسی آبائی مدرسہ کی مسند پر جلوہ بار ہو کر "حدثنا" سے احکام ساحل جمن پر "اخبرنا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سنائی دہلی کی گلیوں اور بازاروں میں چل پھر کر اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عوام کو شناسا کیا، جامع مسجد کی سیڑھیاں تو حضرت شہید کا مرکزی "دار الارشاد" تھا، جہاں برسوں حلقہ درس قائم رہا اس درس کی برکتوں نے مخنثوں کو مرد میدان بنا دیا[۱] اور آخر کار مدرسہ شاہ عبد العزیز صاحب کی چار دیواری، جامع مسجد کی یہ معمولی سی بلندی اور دریائے جمن کے ساحلوں کی یہ وسعت سب کے سب سیدنا شہید کی جولان گاہ علم کے لئے ناکافی ہوتے گئے، اور آپ نے اس دعوت حدیث وارشاد قرآن کے لئے کوہستان سرحد و کشمیر کی بلند چوٹیوں کو پسند فرمایا جہاں طریق تدریس حدیث مسند و تکیہ کی بجائے اسپ باد رفتار کی پشت اور حلقہ کی بجائے غازیوں کا میمنہ و میسرہ تھا، جن کے سامنے اس جامع العلم و عمل محدث نے کچھ ایسے جذبہ کے ساتھ

---

[۱] شاہ محمد اسمٰعیل شہید کے ترجمہ میں ہدایت اللہ علیہ الرحمہ کا واقعہ ملاحظہ کیجئے

درس دیا کہ کوہستان کے چپہ چپہ نے اس کا اثر قبول کیا، اور ابھی تک غلغلہ حدیث کی گونج اس سلسلۂ کوہستان میں آپ کو باقی ملے گی

کچھ قمریوں کو یاد ہیں کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں کے ہیں

وادی کوہستان کے رہنے والے اس تحدیث کو سن کر منقلب الحال ہو گئے اور اس درس کے بقیۃ السیف تلامذہ میں سے جو واپس ہندوستان لوٹے انہوں نے یہاں حلقہ ہائے تدریس قائم کئے جن سے لاکھوں حضرات سلسلہ بہ سلسلہ اب تک فیضیاب ہو رہے ہیں

جناب شہید کے کوہستانی درس میں عملی تدریس کے ساتھ علمی ابلاغ بھی جاری تھا علمائے افغانستان نے پہلی مرتبہ سُنا کہ جادۂ تقلید کے سوا بھی علم و ایقان کا کوئی راستہ ہے، جس پر غازیان ہند کے قائد اسمٰعیل گامزن ہیں، ملا حبیب اللہ قندھاری کی قیادت میں یہ علما مناظرہ کے لئے آئے، ممدوح ان کی طرف سے قائد تھے، مگر نہ چل سکے، حق کی تلاش تھی تقلید کے تنگ راستے سے ہٹ کر جادۂ سنت پر آ گئے، عارف باللہ عبداللہ صاحب غزنوی امرتسری کے عرفان کا سرچشمہ یہ ملا حبیب اللہ صاحب ہی تو ہیں جن کے دریائے معرفت سے لاکھوں مسلمان (سلسلہ بہ سلسلہ) سیراب ہوئے جناب حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ صاحب کے چشمہ تدریس و تحدیث سے بیہقی وقت علم الہدیٰ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی سیراب ہوئے جن کا فیض عام درس و تفسیر مظہری کی صورتوں میں رونما ہوا، السید العلامہ

مرتضیٰ بلگرامی زبیدی (متوفی ۱۲۰۵) اسی شہ علم کے مرہون الطاف خسروانہ ہو کر درجۂ اجتہاد و امامت پر پہنچے جیسا کہ صاحب تذکرہ علمائے ہند فرماتے ہیں کہ اگر وے را مجدد صدی سیزدہم گویند رواست[۱] علامہ بلگرامی کے تلامذہ میں "علاوہ دیگر مسترشدان سلطان عبدالحمید خاں ومحمد پاشا صدرالوزارت ازو اجازت حدیث یافتند[۲]" کس کے فیضان کا ثمرہ ہے، یہ سلسلہ علمائے فرنگی محل (لکھنؤ) ہے، جہاں درس حدیث کی باقاعدگی مولانا عبدالرزاق سے شروع ہوئی، آپ نے مولانا حسین احمد محدث ملیح آبادی اور مرزا حسن علی محدث لکھنؤی سے حدیث پڑھی[۳] اور یہ دونوں حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد تھے مولانا عبدالرزاق سے آپکے صاحبزادگان عالی مولانا عبدالباسط ومولانا عبدالوہاب نے حدیث پڑھی مولانا عبدالحلیم (والد بزرگوار حضرت العلامہ مولانا ابوالحسنات عبدالحی) نے بزمانہ حج شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی سے اجازت وسند حدیث حاصل کی اور شاہ عبدالغنی مجددی مولانا مخصوص اللہ اور شاہ محمد اسحاق صاحب سے فیض یافتہ حدیث تھے[۴] مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے والد مرحوم کے سوا شاہ عبدالغنی صاحب سے بھی حدیث پڑھی

مدرسہ عالیہ دیوبند جس کی شان آج ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام میں ممتاز ہے اور جس میں ان دنوں حدیث کا تذکرہ گویا

گفتہ آید در "حدیث" دیگراں

---

[۱] تذکرہ علمائے ہند ص ۲۲۴ [۴] ان ہر دو حضرات کے حالات اس کتاب میں آپکے ملیں گے

[۲] تذکرہ علمائے ہند ص ۱۲۶

ہورہا ہے، اس کے بانی جناب مولانا محمد قاسم صاحب نے شاہ عبدالغنی صاحب (خلف حضرت حجۃ اللہ) سے حدیث پڑھی، اندازہ کر لیجئے کہ دیوبند کا سلسلہ تحدیث ایک طرف کشمیر کی پر فضا وادیوں میں کھیل رہا ہے تو دوسری طرف ساحل سمندر کے دوش پر ڈابھیل (سورت) میں ان دونوں سمتوں کے درمیانی حصہ میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی مجلسیں قائم ہوں گی

سلسلہ تحدیث دیوبند کے ثمرات کتب احادیث کی ان شروح کی صورت میں بھی نمایاں ہوئے جو بعنوان "العرف الشذی علی جامع الترمذی" (از مولانا السید انور شاہؒ) و بذل المجہود فی شرح ابی المعبود" (از مولانا خلیل احمدؒ سہارنپوری) و رفیع الملہم (از مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی) شائع ہوئیں، ان "ثلاثیات" کے سوا دیوبند کا لٹریچر حدیث اور بھی تو ہے، اور یہ تمام فیضان جناب حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب ہی کی ذات سے پہنچا

جونپور کا سلسلہ تحدیث جس پر مولانا سخاوت علی رونق فرماہیں بطریق شاہ عبدالحی و سیدنا محمد اسمٰعیل شہید جاری ہوا، جن کی بدولت مختلف مقامات سے قال اللہ و قال الرسول کی آوازیں بلند ہوئیں

یہ صادقپور بہار کے "دار منثور" ہیں، صاحب ولایت حضرت مولانا ولایت علی نے زمانہ جہاد بریلی میں سیدنا شاہ محمد اسمٰعیل شہید سے حدیث پڑھی اس سلسلہ کی وسعت نے تمام صوبہ بہار کو گھیر لیا، ابھی تک مولانا حکیم عبدالخبیر صاحب

شہر دارجماعت اہل حدیث بہار نشے سے یہ بزم قائم ہے، اور سلسلہ صادقپور کی حدیث کا وجوہ کہ اصل دین ہے، ان حضرات کے تراجم میں نظر آئے گا ضمن شمار ذکر

رام پور میں شاہ ابوسعید از اولاد حضرت مجدد الف ثانی و شاہ احمد سعید مجددی دہلوی اور مولوی سید حیدر علی مجاہد، وغیرہ شاگردان حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے علاوہ مولوی محمد سعید خاں (جدا علی مولانا نجم الغنی صاحب "اخبار الصنادید") جناب حجۃ اللہ کے بلاواسطہ شاگرد تھے، اور مولوی سید حسن شاہ محدث بواسطہ مولانا عالم علی مراد آبادی (عن شاہ محمد اسحاق ...) آپ کے تلمیذ، ہر چند رام پور میں ذوص خیر آبادی کے علم وفضل کی بدولت منطق و فلسفہ کا عنصر رہا مگر حدیث و تفسیر سے یہ مرکز بھی معمور تھا، سید حسن شاہ صاحب اور ان کے صاحبزادے سید محمد شاہ تو محدث کے لقب سے مشہور تھے، ان تمام حضرات سے مختلف طریقوں پر حدیث و قرآن کی ترویج ہوئی، حیدر آباد دوکن میں وحید العصر جناب مولانا نواب وحید الزماں اور اُن کے برادر حقیقی مولانا بدیع الزماں کی خدمات قرآن و حدیث ہیں، جناب نواب صاحب مرحوم نے تقریباً تمام کتب صحاح کا اُردو میں ترجمہ کر دیا، تفسیر وحیدی لکھی، اور بہت سی کتابیں، یہ ہر دو حضرات اسی سلسلہ سے بواسطہ میاں صاحب السید نذیر حسین محدث دہلوی وابستہ تھے

سند المحدثین و خاتمۃ المفسرین حضرت والاجاہی السید نواب صدیق حسن خاں بھی منجملہ دیگر اساتذہ حدیث کے بواسطہ شاہ محمد یعقوب صاحب مہاجر مکی (نبیرۂ مولانا شاہ عبد العزیز محدث) اسی سلسلہ سے منسلک تھے

ان کی خدمت حدیث وقرآن تو اظہر من الشمس ہے، صحیحین کی شکل عون الباری اور السراج الوہاج شرحیں لکھیں، بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام کی فارسی عربی میں علیحدہ علیحدہ شرح کی، ان کے سوا اور کتابیں بھی

حضرت والا جاہی نے تفسیر میں فتح البیان عربی اور ترجمان القرآن اردو میں لکھی، غرض ۲۲۲ کتابیں عربی فارسی اور اردو میں لکھ کر اپنی سند عالی ولی اللہی کو مستند ثابت کر دکھایا۔

ولی اللہی سلسلہ تحدیث کی مسند اس خاندان کی آخری شمع الصدر الحمید شاہ محمد اسحاق نے "زاد غیر ذی ذرع" میں قائم کی، جن کے حجاز میں افادہ حدیث کا اندازہ اس سے کر لیجئے، کہ آپ کے غسل جنازہ پر شیخ عبداللہ سراج مکی (متوفی ۱۲۶۴ھ) نے فرمایا

"واللہ لوانہ عاش وقرارت
علیہ الحدیث طول عمری نانلت مانالہ"

(سوگند بخدا اگر یہ بزرگ کچھ مدت اور زندہ رہتے اور میں اُن کو ابھی اور حدیث سناتا تب بھی ان کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکتا)

سلسلۂ عالی ولی اللہی کی ایک مسند تحدیث دہلی میں قائم ہوئی جس کے مرزین شیخ الکل میاں صاحب السید نذیر حسین محدث تھے آپ ہی سے جماعت اہلحدیث میں منظم طریق پر درس حدیث وسلسلہ عاملین بالحدیث قائم ہوا یہ شمع ۶۰ سال تک ضیاپاش رہی، جس کے نور سے ملک میں بے شمار شمعیں روشن ہوئیں، بہار میں مولوی ابو محمد ابراہیم آروی (بانی مدرسہ

احمدیہ آرہ) و مولوی عبدالعزیز رحیم آبادی اور جناب العلامہ شمس الحق ڈیانوی شارح ابوداؤد کے وسیلہ سے یہ نور پہنچا، غازی پور میں حافظ عبداللہ اور اعظم گڑھ میں مولوی عبدالسلام و صاحب تحفۃ الاحوذی "مولانائے عبدالرحمٰن مبارک پوری کے توسط سے یہ روشنی آئی، صمدن (فرخ آباد) میں عزیز العلما عبدالعزیز والاخوان کے ذریعہ سے اودھ میں مولانا عبدالحلیم شرر نے آپ سے اقتباس کیا، ضلع بستی میں مولوی ...... عبدالرحمٰن صاحب اس سے منور ہوئے، میرٹھ میں مولای حمید اللہ اور ضلع مظفر نگر میں مولوی عبدالرحمٰن معین الدین (و ابنا ہ) نے اس نور کو پہنچایا

پنجاب میں عارف باللہ السید عبداللہ صاحب غزنوی اور ان کے صاحبزادگان گرامی دبعض الاحفاد حضرت السید میاں صاحب نذیر حسین سے حدیث پڑھ کر گئے، اور تمام پنجاب کو نور سے بھر دیا، جناب مولانائے ابوسعید محمد حسین بٹالوی مرحوم (حریف مرزائے قادیان) آپ ہی کے شاگرد تھے، حضرت شیخ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی آپ ہی کے فیض یافتہ تھے، جن کے باقیات صالحات میں واقف رموز قرآنی جناب مولانائے ابو تمیم حافظ محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور صاحب تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" جناب العلامہ ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری موجود ہیں جن کے میمنہ و میسرہ نے اعدائے اسلام کی صفوں کو پلٹ رکھا ہے اور یاجوج ماجوج قادیان کے لشکر جن کے سامنے لرزہ براندام ہیں

حضرت میاں صاحب کا فیضان حدیث سرحد تک پہنچا، حافظ محمد رمضان محدث مولانا طلا محمد خان اور مولوی محمد صدیق (مرحومین ساکنین پشاور) اس کے ثبوت میں پیش کئے جا سکتے ہیں

دہلی میں اس وقت احناف و اہلحدیث کے متعدد مدارس حدیث قائم ہیں اور سب کے سب اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں، مثلاً مدرسہ فتح پوری، مدرسہ امینیہ وغیرہما احناف کے اور اہلحدیث کے مدرسے یعنی مدرسہ میاں صاحب (السید نذیر حسین) مدرسہ زبیدیہ اور مدرسہ سعیدیہ عربیہ، مدرسہ سبل السلام و مدرسہ دار السلام و مدرسہ محمدیہ و مدرسہ علی جان و مدرسہ ریاض العلوم و دار الحدیث رحمانیہ

اور ان جملہ مدارس کے اساتذہ حدیث و تفسیر تمام شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ بسلسلہ شاگرد ہیں

شاہ ولی اللہ صاحب کا ابلاغ قرآن

شاہ صاحب نے بنفسہ قرآن پاک کا ترجمہ (فارسی) بنام فتح الرحمٰن لکھا جس پر علمائے دہلی کی برہمی بصورت ارادۂ قتل آشکار ہوئی، اور الفوز الکبیر اصول تفسیر میں لکھی، یہ دونوں مضمون ہندوستان میں درجہ اولیت رکھتے ہیں، جن کے بعد آپ کے صاحبزادگان عالی مولانا عبد القادر صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب نے کلام مجید کے علیحدہ علیحدہ اردو ترجمے لکھے شاہ صاحب نے ایک مختصر سی تفسیر بنام موضح القرآن مرتب کی، جن کے بعد قرآن دانی کی راہیں اتنی فراخ ہو گئیں کہ آج اردو زبان میں لاتعداد ترجمے شائع ہو رہے

تصانیف

کی تعداد ایک سو سے زائد تھی، مگر زمانہ کی دست برد نے پوری طرح محفوظ نہ رہنے دیں کہ بہت سی کتابوں کے تو نام بھی مٹا دئے اس وقت ان میں سے بقدر ۵۱ ایسی کتابیں ہیں جن سے بقدر نصف کے ملتی ہیں اور باقی ابھی تک نایاب و نادر،

ان تصانیف میں "حجۃ اللہ البالغہ" اصول تشریع اور اسرار شریعت میں غیر مسبوق ہے[1]"

"فتح الرحمٰن" ترجمۂ قرآن مجید کی صورت میں بے نظیر اصول تفسیر میں "الفوز الکبیر" فائز و ممتاز، شروح احادیث میں "المصفّٰی" و "المسوّٰی" (شروح موطا امام مالک) مجتہدانہ شان کی مظہر رموز و اسرار تصوف پر "تفہیمات الٰہیہ" بلند ترین اور "ازالۃ الخفا" خفیات امامیہ کی مبرہن

---

[1] "در فن خود غیر مسبوق الیہ واقع شدہ و مثل ایں دریں ۱۲ صد سال ہجرت از ہیچ یکے از علمائے عرب و عجم تصنیفے بوجود نیامدہ و منجملہ تصانیف مولفش مرضی بودہ است و فی الواقع بیش از آن است کہ وصفش توان نوشت ——— و دریں کتاب انتصار احکام سنت در عبادات و معاملات بسیار کردہ و مذہب حنفیہ ضعیف دست گردانیدہ" الخ

(اتحاف النبلاء... ص ۱۱۰)

(فہرست تصانیف)

مضمون	عدد	نام کتاب	مضمون
تفسیر	۱	فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن	قرآن کریم کا فارسی ترجمہ بلکہ مختصر تفسیر
	۲	الفوز الکبیر (عربی)	اصول تفسیر میں
	۳	فتح الخبیر	اصول تفسیر میں الفوز الکبیر کا دوسرا حصہ ہے مگر مصنف نے اس کا نام علیحدہ تجویز کیا
حدیث	۴	المسوّیٰ فی احادیث الموطا (عربی)	موطا امام مالک کی عربی شرح بطریق اجتہاد، اس سے پہلے یہ "المصفّیٰ" فارسی شرح کے حاشیہ پر چھپی تھی مگر ۱۳۵۱ھ میں مکہ معظمہ میں پہلی جلد علیحدہ چھپ گئی ہے
	۵	المصفّیٰ فی شرح الموطا	موطا امام مالک کی فارسی شرح بطریق اجتہاد
	۶	تراجم البخاری	صحیح بخاری کے ترجمۃ الباب کی شرح
	۷	مسلسلات (عربی)	علم اسناد حدیث میں
	۸	الارشاد الی مہمات الاسناد (عربی)	" " " کتب خانہ حمیدیہ بھوپال میں قلمی نسخہ موجود ہے[1]
	۹	انتباہ فی اسناد حدیث رسول اللہ (فارسی)	حصہ اول میں تصوف کے سلاسل ثانی میں محدثین کے اسانید (مگر دوسرا حصہ ابھی تک نہیں چھپا)

[1] معارف ـ دسمبر ۱۹۳۲ء

مضمون	عدد	نام کتاب	مضمون
حدیث	۱۰	چہل حدیث	اصول دین کی ۴۰ حدیثیں
	۱۱	فیما یجب حفظہ للناظر	....
اسرار شریعت	۱۲	حجۃ اللہ البالغہ (عربی)	حکمت تشریع، حدیث فقہ، تصوف، خلاق فلسفہ جملہ علوم اس میں موجود ہیں۔ اس کا ترجمہ اردو میں ہو چکا ہے۔
	۱۳	انصاف فی بیان سبب الاختلاف	اس میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن و حدیث کی موجودگی میں اقوال فقہا کوئی حقیقت نہیں رکھتے جب کسی کے پاس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ موجود ہو تو ان کے مقابلہ میں امام کی تقلید حرام ہے۔[1]
	۱۴	عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید	"اس میں بھی 'الانصاف' کی طرح اجتہاد و تقلید کے احکام نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں" حیات ولی ص ۳۰۵
تصوف	۱۵	ہوامع شرح حزب البحر	دعائے حزب البحر کی شرح وخصوصیات
	۱۶	الدرر الثمین فی مبشرات النبی الکریم	
	۱۷	سطعات (عربی)	

[1] از ولی اللہ ص ۵

مضمون	عدد	نام کتاب	مضمون
	۱۸	شرح رباعتین	خواجہ باقی باللہ کی ۲ رباعیوں کی شرح
	۱۹	فیوض الحرمین	
	۲۰	العطیۃ الصمدیہ	
	۲۱	الانفاس محمدیہ	
	۲۲	لمعات (عربی)	
	۲۳	ہمعات (فارسی)	
	۲۴	الخیر الکثیر (عربی)	۲۴ تا ۲۶ مجلس علمی ڈابھیل نے حال ہی میں طبع کرائی ہیں
تصوف	۲۵	البدور البازغہ (عربی)	
	۲۶	تفہیمات الٰہیہ	
	۲۷	شفاء القلوب (عربی)	
	۲۸	زہراوین (عربی)	
	۲۹	عوارف	
	۳۰	القول الجمیل (عربی)	
	۳۱	الطاف القدس	
	۳۲	تاویل الاحادیث	قصص انبیائے کرام کے نکات واسرار
	۳۳	فیض عام (فارسی)	
	۳۴	مکتوب المعارف ،،	
	۳۵	رسالہ مکتوب مدنی ،،	

مضمون	عدد	نام کتاب	مضمون
سیر	۳۶	الجیب المنعم فی مدح سید العرب والعجم	سیرۃ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر
	۳۷	سرور المحزون (فارسی)	اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے
	۳۸	مکتوب مع فضائل ابو عبداللہ البخاری و فضائل شیخ الاسلام ابن تیمیہ (فارسی)	اب آکر بعض ایڈیشنوں میں ابن تیمیہ کے فضائل کا حصہ نکال دیا گیا ہے
	۳۹	نبذۃ الابریزیہ فی طبقۃ العزیزیہ	اپنے خاندان کے حالات پر
	۴۰	انفاس العارفین	" " "
	۴۱	الامداد فی مآثر الاجداد	" " "
	۴۲	انسان العین فی مشایخ الحرمین	
عقائد	۴۳	البلاغ المبین فی اتباع خاتم النبیین (فارسی)	امام ابن تیمیہ کی کتاب "القاعدۃ الجلیلۃ" کا مضمون (اردو ترجمے میں ہو چکی ہے)
	۴۴	المقدمۃ السنیہ (عربی)	
	۴۵	حسن العقیدہ "	
	۴۶	مکاتیب "	
	۴۷	فتح الودود و معرفۃ الجنود (عربی)	

مضمون	عدد	نام کتاب	مضمون
	۴۸	المقالۃ الوضیہ فی الوصیۃ والنصیحۃ (فارسی)	
سیر	۴۹	ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا	خلافت راشدہ کی تاریخ و توثیق شیعیت کی تردید
	۵۰	قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین	صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی فضیلت میں

سلسلہ اولاد و احفاد

۴ صاحبزادگان عالی یعنی (۱) مولانا شاہ عبدالعزیز (۲) مولانا شاہ عبدالقادر (۳) شاہ رفیع الدین (۴) شاہ عبدالغنی اور ایک دختر جن کے سلسلۂ اولاد کی تفصیل یہ ہے

(۱) سلسلۂ اولاد شاہ عبدالعزیز صاحب ۳ صاحبزادیاں ایک شاہ عبدالحی بڈھانوی کے عقد میں آئیں، دوسری مولانا محمد موسیٰ (خلف شاہ رفیع الدین) کے گھر کی زینت بنیں، تیسری جو الصدر الحمید شاہ محمد اسحاق و شاہ محمد یعقوب مہاجرین مکہ کی والدہ ماجدہ تھیں، ملا محمد افضل لاہوری کے عقد میں آئیں، اور شاہ محمد اسحاق صاحب کے ایک نور نظر "شیخ عبدالرحمن" تھے اور شاہ عبدالحی کے فرزند ملا عبدالقیوم (محدث) بھوپالی تھے (مولانا خلیل احمد سہارنپوری شارح ابوداؤد آپکے شاگرد ہیں)[۱]

---

[۱] المسوی ص ۴۹ حاشیہ ۵۳ بذل المجہود ص ۲

(۲) شاہ رفیع الدین صاحب، ۴ صاحبزادے یعنی (۱) مولانا محمد عیسیٰ (۲) مولانا محمد موسیٰ (۳) شاہ مخصوص اللہ (۴) جناب حسن جان، اور ایک دختر ان میں سے مولانا محمد موسیٰ کی ایک صاحبزادی جن کے سلسلہ اولاد میں سید معین الدین اور سید معز الدین ہیں، اول الذکر کی صرف ایک دختر امۃ العایشہ، ثانی الذکر کے صاحبزادہ سید احمد (مرحوم ناشر کتب ولی اللہی) اور سیدہ امۃ العائشہ کے ایک فرزند سید عبدالغنی صاحب (حال "سجادہ نشین درگاہ خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی دہلوی واقع متصل قلعہ معلیٰ") ہیں اور حضرت شاہ مخصوص اللہ کی یہاں ایک دختر نام مبارک امۃ الغفار، صاحبزادی کے بطن مبارک سے مولانا عبدالسلام کا ظہور ہوا،

(۳) شاہ عبدالغنی صاحب، ایک صاحبزادۂ گرامی تمۂ دودمان عالی ولی اللہی سید نا محمد اسمٰعیل شہید اور حضرت شہید کے ایک نور نظر مولانا محمد عمر جن پر سلسلہ صلب ختم ہو گیا،

(۴) شاہ عبدالقادر صاحب لاولد

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی اولاد و احفاد کا پورا شجرہ صفحہ ۲ پر منقول ہے۔

وفات

حضرت حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ۶۲ سال کی عمر میں ۱۱۷۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہ اور قبرستان مہندیاں میں اپنے والد بزرگوار مولانا شاہ عبدالرحیم کے پہلو میں راحت فرما ہوئے، قبرستان مہندیان

لہ یادگار دہلی ص ۱۱۱

خونی دروازہ (دہلی) سے باہر پرانے جیل خانہ کے عقب میں ہے ان حضرات کے کثرت شغل حدیث کی وجہ سے اس کا نام محدثین کا قبرستان بھی ہے اور اس نام کے سننے کا اتفاق راقم مؤلف کو اس وقت ہوا جب بغرض دریافت پہلی مرتبہ اُدھر گیا،

محدثین کے قبرستان میں خاندان ولی اللہی کے یہ تمام حضرات محوِ خواب ہیں یعنی

شاہ عبدالرحیم صاحب، شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ عبدالعزیز صاحب، شاہ عبدالغنی صاحب، شاہ عبدالقادر صاحب، شاہ رفیع الدین صاحب، مولانا مخصوص اللہ صاحب، مولانا محمد موسیٰ صاحب، مولوی محمد عمر صاحب، مولوی عبدالسلام صاحب،

اگرچہ علم و عمل کے اعتبار سے آج تمام ہندوستان اسی خاندان عالی کا پیرو ہے، مگر نسل کے لحاظ سے اس جنس گراں مایہ کا یوں نایاب ہو جانا کتنا افسوس ناک ہے

اے فلک یوں بھی مٹاتے ہیں کسی عاشق کو
قیس کا نقشِ قدم تک نہ بیاباں میں رہا



شاہ عبد العزیز محدث

(بن حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ محدث)

(عدد مسلسل ۲) متوفی ۷ رشوال ۱۲۳۹ھ (عدد ۲)

سن ولادت ۱۱۵۹ھ تاریخی نام غلام حلیم ۱۱۵۹ھ اپنے تمام بھائیوں سے بڑے تھے، مگر وفات شاہ عبد الغنی صاحب کے بعد پائی،

۵ سال کی عمر میں قرآن مجید پڑھنے بیٹھے، اس کے ساتھ ہی فارسی کے مختصر رسالے اور ابتدائی صرف و نحو پڑھتے رہے سن مبارک کے ۱۱ویں سال میں باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی، آپ کے والد ماجد (حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب) نے اپنے ایک مسترشد کے سپرد کر دیا، جنھوں نے ۲ سال میں معقولات جزافیہ و تاریخ پڑھائے، اب بنفسہ حضرت شاہ صاحب نے اہتمام اپنے ہاتھ میں لیا، حدیث و فقہ خود پڑھانا شروع کی، ۲ سال کے عرصہ میں یہ منزل بھی ختم ہوئی، غرض ۱۵ سال کی عمر میں جملہ علوم رسمیہ سے فارغ ہو گئے، اور اتنی کم مدت میں علوم کی تکمیل کچھ آپ ہی پر موقوف نہ تھی، بلکہ دودمانِ ولی اللہی کے ہر ایک فرد نے تقریباً اتنی ہی مدت میں فراغ حاصل کیا،

اور ابھی عمر شریف کا ۱۷واں سال تھا، کہ جناب حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ واصل بحق ہو گئے، چونکہ تمام بھائیوں سے عمر کے ساتھ علم میں بھی آپ ہی ممتاز و مشرف تھے، اس لئے حضرت شاہ صاحب کی مسند تحدیث و خلافت بھی آپ ہی کو تفویض ہوئی

تدریس میں علوم فقہ و متعلقات فقہ کا التزام اگرچہ زیادہ تھا مگر حدیث پر ان سے بھی زیادہ توجہ تھی، جس کی وجہ سے کہنا پڑتا ہے کہ دوسرے علوم آپ کے درس میں بطور ذیل کے تھے، اور شاہ ولی اللہ صاحب کی وہ پود جو آپ نے ترویج حدیث کی شکل میں لگائی، زیادہ توجہ و انہماک سے اس کی آبیاری ہونے لگی کہ بیرون ہند تک سے شائقین اُمڈے چلے آرہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج ہندوستان کے جملہ سلاسل محدثین کا منتہا "...... شاہ عبدالعزیز عن شاہ ولی اللہ" ہے، بیرون ملک میں بھی اگر کسی اہم فتویٰ پر آپ کی مہر ثبت ہے تو پھر اس میں قیل و قال کی کوئی گنجائش نہیں جیسا کہ ملا رشیدی مدنی قسطنطنیہ کے اس خط سے جو آپ کے نام موصول ہوا، ثابت ہوتا ہے،

> "شاہ صاحب! آپ کا کچھ ایسا اثر بلاد اسلامیہ میں ہو رہا ہے، کہ جب کوئی فتویٰ دیا جاتا ہے اور علما اس پر اپنی مہریں کرتے ہیں تو ہر شخص فتویٰ میں آپ کی مہر تلاش کرتا ہے، اور وہ فتویٰ کہ جس پر آپ کی مہر ثبت نہ ہو، زیادہ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا، اگر آپ یہاں تشریف لے آئیں تو ہم لوگوں کے لئے بڑے فخر کی بات ہے اور سلطان ٹرکی بھی آپ کی بڑی عزت کریں" (از حیات طیبہ)

قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ طلبا کو جو عبارتیں حافظہ کی بنا پر لکھواتے مقابلہ پر عموماً صحیح ہوتیں، چنانچہ مولوی خادم علی سندیلوی مولف "تاریخ جدولیہ" کہ بیک واسطہ آپ کے شاگرد ہیں (مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی سے مولوی خادم علی نے پڑھا اور یہ حضرت شاہ صاحب کے شاگرد تھے) لکھتے ہیں

"اور حافظ آپ کا نسخۂ لوح تقدیر تھا"[۵۱]

وعظ کا ایک معمول یہ بھی تھا کہ ہر جمعہ و سہ شنبہ کو پرانے مدرسہ کوچۂ چیلان[۵۲] میں بیان فرماتے، معترض تل کر آتے اور منہ کی کھا کر واپس جاتے، شیعیت کے رازہائے درون شاہ ولی اللہ صاحب کے "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" سے منکشف ہو چکے تھے، مگر آپ کی شہرہ آفاق تصنیف "تحفہ اثناعشریہ" نے اس راز کو بالکل طشت از بام کر دیا، اور جس طرح آپ کے بعد شیعی تردید کرنے والے مصنفین ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء سے مستغنی نہ رہ سکے،

---

۵۱ تاریخ جدولیہ ص ۹۴

۵۲ راقم الحروف نے اس مدرسہ کی عمارت بمعیت حاجی عبدالغفار صاحب (آف علیجان دہلی) دیکھی جو کوچہ چیلان محلہ سوئی والان میں ہے اور شاہ محمد اسحاق کے مدرسہ سے موسوم، اس کا دوسرا راستہ جامع مسجد سے بسمت شرقی پچھلی دالان سے بڑھ کر ایک "کھڑکی" سے ہے اس راہ سے جانے والی گلی کا نام "گلی شاہ عبدالعزیز صاحب" ہے، عمارت کا اندرون حصہ زنانہ تھا، اس میں ایک بڑا دالان ہے جس کی چوکھٹ اور چھت سب ٹوٹ چکی ہے، دائیں بائیں چھوٹے چھوٹے دالان ہیں، جن کی دوسری سمت کئی ایک چھوٹے دالان، وسط میں وسیع صحن، زنانہ سے باہر مدرسہ کا حصہ، دونوں حصوں کے ساکن ہندو کاچھی اور کمہار ہیں،

یہ عمارت ہنگامہ سن ۵۷ کے بعد نیلام ہو کر دہلی کے مشہور سیٹھ چھنامل والوں کے ہاتھ میں چلی گئی، اور اب تک انہی کے قبضہ میں ہے

اسی طرح "تحفہ اثنا عشریہ" سے بھی بے نیازی نہ دکھا سکے، حتی کہ صاحبِ کتاب "منتہی الکلام" جناب مولانا حیدر علی مرحوم فیض آبادی جیسے منتہی اور دقیقہ رس عالم کو بھی "تحفہ" سے مفر نہ ہو سکا،

تردید تقلید و اتباع سنت

تقلید کے متعلق جو رائے شاہ ولی اللہ صاحب کی ہے یعنی

"وفیمن یکون عامیاً ویقلد رجلاً من الفقہاء بعینہ یری انہ یمتنع من مثلہ الخطاء وان ما قال ہو الصواب البتۃ واضمر فی قلبہ ان لا یترک تقلیدہ وان ظھر الدلیل علی خلافہ وذلک ما رواہ الترمذی عن عدی ابن ابی حاتم انہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقرء "اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ" قال انھم لم یعبدوھم ولکن کانوا اذا احلوا لھم شیئاً استحلوہ واذا حرموا علیھم شیئاً حرموہ"

عقد الجید (شاہ ولی اللہ صاحب) ص ۴۸

(ترجمہ)

"اور جو عامی شخص ان فقہاء میں سے کسی ایک کا اس طرح مقلد ہو چکا ہو کہ اپنے امام کے متعلق خطا سرزد ہونے کا خیال نہ رکھے بیشک اس کا امام بھی لغزش اجتہاد سے محفوظ ہو، ولیکن اگر یہ مقلد ہر حال میں اپنے امام کی تقلید پر قائم رہنے کا دعویدار ہے اگرچہ اسے خلاف امام دلیل ہی کیوں نہ مل جائے تو ایسا مقلد اس حدیث کا مصداق ہے جو ترمذی نے عدی ابن ابی حاتم سے روایت کی کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت "اتخذوا احبارہم ورہبانہم ارباباً من دون اللہ" پڑھ کر فرمایا کہ وہ لوگ اپنے عالموں اور درویشوں کی پوجا تو نہ کرتے تھے، بلکہ صرف یہ کہ ان کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال اور ان کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھتے"

اول تو اپنے والد ماجد کی توثیق ان الفاظ میں کی،

"ولہذا المقام تفصیل طویل یعنی عنہ ما حررہ سیدنا وسندنا فی رسالۃ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" و "عقد الجید فی مسائل الاجتہاد والتقلید" فلیرجع الیہ واللہ یقول الحق وہو یہدی السبیل"

فتوی عزیزی ص ۱۰۸

بعینہ وہی رائے آپ سے منقول ہے

"چنانچہ عبادت غیر خدا مطلقاً شرک وکفر است وطاعت غیر او تعالیٰ نیز بالاستقلال کفر است ومعنی طاعت غیر بالاستقلال آن است کہ رد مبلغ احکام او ندانستہ ربقہ طاعت او در گردن اندازد وتقلید او لازم شمارد باوجود ظہور مخالفت حکم او با حکم او تعالیٰ دست از اتباع او بر ندارد ایں ہم نوعے است از "اتخاذ انداد" کہ در آیت "اتخذوا احبارہم ورہبانہم ارباباً من دون اللہ" مذکور"

تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص ۱۵۹

ایک مقام پر فرماتے ہیں :۔

"فی الحقیقت اگر مقلدان مذہب تفحص کنند مے یابند کہ ایں بلائے تقلید ایشاں را بحدے کشیدہ کہ قول ہر یکے را از احاد فقہا در مقابل حدیث می آرند و ترجیح مے دہند و ایں ازاں قبیل است کہ علما را بہ پیغمبرے رسانیدہ شود بلکہ بہ خدائے' زیرا کہ در حدیث صحیح ترمذی آمدہ است' کہ عدی ابن ابی حاتم از جناب نبوت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آیت "اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابا من دون اللہ" عرض کرد' کہ یا رسول اللہ آیا ایشاں را بہ خدائے مے پرستیدند و خدا مے دانستند"

گفت آرے و فرمودند ہمین است ارباب گرفتن و ظاہر است کہ منصب ضرب تکلیف و نصب شریعت مخصوص بخدا است و بے نص قاطع او کسے را ایں منصب دادن شرک محض است نعوذ باللہ منہا"

فتاویٰ عزیزی ص ۱۲۵

آج عاملین بالحدیث (مبطلین تقلید) پر آوازے کسے جاتے ہیں کہ وہ تقلید کو شرک بتاتے ہیں اور یہی (مدعیان لزوم تقلید) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں' فتاویٰ عزیزی کی صحت سے بھی انہیں انکار نہیں' پھر شاہ صاحب کے معنی آیت یعنی "ہمین است ارباب گرفتن" پر یہ (حامیان تقلید) کیا فرماتے ہیں

اک ڈل پہ چوٹ ایک جگر پر لگائیے
حصہ لگائیے تو برابر لگائیے

فاتحہ خلف الامام جس کے پڑھنے والے کے متعلق جناب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ "آتش بدہن" ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں :-

"خواندن سورۂ فاتحہ با قتدائے امام مقتدی را نزد ابوحنیفہ ممنوع است ونزد شافعی بدون خواندن سورۂ فاتحہ عدم جواز الصلوٰۃ ونزد فقیر ہم قول شافعی راجح است واولیٰ چرا کہ بلا خلحدیث صحیح"

"لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب"

"بطلان نماز ثابت مے شود وقول ابوحنیفہ جابجا وارد است کہ جائے کہ حدیث وارد شود وقول من خلافش افتد قولِ مارا ترک باید نمود وبر حدیث عمل باید کرد"

"وحال آیہ کریمہ"

"واذا قرئ القرآن الخ" این است کہ ہرگاہ امام سورۂ دیگر ضم کند مقتدی خاموش گردید سماعت کند نہ کہ برائے سورۂ فاتحہ کہ ام الکتاب است "مستثنیٰ" است ازمفہوم احادیث صحیحہ علمائے محققین ومحدثین ومفسرین دریں باب بسیار گفتگو کردہ اند منقح بریں معنی گردید کہ سورۂ فاتحہ را پس امام باید خواند بایں طور کہ ہرگاہ امام لفظ الحمد بخواند مقتدی بشنود وبگوید الحمد للہ تا آخر سورہ ہمیں طور باخفا ختم کردہ باشد وہرگاہ امام بآمین برسد ہمہ مقتدیاں بگویند بالمد والجہر آمین ودریں باب ہم در صحیح بخاری حدیثے وارد شدہ است الحال شان نزول موافق بیان

وتحقیقات الشیخ الاکمل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی دریافت باید کرد کہ پیغمبر خدا صلعم در مسجد مدینہ نماز ادائے فرمودند وصحابہ نیز باقتدائے آنحضرت صلعم نماز مے خواندند وہر سورہ راکہ پیغمبر خدا صلعم بہ جہر ضم مے فرمودند مقتدیاں آں را بخفی مے خواندند ہرگاہ الحمد تمام نمودہ شروع سبح اسم ربک الاعلی الذی الخ فرمودند صحابہ نیز متابعت شروع سورہ مذکورہ نمودند پس درہمیں اثنا ایں آیت نازل گردید واذا قرء القران الخ پیغمبر خدا فرمودند" قرارت الامام قرارتہ لہ"

ازیں جا ثابت شد کہ آیت مذکورہ برائے مخالفت سورہ دیگر وارد گرایدنہ کہ برائے فاتحہ' وباز ہمہ صحابہ بہ تبعیت رسول اللہ صلعم سورہ فاتحہ ہمیشہ ادامے نمودند گاہے رسول اللہ صلعم منع نہ فرمودند لہذا لازم آید کہ ضم فاتحہ مقتدی بہ تبعیت امام نیز کردہ باشد داخل تابعان مفسرین ومحدثین خواہد شد وازیں معنی از ترک فاتحہ خلاف حدیث صحیح عملش واقع نخواہد شد چہ عجب کہ صحت ایں حدیث با امام ابوحنیفہ نرسیدہ باشد ہرگاہ کہ الحال از صدہا وہزارہا مردم علمائے محققین مثل بخاریؒ وصاحب مسلمؒ وغیرہم صحت ایں حدیث ثابت شد از ترکش ملام ومطعون خواہد شد۔[1]

---

[1] اس فتاوی سے نقل ہوا جو علمائے کلکتہ نے ۱۲۵۶ھ میں مرزا اکریم بیگ صاحب مرحوم کے فتوی کا جو انہوں نے خاندان حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حجۃ اللہ کے فتوی کو جمع کیا ہے چھپ کر عالم میں شائع کیا الخ بلفظہ منقول از اخبار اہلحدیث امرتسر ۲ ستمبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۹

منع تقلید پر اس سے زیادہ بینات اور کیا ہوں گی کہ سورہ فاتحہ پڑھو، آمین بالمدو الجہر کہو

ترغیب جہاد

سیدنا شاہ محمد اسمٰعیل شہید نے اپنے پیر و مرشد حضرت امیر المومنین السید احمد بریلوی علیہ الرحمہ کی قیادت میں جس جہاز و جہاد میں شرکت و شہادت کا مرتبہ حاصل کیا، اس کے بانی جناب السید ممدوح مرحوم کے پیر و مرشد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الغفران ہی تھے، کہ صوبۂ پنجاب میں مسلمانوں پر سکھوں کے مظالم شاہ صاحب کی زندگی میں ٹوٹنے لگے، مگر کوئی ایسا مرد میدان نہ تھا، کہ اس فتنہ کو دبانے کے لئے سر بکف ہو کر نکل آئے، تا آنکہ آپ کے برادر زادہ سیدنا شہید (شاہ محمد اسمٰعیل صاحب) نے ہوش سنبھالا اور حضرت السید احمد (امام الوقت) کی بیعت کا ربقہ گردن میں ڈال کر جامع مسجد کی سیڑھیوں پر اس زور سے نعرۂ جہاد بلند کیا کہ اس کی آواز پنجاب کی فضا کو چیر کر کوہستان کشمیر تک جا پہنچی، اس تحریص و تحریض علی الجہاد کے بانی جناب شاہ عبدالعزیز مرحوم تھے جس کا ثبوت حضرت کے اس خط (منظوم) سے ملتا ہے، جو ممدوح نے اپنے عم بزرگ جناب شاہ اہل اللہ صاحب کی خدمت میں لکھا، یعنی

"سلامٌ علی مولی الجسیم الفضائل — کریم الہدیٰ حادی فنون الفواضل
حماہ الٰہ العالمین عن الاذیٰ — وعن کل شر فی الخلیقۃ نازل
وبعد فان العبد یحمد ربہ — علی ما حماہ عن صنوف الغوائل

۱؎ حیات ولی ص ۳۲۸، ۳۲۹

لاغدوا ثواب النعیم ملابسی	دامسی وایدی الطیبات حائل
ولکن اری الکفار ارباب ثروۃ	لقد افسدوا مابین دہلی وکابل
ولقد رفع الاشرار فوق خیارنا	وکل امراشر یلیح بالتشاظل

.... | ....
.... | ....

جزی اللہ عنا قوم سکھ ومرہٹ	عقوبۃ شر عاجلا غیر اجل
فقد قتلوا جمعاً کثیراً من الوری	وقد اوجعوا فی اہل شار وجاہل
ہم کل عام منبہ فی بلادنا	یخوضون فینا بالنضح والاصائل
لقد فسدت ہذہ الدیار وقد خلت	عن العدل حتی قلت بل کل قائل
فہل بعد ہذا من معاذ لعائذ	وہل من مغیث یتقی اللہ عادل

تلامذہ[1]

حضرت حجۃ اللہ ولی اللہ صاحب کے تلامذہ کی طرح آپ کے شاگردوں کا احصا بھی غیر ممکن ہے، مگر جن حضرات کے نام معلوم ہو سکتے ہیں یہ ہیں

مولانا شاہ رفیع الدین مرحوم (آپ کے برادر خورد) شاہ محمد اسحاق وشاہ محمد یعقوب (حضرت کے نواسے) مفتی صدر الدین خانصاحب دہلوی، حضرت شاہ غلام علی دہلوی، مولانا شاہ مخصوص اللہ (بن شاہ رفیع الدین صاحب) میر محبوب علی دہلوی، مولوی سید عبد الخالق دہلوی سیدنا شاہ محمد اسمٰعیل شہید اور شاہ عبد الحی بڈھانوی اور دہلی سے باہر؟

---

[1] از حیات ولی ورسالہ معارف ومشاہیر کاکوری

مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا حسن علی ہاشمی لکھنوی، مولانا حسین احمد ملیح آبادی، مولانا سلامت اللہ بدایونی کانپوری، مولانا رؤف احمد مجددی مصطفیٰ آبادی، سید قطب الہدیٰ رائے بریلوی، شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا خرم علی بلہوری، شیخ فضل حق عرف غلام میاں ساحر کاکوڑی اور شاہ رحمان بخش چشتی و مولوی سید رمضان علی

(امروہہ میں)

اور رام پور میں؟

شاہ ابوسعید (بن صفی القدر بن عزیز القدر بن سیف الدین بن خواجہ معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی) و شاہ احمد سعید مجددی و مولوی سید حیدر علی "مجاہد" و مولوی عیاض خان باجوڑی اکبر آبادی و سید جیلانی فاروقی و مولوی حکیم فیاض خاں بلاسپوری[۵۱]

مولوی محمد شکور جعفری مچھلی شہری و مولانا شاہ ظہور الحق قادری قلندر پھلواروی و مولانا شاہ عبدالغنی (ابوالعلائی منعمی)

تصانیف

(۱) فتح العزیز (معروف بہ تفسیر عزیزی) فارسی میں ۲ حصہ ایک میں سورۂ فاتحہ سے لے کر پارہ سیقول کے ربع اول تک کی تفسیر ہے، دوسرے حصہ میں پارہ تبارک الذی و عم یتساءلون کی تفسیر اور اس قدر جامع و مختصر کہ جس کے مطالعہ سے مبتدی اور مفسر القرآن دونوں کو استغنا نہیں

---

[۵۱] تذکرہ کاملان رام پور

(۲) بستان المحدثین، محدثین کرام کے حالات پر مختصر (فارسی) کتاب ہے

(۳) عجالۂ نافعہ (فارسی) اصول حدیث میں

(۴) سر الشہادتین (عربی) فضائل حسنینؓ میں، اس کے ترجمے فارسی اور اردو میں بھی ہو چکے ہیں

(۵) مجموعہ فتاویٰ (فارسی میں) اردو ترجمہ بھی موجود ہے

(۶) عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس (عربی میں) خلفائے اربعہ کے مناقب پر

(۷) تحفہ اثنا عشریہ (فارسی) رد روافض میں اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔

(۸) تقریر دلپذیر فی شرح عدیم النظیر، مطبوعہ افضل المطابع دہلی قاضی فہیم الدین متوطن میرٹھ نے مولوی نصرت علی صاحب سکندر آباد ضلع بلند شہر کے کتب خانہ سے ۱۲۲۶ھ میں لے کر فارسی سے ترجمہ کیا[1] "مضمون ارکان خمسہ نماز روزہ زکوٰۃ حج ضخامت ۴۲ صفحہ، اور مولوی عبدالمجید صاحب مدیر اخبار مسلمان سوہدرہ کے کتب خانہ میں موجود ہے

(۹) ہدایت المومنین بر حاشیہ سوالات عشرہ محرم (اردو) صفحات ۳۲ مطبوعہ سید المطابع سید محمد صاحب دہلوی میں چھپی "کتب خانہ نذیریہ" دہلی میں موجود ہے مضمون "رد بدعات" شروع اس شعر سے ہوتی ہے ؎

شکر خدا جس نے بنایا ہمیں — راہ پیمبر پہ چلایا ہمیں

ان کے سوا صاحب "حیات ولی" نے چند کتب غیر مطبوعہ[2] کا ذکر کیا ہے جن کے یہ نام ہیں، شرح[3] میزان المنطق (عربی) چند حواشی بر بدیع المیزان

---

[1] نقل سرورق کتاب [2] حیات ولی ص ۳۴۰

چند حواشی بر شرح عقائد (عربی) عقائد میں

نیز المسوی من احادیث الموطا (عربی) مطبوعہ مکہ معظمہ کے بعض مقامات پر آپ کی تعلیقات پائی جاتی ہیں[۵۱] اسی طرح بعض فتویٰ و مکاتیب منتشر صورت میں جابجا پائے جاتے ہیں جیسا کہ کلکتہ کے ایک فتویٰ کا کچھ حصہ پیچھے نقل ہوا

اولاد

۲۔ صاحبزادیاں

ایک بی بی کا عقد مولانا محمد عیسیٰ (ابن شاہ رفیع الدین صاحبؒ) سے ہوا

دوسری خاتون شیخ محمد افضل لاہوری کے گھر کی زینت بنیں ان کے بطن سے شاہ محمد اسحاق (الصدر الحمید) اور شاہ محمد یعقوب صاحبزادے پیدا ہوئے

تیسری صاحبزادی مولانا شاہ عبدالحی بڈھانوی کے حرم میں داخل ہوئیں اُن سے مولانا (ملا) عبدالقیوم بھوپالی کا ظہور ہوا، جنہیں مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کی مصاہرت کا فخر نصیب ہوا[۵۲]

سفر آخرت

مرض الموت میں مبتلا ہیں مگر فریضہ تذکیر کا ابھی تک خیال ہے فرمایا

"مجھے اُٹھا کر بٹھا دو اور ۲ آدمی میرے مونڈھے پکڑے رہو، لیکن جب بیان کرنا شروع کردوں تو دونوں شخص مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہوجائیں چنانچہ آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی، اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ فرماتے رہے، گو لب ولہجہ سے ناتوانی اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے، لیکن استقلال

۵۱؎ المسویٰ ص ۴۸۵ ۵۲؎ مآثر صدیقی ج ۲ ص

ویسا ہی اپنا رنگ جمائے ہوئے تھا، وعظ ختم کرنے کے بعد آپ نے خدائے ذو الجلال کے دربار میں ہاتھ اٹھائے اور اپنے اور نیز تمام مسلمانوں کے لئے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی، زاں بعد آیہ "ذوالقربی والیتمٰی والمسٰکین وابن السبیل" زبان فیض ترجمان پر جاری ہوئی اور اپنے عزیز و اقارب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میری ملکیت میں جس قدر نقد و اسباب ہیں، سب ایک جگہ جمع کر دو، اس ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور گھر والوں نے آپ کا سارا اسباب اور نقد جس قدر تھا، ایک جگہ جمع کر دیا، آپ نے آیہ مذکور کے مطابق تمام جائز وارثوں کے حصے علیحدہ کر دئے، اور جو شخص جس قدر شرعی استحقاق رکھتا تھا آپ نے اپنے ہاتھ سے اُسے تقسیم کر دیا، اس کے بعد آپ نے معرفت الٰہی میں عربی و فارسی کے چند اشعار ایسے دردناک لہجے میں پڑھے کہ سننے والوں کے جسم میں بھی سنسنی پیدا ہو گئی اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے"[1]

بروز یکشنبہ بتاریخ ۷ شوال ۱۲۳۹ھ وفات پائی، اور قبرستان مہندیاں عقب جیل خانہ اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے

حکیم مومن خاں مرحوم نے ذیل کا قطعہ تاریخ وفات لکھا

حجۃ اللہ و ناطق و گویا	شاہ عبد العزیز فخر زمن
روز یکشنبہ ہفتمیں شوال	درمیان نشست ساخت وطن
در نصف النہار در عرفاں	مثل بدر منیر در ہمہ فن
از سر لطف و حلم تاریخش	رضی اللہ عنہ گفت حسن
۱۲۳۹ھ	

---

[1] حیات دلی ص ۲۴۳

شاہ عبد الغنی محدث

(ابن حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ محدث)

(عدد مسلسل ۳) سن وفات ۱۲۲۷ھ بعمر ۵۷ سال (عدد ۳)

"یہ بزرگوار جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے چوتھے فرزند ہیں جو علم وفضل اور باطنی فیض میں شہرت عام رکھتے تھے، آپ نے تمام علوم خاص کر فقہ وحدیث کی تحصیل اپنے والد بزرگوار اور جناب شاہ عبد العزیز صاحب سے کی، اتباع شریعت میں آپ کا قدم پیشروان مسلک دین سے آگے بڑھا ہوا تھا، وضع و لباس میں اپنے والد بزرگوار کے اس درجہ مشابہ تھے کہ جس نے انہیں دیکھا تھا، وہ آپ کو دیکھ کر شاہ صاحب مرحوم کو یاد کرتا علمی کمال کے علاوہ اخلاق عامہ آپ میں ایسے تھے جو دوسروں میں بہت کم پائے جاتے تھے توکل وقناعت میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے، اور باوجود عیالداری اور قابل ہونے کے دنیا کی طرف بہت کم رجوع کرتے تھے، آپکے اکثر اوقات تدریس طلبہ میں مصروف اور عنان ہمت افادہ طالبین کی طرف معطوف تھی[1]"

شاہ ولی اللہ کے چاروں صاحبزادوں میں سب سے چھوٹے مگر وفات سب سے پہلے ہوئی، جب تک زندہ رہے، خنخا... رس رہا آیا، اولاد میں شاہ محمد اسمٰعیل شہید کو چھوڑا، جن کے علم وعمل نے چاردانگ عالم میں شہرت پائی "امیر المومنین سید احمد صاحب بریلوی سے آپ بھی بیعت تھے،"[2] مولانا محمد قاسم نانوتوی نے آپ سے حدیث پڑھی

---

[1] حیات ولی ص ۳۵۲ [2] سوانح احمدی ص ۱۴۰

شاہ عبدالقادر محدث

(ابن حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ محدث)

(عدد مسلسل ۴) متوفی ۱۹ رجب ۱۲۴۲ھ (عدد ۴)

اپنے والد ماجد جناب حجۃ اللہ (شاہ ولی اللہ محدث) سے علوم و فنون پڑھے، علم ظاہر کے ساتھ فیضان باطنی بھی انہیں کی بدولت حاصل ہوئے عمر کا اکثر حصہ مسجد اکبر آبادی (دہلی) کے ایک حصہ میں بسر کر دیا، تحدیث و تدریس قرآن و تلقین فقہ سے جو وقت بچتا ذکر و فکر میں گزارتے، علما درؤسا شہر ہمہ وقت حاضر خدمت رہتے جلال کا یہ عالم تھا کہ حلقہ میں کسی کو آنکھ اٹھانے کی جرأت نہ ہوتی، مزاج میں استغنا حد درجہ تک تھا، سیاسیات میں بھی درک تھا،

تصانیف

(۱) قرآن کریم کا اردو ترجمہ جو اپنی اولیت و اولویت میں اتنا اہم ہے کہ

> "اگر اردو زبان میں قرآن مجید نازل ہوتا تو انہیں محاورات کے لباس میں آراستہ ہوتا جن کی رعایت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے اس ترجمہ میں پیش نظر رکھی ہے"

حیات ولی ص ۳۵۲

اور یہ ترجمہ ۱۸ سال میں تکمیل تک پہنچا آپ کا یہ ترجمہ بامحاورہ ہے، دوسرا (ترجمہ) آپ کے برادر مکرم مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے کیا اور یہ تحت اللفظ ہے آپ بھی اپنے دوسرے برادران اعظام کے علم و عمل کا نمونہ ــــــ تھے اور اولاً

میں کسی کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

تلامذہ

علامہ فضل الحق[۵۲] العمری خیر آبادی، شاہ محمد اسحاق صاحب، مولانا امام الدین بخشی (امروہی) کے سوا اور حضرات کے نام معلوم نہیں ہو سکے

شاہ رفیع الدین محدث

ابن حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ (محدث)

(عدد مسلسل ۵) متوفی ۱۲۴۹ھ[۵۳] (عدد ۵)

شاہ عبد العزیز صاحب سے چھوٹے تھے مگر تمام بھائیوں سے زیادہ عمر پائی، اولاد نرینہ میں آپ کو ۳ فرزند (جن کا ذکر آگے آتا ہے) عطا ہوئے، تمام کتابیں اپنے والد بزرگوار (شاہ ولی اللہ صاحب) سے پڑھیں، شاہ عبد العزیز صاحب کے مکفوف البصر و ضعیف ہو جانے پر ممدوح نے اپنی مسند تدریس آپ کو تفویض فرمائی، تبحر کا یہ عالم تھا کہ ایک فن شروع ہوا تو طلبا نے سمجھا کہ اس میں حضرت کو زیادہ توغل ہے، مگر اس کے بعد دوسرا مضمون آیا توسامع نے اسی میں زیادہ درک پایا وھلم جراً، قرآن کریم کا اردو ترجمہ اس خوبی سے لکھا کہ اس طرز میں دوسرا ترجمہ لکھنے کی جرأت ان کے بعد پھر کسی کو نہ ہوئی،

اولاد میں ۳ صاحبزادے تھے یعنی مولوی محمد موسیٰ، مولوی محمد عیسےٰ،

---

[۵۲] ابجد العلوم للنواب [۵۳] تذکرۃ الکرام ص ۲۷۴

مولوی محمد مخصوص اللہ و مولوی حسن جان اول الذکر کو اپنے عم بزرگوار شاہ عبدالعزیز صاحب کی مصاہرت نصیب ہوئی۔

تصانیف

ترجمہ اُردو قرآن مجید، موضح القرآن (تفسیر قرآن اُردو)، رسالہ عروض کتاب التکمیل، رسالہ دفع الباطل، اسرار المحبۃ

عمل بالحدیث میں آپ کا طریق بھی واضح تھا کہ رسالہ تکمیل میں فرماتے ہیں

"سنیت رفع (رفع الیدین مولف) باقی است و نیست مجتہدین در مناقشہ دراصل سنیت وے فی الجملہ و نہ در جواز بقائے او، اگرچہ بعض متعصبہ ازاں منع کنند زیرا کہ ازاں چیزہا نیست کہ مخالف افعال صلوٰۃ باشد چہ باقی است در تحریمہ و قنوت اوعیدین پس نکیرے نیست بر فاعل وے در بقائے سنیت"

تلامذہ

آپ کا درس بھی مشہور رہا، مگر تلامذہ کی کوئی جامع فہرست حاصل نہ ہو سکی، اسوائے ان اصحاب کے یعنی

شاہ احمد سعید مجددی (اور آپ کے برادر حقیقی) شاہ عبدالغنی مجددی شاہ مخصوص اللہ شاہ محمد اسحاق مہاجر مکی، مولانا محمد شکور محمد علی شہری سید محمد بخش عرف تربیت خاں[1]

---

[1] تذکرہ کاملان رام پور

تتمۂ دودمانِ عالی ولی اللّٰہی

سیدنا محمد اسمٰعیل شہیدؒ

(ابن شاہ عبدالغنی محدث ابن حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

از ۱۲ ربیع الآخر ۱۱۹۳ھ تا ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ

حاصلِ عمر نثارِ رہِ یارے کردم
شادم از زندگیِ خویش کہ کارے کردم

ــــــ اور پھر چند قدم آگے بڑھو مقام عزیمۃ دعوت کی کیسی کامل اور آشکارا مثال سامنے آتی ہے؟ ساری مثالوں سے آنکھیں بند کرلو صرف یہی ایک مثال زیربحث حقیقت کے فہم و کشف کے لئے کافی ہے حضرت شاہ ولی اللہ کا مقام ہر رنگ میں کس درجہ جامع و کامل ہے؟ بایں ہمہ یہاں جو کچھ ہوا، تجدید و تدوین علوم و معارف اور تعلیم و تربیت اصحاب استعداد تک محدود رہا اس سے آگے نہ بڑھ سکا، فعلاً عمل و نفاذ اور ظہور و شیوع کا پورا کام تو کسی دوسرے ہی مرد میدان کا منتظر تھا، اور معلوم ہے کہ توفیق الٰہی نے یہ معاملہ صرف حضرت علامہ و مجدد شہید رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص کردیا تھا خود حضرت شاہ صاحب کا بھی اس میں حصہ نہ تھا۔

مے خواست رستخیز ز عالم برآورد
آں باغباں کہ تربیت ایں نہال کرد

اگر خود شاہ صاحب بھی اس وقت ہوتے تو انہیں کے جھنڈے کے نیچے نظر آتے حضرت پیر انصاری کا قول ہے "من مرید خرقانی ام لیکن اگر خرقانی دریں وقت مے بود باوجود پیریش مریدے کردم" شاہ صاحب نے مزاج وقت کے عام تحمل و استعداد سے مجبور ہوکر بحکم

بہ رمز نکتہ ادا مے کنم کہ خوتیاں
ہر سبو کشادند و در فرد بستند

دعوۃ و اصلاح امت کے جو بھید کہ پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کردئے گئے تھے اب اس سلطان وقت و سکندر عزم

کی بدولت شاہجہاں آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر اُن کا ہنگامہ مچ گیا اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گزر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک چرچے اور افسانے پھیل گئے جن باتوں کے کہنے کی ٹھڈوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی وہ اب سر بازار کی جا رہی اور ہو رہی تھیں اور خون شہادت کے چھینٹے حرف و حکایات کو نقوش و سواد بنا کر صفحہ عالم پر ثبت کر رہے تھے،

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فغاں سے ہم
حجت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم

پھر کیا اس وقت ہندوستان علم و عمل سے خالی ہو گیا تھا؟ یا حق پر چلنے والے اور حق کا درد رکھنے والے معدوم ہو گئے تھے کون ہے جو ایسا کہہ سکتا ہے؟ خود اس خاندان عالی میں کیسے کیسے اکابر و اساتذہ علم و عمل موجود تھے؟ حضرت شاہ عبدالعزیز کے درس و تدریس کی بادشاہت سمرقند و بخارا اور مصر و شام تک پھیلی ہوئی تھی، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین علم و عمل کے آفتاب تھے خاندان سے باہر اگر ان کے تربیت یافتوں کو دیکھا جائے تو کوئی گوشہ ایسا نہ تھا، جہاں ان کا فیضان علم کام نہ کر رہا ہو، بایں ہمہ یہ کیا معاملہ ہے کہ وہ جو وقت کا ایک سب سے بڑا کام تھا اس کے لئے کسی کے قدم کو جنبش نہ ہوئی سب دوسرے دوسرے کاموں میں رہ گئے یا حجروں کا کام یا مدرسوں کا، لیکن میدان والا معاملہ کسی سے بھی بن آیا وہ گویا ایک خاص پہناوا تھا، جو صرف ایک ہی جسم کے لئے تھا اور ایک ہی پر چست

آیا، دنیا اسکے لئے خلعت عظمت اور تشریف قبول کاندھے پر ڈالے منتظر کھڑی تھی زمانہ اپنے سارے سامانوں کے ساتھ کب سے اس کی راہ تک رہا تھا امیدواروں پر امیدوار یکے بعد دیگرے گزرتے رہے مگر اس کا مستحق کوئی نہ نکلا

باز غم او عرض بہر کس کہ نمودم
عاجز شد وایں قرعہ بنام زسر افتاد"

"تذکرہ مولانا ابوالکلام ص ۲۴۰تا ۲۴۴"

مولد و مسکن دہلی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الآخر ۱۱۹۳ھ نام محمد اسمٰعیل لقب شہید اور ۶ برس کی عمر میں پڑھنا شروع کیا ۸ برس میں قرآن مجید حفظ کر لیا، ۱۱ سال کی عمر تک صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھ لیں جن کے بعد جملہ منقول معقول اپنے عم محترم مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (محدث) سے پڑھے ذکاوت کا یہ حال تھا کہ صدرا کے بھی ۸۰۔۱۰ صفحہ سے کم نہ پڑھتے وہ بھی مطالعہ کئے بغیر نہ کبھی بعد میں سبق دہرایا، اس طرف سے کچھ ایسا اطمینان تھا کہ سبق کا صفحہ تک بھلا دیتے، صدرا ہی میں ایک ہم سبق (سن رسیدہ) مولوی عبدالکریم پنجابی تھے، یہ آپ کی اس طرز سے ہمیشہ نالاں رہتے اور بے جا سے حق بجانب بھی تھے، کہ ان کے اشکال الجھے ہی رہے آتے، تا آنکہ ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل کو سبق کا صفحہ یاد نہ رہا، انہیں موقع مل گیا فوراً بول اٹھے "میاں صاحبزادے اس سے تو تمکنی مار کر نشان پر رکھ دیا کرو" آپ نے کوئی جواب نہ دیا، تمام جماعت آپ کی عجلت سے چیں بہ جبیں رہی آتی کیونکہ

اُن میں کا ہر فرد صدرا کے ایک ایک لفظ پر سر حاصل بحث کا متمنی تھا (جیسا کہ اب تک معمول ہے) اور یہاں کہیں وقفہ ہوتا نہ کسی مقام پر دریافت و حل کی ضرورت بھلا ایسے تضاد میں توافق کیونکر ممکن تھا

ایک روز صدرا میں کہیں مشکل سا مقام آ گیا مولوی عبد الکریم صاحب تُلے بیٹھے تھے کہ آج میاں صاحب (اس خاندان کے افراد کا عام لقب تھا) کی روانی دیکھنا ہے بغیر حل کے کیونکر آگے چل سکتے ہیں، لیکن جب آپ نے قراءۃ بلا وقفہ کا وہی پہلا اسلوب رکھا تو آپ کڑک کر بولے "ارے میاں صاحب کچھ سمجھتے بھی ہو کہ یونہی گھاس کاٹتے چلے جا رہے ہو" فرمایا "کہ آپ کی سمجھ میں نہ آیا ہو تو دریافت کر لیجئے" حریف نے اسی مقام کا حل دریافت کیا (استاد مولانا عبد العزیز صاحب اور طلبائے جماعت سب کی نظریں اُدھر ہی تھیں، مگر جب آپ نے حل متن کے ساتھ محشی کی غلطی بھی ظاہر کر دی تو ایک طرف شاہ عبد العزیز صاحب خوش ہو رہے تھے تو دوسری طرف نکتہ چیں نادم۔

معقولات کے بعد حدیث کا دور شروع ہوا، یہاں بھی طبیعت کا وہی رنگ ہے کبھی پہلے سے مطالعہ کیا نہ بعد میں دہرایا، منطق و فلسفہ کے زمانہ میں بچپنے کی کھیلیں تھیں، حدیث کے دوران میں تیراندازی بندوق کا نشانہ اور گھوڑے کی سواری کا مشغلہ ہے، مگر ہم سبق اب بھی بڑے حضرت صاحب (شاہ عبد العزیز) سے شکائتیں کر بیٹھتے، جن کی وجہ سے آخر ایک روز حضرت نے فرمایا "تم کھیل کود میں زیادہ وقت صرف کرتے ہو اور مطالعہ نہیں کرتے" عرض کیا "حضرت ابا! مجھ سے پڑھا ہوا کچھ دریافت فرمالیں" شاہ صاحب نے دو ایک سوال کئے

جن کا جواب اس عمدگی سے دیا کہ طلبا کا مجمع دنگ رہ گیا[۱]"

ولی اللّٰہی خاندان کے نصاب تعلیم میں ریاضی لازمی مضمون تھا ذرا استعداد ہونے پر اقلیدس شروع کرا دی جاتی' جس سے دماغ میں صحیح توازن قائم ہو جانا لازمی ہے' ان مضامین میں اس حد تک توغل ہوتا گیا کہ کھیل کے وقت زمین پر بھی اقلیدس کی شکلیں بنا لیتے اب ان اشکال کو حل کر رہے ہیں اور کھیل رہے ہیں

ہمیں پینے سے مطلب ہے جگہ کی قید کیا تجھ ﷺ
اُسی کا نام جنت رکھ لیا بوتل جہاں کھ دی

درسیات میں تاریخ جغرافیہ بھی پڑھا جو اسلام کی شان بڑھانے میں ممد ہوا' جس کی بدولت آپ مسلمانوں کے تنزل پر متوجہ ہوئے' اعلائے کلمۃ الحق اور قیام امامت کبریٰ کی ضرورت محسوس فرمائی جو دارین میں آپ کے علو مرتبت کا ذریعہ ثابت ہوئے کہ آپ شہید کے لقب سے مقبول و مشہور انام ہوئے

ان مضامین کا یہ اثر ہوا کہ بچپن میں جس طرح زمین پر اقلیدس کی شکلیں بنا کر اُن سے کھیلا کرتے' سن رشد پر پہنچ کر سب سے بڑھ کر دلچسپ مشغلہ یہ تھا کہ گھر میں بیٹھ کر ہندوستان اور سرحد کے نقشوں پر غور ہو رہا ہے جس کے نتائج آخر میں اُس جہاد کی شکل میں نمودار ہوئے جس میں آپ نے مسلمانوں کے فوز و فلاح کے لئے جان شیریں جان آفریں کو سونپ دی

سن رشد پر تمام قسم کی ورزشیں سیکھنا شروع کر دیں' پٹا اور گتکا مرز ا

---

[۱] حیات طیبہ اور الحیاۃ بعد المماۃ

رحمۃ اللہ بیگ سے سیکھ رہے ہیں جن کی اپنی وضعداری کا یہ حال تھا کہ شہزادے تک شاگردی کے خواہاں ہیں مگر پذیرائی نہیں ہوتی، اپنے رہائشی مکان کے قریب اکھاڑا کھود رکھا ہے، ہمیشوں لنگ باندھ کر کسرت کرتے رہے جب کمال حاصل ہوگیا تو لنگر کھول ڈالا، تیراکی کی مشق ہو رہی ہے، متواتر تین تین روز دریائے جمن پر پڑے ہیں یہ وہ زمانہ تھا کہ تدریس کا شغل بھی جاری ہے، طلبا بغل میں کتابیں دبائے گھاٹ پر لنگر ڈالے پڑے ہیں، آپ دریا سے جست لگا کر کنارے پر آتے ہیں اور سبق پڑھاتے ہیں اور سبق پڑھا کر پھر پیرنا شروع کر دیتے ہیں دم بڑھانے کے لئے دہلی سے آگرے تک کئی مرتبہ پیرتے ہوئے گئے اور لوٹے ہیں اور جون کی جھلسانے والی لوؤں میں فتح پوری اور جامع مسجد کے صحن میں ننگے پاؤں چلنے کی مشق کی جا رہی ہے

دلی کے مہربان (اہل بدعت) جب آپ پر قابو نہ پاسکے تو امرتسر سے ۲ پہلوان آپ کے قتل کے لئے بلائے گئے، جنہیں مہینوں ڈولیوں میں چھپا کر شہر کی گلیاں گھمائی گئیں تاکہ قاتل گھر اور پریچ نکلنے کی راہیں نہ کھو بیٹھیں آخر ایک روز دوپہر کے وقت آپ مسجد فتح پوری کے صحن میں ننگے پاؤں چلنے کی مشق فرما رہے تھے یہ تربیت یافتہ پہلوان چھری لے کر سر پر آپہنچے، مگر رعب سے خود مبہوت ہوگئے، آپ انہیں بھی تلقین وعظ کر رہے ہیں دونوں نے بیعت کی اور جہاد میں شریک ہوکر مومن کے قتل کی بجائے درجۂ شہادت حاصل کیا

کڑاکے کی سردیوں میں باریک ململ کرتے کے ساتھ رات کے وقت چھت پر ٹہل رہے ہیں بھوک اور پیاس کی مشق بھی جاری ہے گھوڑے کی سواری

اُستاد رحیم بخش سے سیکھی یہ وہ شخص ہیں جن کا دامن پہلے بدعات کی آلودگیوں سے ملوث تھا، مگر آخر میں آپ کے فیضان صحبت سے خونِ شہادت کے چھینٹوں سے لالہ زار بن گیا

بندوق کے نشانہ میں گویا دست قضا پنہاں تھا فرمایا کرتے "ناممکن ہے کہ جانور میرے سامنے آئے اور پھر زندہ بچ نکلے" ایک مرتبہ کسی ہمراہی نے اس پر عرض کیا" اگر اُس کی موت ہی نہ ہو تو آپ کیونکر مار سکتے ہیں" فرمایا" اس کی موت نہ ہوگی تو میرے سامنے آنے ہی کا نہیں[1]"

نصاب تعلیم پہلے سے ختم ہو چکا تھا، فنون سپہ گری پر اب آ کر تابو پالیا علمی زندگی کا رنگ جمالی اور عملی نصاب کی شان جلالی دونوں بیک وقت دنیا جہاں کے سامنے بے نقاب ہونے کو ہیں

پیدا ہیں برق طور کے انداز حسن میں
اب وقت آگیا ہے کہ پروا کرے کوئی

جامع مسجد میں جمعۃ الوداع کی نماز ختم ہو چکی ہے، مگر نمازی ابھی تک صفوں سے نہیں اُٹھے، مولانا فضل حق خیرآبادی اپنے اتباع و انصار کے میمنہ و میسرہ کے ساتھ ایک طرف صف بستہ ہیں شہر کے دوسرے اہل علم اپنے اپنے شاگردوں کے درمیان جمے ہوئے ہیں، صوفی و درویش اپنے اپنے حواریوں کے حلقوں میں گھرے بیٹھے ہیں، سب کو انتظار ہے کہ آج "میاں اسمٰعیل" وعظ کہیں گے جونہی آپ مکبر کے پاس کھڑے ہوئے خلقت سمٹ سمٹ کر آگے بڑھنے لگی

---

[1] حیات طیبہ

آپ نے "لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر" پڑھ کر توحید کی نغمہ شروع کیا شرک کی تردید قبروں کے چڑھاوے پر وعید تعزیوں کی حرمت اور نذر غیر اللہ پر تہدید فرمائی اور یہ پہلا وعظ تھا جو نماز عصر کے وقت تک برابر جاری رہا

مسجد کے اندر کسی کو اعتراض کی جرأت نہ ہو سکی، مگر یہاں سے نکل کر علما جب اپنے مدرسوں میں اور درویش خانقاہوں میں پہنچے تو آپ کے ایک ایک حرف کی تردید میں منطق کا تمام سرمایہ اور کشف کے جملہ سازو سامان صرف ہونے لگے، لیکن حاضرین مجلس (وعظ) میں سے کچھ لوگ ایسا اثر لے کر بھی اُٹھے جو دائمی فلاح و فوز کا سبب بنا

دہلی میں علما کے بھکانے کا اثر ایسا وسیع تھا کہ ایک روز نماز عصر کے بعد آپ جامع مسجد کے حوض پر بیٹھے تھے کہ ایک بڑھیا نے (جو آپ کو پہچانتی نہ تھی) پاس آکر کہا "مولوی صاحب! مولوی اسمٰعیل کون نیا مولوی پیدا ہوا ہے جو یہ کہتا ہے کہ بیوی کی صحنک نہ کرنی چاہیئے" فرمایا "بڑی بی! مولوی اسمٰعیل نہیں کہتا بلکہ جس بیوی کی تم صحنک کرتی ہو اُس کے باپ نے منع کر دیا ہے کہ میری بیٹی کی صحنک نہ کرنا بڑھیا یہ سُن کر بولی جب بیوی کا باپ یہ کہتا ہے، کہ میری بیٹی کی صحنک نہ کیا کرو میں اس پر صدقے گئی آیندہ سے نہ کروں گی"[۱]

وعظ کا دور گلی کوچوں میں شاہراہوں پر اور مسترشدین کے گھروں میں چلنے لگا جامع مسجد کی سیڑھیاں تو مرکزی دار الارشاد تھا، جہاں روزانہ تذکیر ہوتی،

---

[۱] حیات طیبہ

تاثیر بیان کا یہ عالم کہ بڑے حضرت صاحب (مولانا عبدالعزیز محدث) فرمایا کرتے
"میری تقریر تو اسمٰعیل نے لے لی اور تحریر رشید الدین نے"[1]

مفتی صدرالدین خاں مرحوم وعظ کی درخواست اس طرح پیش کرتے کہ آیت کی تعیین بھی خود کر دیتے اور گھر سے مطالعہ کر کے شریک وعظ ہوتے اس پر بھی آپ کے وعظ کے تفسیری نکات مفتی صاحب کو تعجب میں ڈال دیتے

ایک مرتبہ آپ نے وعظ میں کسی رکوع کا بیان اس خوبی سے کیا کہ مولوی امام بخش صہبائی، مولوی عبداللہ خاں صاحب اور مفتی صاحب و دوسرے علما کے جو شریک جلسہ تھے، اس قدر متاثر ہوئے کہ ایک اور موقعہ پر دوبارہ اسی رکوع کے بیان کی فرمائش کی، آپ نے وہی رکوع پڑھا، مگر بیان و تفسیر بالکل دوسرا تھا جسے اس خوبی و فصاحت سے مشرح فرمایا کہ ہر مطلب اور نتیجہ اگرچہ نیا تھا مگر بیان کی صفت یہ تھی کہ سامعین پہلے روز سے زیادہ متاثر ہوئے اسی رکوع کی فرمائش ایک تیسرے موقع پر پھر کی گئی اس موقعہ پر پہلے دونوں موقعوں سے علیحدہ توضیح تھی اور حسن بیان نے اُسے اور بھی نکھار دیا

میاں ہدایت اللہ (مخنث) شہید رحمۃ اللہ کا واقعہ ہے

"مولانا صاحب ممدوح جامع مسجد کی سیڑھیوں پر گذری بازار میں کھڑے ہوئے وعظ بیان فرما رہے تھے اُس وقت ایک ہیجڑے کے نصیب جاگے تو وہ مہندی لگائے ہوئے اور ہاتھوں میں چوڑیاں کڑے اور پاؤں میں چھڑے اور سہانہ سرخ جوڑا پہنے ہوئے بغرض تفنن طبع مولوی صاحب کے نزدیک

---

[1] تواریخ عجیبہ

آ کھڑا ہوا اور وعظ سننے لگا جب اس کے دل پر کچھ اثر ہوا تو محو ہو کر آپ کے سامنے سیڑھی پر بیٹھ گیا آپ بھی اس کے رنگ ڈھنگ کو دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے اُس وقت آپ نے اُس کی زنانی ہیئت کی بُرائی پر مواخذہ الہٰی اور عذاب آخرت کا اس زور و شور سے بیان کیا کہ ہیجڑے پر وہ اثر ہوا، کہ اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے چوڑیاں توڑ ڈالیں اور زیور اُتار کر پھینک دیا، ہاتھ پاؤں سے مہندی کا رنگ چھڑانے کے لئے سیڑھیوں پر اس قدر رگڑتے کہ خون جاری ہو گیا، بعد اختتام وعظ کے تائب ہو کر آپ کے خادمین میں داخل ہو گیا، اور ساتھ ہی خراسان گیا" اور سکھوں کے ساتھ پہلی لڑائی (جنگ اکوڑہ) میں شہید ہوا، اس "عبداللہ یا ہدایت اللہ مخنث نے ۱۰ سکھوں کو قتل کر کے جام شہادت نوش فرمایا"[1]

نگاہِ ناز جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبیِ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

دہلی کی زنان بازاری کا واقعہ مشہور ہے، آپ مدرسہ رحیمیہ کے دروازہ پر تشریف فرما ہیں سامنے سے جوانی میں چور دریائے حسن میں ڈوبی ہوئی مہ جبین چہروں کو مستور ہوئے سجی ہوئی بہلوں پر سوار ہیں دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ مسلمان کسبی عورتیں ہیں، جو اپنی ہم پیشہ کے ہاں جشن نوروز میں شرکت کے لئے جا رہی ہیں، فرمایا کہ جب یہ مسلمان ہیں تو ہماری بہنیں ہیں کیا خداوند تعالیٰ ہم سے نہیں پوچھے گا کہ اس قدر مسلمان عورتیں بدکاری اور زناکاری میں گرفتار تھیں اور تم نے

---

[1] تواریخ عجیبہ ص ۹۹

اُن کو نصیحت نہیں کی، اس واسطے اب تو میں اُن کے مکان پر جا کر ان کو نصیحت کروں گا۔ دوستوں نے ہر چند منع کیا، کہ وضع داری کے خلاف ہے ایسے لوگوں کے گھروں پر جانا۔ مگر شوق کب مانتا تھا، شب کو فقیرانہ لباس پہن کر جا پہنچے دروازہ پر دستک دی" او اللہ والیو! او اللہ والیو!" خادمہ دوڑی آئی، تم کون ہو؟ فرمایا: "فقیر ہے صدا سنائے گا اور تماشا دکھائے گا" وہ اپنے ساتھ لے گئی، آپ نے مالکہ کو دریافت کیا، معلوم ہوا بالاخانے پر مہمانوں کے ساتھ جشن نوروز منا رہی ہیں، آپ وہیں تشریف لے گئے، ہر چند حال فقیرانہ تھا مگر دہلی کے اس بے تاج بادشاہ کو کون نہیں پہچانتا تھا، مسند پیش کر کے تمام عورتیں فرش پر بیٹھ گئیں، آپ نے جیب سے حمائل شریف نکالی، ابھی قرآن ہی پڑھ رہے تھے کہ سب کی سب ہوش و خرد کھو بیٹھیں، وعظ شروع ہوا پہلے نوائے دنیا کی بے ثباتی کا حال بیان فرمایا پھر عذاب قبر سے تخویف، اب قیامت کی سختیاں، اُن کے ساتھ زنا کی ہولناک سزاؤں کا ذکر فرمایا ایک سرے سے شورِ محشر بپا ہو گیا، جس کو توبہ کے ابر رحمت سے تسکین فرمائی، آخر میں نکاح کی فضیلت پر رغبت دلائی اہل مجلس دم بخود سرنگوں ہیں اردگرد کی تمام چھتیں تماشائیوں سے اٹی پڑی ہیں،" کہ آج میاں اسمٰعیل رنڈیوں کے ہاں وعظ کر رہے ہیں!

نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے ۲۹ رنڈیوں نے تو نکاح کر لئے اور جو عمر رسیدہ تھیں اُنہوں نے محنت مشقت سے بسر اوقات کرنا پسند کیا، کہتے ہیں کہ اس جشن کی مالکہ کوہستان میں غازیوں کے گھوڑوں کا دانہ پیسا کرتی

شبانہ روز وعظ و تذکیر کے یہ مشغلے ادھر مخالفین (دو مسلمان ہی) کی مخالفتیں گھاتیں، گھر بہ گھر سازشیں کوچہ بہ کوچہ ملانوں کی مفسدانہ وعظیں،

اتنے سامان ستم اور ایک جانِ عندلیب

صاحب[1] الافاضل علامہ فضل حق خیرآبادی سے مسئلہ

"اللہ رب العزت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سا دوسرا پیدا کرنے پر قادر ہے"

پر بحثیں ہو رہی ہیں فاضل خیرآبادی رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیدا کرنے پر خداوند ارض و سما کو غیر قادر بتاتے، جنہیں سیدنا اسمٰعیل نے اس آیت سے ہمیشہ کے لئے مہر بلب کر دیا

"اولیس الذی خلق السمٰوات والارض بقادر علیٰ ان یخلق مثلھم بلیٰ وھو الخلاق العلیم"

(ترجمہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہ ایسے ہی اور آسمان اور اسی قسم کی اور زمینیں پیدا نہیں کرسکتا کیوں نہیں اس قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے)

---

[1] مولانا فضل حق خیرآبادی عمری ماتریدی چشتی در سال ۱۲۱۲ ہجری پیدائش یافتہ شاگرد پدر خود مولوی فضل امام ،است حدیث از مولانا عبدالقادر دہلوی (شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم) اخذ کردہ و قرآن مجید در چہار ماہ یاد گرفتہ و فراغ علمی بعمر ۱۳ سالگی حاصل نمودہ مرید شاہ دہومن دہلوی بود در علم منطق و حکمت و فلسفہ و ادب و کلام و اصول و شعر فائق الاقران و استحضار یے فوق البیان داشت تلامش زاند بر چہار ہزار اشتعال خواہد بود از بلاد بعیدہ طلبۂ علوم آمدہ از و مستفید مے شدند بسال ۱۲۶۴ ہجری مؤلف ہمدان بمقام لکھنؤ بخدمتش رسیدہ دیدہ کہ رہین حقہ کشی و شطرنج بازی تلمیذے را سبق افق المبین میداد و مطالب کتاب را بہ متعلم باحسن بیان دلنشیں مے نمود تالیفات رائقہ دارد و انگریزاں او را بزمانۂ فساد ہند قید کردہ بجزیرہ رنگون فرستادند ہمدر آنجا بتاریخ ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ وفات یافتہ تصانیف............"

............"تذکرہ علمائے ہند فارسی ص $\frac{۱۶۴}{۱۶۵}$"

اس شکست کے بعد علامہ خیر آبادی خم ٹھونک کر میدان میں اتر آئے آپ (ممدوح) یوں بھی اس زمانہ میں دہلی کے "چراغ مسجد و محراب و منبر" بنے بیٹھے تھے، اس پر رزیڈنسی میں سررشتہ داری کے عہدہ کے مالک بھی تھے۔

خوبیٔ جسم نازنیں، رونق پیرہن ہوئی
اور بھی شوخ ہو گیا رنگ ترے لباس کا

صاحب الفاضل (خیر آبادی) جو علم و فضل میں ممتاز اقران و اماثل تھے وہ ایک نوجوان کی اس حد سے بڑھی ہوئی شہرت کہاں تک برداشت کر سکتے تھے

یہ وقت انگریز کے لئے بھی نازک سا تھا، کہ ابھی تک مغلیہ شاہنشاہی کے مہرے بساط مملکت پر حرکت کرتے نظر آ رہے تھے خطرہ تھا کہ بہادر مسلمان مذہب کے نام پر بادشاہ کی امداد پر تل جائیں، شاہ اسمٰعیل کے وعظوں نے صوفیوں کی توجہ کو اہل حلقہ کی طرف سے ہٹا کر اپنی طرف پھیر لیا تھا، مدرسوں میں آپ کے مختارات پر رد و قدح ہونے لگی عام لوگوں کے فرسودہ عقائد میں گونہ تزلزل پیدا ہو گیا ہر طرف ایک تہلکہ تھا۔ کہ میاں اسمٰعیل نے عام فضا کو مکدر کر رکھا ہے علامہ خیر آبادی کو موقعہ مل گیا، سیدنا اسمٰعیل کے وعظوں پر عوام کی یہ برہمی دیکھ کر ۱۰ سو مسلمانوں کی دستخطی درخواست لکھ کر رزیڈنٹ کی خدمت میں ان الفاظ کے ساتھ پیش کی۔

"حضور میں کئی بار عرض کر چکا ہوں آپ نے توجہ نہیں فرمائی، دیکھئے معاملہ طول پکڑتا جا رہا ہے کیا عجب کہ ذرا سی بے توجہی پر فوجی قوت کو بلود دفعہ کرنے کی ضرورت ہو، اس عرضی میں جس پر ۱۰ سو مسلمانوں کے دستخط ہیں

صرف مولوی اسمٰعیل کے وعظ کو روک دینے کی التجا کی گئی ہے، اب حضور کو اختیار ہے جو چاہیں جو کچھ اس میں کارروائی کریں۔[1]

صاحب بہادر کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے، وعظ کے متعلق امتناعی حکم جاری کر دیا، برق انداز نے آپ تک پہنچایا شہر میں کہرام مچ گیا، مخالف خوش اور معتقد ہراساں ہونے لگے دہلی کے روسا جو علماء (سو) کے نفس ناطقہ کا کام دے رہے تھے شاہ عبد العزیز صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے "آپ مولوی اسمٰعیل کو منع کر دیجئے وہ اس قسم کے وعظ نہ کہیں جن سے بعد میں ایسی ذلت ہو" مگر آپ نے سب کو ایک ہی جواب دیا "جب تک اسمٰعیل سے خلاف شریعت امر سرزد نہ ہو، میں اُسے کیونکر روک سکتا ہوں وہ کوئی فساد انگیز تقریر نہیں کرتا، کہ میں اس پر معترض ہوں[2]" اسی طرح ۴۰ روز تک وعظ بند رہا آخر سیدنا اسمٰعیل نے رزیڈنٹ کی طرف ایک خط لکھا، جس میں ۲۰ وجہیں ایسی لکھیں کہ اگر وعظ بند رہا، تو یہ یہ خرابیاں پیدا ہوں گی، رزیڈنٹ معاملہ کو سمجھ گئے، سابقہ حکم منسوخ کر کے وعظ کی تحریری اجازت کا حکمنامہ جاری ہوا

تبرکات کا واقعہ

مخالفین کی تدبیریں ابھی برسر کار رہیں شاہانِ مغلیہ کے (اصلی یا نقلی) تبرکات جو نسلاً بعد نسلٍ ان کے قبضے میں چلے آ رہے تھے، محمد شاہ کے عہد میں بدامنی کی وجہ سے قلعہ معلیٰ سے جامع مسجد میں منتقل کر دیئے گئے، اکبر شاہ ثانی کے زمانہ میں انہیں پھر قلعہ میں لایا گیا جنہیں تام پالکی میں رکھ کر

---

[1] حیات طیبہ ص ۴۷۔ [2] حیات طیبہ ص ۴۷۔

جامع مسجد سے لا رہے ہیں اور دیکھنے والے سرو قد تعظیم کے لئے کھڑے ہیں سیدنا اسمٰعیل اپنے حواریوں سمیت مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھے ہیں اور کسی قسم کی تعظیم نہیں دی، خدام نے دربار میں پالکی رکھتے ہی واویلا شروع کردیا، اکبر شاہ نے سبب پوچھا تو عرض گزار ہوئے کہ "میاں اسمٰعیل نے آج تبرکات کی توہین کر ڈالی بادشاہ سخت برہم ہوئے، مگر دہلی میں رزیڈنسی قائم ہو جانے سے اختیارات میں کمی آگئی تھی اپنی طرف سے کوئی حکم نافذ نہ کرسکے، جناب (سیدنا اسمٰعیل) کو بُلا بھیجا، آپ کے ہوا خواہوں نے جب یہ خبر سنی تو گھبرا گئے اور حضرت سے عرض کیا کہ رزیڈنٹ کو اطلاع کئے بغیر قلعہ میں جانا غیر مناسب ہے، مگر آپ نے کوئی مشورہ قبول نہ کیا، البتہ بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ اگر آپ یاد فرماتے ہیں تو مجھے اُن قیود سے معاف رکھا جائے جو دربار کا خاصہ ہے، اور اُس طریق کے خلاف ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں، بادشاہ نے منظور کرلیا، آپ تشریف لے گئے،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے تقدیم سلام کیا بادشاہ نے مسنون طریق کے موافق جواب دے کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے اپنے پاس تخت پر جگہ دی، گفتگو میں آپ کے خاندان کے علو مرتبت کی تعریف کرتے ہوئے کہا "میں نے آپ کی نسبت مختلف افواہیں سنی ہیں، جن کی تصدیق کے لئے آپ کو تکلیف دی ہے" پھر تبرکات کا واقعہ معرض ذکر میں لائے، اور کہا خدانخواستہ آپ کے خیالات ایسے ہو گئے ہوں کہ آپ رسول اللہ کی

نسبت توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے کو بُرا نہیں سمجھتے' جناب (حضرت محمد اسمٰعیل صاحب) نے پہلے کلمہ طیبہ پڑھا' اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب بیان کئے' ابھی یہ بیان جاری تھا کہ بادشاہ رونے لگے اور ہچکی بندھ گیئ' تسکین ہوئی تو کہا "جب رسول مقبول کی عزت آپ کی نظروں میں اس حد تک ہے تو گزشتہ جمعہ کو آپ نے تبرکات کو تعظیم کیوں نہیں دی' میرے خیال میں شاید یہ بات غلط ہو" فرمایا "بیشک میں نے تبرکات کی تعظیم نہیں کی کیونکہ میں انہیں تبرکات نہیں سمجھتا نہ ایسے تبرکات کی جو فرضی ہوں اسلام میں تعظیم کا حکم آیا ہے' اس سے اکبر بادشاہ اور بھی کبیدہ خاطر ہونے لگے' اور کہا افسوس کی بات ہے' کہ آپ تبرکات کی عزت نہیں کرتے' فرمایا صاحب! اگر یہ تبرکات ہی ہوتے تو آپ انکی زیارت کے لئے حاضر ہوتے نہ کہ وہ آپ کی زیارت کے لئے یہاں لائے جاتے' آخر اکبر بادشاہ خاموش ہو گئے اور معافی مانگی

بادشاہ ہاتھوں میں سونے کے کڑے پہن رہے تھے' آپ نے دیکھ کر فرمایا' رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لئے سونا حرام کر دیا ہے اس پر کچھ اور وضاحت فرمائی' اکبر شاہ نے کڑے اُتار کر نذر کے لئے پیش کئے' مگر آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا' کہ "ان کی رقم مساکین میں تقسیم کر دی جائے"[۵۱]

دہلی میں تبلیغ توحید کا سلسلہ جاری تھا' کہ ادھر پنجاب سے پے بہ پے مسلمانوں پر سکھوں کے مظالم کی خبریں آنے لگیں' آپ سے ضبط نہ ہو سکا

۵۱ حیات طیبہ

ایک روز شاگردوں سے کہہ بیٹھے کہ ہم سکھوں کے ان مظالم کی تحقیق کے لئے خود پنجاب جانا چاہتے ہیں یہ سن کر سب شاگرد مشایعت کے لئے طیار ہو گئے، آپ نے منع کیا، چند روز توقف فرمایا، پھر کسی کو خبر کئے بغیر سپاہیانہ لباس پہن کر دہلی سے نکلے، پہلے انبالہ پہنچے، یہاں سے امرتسر آئے، جو ان مظالم کا سرچشمہ تھا، برای العین دیکھا کہ مسلمانوں کو صرف دین کی وجہ سے تختۂ ظلم بنا رکھا ہے اذان کی آواز تک سننے میں نہیں آتی، اگر نماز بھی مسجدوں کے دروازے بند کئے بغیر ادا کی جاتی ہے تو سکھ سورما مسجد میں گھس کر نمازیوں کو مار پیٹ کرنے کے ساتھ قرآن مجید کی بے ادبی سے دل کا غصہ کم کرتے ہیں، دیہات کے مسلمانوں سے اللہ اکبر کی بجائے واہگورو کہلایا جاتا ہے، اور خود مسلمانوں کا یہ حال کہ توحید کی خوشبو تک سے معرا اور مشرکانہ رسموں میں ملوث ہیں

لاہور کی طرف بڑھے تو اسی زمانہ میں جہانگیر کا مقبرہ ویران کیا جا چکا تھا جس کے قیمتی پتھر سکھ سورما اکھاڑ کر امرتسر "دربار" کے واسطے لے آئے تھے اور یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا مبارک عہد تھا جن کی دار السلطنت لاہور میں تھی، کہا جاتا ہے کہ انہیں واقعات کا علم نہ تھا، ایسا کیوں ہونے لگا، وہ بادشاہ ہی کیا جسے رعایا کے باہمی سلوک کی اطلاع ہو آپ نے ۲ سال پنجاب میں گزارے، آپ کی غیر حاضری میں دہلی کا یہ حال، کہ گھر گھر اسمٰعیل کی عدم موجودگی کے چرچے ہیں ایک دوسرے سے پتہ پوچھا جاتا ہے لوگ شاہ عبدالعزیز صاحب تک سے دریافت کرتے ہیں مگر اسمٰعیل ان سے

کہ جاتے تو بات بھی بھی، آپ لاعلمی ظاہر فرماتے ہیں، حساد آپ پر الزام لگانے میں نہیں چوکتے، آخر لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے کہیں مار دیے گئے، شدہ شدہ یہ خیال بصورت یقین تبدیل ہونے لگا آخر یہ ہوائی اُڑی کہ اسمٰعیل واقعی مارے گئے دینا بیگ خاں (کہ آپ کے حریف دینی تھے) نے اس خوشی میں شیرینی تقسیم کی، مولانا فضل حق خیرآبادی کو جو اس وقت رام پور میں تشریف فرما تھے اطلاع پہنچی کہ آپ کا حریف مارا گیا، اب تو دہلی تشریف لے آئیے، مگر اسی دوران میں شاہ اسمٰعیل صاحب اچانک دہلی آپہنچے اب ہوا خواہوں کی خوشی اور دشمنوں کی بد دلی کا کیا ذکر

واقعہ ورود السید احمد بریلوی

اسی زمانہ میں حضرت السید احمد بریلوی دوسری مرتبہ دہلی تشریف لائے سکھوں کے مظالم سے آپ بھی آشنا ہو چکے تھے، مسلمانوں کی دینی زبوں حالی آشکارا تھی جن کی وجہ سے ارشاد و جہاد کی باقاعدہ طرح ڈالنے کا خیال دل میں تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث کے پاس قیام فرمایا جو سید صاحب کی جلوت و خلوت دونوں کے رنگ دیکھ چکے تھے، شاہ صاحب نے مولانا عبدالحی کو اشارہ کیا اور آپ سید صاحب سے نماز حضوری کا طریقہ پوچھ بیٹھے، سید صاحب کا بیان! جن سے مولوی محمد اشرف لکھنوی آیۃ "وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین" کے معنی پوچھنے آئے اور ربقہ بیعت گردن میں لے کر لوٹے مولانا عبدالحی نے اس موقعہ پر ۲ رکعت نماز بھی سید صاحب کے اقتدا میں پڑھی اور یہ تمام ماجرا سید نا محمد اسمٰعیل کے آگے کہہ دیا، یہ بھی

کشاں کشاں سید صاحب کے دربار میں پہنچے وہیں ۲ رکعت نماز آپ نے بھی سید صاحب کے اقتدا میں پڑھی اور ہوش وخرد دے بیٹھے شہر دہلی میں جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ میاں اسمٰعیل اور مولوی عبدالحی نے ایک نوجوان سید کی بیعت کرلی ہو تو تمام شہر سید صاحب کو دیکھنے کے لئے اُمڈ آیا. کہ ان ہر ۲ صاحبوں نے جس کو اپنا امام تسلیم کرلیا ہو، وہ کیسا انسان ہو

مبایعین میں تمام ولی اللہی خاندان بشمول حضرت شاہ عبدالغنی صاحب و مولانا محمد مخصوص اللہ تھا، اور ان حضرات کے مسترشد بھی، یہاں یہ بیان کردینا ضروری ہو کہ سید صاحب کا یہ سلسلہ بیعت شاہ عبدالعزیز صاحب ہی سے شروع ہوتا ہو، کہ شاہ صاحب ممدوح بنفسہ سکھوں کے مظالم کی وجہ سے اُن کے ساتھ جہاد کے متمنی تھے (جیسا کہ آپ کے حالات میں مذکور ہو) مگر ضعف پیری اور کف البصر کے ہاتھوں بے بس تھے، چنانچہ جب سید صاحب دہلی سے باہر بیعت کے لئے دورہ کو نکلے تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنا سیاہ عمامہ اور سفید قبا دست مبارک سے سید صاحب کو پہنا کر رخصت کیا

پس اول آپ قصبہ پھلت (ضلع مظفرنگر) تشریف لے گئے یہاں مولانا محمد یوسف نبیرہ شاہ اہل اللہ (برادر شاہ ولی اللہ) نے بیعت کی، وہاں سے مظفرنگر، لوہاری، گڑھ مکتیسر، رام پور، بریلی، شاہ جہاں پور، لکھنؤ، اور کول (علی گڑھ) ہوتے ہوئے بنارس و بہار وغیرہ پر علم جہاد لہرایا، اس جہاد و تحریض میں بیشک صاحب لواجناب السید احمد کھتے،

مگر مشیر خاص و معتمد سیدنا محمد اسمٰعیل تھے، تمام انصرام آپ کے ذمہ تھا معترضین سے آپ ہی گفتگو کرتے، چنانچہ لکھنؤ کے شیعی علماء سے جو مناظرہ ہوا اس میں بھی ادھر سے آپ مناظر تھے

مزید اسباب جہاد

رام پور کے زمانہ قیام میں ایک لایتی طالب علم سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے، کہ "ہم اپنے اثنائے راہ ملک پنجاب میں ایک کنوئیں پر پانی پینے گئے تھے ہم نے دیکھا کہ چند سکھنیاں یعنی سکھوں کی عورتیں اس کنوئیں پر پانی بھر رہی ہیں ہم لوگ دیسی زبان نہیں جانتے تھے ہم نے اپنے موہنوں پر ہاتھ رکھ کر ان کو اشارے سے بتلایا کہ ہم پیاسے ہیں ہم کو پانی پلاؤ، تب اُن عورتوں نے ادھر اُدھر دیکھ کر پشتو زبان میں ہم سے کہا کہ ہم مسلمان افغان زادیاں فلانے ملک و بستی کی رہنے والی ہیں یہ سکھ لوگ ہم کو زبردستی پکڑ لائے اور سکھنیاں بنا کر اپنی جوروئیں کر لیا ہے یہ سُن کر ہم کو بہت رنج ہوا کہ مسلمان عورتیں جبراً اس طرح سے کافر بنائی جاتی ہیں، اے سید صاحب آپ ولی اللہ ہو، کچھ ایسا فکر کرو کہ اُن کو اس کفر سے نجات ملے، تب سید صاحب نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں عنقریب سکھوں پر جہاد کروں گا"[1]

جب ہندوستان کا یہ دورہ تحریض و تحریص علی الجہاد ختم ہو چکا تو جہاد کے لئے نفیر عام ہوا غازیان اسلام سید صاحب کی قیادت میں

---

[1] تاریخ عجیبہ ص ۲۴

راہ خدا میں کفن بکف ہو کر نکلے، لشکر کے آگے آگے جناب السید احمد گھوڑے پر سوار ہیں ایک رکاب جناب شہید تھامے ہیں دوسری پر شاہ عبدالحی کا ہاتھ ہے پیچھے ہزاروں غازی سوار و پیدل مسلمان بھائیوں کو سکھوں کے دست تظلم سے رہا کرانے کے لئے سروں سے کفن باندھ کر جا رہے ہیں

مجاہدین دہلی سے تھانیسر پہنچے یہاں سے لاہور کا راستہ چھوڑ کر مالیر کوٹلہ وہاں سے ملوٹ، حیدر آباد، شکار پور (سندھ) جاگن اور خان گڑھ میں احیائے تحریک کرتے ہوئے حدود افغانستان میں داخل ہوئے قندہار کے مسلمانوں کو احکام جہاد سنائے، ان میں سے اکثر ہمراہ ہوئے، کابل میں ورود مسعود ہوا جہاں پہلے صاحب ولایت مولانا ولایت علی صادقپوری سفارت پر ہو آئے تھے، سیدنا محمد اسمٰعیل کے وعظ ہوئے علمائے شہر ملاقات کے لئے آئے اور ایک جم غفیر سر کٹانے کے شوق میں یہاں سے بھی ساتھ ہو لیا

آخر الامر لشکر اسلام سرزمین جور و ستم یعنی کوہستان سرحد پر پہنچا، جو سکھوں کا منبع ظلم تھا، اور پہلا قیام نوشہرہ میں فرمایا

لاہور سے جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ان دنوں دار الحکومت تھا، متواتر ان کے سپہ سالار کے پاس مجاہدین کی خبریں آ رہی تھیں جن کی وجہ سے یہ لوگ (سکھ) حالات سے بے خبر نہ تھے

نوشہرہ میں قیام کرتے ہی امیر المومنین (السید احمد) نے دربار لاہور کی طرف (مسنون طریق پر فارسی میں) خط لکھا جس کا مفاد یہ ہے کہ

اگر آپ مسلمانوں سے ظلم کا ہاتھ روک لیں تو ہمارا آپ سے کوئی تنازعہ نہیں اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر فیصلہ تلوار کرے گی

مہاراجہ رنجیت سنگھ اس پیغام کو خاطر میں کیوں لاتے، اپنے سالار لشکر سردار بدھ سنگھ کو حکم دیا کہ ان (مجاہدین) سے جیسے بھی ہو سکے نبٹ لو، پہلی جنگ مقام اکوڑہ پر ہوئی، جس میں ۳۷ مجاہدین شہید اور ۳۰ زخمی ہوئے، سکھوں کے ... لشکری کھیت رہے، سردار بدھ سنگھ کے پاؤں اکھڑ گئے اور لاہور کی طرف بھاگ نکلا، مگر جب قلعہ اٹک پر پہنچا تو محافظ دستہ نے غیرت دلائی جس سے وہ پھر واپس لوٹ گیا،

دوسری لڑائی (مقام) حضرو پر ہوئی، اس میں بھی مجاہدین فتحیاب ہوئے، تیسری دریائے اباسین کے کنارے پر یہاں بھی افواج محمدی کو غلبہ ہوا، چوتھی جنگ (مقام) سیدو بی پر ہوئی، مگر یہاں شیعی عنصر جو صرف غداری کے لئے شریک کارزار تھا، مجاہدین کی ہزیمت کا سبب ہوا، پانچویں لڑائی (مقام) ڈمگلہ پر ہوئی یہاں انہی اصحاب طاہرین نے امیرالمومنین کو زہر کھلا دیا، جس سے جان تو بچ گئی، مگر اس افراتفری میں فتح شکست سے بدل گئی، مجاہدین نے ساتواں حملہ (مقام) پکھلی کی گڑھی پر کیا، اور کامیاب ہوئے، آخر ۱۱ ویں حملہ کے بعد پشاور پر مجاہدین کا قبضہ تھا، جس پر اب علم اسلام لہرا رہا ہے، اپنی پولیس و محکمہ مال کا انصرام کر دیا گیا ہے، احکام جاری ہو رہے ہیں، عشر و خمس کی تحصیل کا بندوبست ہو چکا ہے کہ سکھوں نے پٹھانوں کو بہکانا شروع کر دیا اور وہ اپنے ہی نجات

ہندوؤں کے قتل پر آمادہ ہوگئے، اسی دوران میں سکھوں نے (مقام) بالاکوٹ
سے حملے کی طیاریاں شروع کیں، حملہ آور پہاڑ پر تھے اور مجاہدین دامن کوہ
میں ظاہر ہے کہ نیچے کی فوجیں اوپر والوں سے کہاں تک عہدہ برآ ہوسکتی
ہیں ہر چند مجاہدین نے داد شجاعت دینے میں کوئی کمی نہ رکھی مگر تقدیر
بروئے کار آگئی، کہ اچانک امیر المومنین السید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے
شہادت پائی، سیدنا محمد اسمٰعیل شہید ہوئے اور بہت سے مجاہدین۔
بقیۃ السیف منتشر ہوگئے، اور اسی روز سے اصلاح و تجدید کا وہ شیرازہ
جو بڑی مصیبتوں کے بعد منضبط ہونے کو تھا، یوں منتشر ہوگیا، کہ گویا

ظہور صبح نے سب کا رفانہ کر دیا ابتر
فروغ شمع کا، پروانہ کا، ارباب محفل کا

بقیۃ السیف مجاہدین میں سے کچھ واپس وطن لوٹ آئے، جن میں سے ایک
بڑی جماعت ریاست ٹونک میں آباد ہوگئی (اور محلہ قافلہ انہیں کے نام
سے موسوم ہے) کچھ وہیں (آزاد علاقہ) میں بیٹھ گئے، جن کا سلسلہ ابھی
تک جاری ہے پہلے یہ لوگ ایک ہی مقام پر رہتے تھے، مگر اب ۲ حصوں میں
تقسیم ہوگئے ہیں، اور علیحدہ علیحدہ مقامات پر ایک دوسرے سے دور۔
رہتے ہیں، باہم اختلاف بھی ہے، جیسا کہ ہمارے ہاں کے اخباروں میں
ذکر رہا آتا ہے

سکھ سردار راجہ شیر سنگھ نے مجاہدین کی لاشوں کے ڈھیر سے
حضرت السید احمد امیر المومنین کی نعش مبارک تلاش کرائی، آپ کا جنازہ

اعزاز و تکریم سے اُٹھوایا، سردار نے خود مٹا یعت کی اور اپنے سامنے لحد میں اُتروایا،

حضرت سیدنا محمد اسمٰعیل بھی اسی مقام (بالاکوٹ) میں مدفون ہوئے یہ واقعہ ہائلہ ۲۴ ر ذیقعد ۱۲۴۶ھ کا ہے اور دن جمعۃ المبارک

ان حضرات کی قبریں اب بھی مرجع انام ہیں اور کوہستانی مسلمانوں کا یہ بھی کرم ہے، کہ ان کا ذکر خیر و خوبی کے ساتھ کرتے ہیں۔

تصانیف

سیدنا شاہ محمد اسمٰعیل شہید کی شانِ جلالی کا خونی افسانہ اس کے تکملۂ فوز بہ شہادت کے ساتھ سُن لیا، اب آپ کے رنگ جمالی کی داستان میں حصہ لیجئے جس کا ایک ایک حرف اپنے دامن میں ہزار اور ہزار افسانہ ہائے جہاد و قصہ ہائے شہادت چھپائے ہوئے ہے

آپ کی تصانیف کمیت میں تھوڑی سہی، مگر کیفیت میں ! الشیخ الکل میاں صاحب ! سید نذیر حسین محدث فرماتے ہیں :۔

"میں ان دونوں دادا پوتوں کا قائل ہوں جو صرف قرآن و حدیث سے استنباط مسائل کرتے ہیں اور اپنی رائے پر اعتماد رکھتے ہیں زید و عمرو کسی مصنف یا عالم کی پیروی نہیں کرتے ان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ فیضان الٰہی جوش مار رہا ہے"

الحیاۃ بعد المماۃ ۱۹۶

یہ تقویۃ الایمان ہے جس کے ابواب توحید و فصول اتباع سنت نے

بے شمار انسانوں کو پرستار خدائے واحد اور متبع سنت نبی خیر الوریٰ بنا دیا، جس کے سادہ الفاظ اور اعلیٰ معانی نے عاملین بالحدیث و عاملانِ تقلید سب کو اپنا گرویدہ کر رکھا ہے کہ ان میں سے ہر ایک تقویۃ الایمان کو اپنا سمجھے بیٹھا ہے اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ مذہبی کتابوں میں سب سے زیادہ اشاعت ہندوستان میں اسی کتاب کو نصیب ہوئی، اور جماعت اہلحدیث کے مخیر اصحاب تو ہزاروں کی تعداد میں اسے مفت تقسیم کرتے رہتے ہیں جیسا کہ کئی سال سے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس اور جماعت اہل حدیث کے مشہور مخیر جناب حافظ حمید اللہ صاحب سوداگر (دہلی) اور میاں عطاء الرحمٰن صاحب مالک دار الحدیث رحمانیہ کا شعار ہے

تقویۃ الایمان ہی (گویا) نظم میں بصورت "مثنوی سلک نور،، اپنے توحیدی نغموں سے بندگانِ خدا کو مسحور کیے ہوئے ہے "یک روزی" ہے جو مسئلہ "امکان نظیر" پر صاحب الفاضل خیر آبادی (مولانا فضل حق) کے چند اعتراضات کا جواب ہے جسے جناب شہید نے ایک روز میں قلمبند فرما کر صاحب معترض کی خدمت میں بھیج دیا اور اس مناسبت سے اس کا نام "یک روزی" رکھا، "تحقیقات" اور "صراط مستقیم" تصوف میں ہیں، مگر مروجہ تصوف کی اصلاح کے ساتھ "ایضاح الحق الصریح لاحکام المیت والضریح" اپنے عنوان ہی سے ظاہر ہے "رسالہ اصول فقہ" (عربی) اصولات دین پر درسی نصاب کے طرز پر ہے "منصب امامت" (فارسی میں) مسئلہ امامت کبریٰ و امامت صغریٰ کی توضیح و احکامات پر اور "تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین"

(عربی) اثبات رفع الیدین پر

اصول فقہ:

مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی صفحات ۳۶ (۱۸۹۵ء) میں طبع ہو چکا ہے، اس میں مسائل فقہ گونہ ایجاز و اختصار کے ساتھ اس طرح جمع فرمائے ہیں جن سے بلا مبالغہ تشبیہ کہا جا سکتا ہے کہ دریا کوزہ میں بند کر دیا ہے، اور اپنے ان صفات کے اعتبار سے "اصول شاشی" "منار" اور "حسامی" کے متون سے زیادہ مفید و انفع ہے یہی وجہ ہے کہ بعض مدارس عربیہ میں بطور نصاب داخل ہے (مثلاً مدرسہ محمدیہ عربیہ گوجرانوالہ وغیرہ میں)، بعض مقامات کی بحثیں نقل کی جاتی ہیں، مثلاً

فصل = المبادی الکلامیہ

"لا حاکم الا اللہ، الا لہ الخلق والامر ولیس بشی من المخلوقات کالعقل وغیرہ ان یثبت شیأ من الاحکام"

(ترجمہ)

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاکم نہیں آگاہ ہو کہ اختیار خلق و اجرائے حکم اسی کے لئے خاص ہے، مخلوق میں کوئی چیز حتیٰ کہ عقل وغیرہ بھی احکام میں سے کوئی حکم اپنے لئے ثابت نہیں کر سکتی"

کتنی خوبی سے ثابت کر دیا کہ عقل بھی کسی شے کو حرام یا حلال نہیں کر سکتی اس سے مراد یہ ہے کہ منصب احکام صرف شرع کو حاصل ہے اس فصل میں حسن و قبح عقلی پر بھی بحث کی ہے فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے وہ حکم بصورت ایجاب ہو یا بشکل استحباب وہ چیزیں واقعہ میں ضرور مفید ہیں خواہ ان کی یہ خوبی بالقوہ ہو خواہ بالفعل (یعنی کسی خارجی صفت کی وجہ سے)"

"اسی طرح پر ہر چیز کہ اللہ تعالیٰ اُس سے منع فرماتا ہے وہ بُری ہے پس امر و نہی سے پہلے تمام افعال نفس الامر میں حسن و قبح کے ساتھ متصف ہیں شارع نے ان دونوں امروں کی رعایت فرماتے ہوئے امر و نہی کے احکام جاری فرمائے اور چونکہ عقل کبھی امر و نہی سے پہلے ان امور کے حسن و قبح کو دریافت کرلیتی ہے اس لحاظ سے اس کا نام عقل رکھا گیا ہے ورنہ شرع وارد ہونے سے پہلے وہ امور نہ تو مامور تھے نہ منہی عنہ یعنی حسن و قبح کا امتیاز اللہ تعالیٰ کی حکمت میں ہے ہمارے حق میں نہیں"

"اور شرع کے تمام احکام مستند ہیں کسی دوسرے کی طرف سے نہیں، نتیجہ یہ نکلا کہ عقل کسی شے کو اچھا یا بُرا سمجھ کر فرض کرسکتی ہے نہ حرام کرسکتی ہے"

اصول فقہ مترجماً

اور فرماتے ہیں :۔

"ولا یجوز صرف الکتاب من ظاہرہ بمجرد القیاس وان کان صحیحاً لا تخصیصاً ولا تقلیداً ولا احملاً علی المجاز الغیر المتعارف"

(ترجمہ)

"کتاب اللہ کو اس کے ظاہر معنی سے محض قیاس کی بنا پر پھیر لینا ناجائز ہے اگرچہ قیاس صحیح کیوں نہ ہو نہ اس کی تخصیص ہوسکتی ہے نہ تقیید نہ فرمان الٰہی غیر متعارف مجاز کی طرف

لوٹایا جاسکتا ہے"

اور یہ جو احادیث متواتر کے بارہ میں مشہور ہے کہ وہ نہایت قلیل ہیں، اس کے متعلق (ص ۱۰۱ پر) ایک فیصلہ کن بحث کے بعد فرماتے ہیں، کہ

"متواتر یا تو متواتر بالتعامل ہے یا متواتر بالروایۃ"

"متواتر بالتعامل جیسے اصول عبادات ومعاملات واخلاق، نماز، روزہ، وترتیب قرآن وغیرہ) اور یہ بہت کثیر ہیں"

"اور متواتر بالروایۃ کی ۲ قسمیں ہیں (ا) متواتر بالمعنی (ب) متواتر باللفظ، متواتر بالمعنی تو بہت ہی زیادہ ہیں، البتہ متواتر باللفظ کم ہیں"

(اصول فقہ مترجماً)

سنت کی فصل میں فرماتے ہیں:۔

"السنۃ المتواترۃ باقسامہا الثلثۃ وکذا المشہورۃ مثل الکتاب فی اثبات الاحکام"

(ترجمہ)

"سنت متواترہ اپنی ہر سہ اقسام کے ساتھ اثبات احکام میں کتاب اللہ کے مثل ہے"

تقلید پر؟

"ولیس لمسلم ان یقلد احداً فیما حصل لہ بالاجتہاد اختیاریا کان او اضطراریاً"

(ترجمہ کسی مسلمان کا حق نہیں، کہ اُن مسائل میں جو اسے اپنے اجتہاد سے

میں ہو سکیں کسی غیر کی تقلید کرے وہ تقلید اختیاری ہو یا اضطراری "

یہ تو تقلید حرام کی قسم سے ہے اور تقلید حلال کی تشریح یوں فرمائی :-

"تقلید واجب نہیں ولیکن اگر کسی کو ایسا واقعہ پیش آجائے کہ خود اسے بھی اطمینان نہ ہو، تو پھر اُسے جو بھی ثقہ شخص ملجائے اس سے مسئلہ دریافت کرے یہی کافی ہے مگر کسی معین شخص کی تقلید واجب نہیں "

(اصول فقہ مترجماً)

منصب امامت؟

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مسئلہ امامت کی بحث پر ہے جس پر عوام تو کیا علمائے فحول تک متوجہ نہ ہو سکے، اس کتاب میں صاحب مصنف نے مختلف حیثیتوں سے مسئلہ زیر بحث پر نظر ڈالی ہے، اور تقسیم عنوان ابواب فصول کی بجائے لفظ تنبیہ سے فرمائی ہے

پہلی تنبیہ میں انبیائے کرام (علیہم السلام) کے بعض ایسے کمالات کا ذکر ہے جن کو معنی امامت میں دخل (حقیقی) ہے، پھر ان کمالات کو ۵ قسموں میں منحصر کیا، وجاہت ولایت بعثت ہدایت سیاست ان میں سے وجاہت کے تین شعبے قرار دئیے یعنی

محبوبیت بہ نسبت رب العالمین عزت در ملائکہ مقربین وساطت فیض بہ نسبت عباد الصالحین

دوسری تنبیہ حقیقت ولایت کی تشریح میں اور اس کے بھی ۳ شعبے قائم فرمائے

یعنی معاملات صادقہ مقامات کاملہ اخلاق فاضلہ

تیسری تنبیہ حقیقت بعثت پر مشتمل ہے چوتھی حقیقت ہدایت پر، اور اسی میں انبیا کے طریق ہدایت کو ۵ شعبوں پر منقسم کیا یعنی

نزول برکت، عقد ہمت، فیض صحبت، خرق عادت، اظہار دعوت

۵ ویں میں سیاست کا ذکر اور اس کی تقسیم ایمانی و سلطانی، پھر سیاست کی ۴ قسمیں یعنی

سیاست مدنی افعالی سیاست مدنی اقوالی، سیاست ملی افعالی سیاست ملی اقوالی، اور سیاست کے بھی ۵ اصول مقرر فرمائے یعنی

فراست امامت عدالت حفاظت نظامت

اسی طرح (ص ۱۷پر) امامت حکیمہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے انہیں ۴ قسموں پر منحصر فرمایا یعنی

سلطنت عادلہ سلطنت کاملہ سلطنت ناقصہ سلطنت جابرہ

اور ان کے خاتمہ پر فرماتے ہیں :۔

"باید دانست کہ مراد از لفظ امام دریں کتاب مطلق مفہوم امام نیست بلکہ ہماں امام ست کہ تعلق بسیاست دارد بس اصحاب امامت خفیہ مثل ابدال و قطب و ارباب امامت باطنہ محضہ مثل مبعوثین برائے ہدایت و ارشاد از بحث ایں کتاب خارج اند و ذکر ایشاں محض بنا بر طریق تیمن و تبرک در صدر ایں قسم واقع گردیدہ، پس مراد از امام صاحب سیاست ست نہ خاص خلیفہ راشد کہ آں بحث باب اکسیر اعظم ست بنا در انوجو

دکہ بیت احمر در اکثر الزمان مفقود نہ مطلق سیاست بحدیکہ ہر فاسق
بدکار در رو داخل باشد و ہر ظالم ستمگار در و شامل و ہر خونخوار عنید
در و مندرج باشد و ہر جبار مرید باو ممتزج و ہر مفسل بدآئین باد
موصوف و ہر ملحد بے دین باو معروف چہ مضرت ایں سلاطین بہ نسبت
دین و ملت بغایت از یدست از منفعت ایشاں و موافقت ایں
خواقین بہ نسبت اکابر امت نہایت ابعد است از مخالفت ایشاں
بلکہ مراد از لفظ امام دریں مقام صاحب دعوت است یعنی کسیکہ علم جہاد
بر اعدائے دین بر افراختہ باشد و اجتماع کافہ مسلمین دریں مقدمہ
درخواستہ و بر اعانت شرع مبین کمر بستہ باشد و بر مسند دین
نشستہ و از مذہبے غیر مذہب و ملت نگرفتہ باشد و مشربے غیر مشرب
سنت نہ بر بستہ در عدالت و سیاست آئین غیر آئین نبوی نہ ساختہ
باشد و قانونے غیر قوانین مصطفوی نہ پرداختہ و در باب مصالحت و
منازعت نہجے غیر از مخالفت و موافقت دین اظہار نہ کردہ باشد و در سیاست
و عدالت طریقے غیر احکام ملت و آثار سنت نمودہ پس ہموں ست
صاحب دعوت"

منصب امامت ص ۹۹

اس کے بعد صاحب دعوت کی تفصیل فرما کر خاتمہ بحث میں فرماتے ہیں:۔

"پس باید دانست کہ مقصود از نصب امام حفظ احکام ملت ست
و نظم اجتماع چنانچہ ملا علی قاری در شرح فقہ اکبر فرمودہ (عبارت شرح فقہ اکبر)

پس سلطان جابر وقتیکہ فسق وظلم او بحدے رسیدہ باشد کہ ایں منفعت مذکورہ بر سیاست او مترتب نگردد بلکہ مضرت از وملت وامت رسد مثل ظہور قبائح وشیوع فواحش ومداہنت در دین وغلبہ مفسدین وترک جمعہ واعیاد بلکہ ترک اصل صلوات وامثال ذلک پس دریں صورت لابد از امامت خود معزول خواہد گردید یا مستحق عزل خواہد شد فاما اگر ایں غرض متحقق ومترتب است گو کہ در معاملات خاصہ خود فاسق باشد پس حکم بانعزال او ہرگز متوجہ نیست چہ کلام دریں مقام در امامت سیاست نہ در امامت باطنہ"

آخر میں فرماتے ہیں:۔

"اینست انچہ از بیان حقیقت امامت وذکر اقسام آں دریں باب بتائید رب الارباب بر منصہ ظہور رسید وعنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ احکام امام در ابواب آیندہ بالاستیعاب مذکور خواہد گردید وانہ یہدی من یشاء الی سواء السبیل فہو حسبی ونعم الوکیل"

عبقات:

عبقات علم تصوف کی کتاب ہے جس میں بہت سے مسائل علم کلام کے بھی آگئے ہیں خوبی یہ ہے کہ کلام وتصوف کے مسائل کو بدیہات و مسلمات کی روشنی میں کتاب وسنت کے مطابق حل کیا ہے اور نہایت دقت نظر سے ان کو طے کیا گیا ہے، اس کتاب میں ایک مقدمہ چار اشارے اور ایک خاتمہ ہے مقدمہ میں ۴ عبقات ہیں عبقہ اولیٰ میں علم کے اسباب و ذرائع بتائے

عبقہ ثانیہ میں یہ بتایا ہے کہ علم نقلی نظریات سے ہی موجودہ حالت میں نظری علم معتدبہ کے اسباب ۳ ہیں تعقل، نقل، کشف، ان میں سے ہر ایک میں خلل واقع ہو سکتا ہے لیکن جب خلل سے ہر ایک پاک ہو تو ان میں باہم تناقض نہیں ہوتا، عبقہ ثالثہ میں اس بات کی تردید ہے کہ نقل مفید یقین نہیں ہوتی، فرماتے ہیں :-

"قد تفوہ بعض من لم یرزق الفہم بامر فظیع ان النقل لا یفید العلم القطعی" (عبقات) ص ۶ -

(ترجمہ)

"بعض ایسے لوگوں نے جن کو سمجھ نہیں عطا کی گئی ہے ایک بہت بڑی بات کہی ہے کہ نقل علم قطعی یقینی کو مفید نہیں

عبقات ص ۵

عبقہ رابعہ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ الہام سے بھی یقین حاصل ہوتا ہے، مقدمہ کے بعد کتاب کے عنوانات "اشارۃ" کے لفظ سے شروع ہوتے ہیں پہلے اشارہ میں ۳۴ عبقات ہیں اور ایک خاتمہ آخر میں تنزل وجود حقیقی کے مراتب کا بیان ہے اور فرماتے ہیں :-

"قد ظہر ان مراتب التحقق ستۃ التحقق نفسہ بشرط لا وھو الاہوت وسماہ الامام الربانی بہ لا یقین" ص ۴۳

(ترجمہ)

یہ بات ظاہر ہے کہ تحقیق کے ۶ مرتبے ہیں تحقیق نفس بشرط لا اور یہی لاہوت ہے

اور اس کا نام امام ربانی نے لا یقین رکھا ہے"

(ص ۵۴)

اس کے خاتمہ میں صفات کے متعلق بہت مفید بحث ہے۔
دوسرے "اشارہ" میں ۵۶ صفحے اور ایک خاتمہ ہے جس میں تجلیات کی بحث علمائے ادیان کے لئے "قابل دید ہے" فرماتے ہیں۔

"المؤولون الكلام الانبياء بل سائر الدعاة الى التجليات الى على اطلاق المشتقات واسناد الافعال الى الرب تبارك و تعالى بناء على قيام مناشيها بالتجليات على صنفين صنف قائلون بتحقق المناشي في نفس الامر الا انهم يحكمون التجوز في اطلاق المشتق وذلك لعدم اكتفاءهم باضمحلال التجلي في المتجلي وكونه شرطا لثبوت الاحكام وصدق المشتقات لا مثبتا له و مصداقا لها وصنف آخر هم الاكثرون يجحدون بمعنى التجلي فينكرون تحقق المناشي في نفس الامر قائلين بانه مجاز محض وتصوب للمعقول بالمحسوس ولا يخفى انه تصوير بعيد مبني على علائق خفية ضعيفة لا يليق بناء المجاز عليها عند احد من اهل اللسان والعجب ان ارباب الشرائع صلوات الله عليهم لم ينصبوا قرينة على صرف الكلام عن الظاهر ولم يذكروا مدة عمرهم قط عند احد من اتباعهم المختصين والمخلصين لا في السر ولا في الاعلان ان ظاهر هذا الكلام ليس بمراد بل لم يتكلموا

بالحقیقة قط من ان الرب تبارک وتعالی منزه عن ما نسند الیه کیف ولم یثبت حدیث صحیح ولا ضعیف یطابق ما یدعیه ہؤلاء من نفی امثال تلک الاحکام عنہ ذکرہ سبحانہ ینسبون الاضلال الی ارباب التشریع نعوذ باللہ من ذلک بل یتجرؤا الی الاعتراض علیہ تبارک وتعالیٰ بانہ اختار لھدایۃ الناس رجالا لم یکشفوا لھم قط عما ہو العمدۃ من ابواب الھدایۃ وہو الالٰہیات بل علّموہم ما لا یطابق الواقع اصلا سبحانک ہذا بہتان عظیم، فاولئک قد خلعوا ربقۃ الشریعۃ من عنقھم فلیسوا من اہل السنۃ فی شیٔ وان یسم بعضھم نفسہ بہ بل اہل السنۃ فی الحقیقۃ ہم الصحابۃ واتباعھم فلسنا ننکص علی اعقابنا بعد اذ سمعنا ان الرحمٰن علی العرش استوی وانہ ینزل فی کل لیلۃ الی السماء الدنیا وانہ یحول بین المرء ونفسہ وانہ نادی من جانب الطور الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ ان یا موسیٰ وانہ تجلی علی الجبل فجعلہ دکا وانہ راٰہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی منامہ فوضع یدہ بین کتفیہ حتی وجد بردا انا ملہ بین ثدییہ وقال یا محمد فیم یختصم الملاء الاعلیٰ وان العرش یاطبہ اطیط الرحل بالراکب، وانہ یضحک ویتبشبش ویحب ویعادی ویرضیٰ ویسخط، ویتردد فی قبض نفس عبدہ المومن وانہ بین العبد وبین قبلتہ فی الصلوٰۃ"

(ترجمہ)

"انبیا بلکہ جملہ مدعیان تجلیات کی تاویلیں کرشتق ہیں اطلاق مشتقات پر اور افعال کے اسناد پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف اس بنا پر کہ ان کا منشا تجلیات کے ساتھ قائم ہے، یہ مؤولین دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ لوگ جو اس کے قائل ہیں کہ نفس الامر میں منشا کا تحقق ہے لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کے مشتقات کا اطلاق مجازا ہوا ہے، یہ غلطی ان سے اس وجہ سے ہوئی کہ وہ اس کنہ کو نہ سمجھے کہ مظاہر میں تجلی کے اضمحلال اور اس کے ثبوت احکام اور صدق مشتقات کی یہ شرط ہے اس لئے ثبت نہیں ہے نہ اس کی مصداق ہے دوسری قسم کے لوگ جو بکثرت ہیں وہ ہیں جو تجلی کے بالکل منکر ہیں اور وہ نفس الامر میں تحقیق منشا کے بھی منکر ہیں اور قائل ہیں کہ یہ سب مجاز محض ہے اور محسوسات کے ساتھ معقولات کی تصویر ہے، پوشیدہ نہ رہے کہ یہ تاویل و تصویر بہت بعید ہے اور اس کا مبنیٰ ایسے کمزور اور پوشیدہ علائق پر ہے جس پر کسی طرح مجاز کی بنا نہیں ہوسکتی کسی اہل زبان کے نزدیک اور عجیب بات یہ ہوگی کسی ارباب شریعت نے ظاہر معنی سے کلام کے پھیرنے پر کوئی قرینہ نہیں قائم کیا اور تمام عمر کسی سے اس کا ذکر نہ کیا اپنے مخلص اور مخصوص لوگوں سے بھی نہ ظاہر میں نہ پوشیدہ طریقہ سے کہ اس کلام کا ظاہر مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ کبھی اس کا ذکر بھی نہیں کیا کہ ہم جس چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں وہ پروردگار اس سے منزہ اور پاک ہے، اور یہ بات کیونکہ صحیح ہوسکتی ہے کوئی حدیث صحیح یا ضعیف ان کے دعویٰ اور قول کے تصدیق میں نہیں ملتی کہ اس کی طرح کے احکام کی خدائے تعالیٰ سے نفی کرنی چاہیے گویا کہ وہ گمراہی کی نسبت ارباب شرائع کی طرف کرتے ہیں نعوذ باللہ بلکہ ان کے اس قول سے خود اللہ تعالیٰ پر اعتراض پڑتا ہے کہ اس نے لوگوں کی ہدایت کے لئے

ایسے لوگوں کو چنا جنھوں نے ہدایت کی اہم اور عمدہ باتوں کو صاف اور کھول کر بیان نہیں کیا یعنی مسائل الٰہیات کو بلکہ انہوں نے ایسی باتوں کی تعلیم دی جو خلاف واقع تھیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اور یہ بڑا بہتان ہے"

"ان لوگوں نے شریعۃ کی رسی اپنے گلے سے نکال دی، اور یہ اہل السنۃ نہیں ہیں اہل السنۃ حقیقۃً صحابہ اور ان کے تابعین تھے پس ہم اپنی ایڑیوں کے بل نہیں پلٹ سکتے اس بات کے سننے کے بعد کہ رحمن عرش بر سید ہا ہے اور یہ کہ وہ ہر رات کو آسمان دنیا پر اترتا ہے اور یہ کہ وہ انسان اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہوتا ہے اور یہ کہ اس نے طور کے داہنے کنارے سے بقعۂ مبارکہ میں درخت سے پکارا کہ اے موسیٰ اور یہ کہ اس نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو وہ چور چور ہو گیا اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں اسے دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ مونڈھوں کے درمیان میں رکھ دیا اور آپ نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی اور اس نے فرمایا کہ کہ اے محمد ملاء اعلیٰ کس چیز میں جھگڑتے ہیں اور یہ کہ عرش چرچراتا ہے جس طرح کجاوہ سوار کی وجہ سے چرچراتا ہے اور یہ کہ وہ ہنستا ہے اور بشاش ہوتا ہے اور محبت کرتا ہے اور عداوت رکھتا ہے اور راضی ہوتا ہے اور ناراض ہوتا ہے اور اپنے مومن بندے کی روح قبض کرنے میں تردد کرتا ہے اور یہ کہ وہ نمازیں بندے اور اس کے قبلہ کے درمیان میں ہوتا ہے۔

تیسرے "اشارہ" میں ۱۲ عبقات ہیں ان میں سے ایجاب و اختیار کی بحث ہے، خاتمہ پر فرماتے ہیں:

"سال سائل ان الرب تبارک و تعالیٰ فاعل بالایجاب او

بالارادۃ فنقول انہ فاعل بالممکنات بالارادۃ و مستتبع الارادۃ بالایجاب کما ہو مذہب جمہور الاشاعرۃ" (عبقات)

ترجمہ

ایک سائل یہ سوال کرسکتا ہو کہ اللہ تعالیٰ فاعل بالایجاب ہی یا بالارادہ جواب یہ ہو کہ وہ بالارادہ ممکنات کا فاعل ہو جیسا کہ مذہب اشاعرہ ہے

چوتھے "اشارہ" میں بھی ۱۲ عبقات ہیں، ان میں مراتب کمال نفس کی بحث ہو، اور معرفت قرب النوافل و قرب الفرائض کو ایک خوبی کے ساتھ بیان فرمایا، خاتمہ پر ارشاد ہوا:-

"لعلک تفطنت بما سبق ان افضل اہل السعادۃ من البشر الانبیاء و من فی حکمہم من المحدثین ثم الحکماء ثم اصحاب الولایۃ الکبریٰ ثم اصحاب الولایۃ الصغریٰ ثم اصحاب تہذیب النسمۃ وان اصحاب قرب الفرائض والحکماء اصحاب الکمالات الوہبیۃ المحضہ و اذا ضم ہولاء مع اصحاب الولایۃ الکبریٰ والولایۃ الصغریٰ فہم السابقون وان اصحاب تہذیب النسمۃ اصحاب الیمین علی حسب مراتبہم" ص ۱۶۲

ترجمہ

امید ہو کہ تم سمجھ گئے ہوگے اس بات سے جو گذر چکی کہ انسانوں کے تمام اہل سعادت میں افضل انبیا ہیں پھر محدثین جو انبیا کے حکم میں ہیں پھر حکما پھر صاحب ولایۃ..... کبریٰ پھر صاحب ولایت صغریٰ (جنھوں نے اپنے نفس کو مہذب بنا لیا) اصحاب قرب

فوائض اور حکمیہ یہ خالص کمالات وہبیہ والے ہیں اور جب ان کو اور اصحاب ولایت کبریٰ و صغریٰ کو ملا لیا جاوے تو یہ سب لوگ سابقون الاولون میں ہیں اور اصحاب تہذیب نفس یہ بحسب مراتب اصحاب یمین میں ہیں

خاتمہ کتاب میں پانچ طبقات ہیں اس میں عالم مثال کی تحقیق ہے تیسرے طبقہ میں تنبیہ کے ضمن میں فرماتے ہیں :۔

"الجاحد بالوجود المثالی لیس من اہل السنۃ حقا بل فیہ شوب من الاعتزال لما انہ یضطر الیٰ تاویل الف الف بل اکثر تاویلا بعیدا" صفحہ

ترجمہ

وجود مثال کا منکر اہلسنت سے قطعاً خارج ہے بلکہ اس کے اندر معتزلیت کا ایک رُخ ہے کہ وہ تو ہزاروں بلکہ لاکھوں طرح کی تاویلیں کرتا رہتا ہے

خلاصہ یہ کہ مولانا کی یہ کتاب ان کے کمال وقت نظر اور عقلی و نقلی علوم میں مہارت کا علمی شہادت ہے

تردید تقلید و اتباع سنت کی بحثیں

کتاب "ایضاح الحق الصریح باحکام المیت والضریح" میں فرماتے ہیں :۔

"........ مسئلہ خامسہ استحسانات اکثر متاخرین از فقہاء و صوفیہ کہ محض بناء بر ظن حصول بعضے منافع دینیہ و مصالح شرعیہ بدون تمسک بدلیلے از دلائل شرعیہ عبادات یا معاملات اختراع مے نمایند

یا تحدید اصلے از اصول دینیہ بحدود خاصہ احداث مے کنند یا ترویج امرے کہ خامل در قرونِ سابقہ بود بروے کار مے آرند یا اخمال امرے کہ درآں ازمنہ مروج بود بعمل مے آرند مثل نماز معکوس و وجوب تقلید شخصے معین از آئمہ مجتہدین وہبہ ثواب عبادات احیا برائے اموات بخلاف نیابت در عبادات مالیہ کہ آں ثواب ثابت الاصل است ومثل تحدید ذکر کلمہ تہلیل با وضاع مخصوصہ از اعداد و ضربات وجلبات وتحدید مار کثیر بعُشر فی عشر وترویج انزد ارباب اشتغال بعبادات ومطالعہ کتب وترویج مسائل قیاسیہ وکشفیہ واستغراق جمیع ہمت خود دراں واخمول تا ہر کتاب وسنت مگر بطریق تبرک وتیمن واخمال امر معروف ونہی عن المنکر وعدم مبالات باقامت جہاد لسانی وسنانی وامثال ایں امور محدثہ شاں ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است''

"ایضاح الحق ..."ہی میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں :-

''........ بخلاف قسم ثانی کہ ہر کس را تحقیق احکام قیاسیہ واشغال صوفیہ وقوانین عربیہ ضرورتیست وارادہ وتقلید شخصے معین از مجتہدین ومتبعین درارکان دین نہ، بلکہ ہمیں قدر کافیست وقتے کہ حاجتے پیش آید کسے از ایشاں استفسار کردہ شود نہ آنکہ ارادہ تقلید ہم مثل ایماں یا انبیا از ارکان دین شمردہ شود ولقب حنفی وقادری مشابہ لقب مسلمان وسنی اظہار کردہ شود وامتیاز از شافعیان وچشتیان مثل امتیاز از کفار ودافعی از لوازم تدین شمردہ شود وانتقال از مذہبے

بمذہبے یا از طریقہ بطریقہ مثل ارتداد وابتداع و بغی موجب قتل و ہتک معدود کردہ شود یا دعویٰ اجتہاد و ولایت را مثل دعویٰ نبوت یا دعویٰ امامت را بطریق بغی بر امام حق باعث قتال وا بانت قرار دادہ شود آیا نمے بینی کہ با طاعت قاضی جبر کردن میسر نہ بر اطاعت مجتہد کہ رد حکم قاضی دیگر را ہم نمے رسد، چہ جائے آحاد رعایا را بخلاف حکم مجتہد کہ بر ہر کسے قبول را واجب نیست لا سیما در وقتیکہ آنکس خود مجتہد باشد کہ او را تقلید مجتہد اول اصلاً جائز نیست و بغی بر امام حق اگرچہ آں باغی لیاقت امامت داشتہ باشد اصلاً جائز نیست برخلاف دعویٰ اجتہاد کہ وقتیکہ ملکہ اجتہاد حاصل شود لابد دعوے اجتہاد باید کرد۔ تقلید را از گردن خود در باید انداخت بالجملہ غرض ازیں کلام آنکہ باشتغال بہ تفتیش ظاہر کتاب و سنت است و تعلم و تعلیم آں خواہ بخواندن باشد خواہ باستماع مضامین و سعی در اشاعت آں از جنس اکل و شرب و لباس است کہ مدار زندگانی بر آنست و اشتغال با حکام فقیہہ معتبرہ و اشغال صوفیہ نافعہ از قبیل مداواۃ و مصالحہ است کہ عند الضرورۃ بقدر حاجت بعمل آرند و بعد ازاں بکار اصل خود مشغول باشد و عنوان شعار خود محمدیت خالصہ و سنن قدیم باید داشت نہ تمذہب بہ مذہب خاص و انسلاک در طریقہ مخصوصہ بلکہ مذاہب متفرقہ را مثل دکاکین عطاریں باید شمرد و خود را از منسلکان حزب محمدی باید ساخت

پس چنانکہ سپاہیاں را عنوان سپاہ گری شعار است واعلائے کلمۂ سلطانی کار و بار، وقتیکہ بدولائے محتاج میشوند ہم چنیں محمدیہ خاصہ را شعار خود باید کرد واقامت ظاہر سنت را کار و بار باید داشت واحکام فقیہہ صحیحہ واشغال صوفیہ معتبرہ را کہ خالی از شوب و فساد بدعت باشد بقدر حاجت استعمال باید کرد و زائد ازاں توغل نباید کرد''

مزید وضاحت

"تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین" میں فرماتے ہیں کہ

وقد غلا الناس فی التقلید وتعصبوا فی التزام تقلید شخص معین حتی منعوا الاجتہاد ومنعوا التقلید غیر امامہ فی بعض المسائل وہذا الداء العضال التی اہلکت الشیعۃ فہولاء ایضاً اشرفوا علی الہلاک الا ان الشیعۃ قد بلغوا اقصاہا فجوزوا رد النصوص بقول من یزعمون تقلیدہ وہولاء اخذوا فیہا واولوا الروایات المشہورۃ الی قول امامہم''

ترجمہ

عوام تقلید کے باب میں بے حد مبالغہ کرنے لگے اور کسی معین شخص کی تقلید پر اس سختی سے جم گئے کہ اپنے اس امام کے سوا دوسرے امام سے کسی مسئلہ کو لینا مناسب نہ سمجھا، یہ وہ مہلک مرض ہے کہ جس میں مبتلا ہو کر شیعہ خود کو کھو بیٹھے، اسی طرح یہ لوگ بھی (مقلدین) ہیں، شیعی گروہ میں اور ان میں صرف اتنا فرق ہے کہ اول الذکر

نے اپنے آئمہ کے مقابل میں نصوص کو پس پشت ڈال دیا، مگر انہوں نے (مقلدین) احادیث مشہورہ کو اپنے اپنے اماموں کے اقوال کا تابع کرنا چاہا۔

"اسی معاملہ کو" صراط مستقیم "(کہ تصوف کی کتاب ہے اور شاہ عبدالحی صاحب بڈھانوی کی شمولیت بھی اس کی تدوین میں حاصل ہے) میں ذرا نرمی کے ساتھ بیان فرماتے ہیں، کہ

"اعمال میں ان چاروں مذہبوں کی متابعت جو تمام اہل اسلام میں مروج ہیں بہت عمدہ ہے لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو ایک شخص کے علم میں منحصر نہ جاننا چاہیئے بلکہ آپ کا علم تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے اور مقتضائے وقت کے مطابق ہر کسی کو پہنچا ہے اور جس وقت سے کتابیں تصنیف ہوئیں ان علموں کی حجیت ظاہر ہو گئی ہے پس جس مسئلہ میں کہ صحیح صریح غیر منسوخ حدیث مل جائے اس میں کسی مجتہد کی متابعت نہ کرے اور اہل حدیث کو اپنا پیشوا جان کر دل سے ان کی محبت کرے اور ان کی تعظیم کو اپنے ذمے لازم سمجھے، کیونکہ وہ بزرگوار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے اٹھانے والے ہیں اور ایک طرح سے آپ کی مصاحبت کرکے آپ کے مقبول ہو گئے ہیں۔"[1]

شاہ اسمٰعیل مرحوم کی محبت رسول ان کی زندگی کے ایک ایک لمحہ سے ظاہر ہے، مگر اس باب میں جو شعر حضرت مولانا نواب قطب الدین خاں مرحوم دہلوی نے اپنی تفسیر میں نقل کئے ہیں، انہی کی تمہید کے ساتھ پیش کئے

---

[1] صراط مستقیم (مترجمہ اردو) مطبوعہ لاہور ص ۱۶۱، ۲۰۰۲

جاتے ہیں فرماتے ہیں:-

"مولانا اسمٰعیل علیہ الرحمہ نے کہ عاشق ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اُن کی سنت کے کیا خوب اشعار لکھے ہیں آپ کی شان میں

نظم

وہ انسان اکمل ہی سنتے ہو کون ہوئے مفتخر جس سے یہ دونوں کون

نبی البرایا رسول کریمؐ نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم

حبیب خدا سید المرسلین شفیع الوریٰ ہادی راہِ دین

محمدؐ ہے نام اس کا احمد لقب بیاں ہو سکے منقبت اسکی کب

دل اس کا جو ہی مخزنِ سرِ غیب مبرا خطا سے ہی بے شک و ریب

زباں اُسکی ہی ترجمانِ قدم ہوا باغ دین جس سے رشک ارم

بظاہر ہے گو مقطع انبیا حقیقت میں ہے مطلع اصفیا

ہوا دل ہی ہی ہر طرح اسکا نور بظاہر کیا گو کہ آخر ظہور

الٰہی ہزاروں درود و سلام تو بھیج اس پر اور اُسکی امت پہ عام [۱]"

اولاد، صرف ایک صاحبزادہ گرامی جناب شاہ مولانا محمد عمر صاحب جن کا ترجمہ زیب اوراق ہی (اللھم اغفرلہ و لوالدیہ) ان کے بعد اس سلسلہ نسب کا کوئی پتہ نہ چل سکا، بجز اس کے کہ آج ہندوستان میں اشاعت توحید و تبلیغ سنت کے جتنے سلاسل بھی نظر آتے ہیں

یہ سب یو وہ ان کی لگائی ہوئی ہے

[۱] جامع التفاسیر، نواب قطب الدین خاں مرحوم، سورۂ احزاب ص ۹

شاہ محمد مخصوص اللہ

(بن شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ)

(عدد مسلسل ۷) متوفی ۱۲۷۳ھ = ۱۸۵۷ء (عدد ۷)

بروایت نواب خواجہ مصلح الدین احمد بن خواجہ شرف الدین احمد (کوچہ چیلان دہلی)

مقدس بزرگ زاہد و عابد شب زندہ دار تدریس و تعلیم کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا اور یہ بزم روشن الدولہ کی مسجد (واقعہ قاضی واڑہ) میں منعقد تھی عامل آمین و رفع الیدین تھے، سر سید احمد خاں مرحوم آپ کے شاگردوں سے تھے، اور اسی وجہ سے وہ بھی آخر تک ان سنتوں کے عامل رہے، خاندان مغلیہ کی شہزادیں حویلی پر تشریف لانے کی زحمت دیتیں، مکلف کھانوں کے خوان خدمت عالی میں پیش ہوتے، جن پر آپ دعا پڑھتے اور مساکین کو بانٹ دیتے، طلبا اعتراض کرتے، تو آپ فرماتے، میں اس طعام کو متوفی کی تملیک کر دیتا ہوں پھر اعتراض ہوتا تو فرماتے، میاں اس بہانے سے مساکین کو کھانا مل جاتا ہے مدرسہ میں بھی کھانوں کے خوان آتے اور اسی طرح لٹا دئیے جاتے اپنی بسر اوقات اس موضع کی آمدنی پر تھی جو غازی عالمگیر مرحوم نے آپ کے مورث اعلیٰ (شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ) کی نذر کیا تھا، اور جو اب تک ابن اللہ (ابن شاہ عبدالرحیم) کے ورثہ کے قبضہ میں ہے

شاہ محمد مخصوص اللہ کی ایک صاحبزادی امۃ الغفار تھیں صحاح ستہ پڑھی ہوئی تھیں بڑی زاہدہ اللہم اغفرلہا ولابیہا

اس کے بعد آپ کا وہ ترجمہ لکھا جاتا ہے جو صاحب "حیات ولی" نے قلمبند فرمایا

"تمام علوم کی تحصیل اپنے عم بزرگوار جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں کی اور چند ہی دنوں میں اپنے ہمعصروں سے گوے سبقت لے گئے، فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک زمانہ تک تدریس طلبہ میں مصروف رہے اور اوقات گرامی علوم دینی و فنون یقینی کے ترویج میں خرچ کرتے رہے چونکہ ۲۰، ۲۵ سال تک برابر مولانا صاحب کی خدمت میں قرأت کلام الٰہی اور حدیث رسالت پناہی کرتے رہے اور آپ کی تقاریر گوش ہوش کا ذخیرہ فرماتے رہے اس لئے آپ نے حدیث و تفسیر میں وہ کمال بہم پہنچایا تھا، کہ ان دونوں فنون کے جو بیش قیمت اور انمول جواہر آپ کے خزانۂ سینہ میں تھے، وہ اور کہیں نہ پائے جاتے تھے، علاوہ حدیث و تفسیر کے فقہ و عقائد کلام اصول وغیرہ میں مجتہدانہ کمال رکھتے تھے، اور ان علوم کو عروج کمال تک پہنچایا تھا، اور چونکہ آپ کی طبیعت زیادہ تر عبادت دوست اور مزاج زہادت پرست واقع ہوئی تھی اس لئے آخر عمر میں سررشتہ تدریس ہاتھ سے دے کر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور ہمیشہ عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے، آپ کے اوقات اس درجہ مجموع تھے، کہ شاید سلف صالحین کے زمرہ میں اولیائے کرام کے اوقات ایسے ہوں گے اور چونکہ آپ کی ساری ہمت عبادت الٰہی اور تقویٰ شعاری میں مصروف

تھی، لہذا نظم عربی اور انشا پردازی کی طرف آپ کا میلان طبع نہ تھا، یہی وجہ ہے، کہ آپ کا کوئی کلام باوجود تحقیقات کے مجھے دستیاب نہ ہوا" حیات دلی ص ۲۴۹

امیر المومنین سید احمد بریلوی سے بیعت تھے، آخر عمر میں دماغ ماؤف ہو گیا تھا

تلامذہ | مولوی عبدالرشید برادر شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی

الصدر الحمید شاہ محمد اسحاق مہاجر مکی

(عدد مسلسل ۸) متوفی... رجب ۱۲۶۲ھ = ۱۸۴۶ء (عدد ۸)

(نبیرہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث)

نوید حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ یعنی

"آگاہی آمد ایں فرزندان کہ لطف الٰہی ایشاں بما عطا کردہ است ہمہ سعدا اند نوعی از ملکیت در ایشاں ظہور خواہد کرد لیکن تدبیر غیب تقاضا مے کند کہ دو شخص دیگر پیدا شوند کہ در مکہ و مدینہ سالہا احیائے علوم دین نمایند و ہماں جا وطن اختیار کنند از طرف مادر نسب ایشاں بما متمکن باشد زیرا کہ آدمی زادہ بوطن مادر میلان طبعی دارد انتقال جماعت کہ وطن والدہ ایشاں متمکن باشند بسر زمینے بالطبع مستحیل است"[۱]

۵[۱] قول جلی مصنفہ جناب حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب بحوالہ اتحاف النبلاء ص ۴۳۰ و ۴۳۱

والد کا نام محمد افضل (فاروقی) سن ولادت ۱۱۹۲ھ کنیت ابو سلیمان حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے نواسے تھے نانا کی رحلت کے بعد مرحوم کی مسند علم و خلافت کے مالک ہوئے اساتذہ میں شاہ صاحب ممدوح شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین تھے جن سے جملہ منقول و معقولات سبقاً سبقاً پڑھے۔ ۱۲۴۰ھ میں پہلی مرتبہ حج کے لئے گئے، تو شیخ عمر بن عبد الکریم مکی (متوفی ۱۲۴۷ھ) سے سند و اجازہ حدیث حاصل ہوا شیخ عمر (ممدوح) سے مذاکرات ہوئے تو آپ نے شاہ صاحب سے متعلق فرمایا "قد حلت فیہ برکۃ جدہ الشیخ عبد العزیز الدھلوی" (ان کے اندر ان کے بزرگوار شیخ عبد العزیز دہلوی کی برکت حلول ہو گئی ہے) اور آپ کے زہد پر شاہ عبد العزیز مرحوم فرمایا کرتے:۔

"میری تقریر اسمٰعیل (شہید) نے تحریر رشید الدین نے اور تقویٰ اسحاق نے لے لیا"

یہاں تک کہ ممدوح نے اپنی زندگی میں اپنا پیش امام آپ کو مقرر کر رکھا تھا، اتباع سنت کے شوق و ترویج میں بغیر عمامہ نماز پڑھا دیتے (صرف ٹوپی اوڑھ کر) جس کی شکایت غلاۃ حضرت صاحب (شاہ عبد العزیز) کی خدمت میں کرتے رہے آخر ایک روز آپ نے مجلس میں آکر فرمایا:۔

"ابھی تو اسحاق ٹوپی سر پر رکھ کر امامت کرتا ہے آئندہ میں اس سے کہہ دوں گا کہ ننگے سر نماز پڑھائے اور ساری دنیا کو اس کی اقتدا کرنی ہوگی"[۵۰]

---

[۵۰] الحیاۃ بعد المماۃ ص ۳۸

حضرت صاحب اپنے بھتیجے (سیدنا محمد اسمٰعیل شہید) اور اس نواسے کو دیکھ کر یہ آیت پڑھتے الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل و اسحاق
اپنے نانا مرحوم کی زندگی ہی میں تدریس شروع کی، برسوں حضرت کی موجودگی میں پڑھایا، اور بعد میں تو زینت مسند ہی تھے درس کے اس اہتمام کی وجہ سے "الصدر الحمید" کے لقب سے مشہور ہوئے، جیسا کہ "المسوی" مطبوعہ مکہ معظمہ میں منقول ہے

"اخبرنا بکتاب المسوی من احادیث الموطا الصدر الحمید مولانا محمد اسحاق بن محمد افضل العمری الدہلوی عن جدہ لامہ قیم الطریقۃ (دلولی اللھیۃ) الامام عبد العزیز بن ولی اللہ الدہلوی عن ابیہ"

ہجرت کے بعد مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں قیام ہوا، تو وہاں بھی تدریس ہی کا مشغلہ تھا، ہزاروں پیاسے اس چشمہ سے سیراب ہوئے

سر سید احمد خاں مرحوم فرمایا کرتے[۵۰]

"میں شاہ (اسحاق) صاحب کے وعظ میں حاضر ہوتا، باہر مردوں کا ہجوم ہے زنانہ میں عورتیں جمع ہیں ڈولیوں کا شمار نہ پالکیوں کی گنتی، محلات شاہی کی بیگمیں تک حاضر ہوتیں، امرا کے ہاں سے مکلف کھانوں کی دیگیں کہاروں کے کندھوں پہ لدی، چلی آرہی ہیں، صاحبزادی حاضر ہو کر عرض کرتی ہیں، حضرت جی! کھانے آگئے، فرماتے تقسیم کر دو زنانہ حلقہ وعظ میں سے

---

[۵۰] بروایت نواب مصلح الدین احمد صاحب (بن خواجہ شرف الدین احمد مرحوم کو یہ چیلاں دہلی یہ بزرگوار نواب سید راس مسعود صاحب خلف السید محمود بن سر سید احمد خاں کے حقیقی ماموں تھے)

عورتیں اپنے اپنے برتن پیش کرتی ہیں سب سے پہلے طلباء کے لئے کھانا بھیجا جاتا، پھر عورتوں کو بٹتا، اس پر بھی بچ رہتا، تو صاحبزادی عرض کرتیں حضرت جی! کچھ کھانا بچ گیا ہے، فرماتے بیٹی ہمارے لئے نہیں بچا، اسے رہنے دو"

"شاہ صاحب خود معمولی چپاتی یخنی کا سا شوربہ، گاڑھے کے دسترخوان پر رکھ کر تناول فرماتے، میں نے ان کا سا کھانا کسی کو کھاتے نہ دیکھا"

"گرد و نواح کی محتاج عورتیں آجاتیں، اور اس بے فکری سے دولتکدہ پر ہفتوں رہی آتیں گویا باوا کے گھر میں آگئی ہیں جب خود ہی جی چاہتا، رخصت ہوتیں محتاج عورتوں کی اسی طرح کی مہمان نوازی مکہ معظمہ میں بھی رہی آتی"

۱۲۵۸ھ میں اپنے برادر خورد شاہ محمد یعقوب کو ہمراہ لے کر بیت اللہ الحرام کے قصد سے ہجرت کی پہلی منزل نظام الدین اولیا تھی، جہاں ۲ روز قیام فرمایا، شہر کے اکثر علماء و روساء باریاب ہوئے ترک قصد کے لئے درخواستیں کیں، رزیڈنٹ تک فسخ عزم کے ملتجی ہوئے، مگر شاہ صاحب نے التوا نہ فرمایا یہیں مفتی صدر الدین صاحب اور حضرت میاں صاحب کو سند حدیث مرحمت فرمائی،

مکہ معظمہ میں ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی، غسل جنازہ پر شیخ عبداللہ سراج (مکی، متوفی ۱۲۶۴ھ نے فرمایا "واللہ لو انہ عاش و قرأت علیہ الحدیث طول عمری ما تلت ما نالہ" بخدا اگر یہ بزرگ کچھ مدت

اور زندہ رہتے اور میں ان کو ابھی برسوں حدیث سناتا، تب بھی اُن کے مرتبہ کو نہ پہنچتا)

تصانیف میں مسائل اربعین، مائۃ مسائل، تذکرۃ الصیام ہیں
اسحاق شیخ آفاق مادہ تاریخ وفات ہے
۱۲۶۲ھ

تلامذہ

شاگردوں کی تعداد بے اندازہ ہے، مگر اس خاندان کی کوئی جامع تاریخ نہ ہونے کی وجہ سے جہاں ان حضرات کے دوسرے ضروری حالات پورے طور پر نہ مل سکے تلامذہ کا احصا بھی مشکل ہوگیا تاہم یہ نام معلوم ہوسکے ہیں یعنی مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب (آپ کے برادر حقیقی) شاہ محمد عمر بن سید محمد اسمٰعیل شہید، مولوی کرامت علی اسرائیلی، شیخ محمد انصاری سہارنپوری، سید عبد الخالق دہلوی، مولوی صبغۃ اللہ (والد ماجد قاضی محفوظ پانی پتی) شیخ الکل میاں صاحب السید نذیر حسین محدث دہلوی، مولوی یار علی (دبارد ضلع ترہت) مولوی محمد ابراہیم نگرنہسوی شیخ محمد تھانوی، شاہ عبد الغنی مجددی، مولوی علی احمد ٹونکی، نواب قطب الدین خاں، مولوی عالم علی مرادآبادی شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولوی محمد حازمی عربی، حافظ محمد جون پوری دہلوی، مولوی سبحان بخش شکارپوری، مولوی عبد اللہ سندھی، مولوی گل کابلی، مولوی نور علی سہسرامی، مولوی محمد فاضل سورتی، مولوی بہار الدین دکنی، قاری حافظ کرم اللہ دہلوی، مولوی نور الحسن کاندھلی، مولوی نفیس الدین، مولوی عبد القیوم بھوپالی

مولوی[29] نوازش علی دہلوی، مولوی[30] رستم علی خاں دہلوی، حافظ[31] احمد علی سہارنپوری (محشی الجامع الصحیح للبخاری) قاری[32] عبدالرحمٰن پانی پتی، نواب[33] صدرالدین خاں دہلوی، مولوی[34] عبدالرشید مجددی، حافظ[35] مظفر علی کاکوروی، مولوی[36] امداد العلی (امروہہ) مولوی[37] احمد اللہ انامی (استاذ مولانا سخاوت علی جونپوری) سید[38] شاہ محی الدین عبداللطیف معروف بہ قطب دیلور[39]، منشی (مولانا) جمال الدین (مدار المہام ریاست بھوپال)، سر سید[40] احمد خاں، مولانا[41] محمد عرف جھاؤ (جامڑیہ ضلع راج شاہی)[42]

اولاد

دو صاحبزادی، ایک (ملا) مولانا عبدالقیوم بھوپالی کے گھر کی زینت بنیں دوسری حضرت محتشم بن معظم بن متقرب اللہ بن شاہ اہل اللہ صاحب (برادر حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ) کے حرم میں داخل ہوئیں، اور ان سے مولانا عبدالرحمٰن[45] کا ظہور ہوا اور اس کے بعد سلسلہ اولاد کا کوئی علم نہیں ہو سکا،

---

[45] ماخوذ از الحیاۃ بعد المماۃ و رسالہ معارف اعظم گڑھ و تذکرہ کاملان رام پور و حیات دلی و مشاہیر کاکوری و تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ) و مطرق الحدید علی التحقیق الجدید

[46] المسوی مطبوعہ مکہ معظمہ (حاشیہ) ص ۴۵

شاہ محمد یعقوب مہاجر مکی

(عدد مسلسل (۹) متوفی ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۸۳ھ = ۳ اپریل ۱۸۶۷ء (۱، ع، ۹)

(نبیرۂ مولانائے شاہ عبد العزیز محدث)

"شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر کے چھوٹے بھائی ہیں علم وفضل میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور خلق جمیل صفات جزیل قناعت واستغنا میں آپ کی مثال ہزار تلاش کے بعد بھی نہیں ملتی اکثر لوگ آپ کے پاس ہدایا اور تحفے لے کر حاضر ہوتے لیکن آپ کسی چیز کو نگاہ قبول سے نہ دیکھتے تھے بلکہ جو سرمایہ اپنے پاس رکھتے تھے اس میں قوت بسری کرتے، آپ نے بھی اپنے برادر عزیز کے ساتھ ہندوستان سے ہجرت کی اور مکہ میں توطن اختیار کر لیا اور انجام کار وہیں رحلت فرمائی"[۵۱]

السید احمد (امیر المومنین) کی بیعت سے مشرف تھے جب تک دہلی مقیم رہے یہاں تدریس فرمائی، مکہ معظمہ قیام کیا وہاں بھی اپنے برادر بزرگ الصدر الحمید مولانائے شاہ محمد اسحاق صاحب کے دوش بدوش یہ مشغلہ جاری رہا، دہلی کے تلامذہ میں حکیم عبد المجید[۵۲] خاں رام پوری اور مکہ کے اجازہ سے والاجاہ السید صدیق حسن[۵۳] خان والی بھوپال کے اسمائے گرامی معلوم ہو سکے ہیں، سلسلہ اولاد کی آگہی سے اب تک محرومی ہے، مکہ معظمہ ہی میں شاہ محمد اسحاق صاحب کے بعد رحلت فرمائی

---

[۵۱] حیات دلی ص ۲۳۸ [۵۲] تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۴۳ [۵۳] مآثر صدیقی ص ۱۷

ملا عبد القیوم

(بن شاہ عبدالحی بڈھانوی)

(عدد مسلسل ۱۰) متوفی ۱۲۹۹ھ = ۱۸۸۲ء (عدد ۱۰)

سیدنا شاہ عبدالحی صاحب شہید بڈھانوی کے نور نظر، بڑے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث کے نواسے اور بقیہ[1] الصدر الحمید شاہ محمد اسحاق کے شوہرا وائل عمر سے مکہ معظمہ میں قیام تھا وفات بھوپال پائی

(بروایت نواب مصلح الدین احمد صاحب دہلوی)

"نواب سکندر جہاں بیگم والیہ بھوپال حج کے لئے حاضر ہوئیں، اور آپ کا تقوی دیکھ کر آپ کو ہندوستان قدم رنجہ فرمانے کی زحمت دی آپ بھوپال تشریف لے آئے ایک مرتبہ ممدوحہ نے آپ کی اہلیہ سے ملاقات کی درخواست کی تو اس بنا پر انکار فرما دیا، کہ رئیسہ چونکہ پردہ نہیں کرتیں اس لئے برقعہ اوڑھ کر ملاقات کر سکتی ہیں"

"اور نواب السید صدیق حسن خاں کے دور میں؟"

ممدوح مرحوم نے علما کی جو قدر دانی فرمائی ہر قسم کے اظہار سے مستغنی ہے نواب صاحب آپ کی عزت آپ کی شان کے مطابق کرتے

"مولانا کے ہاں بے حد لذیذ کھانے پکتے کہ نواب صاحب شاہی مطبخ رکھنے کے باوجود آپ کے دسترخوان کے مداح تھے، اور حضرت کی یہ کرامت

---

[1] بذل المجہود شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۴

[2] یہ تو درست ہے کہ شاہ عبدالعزیز کی ایک لڑکی مولانا عبدالحی صاحب کے عقد میں تھیں لیکن ان سے اولاد نرینہ نہ ہوئی۔ مولانا عبدالقیوم مولانا صاحب کی دوسری بیوی سے تھے (الخ)

تہ بن ذکر ہی کہ جب کبھی نواب صدیق حسن خاں صاحب اپنے محل سے کسی خوش ذائقہ کھانے کی نیت فرماکر مولانا کے دولتکدہ پر آتے، اور ان کھانوں کی فرمائش کرتے، تو آپ فرماتے، "سرکار حاضر ہیں" اور یہ کہہ کر پیش کردیتے"

"حضرت جب کبھی دہلی تشریف لاتے، میاں صاحب (السید نذیر حسین مرحوم) خود ملنے کے لئے حاضر ہوتے، اور مودب ہو کر بیٹھتے، بات بات پر اظہار انکسار کرتے، مولانا عمر میں چھوٹے تھے، میاں صاحب سے کہتے، صاحب! میں تو آپ کا بچہ ہوں، میاں صاحب جواب دیتے نہیں صاحب! آپ میرے استاد (شاہ محمد اسحاق صاحب) کے صاحبزادے ہیں، اور جب تک حضرت دہلی تشریف فرما رہتے، صبح و شام دونوں وقت اعلیٰ کھانوں کی بہنگی قیام گاہ پر بھیجتے جو ضرورت سے بہت زیادہ ہوتے، اور ملا صاحب انہیں محلہ میں تقسیم فرما دیتے، محلہ والے دعائیں کرتے کہ حضرت ابھی اور دہلی قیام فرمائیں کہ آپ کے طفیل میں ایسے لذیذ کھانے ملتے رہیں"

حضرت کی تدریس کا کوئی مفصل یا مجمل حال معلوم نہیں ہو سکا، بجز اس سند کے جو مولانا خلیل احمد مرحوم انبیٹھوی (دیوبندی) نے بذل المجہود شرح ابی داود" میں بایں الفاظ نقل کی ہے یعنی

"ـــــــ واجازة عن حبر الامۃ کاشف الغمۃ مولانا الشیخ عبد القیوم البڈھانوی ثم البوفالی ختن حضرت العلامۃ الشاہ محمد اسحاق"

" " ج ۱ ص ۲

اور بھوپال میں سپرد خاک ہوئے" مولوی احمد سندھی نے بھی آپ سے پڑھا

تکملہ نسب ولی اللّٰہی صاحبزادہ عالی قدر محمد عمر

(بن سیدنا شاہ محمد اسمٰعیل شہید)

(عدد مسلسل ۱۱) المتوفی (عدد ۱۱)

"_____ میاں صاحب (سید نذیر حسین محدث دہلوی) فرماتے تھے، کہ مولوی محمد عمر نہایت عابد و زاہد آدمی تھے نماز نہایت ہی خشوع و خضوع سے ادا کرتے، رکوع و سجدہ میں اتنا مکث طویل کرتے جب تک آدمی سبحان ربی العظیم سبحان ربی الاعلیٰ ۲۷، ۲۸ بار پڑھتا۔"

"بادشاہ دہلی نے اکثر ان کی ملاقات کی تمنا کی اور ارکین دولت کو پیغام ملاقات دے کر ان کے پاس بھیجا، آپ نے جواب میں یہی کہا کہ جس باپ کی نسبت سے بادشاہ میری ملاقات چاہتے ہیں ان کی بزرگی مجھ میں نہیں ہے اور اسی عذر پر کبھی ملاقات نہیں کی"

الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۱۴، ۱۱۵

آپ کے اساتذہ میں سے صرف شاہ محمد اسحاق صاحب کا اسم گرامی معلوم ہو سکا ہے

غفران مآب صاحبزادہ ممدوح کے ساتھ ہی شاہ ولی اللہ صاحب کی اولاد صلبی کا خاتمہ ہو گیا، فانا للہ وانا الیہ راجعون آپ کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی

ت ؟ یا بڑھانہ ضلع مظفر نگر میں؟ (اسرار ذی مذکور بجواد ارد من المطر)

شاہ عبدالحی شہید بڈھانوی

(ثانی اثنین سیدنا شاہ محمد اسمعیل شہید)

(عدد مسلسل ۱۲) متوفی ۸ر شعبان ۱۲۴۳ھ = ۱۸۲۸ء (عدد ۱۲۶)

مولد بڈھانہ ضلع مظفر نگر والد کا نام ہبۃ اللہ (بن نور اللہ) صدیقی بعض حضرات کا خیال ہے کہ مولانا عبدالعزیز صاحب کے حرم میں آپ کی پھوپھی تھیں، بہر حال سن رشد کے ساتھ ہی بغرض تعلیم دہلی تشریف لائے اور انہی حضرات کے درس میں شامل ہوئے، شاہ عبدالقادر صاحب و مولانا عبدالعزیز صاحب سے تکمیل علوم و فقہ و حدیث کی، اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے خلافت بھی عطا فرمائی اور جب دہلی میں شاہ محمد اسمٰعیل صاحب ایک موقعہ پر نکاح بیوگان کی ترغیب فرما رہے تھے تو ایک معترض نے کہا، میاں صاحب آپ کی اپنی ہمشیرہ (مراد از صاحبزادی شاہ عبدالعزیز صاحب) تو گھر میں بیوہ بیٹھی ہیں اور آپ دوسروں کو نکاح ثانی کی ترغیب فرما رہے ہیں" شاہ صاحب اسی وقت حمائل شریف جیب میں ڈال کر مکان پر تشریف لے آئے، بڑے حضرت صاحب (مولانا شاہ عبدالعزیز) ابھی پر تو افگن تھے، ماجرا عرض کیا، آپ نے اپنی اس صاحبزادی کا نکاح صاحب ترجمہ (شاہ عبدالحی صاحب) کے ساتھ کر دیا، جن سے مولانا عبدالقیوم صاحب بھوپالی کا ظہور ہوا سفر حجاز میں قاضی شوکانی امام محمد بن علی نے آپ کی شہرت علم

فضل شُن کرا پنی تمام تصانیف مع سندو اجازۂ حدیث از خود پیش کیں سیدنا محمد اسمٰعیل سے باہم محبت و یکرنگی اس قسم کی تھی، کہ دونوں ساتھ ساتھ پڑھے، ایک ہی امام کے ربقہ بعیت سے مشرف ہوئے، دونوں کا مقصد زلیست تجدید دین و اعلائے کلمۃ اللہ تھا،

آپ کی بیعت کا ماجرا یہ ہے، کہ جب امیر المومنین السید احمد دہلی تشریف لائے تو آپ انہیں سیر کے لئے دریا (جمن) کی طرف لیگئے اور اپنے اقتدا میں دو رکعت نماز نفل پڑھادی، جس کے کیف سے متاثر ہو کر پھر کسی اور جگہ کے نہ رہے، امام حج بیت اللہ کے لئے گئے، تو آپ بھی ہمراہ تھے، تبلیغ کے لئے سیاحت فرمائی تو آپ ساتھ تھے، جہاد کے لئے نفیر عام ہوا، تو حضرت الامام کے گھوڑے کی ایک رکاب پر سیدنا اسمٰعیل شہید کا ہاتھ تھا تو دوسری رکاب سیدنا عبدالحی پکڑے تھے، امام آگے بڑھ گئے، اور آپ کو بقیہ مجاہدین کی قیادت کے لئے چھوڑا اور دوسری جنگ پر آپ مقام "کوٹ گرام"[۵۱]، علاقہ سوات بنیر پر امام سے جا ملے، اور کفار سے مقاتلہ کیا، اسی اثنا میں بواسیر کا مرض لاحق ہو گیا، آخر کار میدان جنگ میں مقام خہر (علاقہ سوات بنیر) میں شہادت پائی

بقول مولانا (منشی) محمد جعفر تھانیسری مصنف تواریخ عجیبہ حضرت سید احمد صاحب کے "اولی و افضل سارے خلیفوں کے مولوی عبدالحی صاحب داماد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے ہیں" (ص ۱۴۰)

---

۵۱ تواریخ عجیبہ ص ۱۰۵

شیریں سخن اور ذکی الفہم تھے کہ صاحب الیانع الجنی" (محسن بن یحییٰ ترہتی بہاری) فرماتے ہیں کہ

"وانہ کان من احسنہم یعنی اصحاب الشیخ عبدالعزیز خبرۃ بالفقہ دامرسہم بالکتب المدرسۃ رایت لہ رسالۃ فی حث الناس علیٰ تزویج ایاماہم وردعہم عن استقباح ذلک"

(ترجمہ)

"شاہ عبدالعزیز صاحب کے خلفا میں آپ فقہ و کتب درسیہ میں بہت ماہر تھے، میں نے ان کا رسالہ نکاح بیوگان کے مسئلہ پر پڑھا"

از ترجمۃ السید الامام احمد بن عرفان مطبوعہ مصر

تصانیف میں رسالہ مذکور کے سوا کتاب "صراط مستقیم" فارسی مصنفہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دو باب (سلوک میں) آپ کے قلم سے ہیں اس کتاب کو عربی لباس بھی آپ نے پہنایا، ماسوائے ازیں شیخ رشید اللہ کشمیری دہلوی (م ۱۲۴۹ھ) سے آپ کا جو تحریری مناظرہ ہوا، اس کی روائداد بھی آپ نے مرتب فرما کر کتابی شکل میں منضبط کر دی،

مختصر یہ کہ

"کان آیۃ من آیات اللہ سبحانہ فی التقویٰ والعمل وتاثیر الوعظ وقلۃ الامل وایثار القناعۃ فی الملبس والماکل کثیر الصمت شدید التوکل جلیل الوقار محباً للسنۃ السنیۃ متبعداً عن الرسوم والبدع قد غشیہ نور الایمان

وسمار الصالحین یغضب اذا مدح ویستبشر اذا نصح والقلم فی المدح لعدم امکان الاحاطہ" ترجمۃ السید الامام احمد بن عرفان ص ۳۰ (مصر)

(ترجمہ)

"وہ اللہ کی نشانیوں میں تھے، تقویٰ، عمل، تاثیر وعظ، صبر، لباس و غذا، کی سادگی، تنفر بدعت و مراسم میں بے مثل تھے، نور ایمان اُن پر چھایا جاتا تھا، بشرے سے صلاحیت عیاں تھی اپنی تعریف سے کبیدہ خاطر ہوتے اور نصیحت سے خوش، الغرض وہ اتنے جامع الصفات تھے کہ قلم جن کے بیان سے عاجز ہے"



علمائے دہلی

مرحومین

۱ شیخ الکل میاں صاحب سید نذیر حسین محدث
۲ سید حامد علی
۳ سید شریف حسین
۴ حافظ عبداللہ بیگ
۵ حفیظ اللہ خاں
۶ عبدالرحمن معین الدین
۷ عبدالغفور
۸ عبدالجبار عمرپوری
۹ عبدالستار عمرپوری
۱۰ سید عبدالسلام
۱۱ عبدالرحمن خاں (ولایتی)
۱۲ ڈپٹی سید احمد حسن
۱۳ حافظ عبدالوہاب (نابینا)
۱۴ عبدالستار کلانوری
۱۵ حافظ محمد ابراہیم

موجودین

احمد اللہ محدث ۱۶
عبدالرحمن ۱۷
ابوسعید شرف الدین ۱۸
محمد یونس ۱۹
محمد جوناگڑھی ۲۰
عبیدالرحمن عمرپوری ۲۱
سید عبدالحفیظ ۲۲
نواب ضمیر الدین احمد ۲۳
شیخ احمد مہاجر مدنی ۲۴
عبیداللہ ۲۵ } الشقیقین
عبدالرشید ۲۶ }
حاجی عبدالغفار ۲۷ } آف علیجان
شیخ عبدالوہاب ۲۸ }
ضیاء الرحمن عمرپوری ۲۹
عبداللہ عبدالصبور ۳۰ } ابنائے مولوی حکیم عبدالرحمن عمرپوری
عبیداللہ عبدالشکور ۳۱ }
عبدالوکیل ۳۲ }
عبدالجلیل ۳۳ }
عبدالغفار عمرپوری ۳۴

شیخ الکل میاں صاحب

نقل سند حدیث الشیخ الکل حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی
از
حضرت الصدر الحمید شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی (مہاجر مکی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد و آلہ وصحبہ اجمعین، امابعد فیقول العبد الضعیف محمد اسحاق ان السید النجیب المولوی محمد نذیر حسین قد قرا علی اطرافا من الصحاح الستۃ البخاری ومسلم وابی داؤد والجامع الترمذی والنسائی و ابن ماجۃ وشیئاً من کنز العمال والجامع الصغیر وغیرہا وسمع منی الاحادیث الکثیرۃ فعلیہ ان یشتغل بقراۃ ہذہ الکتب ویتدرس بہا لانہ اہلہا بالشروط المعتبرۃ عند اہل الحدیث وانی حصلت القراۃ والسماعۃ والاجازۃ لہذا الکتب من الشیخ الاجل الشیخ عبد العزیز المحدث الدہلوی وہو حصل القراۃ والاجازۃ عن الشیخ ولی اللہ المحدث الدہلوی رحمۃ اللہ علیہما وباقی سندہ مکتوب عندہ حررہ فی ثانی شہر شوال سنۃ ۱۲۵۸ھ الہجریۃ الحمد للہ اولاً و آخراً



شیخ الکل میاں صاحب السید نذیر حسین محدث

(عدد مسلسل ۱۳) متوفی ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ = ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء (عدد ۱۳)

جنہوں نے اپنے ۶۰ سالہ درس حدیث کی وجہ سے "شیخ الکل" لقب حاصل کیا

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

مولد موضع (بلتھوا) (ضلع مونگیر بہار) والد کا نام جواد علی جن کے جد اعلیٰ (سید احمد شاہ جاجنیری) دہلی آکر سکونت پذیر ہوئے، مگر سلطان قطب الدین ایبک کے زمانہ میں بہار کے راجہ اندرون نامی نے موضع اودرین کے مسلمانوں کو جرم گاؤکشی میں ذبح کرا دیا، جس پر سلطان نے مولانا نورالدین کی قیادت میں ۶۰ ہزار سپاہیوں کا لشکر جرار اودرین پر بھیجا، اس لشکر کے کئی سریہ تھے ان میں سے ایک جیش کے سپہ سالار جناب میاں صاحب مرحوم کے جد اعلیٰ سید احمد شاہ جاجنیری تھے، خدا کے فضل سے یہ لشکر فتحیاب ہوا، اور سالار لشکر مولانا نورالدین نے فوج اور افسروں کو حکم دیا کہ جو شخص یہاں سکونت اختیار کرنا چاہے ہماری طرف سے اس کو اجازت ہے اس پر جن لشکریوں نے بہار کی سکونت اختیار کر لی انہیں سے ایک سید احمد شاہ جاجنیری تھے جنہوں نے موضع ایکساری کو پسند کیا خداوند کریم نے ان کو چار بیٹے عطا فرمائے جن میں سے جواد علی کے اجداد موضع بلتھوا میں رہنے لگے یہ گاؤں سورج گڑھ سے ۵، ۶

میل کی مسافت پر واقع ہے جواد علی کی رحلت کے بعد آپ کے ۲ صاحبزادے سید سجاد حسین اور مولوی سید توسل حسین قصبہ سورج گڑھ میں چلے آئے مگر میاں صاحب اس سے پہلے تحصیل علم کے شوق میں گھر سے نکل آئے تھے،

صاحب ترجمہ سادات حسین سے ہیں شجرہ نسب ۳۴ واسطوں سے جناب علی علیہ السلام تک پہنچتا ہے، اس خاندان کے افراد ہمیشہ اہل علم کی صف میں ممتاز رہے، سید بایزیدؒ سے سلسلہ قضاۃ شروع ہو کر نسلاً بعد نسل جاری رہا یعنی قاضی سید وجیہہ الدین قاضی سید جمال قاضی سید عبدالغنی قاضی مولوی سید عنایت اللہ (مدرس مدرسہ شاہی دہلی) مولوی محمد اعظم قاضی مولوی محمد سالم قاضی سید امام علی قاضی سید محمد اکبر غازی (رحمہم اللہ تعالیٰ) قاضی سید عبدالنبی کی سند قضاۃ شاہ عالمگیر غازی کی دستخطی ۲۰ رجادی الاخریٰ ۱۰۰۹ھ اور قاضی سید محمد سالم کی سند قضاۃ پر شاہ عالم بادشاہ کی مہر ۱۲ ربیع الاول ۱۱۷۵ھ کی ثبت ہے[۵۸]

میاں صاحب کا عہد طفولیت لہو و لعب میں گزرا، کبھی دریا میں شناوری کے جوہر دکھا رہے ہیں تو کبھی اسپ شہوار کی پشت پر شہسواری کے کرتب، جن سے صحت ہمیشہ کے لیے اچھی ہو گئی، مگر ابھی تک علم کے ایک قطرہ نے بھی دہن کو تر نہ کیا، زمانہ اسی طرح گزر رہا تھا، سید جواد علی مرحوم سے ایک برہمن کے مراسم تھے پنڈت صاحب جب ملنے آتے، صاحبزادہ کو کھیل کود میں مصروف پاتے ایک روز کہنے لگے، میاں تم اتنے بڑے ہو گئے اور کچھ پڑھا نہیں دیکھو تمہارے

---

[۵۸] الحیاۃ بعد المماۃ ص ۲۰ و ۲۲

خاندان میں سب مولوی ہیں مگر تم جاہل ہو، یہ نصیحت کارگر ہوئی اپنے والد ہی سے پڑھنا شروع کیا فارسی اور عربی کے مبادی تک آپہنچے سید جواد علی کی رسائی یہیں تک تھی تشنگی علم بڑھنے لگی مگر گھر سے نکلے بغیر پیاس بجھ نہ سکتی تھی اور گھر میں عسرت مسلط تھی، جس کی وجہ سے والد سے سفر کی اجازت طلب کرنا بے سود تھا مگر تابہ کے اپنے ہم عمر طالب علم بشیر الدین عرف مولوی مراد علی سے مل کر ان کے حفظ امانت کا اندازہ کرتے رہے، جب یقین ہو گیا تو ان سے ایک روز قسم لے کر راز کہہ ہی دیا انہیں بجائے خود یہ لگن تھی دونوں نے مشورہ کیا کتابوں کی گٹھری بغل میں دبا کر رات کو گھر سے چل نکلے اور صادقپور محلہ نمو ہیہ مولوی شاہ محمد حسین (یہ صاحب مولوی ولایت علی کے خلیفہ تھے) کی درسگاہ میں پہنچے، اس وقت صوبہ بہار کا یہی مرکزی مدرسہ تھا یہاں دونوں نے مشکوۃ شریف و ترجمہ قرآن مجید پڑھا یہ ۱۲۴۷ھ کا واقعہ ہے اور عمر کے ۱۰، دیں سال کی روئداد، صادقپور صرف ۶ مہینے ٹھہرے، اسی دوران میں امام الوقت حضرت السید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قافلہ پٹنہ وارد ہوا، جمعہ کی نماز پولیس لائن میں ہوئی، سیدنا شہیدؒ دہلوی نے وعظ کہا یہاں میاں صاحب ان حضرات سے ملتے رہے یہ صحبتیں آخر کار دہلی کی طرف کھینچنے لگیں اس وقت مولانا شاہ عبدالعزیز کہ سید احمد بریلوی کے بھی امام و مرشد تھے، بقید حیات موجود تھے جن سے استفادہ کے شوق نے اور بھی بے قرار کر دیا اپنے رفیق سفر مولوی مراد علی کے ہمراہ پٹنہ سے بقصد دہلی روانہ ہوئے مگر زاد راہ کی قلتوں اور پیادہ پا مسافت کی صعوبتوں کی وجہ سے ۱۲۴۷ھ کے چلے ہوئے سا فروہ ۱۲۴۳ھ میں

دہلی وارد ہوئے جبکہ شاہ عبدالعزیز صاحب سفر آخرت فرما چکے تھے میاں صاحب نے اس سفر میں چندے غازی پور قیام فرمایا جہاں بعض کتابیں مولوی احمد علی مرحوم چڑیا کوٹی سے پڑھیں بنارس میں ٹھہرے یہاں کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کئے مگر سواری کا گھوڑا بیچ کر ایک کتاب ۹ روپیہ میں خریدی، الہ آباد وارد ہوئے، دائرۂ شاہ اجمل میں رہ کر صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور جب تک زندہ رہے دائرۂ شاہ اجمل کی یاد زبان پر رہی

آپ ۱۲۴۳ھ میں دہلی نزول فرمایا حضرت محمد اسحٰق (خلیفہ و نواسہ حضرت شاہ عبدالعزیز کا فیضان علم و عمل جاری تھا، مگر اُس وقت آپ شامل حلقہ ہونے کی قابلیت نہ رکھتے تھے اس لئے ابتداءً دوسرے اساتذہ سے اکتساب کیا یعنی

(۱) مولوی عبدالخالقؒ متولی مسجد اورنگ آبادی سے کتب ذیل پڑھیں کافیہ، قطبی، مختصر معانی، شرح وقایہ، نورالانوار، حسامی

آپ کے یہ استاد شاہ محمدؒ اسحٰق صاحب کے شاگرد تھے اور تکمیل کے بعد میاں صاحب کی شادی بھی آپ ہی کی دختر نیک اختر سے ہوئی، مجلس نکاح میں حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب بمعیت برادر خورد مولانا محمد یعقوب صاحب بطور کفیل و مہتمم موجود تھے، نکاح کی رات شاہ صاحب مسجد (مذکورہ) ہی میں طلب کو ترجمہ اور ابو داؤد پڑھاتے رہے صبح کے وقت نکاح پڑھایا، اور دعوت ولیمہ تناول فرمانے کے بعد دولتکدہ پر واپس تشریف لائے

(۲) ملا اخوند شیر محمد (متوفی ۱۲۵۷ھ) سے ذیل کی کتابیں پڑھیں

شرح جامی مع حاشیہ عبد الغفور، زوائد ثلاثہ، صدرا، شمس بازغہ،
یہ بزرگوار مولانا شاہ عبد القادر (م ۱۲۴۲ھ) کے شاگرد تھے،
اور صحیح بخاری، و تفسیر بیضاوی میں شاہ محمد اسمٰعیل شہید کے ہم سبق، ۸۸ برس
کی عمر میں وفات پائی،

(۳) مولانا جلال الدین ہروی سے یہ کتابیں پڑھیں،
شرح سلم، حمد اللہ، قاضی مبارک، شرح مطالع،
یہ صاحب مشہور معقولی تھے، درسیات صوبہ پنجاب و پشاور سے پڑھ کر
دہلی آئے اور مولوی فضل امام خیر آبادی (متوفی ۵ ذیقعد ۱۲۴۴ھ) سے
تھوڑا سا حصہ "الافق المبین" کا پڑھا

(۴) مولوی کرامت علی اسرائیلی مؤلف "سیرۃ احمدیہ" ان سے یہ کتابیں
پڑھیں،
مطول، توضیح تلویح، مسلم الثبوت، تفسیر بیضاوی، کشاف
(تا سورۂ نساء)

یہ حضرت مولانا فضل امام خیر آبادی اور شاہ رفیع الدین (متوفی ۱۲۴۹ھ)
کے شاگرد تھے، حدیث میں مولانا محمد اسحٰق صاحب اور حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ
کے تلمیذ، ان کے والد کا شعار حنبلی تھا، مگر خود شافعی طریقہ پر کاربند تھے، فقہ شافعی
پر بہت نظر تھی اور شاہ عبد العزیز صاحب کے مدرسہ کے قریب ہی قیام تھا،

(۵) مولوی سید محمد بخش عرف تربیت خاں مہندس، ان سے ریاضی کی
مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیں،

خزانۃ الحساب، قوشچی، تشریح الافلاک، شرح چغمینی،

یہ صاحب خاندانی عالم اور مولانا شاہ رفیع الدین کے شاگرد تھے اور ریاضی وفلسفہ کے ماہر، متقدمین کی تصانیف پر بہت نظر تھی ہر مسئلہ پر علت کے متلاشی رہے آتے جس کی وجہ سے شاہ رفیع الدین صاحب نے آپ کا نام معلل رکھ دیا، میاں صاحب کے زمانہ تک ۸۰ سال کی عمر تھی اور ریلوے اسٹیشن دہلی کے قریب سکونت فرماتے تھے،

ان کے دادا حضرت مجدد الف ثانی کے استاد تھے اور شاہزادہ سلیم (جہانگیر) کی تعلیم وتربیت بھی انہیں کے سپرد تھی اسی تقریب سے دربار اکبری سے "تربیت خاں" خطاب عطا ہوا، جو ان کے بعد خاندان کے ہر فرد کے نام کا جزو ہو گیا۔ اسی مناسبت سے مولوی سید محمد بخش مرحوم بھی تربیت خاں کہلاتے،

(۶) الصدر المحدث شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر مکی نبیرہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی

جن سے تفسیر وحدیث میں سے بعض کتب سماعۃً واکثر قراءۃً پڑھیں جن کی نقل سند صفحہ ۱۳۲ پر درج ہے،

دہلی ہی میں ایک موقعہ پر کچھ ایسا اتفاق ساہوا کہ مولوی شرف الدین[1] مرحوم

---

[1] منشی شرف الدین مرحوم، قوم سید علوی پنجاب کے رہنے والے تھے رام پور میں آکر علم وفضل میں وہ شہرت حاصل کی کہ عمائدے رام پور کا سلسلہ انتظام آپ کے متعلق ہو گیا نواب سید حامد علی خاں بہادر

(مفتی ریاست رام پور) جو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے معاصر بھی رہ چکے تھے، علم میں کامل تھے اس لئے حضرت ممدوح سے ہمسری کا ادعا بھی تھا، شاہ صاحب کی رحلت کے بعد صدر بازار میں پنجابیوں کے ہاں فروکش ہوئے، آپ کا شہرہ سُن کر میاں صاحب بھی ملاقات کے لئے گئے، اثنائے کلام میں میاں صاحب نے پوچھا آج کل جناب کا کیا مشغلہ ہے؟ فرمایا "نواب (رامپور) نے جلالین کے ترجمہ کی فرمائش کی ہے، وہی لکھ رہا ہوں، مگر بے چارے دونوں جلالو تو بالکل بھولے بھالے تھے اور کچھ جانتے بھی نہ تھے، اس لئے مجھ کو بہت کچھ بنانا پڑتا ہے" میاں صاحب نے دریافت کیا کہ آیت "یورث کلالۃ" میں لفظ

بقیہ صفحہ ۱۳۸، (۱۲۳۵ھ تا ۱۲۵۶ھ) نہایت عزت کرتے تھے، عہدہ قضا آپ کے سپرد تھا موضع بگر کا ادھ پایندہ نگر واقع حضور تحصیل بطور معافی دئے تھے، نواب سید احمد علی خاں بہادر ایک دفعہ دیوانے بن گئے کچھ کے باغ میں قیام تھا نواب صاحب کے متعلق جو انتظام اہلکاروں نے تجویز کیا اس میں مفتی صاحب بھی شریک تھے، سب کے خیالات سن کر نواب صاحب نے اصلی صورت اختیار کرلی، مفتی صاحب بھی مثل دیگر اہلکاروں کے گرفتار ہوئے، مگر آپ کے ولایتی شاگرد قید سے نکال کر لے گئے، رام پور سے لکھنؤ اور کلکتہ کا سفر اختیار کیا، نواب صاحب کے انتقال کے بعد رام پور آگئے۔"

"نواب صدیق حسن خان ابجد العلوم میں لکھتے ہیں، کہ یہ شرف الدین تھے شرف الدین نہ اول الذکر نام میرے والد نے رکھا ہے اور سنت رسول اللہ سے سب سے زیادہ بعید مخلوق الٰہی میں یہ شخص تھا، باوجودیکہ حواشی اور شرح کتب درسیہ کے محفوظ تھے اہل بدعت کی مدد اور اہل حق کا رد اپنی خرافات سے کیا کرتے تھے۔"

"تذکرہ کاملان رام پور ص ۱۰"

یورث "وَرِثَ یَرِثُ" سے مشتق ہے یا "اورث یورث" سے مگر مفتی صاحب سے کچھ جواب بن نہ آیا۔

مفتی صاحب کی دوسری ہمسنی مفتی صدر الدین خانؒ کے ہاں تھی، اس تقریب پر میانصاحب بھی مدعو تھے، مفتی صاحب نے آپ کا تعارف اپنے مہمان سے ان الفاظ میں کرایا کہ "یہ بڑا وہابی ہے اس کے سامنے حضور کوئی مسئلہ بیان نہ فرمائیں، مسئلہ کہنا ہو تو جمنا پار جا کر فرمایئے گا۔"

اس پر مفتی صاحب (رام پور) نے میانصاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کو فقہ بھی آتی ہے آپ نے جواب دیا میں کیا جانوں مگر آپ سوال تو کیجئے مفتی صاحب نے فرمایا "وضو کے کتنے فرض ہیں" میانصاحب نے کہا معلوم ہوا کہ آپ وہی اعتراض کریں گے جو پہلے ملا فروخ تکی نے کیا اسی کو بحر الرائق میں لکھا ہے اسی کو نہر الفائق میں نقل کیا ہے، ایسے اعتراض کا جواب دلی کے بھٹیاروں کے لونڈے پیڑے بناتے ہوئے دیتے جاتے ہیں، کوئی بڑی بات پوچھی ہوتی، اس کے بعد میانصاحب نے آپ سے سوال کیا کہ شوہر بی بی کی لاش کو ہاتھ لگا سکتا ہے غسل دے سکتا ہے اور تجہیز و تکفین کر سکتا ہے یا نہیں؟ مفتی صاحب نے فرمایا موت کے بعد نکاح فسخ ہو جاتا ہے اس پر میانصاحب نے جواب دیا، پھر حضرت علی نے جناب سیدہ کو کیوں غسل دیا اور ان کی تجہیز و تکفین کی، مفتی صاحب خاموش ہو کر رہ گئے،

حافظ بارک اللہ (لکھو کے پنجاب) کی نظر مسائل فقیہہ پر خوب تھی اس توغل کی وجہ سے مرحوم نے پنجابی نظم میں "انواع بارک اللہ" وغیرہ چند کتابیں

عامل بالحدیث ہونے سے پہلے لکھیں، ایک مرتبہ فقہ کے کسی مسئلہ پر حافظ صاحب نے ۱۴ کتابوں کا حوالہ دیا مگر میاں صاحب نے اسی مبحث پر ۴۰ کتابوں کے نام گنوا دیئے،

ایک روز صحیح بخاری کے درس میں مولوی حافظ احمد علی مرحوم سہارنپوری کا یہ حاشیہ پڑھا گیا کہ "خبر واحد سے عموم قرآن کی تخصیص جائز نہیں" میاں صاحب نے اس پر برجستہ ۴۵ ایسے مواقع بتلائے کہ جہاں آئمہ احناف نے خبر واحد سے عموم قرآن کی تخصیص کی ہے،

مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کی حاضری خدمت کے زمانے میں ایک مرتبہ دربارہ اولاد ناجائز استفتا آیا، حضرت نے تمام شاگردوں کو اس پر لکھنے کا حکم دیا، مگر میاں صاحب کے سوا کسی نے جواب نہ لکھا، شاہ صاحب پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ "اس لڑکے سے وہابیت کی جھلک آتی ہے، بڑا تیز ہے"

یہ وسعت نظر کیوں نہ ہوتی تمام عمر تکمیل سے پہلے بھی اور بعد میں بھی مطالعہ میں گزری، اپنے کتب خانہ کے علاوہ (جس کا کچھ بچا کھچا حصہ اس وقت کتب خانہ نذیریہ[۵۱] پھاٹک حبش خاں دہلی میں محفوظ ہو چکا ہے)

---

[۵۱] ۱۰ رشوال ۱۳۴۴ھ (۲۲ راپریل ۱۹۲۶ء) کو قائم ہوا اس وقت مولوی سید ابوالحسن نبیرہ حضرت میاں صاحب بقید حیات موجود تھے، جلسہ افتتاحیہ انہی کی صدارت میں ہوا ستمبر ۱۹۳۴ء تک کتابوں کی تعداد ۸۰۰ ہزار تک تھی، اور اس وقت مہتمم مولوی سید عبدالرؤف صاحب ہیں،

قلعہ معلیٰ میں شاہان مغلیہ کا کتب خانہ تھا، جو مرزا فخر الدین ولیعہد بہادر شاہ کے ساتھ مراسم کی وجہ سے ہر وقت آپ کے لئے کھلا رہتا اگر کسی مقام کا التقاط مدنظر ہوتا تو کتاب گھر پر لے آتے، شاہ عبدالعزیز صاحب کا کتب خانہ تھا، جس کی ابتدا شاہ عبدالرحیم صاحب سے ہوئی اور تکمیل مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے ہاتھوں، اس کتب خانہ تک شاہ محمد اسحاق صاحب کے شاگرد ہونے کی وجہ سے رسائی تھی، لکھنؤ تشریف لے جاتے تو ملا عبدالعلیؒ بحرالعلوم اور مولوی حامد حسین صاحب (شیعی) مصنف "استقصاء الافہام" کے مشہور کتب خانوں تک بھی دسترس تھی، راولپنڈی نظربند ہوئے، وہاں کے سرکاری کتب خانہ سے کتابیں منگا کر پڑھتے رہے، زمانہ تدریس میں ایک ایسی کتاب کی ضرورت لاحق ہوئی جو لکھنؤ کے سوا کہیں نہ ملتی تھی ایک طالب علم کو پیادہ پا بھیج کر منگائی، بھوپال سے بھی کتابیں منگاتے رہتے جس سے معلومات کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کتاب میں ایک مسئلہ سے متعلق کوئی حوالہ کسی مقدم تصنیف کا نظر سے گزرا تو اب یہ کوشش ہونے لگی کہ اصل کتاب کو دیکھیں، اور اکثر اس اصل کو دیکھ بھی لیتے، اس التزام سے نظر متاخرین کی تصانیف کے اصلی ماخذوں پر احاطہ کرتی گئی، بالآخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ متاخرین کی تصانیف جو نظر سے گزرتیں، تو فرماتے کہ ان صاحب نے فلاں مضمون فلاں کتاب سے اخذ کیا ہے، پھر فرماتے (اور اکثر) کہ "میں ان دونوں دادا پوتے (شاہ ولی اللہؒ اور مولوی اسمٰعیل شہید) کا قائل ہوں،

ان کا پتہ تو نہیں لگا کہ کہاں سے اخذ کرتے ہیں، ورنہ متاخرین میں سے جس کی کتاب چاہو سامنے لے آؤ، میں بتا دوں گا کہ اس کا ماخذ متقدمین میں سے فلاں صاحب کی تصنیف میں سے ہے بلکہ صفحہ اور اوراق ایسے دکھا دوں گا جو نقل محض ہے۔"

تدریس

اپنے استاد اور دہلی کے بے تاج بادشاہ (الصمد الحمید) مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کی ہجرت کے بعد میاں صاحب نے دہلی ہی میں مسجد اورنگ آبادی میں مستقل درس قائم کیا جہاں ۱۲۷۰ھ تک جملہ علوم و فنون کی کتابیں بلا استثنا پڑھاتے لیکن بعد میں صرف تفسیر، حدیث و فقہ پر انحصار رکھا، اب صحاح ستہ اور جلالین پورے ایک سال میں ختم کرتے، اور فرمایا کرتے کہ "میں پہلے حدیث "انما الاعمال بالنیات" ہی کو ۲۷ روز میں پڑھاتا تھا، مگر اب وہ زمانہ نہیں بلکہ اب تو ہتیلی پر سرسوں جماتا ہوں" یہ بھی فرماتے کہ "میں نے صحاح ستہ کو گلستاں بوستاں کر دیا ہے" علامہ عینی شارح ہدایہ و بخاری جیسے شخص کا ذکر آتا تو فرماتے کہ "ان کو خود اپنے گھر کی خبر نہیں" ہدایہ کی نسبت فرمایا کرتے "پہلے جو عالم "ہدایہ" کا درس دیتا تھا تو اس کے گھر پر جھنڈا لگا رہتا، سنو صاحب! میں نے اس کو کریما مقیماں بنا دیا ہے"

تلامذہ: آپ کے شاگردوں کی تعداد آپ کے سوانح (الحیاۃ بعد المماۃ) میں ۵۰۰ تک نام بنام لکھی گئی ہے، مگر جس مسند الوقت محدث نے دہلی جیسے منبع علم میں ۶۰ سال تک تدریس کی ہو، اس کے شاگردوں کی تعداد

ہزاروں تک کیوں نہ ہوگی،

اس تعداد میں بلاد ہند کے علاوہ عرب عجم بخارا ترکستان کابل تبت کشمیر و دیگر ایشیائی حصص کے طلباء کے نام بھی مرقوم ہیں اور ہندوستان کے شاگردوں میں بے شمار ایسے حضرات ہیں، جو مسند الوقت کہلائے، مثلاً مولانا حافظ ابو محمد ابراہیم آروی مرحوم موسس مدرسہ احمدیہ آرہ، حضرت شاہ عین الحق پھلواروی علامہ شمس الحق ڈیانوی صاحب "عون المعبود" مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی صوبہ بہار میں، حافظ عبداللہ غازی پور میں اور مولانا ئے عبدالرحمٰن صاحب "تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی" مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں،

پنجاب میں شیخ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی، اور عارف باللہ السید عبداللہ صاحب غزنوی امرتسری وابناؤہ امام صاحب مولانا عبدالجبار اور آپ کے دوسرے برادران عالی قدر مولوی امیر حسن محدث و مولوی امیر احمد محدث و مولوی محمد بشیر محدث سہسوان میں، مولانا ئے محمد سعید اور مولوی سید نذیر الدین احمد بنارس میں، مولوی نواب حیدالزماں خان و مولوی بدیع الزماں حیدر آباد دکن میں، مولوی ابو یحییٰ محمد شاہجہاں پور میں، مولوی عبدالرحیم مشہر لکھنؤ میں، مولوی اکرام حسین کاکوری میں، مولوی محمد بن ہاشم سامرودی صوبہ بمبئی میں، حافظ عبیدالرحمن عمر پوری دہلوی اور مولوی احمد اللہ صاحب پرتاب گڑھی دہلی میں، (دھلم جرا) اور ان تمام شاگردوں سے ممتاز عبداللہ صاحب غزنوی امرتسری ہیں

جنہوں نے اپنے تلمذ کا اعتراف ان لفظوں میں کیا،

"بخدمت خاتم المحدثین شیخنا سید محمد نذیر حسین صاحب رسیدم و کتاب صحیح بخاری شروع نمودم، در آں میان بلوائے دہلی شروع شد، در حین بلوائے شدید کہ ہر کس بہ غم جاں خود بود من بخواندن کتاب مذکور تا حدے کہ نصاری غالب آمدند و اہل بلدہ را متفرق نمودند در آں ایام کتاب صحیح بخاری قریب اختتام بود، مگر بسبب پراگندگی اہل بلدہ درمیانِ من و سید صاحب ہم جدائی افتاد و کتاب ناتمام ماند"

(از سوانح عمری عبداللہ صاحب غزنوی)

بلکہ اس کتاب میں جن علما کے تراجم قلمبند کئے ہیں، تمام کا سلسلہ بلاواسطہ یا بلواسطہ میاں صاحب تک پہنچتا ہے، باستثنائے ان حضرات کے جن کا زمانہ (میاں صاحبؒ) سے متقدم ہے، مثلاً شاہ ابو اسحاق لہراوی (اعظم گڑھی م ۱۲۲۴ھ) و مرزا حسن علی محدث لکھنوی (م ۱۲۲۶ھ) و مولانا نواب سید اولاد حسن (م ۱۲۵۳ھ) و مولوی سید حسین احمد (م ۱۲۷۵ھ) حضرت خاتمۃ المحدثین نواب سید صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) و علمائے صادقپور بہار جن کی ابتدا حضرت مولوی ولایت علی (م ۱۲۶۹ھ) سے ہوئی اور باستثنائے اُن حضرات کے جو اپنے دور اول میں حلقہ تقلید میں گھرے ہوئے تھے یعنی مولوی محمد اسمٰعیل علی گڑھی (م ۱۳۱۱ھ) وغیرہ، اور

صاحب ترجمہ کا سن ارتحال ۱۳۲۰ھ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت میاں صاحب ہی سے ہوئی، اس لئے اُن کا لقب "شیخ الکل" اپنی معنویت میں بجا اور صحیح ہے،

میاں صاحب مرحوم علمائے متقدمین کی بہت عزت کرتے، شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا نام "شیخ اکبر" اور اکثر "خاتم الولایۃ المحمدیہ" کے خطاب کے ساتھ پکارتے اس پر علامہ قاضی بشیر الدین قنوجی (استاد جناب السید نواب صدیق حسن خانصاحبؒ والی بھوپال) کہ ابن عربی کے اشد مخالفین میں سے تھے، اور ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی برتری و بزرگی کے روادار نہ تھے میاں صاحب سے صرف "شیخ اکبر" پر مناظرہ کرنے کے لئے دہلی تشریف لائے، ۲ ہفتے متواتر گفتگو جاری رہی، مگر میاں صاحب نے شیخ اکبر کا احترام ہاتھ سے نہ دیا، اور آخر کار قاضی صاحب بھی آپ سے متفق ہوگئے،

اسی طرح علامہ شمس الحق ڈیانوی نے بھی کئی روز شیخ اکبر پر آپ کے ساتھ مناظرہ کیا، اور دوران گفتگو میں "فصوص الحکم" پیش کرتے رہے، میاں صاحب نے پہلے تو اور طریقوں سے سمجھایا مگر جب دیکھا کہ آپ کسی طرح نہیں مانتے تو فرمایا کہ "فتوحات مکیہ" شیخ اکبر کی آخری تصنیف ہونے کی وجہ سے ان کی تمام کتابوں کی ناسخ ہے" اس پر مولانا شمس الحق صاحب حقیقت کو پاکر خاموش ہوگئے،

لیکن یہی "شیخ اکبر" ہیں، جن کے متعلق عبد اللہ صاحب غزنوی کے امیال و عواطف اپنے استاذ گرامی کے بالکل مخالف ہیں، جیسا کہ اُن کے

ملفوظات میں پایا جاتا ہے، اور یہ ماجرا ان کے ساتھ "میاں صاحب" کے زمانہ تلمذ ہی میں گزرا فرماتے ہیں

"..... باز در دہلی نزد مولوی نذیر حسین صاحب بودم از شخصے کتاب "فتوحات" کہ ہمراہ شرح بود گرفتم تا مطالعہ نمائم در ہماں شب مے بینم کسے را کہ فرمودند گویا کتابہا دیگر از زمیں مفقود اند کہ کتاب ابن عربی مے بینی؟ باز در شہر کابل در حبس و محنت رسالہ ایں طائفہ را روزے چند سطور گزرانیدم کہ حالتے آمد و مرا پوشید تعبیرش بزبان نتوانم در خاطر ریختند کہ ایں کتابہا را نباید دید"

(سوانحِ عمری مولوی عبد اللہ الغزنوی المرحوم صفحہ ۱۱۲)

"میاں صاحب" کو تدریس میں انہماک کی وجہ سے تصنیف و تالیف کی فرصت کہاں مل سکتی، جس قدر رسائل لکھے "فتاویٰ نذیریہ" مطبوعہ دہلی میں جمع ہو چکے ہیں، ان کے سوا ایک مستقل کتاب "معیار الحق" لکھی، جس کے مطالعہ سے بصارت حاصل ہوتی ہے اور مصنف علام کی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے، یہ کتاب رد تقلید میں ہے" اس کے لکھنے میں نہایت ہی تنقید سے کام لیا گیا ہے اور رطب و یابس سے قطعاً احتراز کیا گیا جن کتابوں سے استشہاد کیا گیا ہے وہ اُنہی ماہرین فن کی کتابیں ہیں جن کو اس فن خاص میں خاص ملکہ حاصل تھا، اور جو اپنے فن کے مسلم امام ہوں محدث ہوں یا فقیہہ ائمہ رجال ہوں یا اصولی صوفی ہوں یا ادیب سب فن خاص کے منتخب

اور مسلم الثبوت امام ہیں[۵۱]"

"معیار الحق کی تردید مولوی ارشاد حسین[۵۲] صاحب مرحوم رام پوری نے انتصار الحق لکھی، جس کی چار تردیں میاں صاحب کے تلامذہ نے لکھیں، (۱) براہین اثنا عشر (۲) تخفیف الانظار فی ما بنی علیہ الانتصار (۳) اختیار الحق (۴) بحر ذخار

پہلا رسالہ مولانا سید امیر حسن سہسوانی نے "انتصار الحق" کی اشاعت سے ایک روز بعد قلم برداشتہ لکھ کر شائع کر دیا، کیونکہ "انتصار الحق" میں تحدی کی گئی تھی کہ جو کوئی ان بارہ دلائل مفصلہ ذیل کی تردید کر دے گا تو سمجھا جائے گا کہ اس نے ساری کتاب کی تردید کر دی[۵۳]"

نظر بندی

انبالہ کے مشہور مقدمہ جس میں علمائے صادق پور (پٹنہ) و دیگر اعیان و انصار اہلحدیث گرفتار ہوئے تھے (۱۲۸۰ و ۱۲۸۱ھ) میں ہوا جس کی تفصیل

---

۵۱ الحیاۃ بعد المماۃ ص ۲۹۴

۵۲ مولانا ارشاد حسین مجددی، خلف مولوی حکیم احمد حسین جن کا سلسلۂ نسب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے، اعلام متقدمین میں سے تھے، بتاریخ ۱۴ صفر ۴۸ ۱۲ھ رام پور میں پیدا ہوئے اور ۸ ویں جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ میں بعارضہ تپ محرقہ رام پور ہی میں رحلت فرمائی، شاہ احمد سعید مجددی (متوفی ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ) جنہوں نے اہلحدیث کے رد میں کتاب حق المبین فی رد علی الوہابیین وغیرہ لکھی کے، خلفا میں سے تھے، خوش اخلاق اور خوش پوشاک بزرگ تھے"

(تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۳)

۵۳ تفصیل سید امیر حسن سہسوانی کے ترجمہ میں ملاحظہ کیجئے گا،

علمائے صادق پور کے تراجم میں ملے گی اس مقدمہ کی لپیٹ میں میاں صاحب بھی آ گئے، ایک سال تک راولپنڈی جیل میں محبوس رہے روزانہ پھانسی کی دھمکیاں دی جاتیں مگر پائے ثبات کو لغزش نہ ہوئی،

۱۳۰۰ھ میں حج بیت اللہ کے لئے گئے تو ہندوستانی مقلدین کی مہربانیوں سے وہاں بھی سخت ابتلا میں گھر گئے، اس سفر میں مولوی تلطف حسین مرحوم عظیم آبادی نے اپنے شیخ کی بڑی خدمت کی، اس دور ابتلا و محن میں بھی متواتر ۳ روز منیٰ میں سلسلۂ وعظ جاری رکھا، رفقائے سفر نے جب اس تذکیر سے دشمنوں کی آتش حسد کو اور بھی تیز دیکھا تو منت و سماجت سے خدمت عالی میں عرض کیا، کہ یہ وعظ بند فرمائیے مخالفین کی سازش بہت گہری ہو چکی ہے، اب جان کی خیر نظر نہیں آتی، اس کے جواب میں میاں صاحب نے صاف صاف کہہ دیا "سنو صاحب! بہت جی چکا اب زندگی کی تمنا نہیں، امام نسائی بھی اسی حرم میں شہید ہوئے، جہاں میرے قتل کے منصوبے ہو رہے ہیں، میں ہر وقت اپنے قتل کے لئے آمادہ ہوں مگر اس تبلیغ سے باز نہ آؤں گا"،

مکہ معظمہ میں آپ پر وہابی و معتزلی کے الزامات کے ساتھ مزید ستم ظریفی یہ بھی کی کہ خنزیر کی چربی اور خالہ و پھوپی کے ساتھ جواز نکاح کے بھی آپ مجوز ہیں اور ان الزامات کے ثبوت میں ہندوستان ہی سے ایک رسالہ "جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد" چھپوا کر بھی لے گئے، آخر پورے ۴۲ گھنٹے محبوس رکھنے کے بعد میاں صاحب اور

مولوی تلطف حسین کو ۲۵ ذالحجہ ۱۳۰۰ھ کو سید عثمان نوری پاشا کے سامنے پیش کیا گیا، پاشا نے استاد و شاگرد دونوں سے علیحدہ علیحدہ کمرے میں یہ سوال کئے،

(۱) آپ کے نزدیک مال تجارت میں زکوۃ ہے یا نہیں (۲) خنزیر کی چربی کو آپ حلال سمجھتے ہیں یا حرام (۳) پھوپھی اور خالہ کے ساتھ مناکحت جائز ہے یا نہیں (۴) حنفی مذہب آپ کے نزدیک کیسا ہے؟ عثمان پاشا عربی نہ جانتے تھے اور گفتگو ایک ترجمان کے توسط سے ہو رہی تھی، میاں صاحب نے دوران گفتگو میں ترجمان سے دریافت کیا، کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں اس نے کہا نیشاپور میرا وطن ہے، میاں صاحب نے فرمایا، کہ صائب نیشاپوری کہتا ہے ؎

بے بصیرت چہ شناسد سخن صائب را
تلخ و شیریں بمذاقِ دلِ رنجور یکے ست

پھر عثمان پاشا سے کہا، کہ آپ کے ہاں میری نسبت جو شکائتیں لوگوں نے کی ہیں ان کو ذرا سوچا تو ہوتا کہ یہ باتیں کسی مسلمان کے اندر ہو سکتی ہیں، اس پر پاشا نے معافی مانگی اور کہا کہ میرا حق ہے کیونکہ میں بنی فاطمہ ہوں میاں صاحب نے فرمایا میں بھی بنی فاطمہ ہوں، آپ بھی شجرہ پڑھیں اور میں بھی پڑھتا ہوں پاشا نے آپ کے لئے حاکم مدینہ کی طرف سفارشی خط لکھ دیا، مگر برادران یوسف مدینہ میں بھی موجود تھے، کوئی کسر یہاں بھی اٹھا نہ رکھی، آخر کار دشمنوں کو ناکامی ہوئی اور آپ اپنے دیگر ہمراہیوں سمیت مع الخیر واپس تشریف لائے،

۲۲ جون ۱۸۹۷ء (۲۱ محرم ۱۳۱۵ھ) کو گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے

شمس العلما کا خطاب ملا، مگر اس پر کبھی فخر نہ کیا، بلکہ فرمایا کرتے، کہ "مجھے کوئی نذیر کہے تو کیا اور شمس العلما کہے تو کیا، میں نہایت خوش ہوں کہ لوگ مجھے میاں صاحب کہتے ہیں، بھائی سادات کے لئے پیارا لفظ اس سے بڑھ کر نہیں ہے اس لفظ کی برکت سے میری درویشانہ طرز میں فرق نہ آئے بس خدا کا یہی فضل ہے"

اور میاں صاحب کا یہ لقب آپ کے اساتذہ کرام حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خاندان سے چلا آتا ہے، تاآنکہ آپ کے استاد (بلا فصل) مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کا بھی یہی لقب تھا، جو تتبعاً آپ تک پہنچا، وللہ الحمد مگر ان تمام باتوں کے باوجود بھی میاں صاحبؒ نے تمام عمر کرایہ کے مکان میں بسر کردی، انکسار کا یہ عالم تھا، کہ "ایک روز ایک مجذوم شخص حاضر خدمت ہوا، اور بڑی بے تکلفی سے باتیں ملاتا ہوا کہنے لگا، کہ میاں نذیر حسین (نذیر حسین) دو کام ہیں، بتلا پہلے کونسا کرے گا، فرمایا، تو جس کو کہے، کہا، پہلے خدا کا کام کر، اور بتا کہ الحمد سریہہ (شریف) امام کے پیچھے پڑھنی چاہیئے یا نہیں، اور ہدیہ یدین (رفع الیدین) بھی کرنا چاہیئے یا نہیں، جب آپ مسئلہ بیان فرما چکے تو اس نے کہا، لے اب میرا کام کر، میں بھوکا ہوں، گھر سے کھانا لا کر کھلا، آپ مکان پر تشریف لے گئے، اور کھانا لا کر پیش کیا"

(بروایت استاد پنجاب حافظ عبدالمنان مرحوم)

اور یہ واقعہ بھی حافظ صاحب ممدوح ہی بیان فرمایا کرتے، کہ "ایک مرتبہ میں بیت الخلا کی جانب جارہا تھا، راہ میں ایک بیل راستہ روکے کھڑا تھا، میں نابینا آدمی، مجھے معلوم نہ تھا، اس اثنا میں کسی نے چپکے سے میرا ہاتھ پکڑ،

اور ایک طرف سے لے جا کر پاخانہ میں مجھے بٹھا دیا، اور کلوخ بھی لا کر دے دیئے جب میں حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر چلا تو پھر مجھے وہاں سے نکال کر نہایت رفق کے ساتھ راستہ پر لا کر چھوڑ دیا، اب کسی نے مجھ سے پوچھا، کہ تم پہچانتے ہو آج کون تمہارا قائد بنا تھا، وہ تو خود میاں صاحب تھے،،

مولانائے ابوسعید محمد حسین بٹالوی فرماتے، کہ "جب میں دہلی پڑھتا تھا میاں صاحب اکثر میری قیام گاہ پر تشریف لاتے، اور صف نعال کے قریب ہی چٹائی پر بیٹھ جاتے، میں باصرار عرض کرتا، کہ فرش پر تشریف رکھیئے تو فرماتے

بر بساط اغنیا ہرگز نیایند اہل فقر
زانکہ نقش بوریا ایں قوم را زنجیر است

خاندان مغلیہ کے فلک زدہ شاہزادے آیا کرتے، تو آپ ان کی تکریم کے لئے سرو قد کھڑے ہو جاتے، اور نذرانہ بھی پیش کرتے، اگر مصاحبین میں سے کوئی ان شاہزادوں پر تعریض کرتا، تو ٹھنڈی سانس لے کر فرماتے "آہ! آج انکی یہ حالت ہے ورنہ ہم جیسوں کا تو سلام لینا بھی یہ پسند نہ کرتے،،

" میاں صاحب نماز فجر کے بعد ضرور ایک رکوع کا درس دیتے، جس سے ایک سال میں قرآن مجید ختم ہو جاتا، جب کبھی توحید باری تعالیٰ کا مضمون آتا تو اس کو واضح طور پر سمجھاتے اور یہ بھی ساتھ ہی فرماتے "" مگر تم دلی والے یا پیر یا پیر ہی کہتے رہے، ہاما قدروا اللہ حق قدرہ چلو صاحب چلو!،،

مظفر پور (بہار) کے وعظ کا جو سماں قاضی مظفر حسین مرحوم مؤلف "الحیاۃ بعد المماۃ" نے دکھایا ہے، اس سے آپ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے، فرماتے ہیں

"مظفرپور[۵۱] میں ایک دفعہ خاکسار کی استدعا پر بعد نماز مغرب کے القارعۃ ماالقارعۃ کا بیان آپ نماز عشا تک فرماتے رہے اُس وعظ میں مختلف حصص ہندوستان کے نامی گرامی علما کا مجمع عظیم الشان تھا علاوہ اس کے کہ وہ بیان عجیب پُرکیف پرلطف، بلیغ اور پراثر تھا"

"خصوصیت اس وعظ کی یہ تھی کہ احوال قیامت کا بیان تھا اور حالات قیامت یہ الفاظ وعبارات مختلف جتنی جگہ قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں ہر لفظ وعبارت کے مقابل میں اُس کے کل مشاکل اور مرادف الفاظ وعبارات مختلفہ کو اکٹھا کرکے تطبیق دیتے اور ہر تعبیر کے متعلق فائدہ اور بیان خاص فرماتے جیسے القارعۃ کے ساتھ الحاقۃ وغیرہ کل الفاظ مرادف واوصاف متضاد جیسے خافضۃ رافعۃ جو قرآن مجید میں مختلف جگہ موجود ہیں، یا مثلاً پہاڑوں کی نسبت کہیں کالعھن المنفوش وارد ہے کہیں ھباء منبثا کہیں کانت الجبال کثیبا مھیلا کہیں واذا الجبال سیرت کہیں واذا الجبال نسفت، آسمان کے بارے میں کہیں واذا السماء کشطت کہیں اذا السماء انفطرت کہیں ہے تکون السماء کالمھل کہیں فتحت السماء فکانت ابوابا کہیں اذا السماء فرجت کہیں فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدھان، زمین کے بارے میں کہیں ہے اذا رجت الارض رجا اور کہیں ہے اذا دکت الارض دکا، کہیں ہے اذا الارض مدت کہیں ہے یوم تبدل الارض غیر الارض، دریا کے بارے

---

[۵۱] یہ واقعہ غالباً ۱۲۹۷ھ کا ہے ۱۲

میں کہیں ہے اذا البحار فجرت کہیں ہو اذا البحار سجرت روز قیامت کی درازی کے بارے میں کہیں ہے مقدار خمسین الف سنۃ کہیں ہو مقدار الف سنۃ اہل قیامت کی نسبت کہیں ہے کنتم ازواجا ثلثۃ کہیں دو ہی قسم ہو فریق "فی الجنۃ وفریق فی السعیر نامۂ اعمال دیئے جانے کی نسبت کہیں ہو امامن اوتی کتابہ بشمالہ کہیں ہے امامن اوتی کتابہ ورا ء ظہرہ وغیرہ وغیرہ ان سب لفظوں میں تطبیق اور ہر تعبیر کے تحت میں خاص خاص فوائد اور اُس کے ساتھ ساتھ حدیث سے شواہد لاتے اسی طرح سارے قرآن مجید کے کل الفاظ مشتمل احوال قیامت، کو مع تطبیق وتعبیر فوائد کے اس طرح بیان فرمایا"

"اُس وقت عجیب سماں تھا کہ علما عشعش کرتے تھے اور عوام وخواص ہر قسم کے سامعین اپنا اپنا حصّہ جدا جدا لے رہے تھے"

آپ کے متعلق علمائے عصر کی رائیں۔

جناب نواب السید صدیق حسن خانصاحب نے مولانا سید شریف حسین صاحب خلف الصدق حضرت میانصاحبؒ کی سند میں یوں لکھا ہے :-

"والدہٗ شیخ الاسلام ومرکز علوم الاستجازہ والاجازہ والعالم الخبیر حقیقۃ ذلک ومجازہ ومن المثل السائر لایفتی ومالک بالمدینہ ولا یسند والحاکم ببغداد"

مولانا شیخ محمد تھانوی (شاگرد حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب) فرماتے ہیں :-

"د توجہ خلط اقدس حضرت مولانا محمد اسحاق قدس سرہٗ جانب جناب مولوی نذیر حسین صاحب ازبس بود بہ قدر کہ تو آموزاں بر آں نازے کنند زیادہ ازاں مولوی صاحب موصوف در ذخیرہ خویش نہادہ فراموش کردہ باشند .... بعد یہ من دہلی امروز از ہماں کس عبارت است دعائے سلامتی اوشاں ضروراست دہلی دو چشم می داشت جناب مولانا قطب الدین صاحب مرحوم و جناب موصوف بالفعل یک چشم ماندہ است کہ آں عبارت از جناب مولوی نذیر حسین صاحب است فقط"

راقم احقر العباد شیخ محمد فاروقی تھانوی عفی عنہ ۱۲۹۰ھ [۵۱]

مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی غایۃ الکلام میں فرماتے ہیں :-

"زبدۃ المتکلمین ، عمدۃ المحدثین من اولیاء عصرہ ، اکابر علماء دہرہ مولانا السید نذیر حسین دہلوی"

شیخ احمد بن احمد بن علی التونسی المغربی فرماتے ہیں،

"لا یوجد مثلہ فی الارض"

وفات

محفل اسلام کی یہ نورانی شمع بالآخر ۱۰ رجب بروز دوشنبہ ۱۳۲۰ھ ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو نماز مغرب کے بعد گل ہوگئی، دوسرے روز صبح ۹ بجے جنازہ اٹھا، ہزاروں کا مجمع ہمراہ تھا، جس میں شہر کے تمام اہل علم، صوفیا اور عمائدین مشایعت میں تھے، عید گاہ میں مولوی عبدالسلام (آپ کے پوتے)

---

[۵۱] الحیاۃ بعد المماۃ ص ۲۶۳

نے نماز جنازہ پڑھائی، اور شیدی پورہ کے قبرستان میں اپنے صاحبزادے مولوی شریف حسین کے پاس مدفون ہوئے،

حافظ مولوی عبدالمنان وزیرآبادی مولوی عبدالرحمٰن بقا (غازی پوری) نے

تو فی ہادی الناس مجتہد حبر و قضی نحبہ ہادی البریۃ عابد
۲۰ ھ ۱۳ ۲۰ ھ ۱۳

(علی الترتیب) تاریخ وفات نکالی،

دلیکن ان حضرات میں سے جو داد سخن مولوی حکیم مختار احمد (حنفی موضع کرٹھیا ضلع مظفرپور) نے دی وہ اپنی نکتہ اسی کے لحاظ سے ہر قسم کی تعریف سے مستغنی ہے مرحوم نے عربی میں ۲۰ اشعار لکھے جن کے پہلے دس شعروں کے دونوں مصرعوں میں علیحدہ علیحدہ صاحب ترجمہ کا سن وفات (ہجری یا فصلی) نکلتا ہے اور دوسرے دس اشعار میں کتاب تنویر الخمری مولانا سید نذیر حسین علیہ الرحمۃ محدث دہلوی معروف بہ الحیاۃ بعد المماۃ" کے سن تدوین کی تاریخ بجائے بسم اللہ کے جو عبارت لوح نظم ہے وہ بھی مادہ تاریخ کی متضمن ہے اور تمام مصرعے تخرجہ و تعمیہ کے عیب سے مبرا

اکثر شعرا نے قصائد و مادہ ہائے تاریخ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں لکھے، مثلاً

(۱) جہاں سے اُٹھ گیا اچھا امام علم حدیث (۲) بجھ گیا اب چراغ دہلی کا
۲۰ ھ ۱۳ ۲۰ ھ ۱۳

(۳) قدمات محدث امام علام (۴) بود جلیس بخاری و بزار
۲۰ ھ ۱۳ ۲۰ ھ ۱۳

(۵) انتقال امام و محدث زماں
۱۳ ھ ۲۰

(۶) رحلت جناب سید محدث
۱۳ ھ ۲۰

(۷) سیدی جناب محمد نذیر حسین
۱۳ ھ ۲۰

(۸) موت اس عالم کی ہے عالم کی موت
۱۳ ھ ۲۰

(۹) محدث مکمل محقق تفسیر
۱۳ ھ ۲۰

(۱۰) رفت اے والے محدث دہلوی
۱۳ ھ ۲۰

آغا سنجر طہرانی نے ایک طویل قطعہ لکھ کر اس شعر سے مادہ تاریخ نکالا

مرد والا گہر نذیر حسین ۔ عالم ما محدث کامل
۸۲۰ ۔ ۵۰۰

بسم اللہ المفیض العلیم

ازمولوی حکیم مختار احمد مظفر پوری

فات نور الفرقۃ السبحانیہ ۔ انہ احیی الاصول الغانیہ
۱۳ ھ ۲۰ ۔ ۱۳ ھ ۲۰

ربنا اکرم بہذا وافیا ۔ انت معطی العافیات العانیہ
۱۳ ھ ۲۰ ۔ ۱۳ ھ ۲۰

فیضہ نہر مجید باقی ۔ فضلہ عم البلاد الصافیہ
۱۳ ھ ۲۰ ۔ ۱۳ ھ ۲۰

کان بحر الخلق اعین العلی ۔ کان تاج المدرکات الباقیہ
۱۳ ھ ۲۰ ۔ ۱۳ ھ ۲۰

مخزن الطلاب بل شمس الوفا
۲۰ ۱۳ھ

شیخ اصحاب العقول الجاویہ
۱۰ ۱۳ف

رمز فن المجتبیٰ نہر الصفا
۲۰ ۱۳ھ

صدر ارباب التنایا الصافیہ
۱۰ ۱۳ف

مصدر الاسرار تاج الاولیاء
۱۰ ۱۳ف

فخر دین الامۃ الربانیہ
۲۰ ۱۳ھ

کان اہل الفیض بل بحر الہدیٰ
۲۰ ۱۳ھ

کان مفنی المنکرات العاریہ
۱۰ ۱۳ف

ماتن "معیار حق" مقرن
۱۰ ۱۳ف

شمس افلاک الفتاوی الجاریہ
۱۰ ۱۳ف

استمع یا مہتدی عالم الوصال
۱۰ ۱۳ف

فات بدر السنۃ الفرقانیہ
۱۰ ۱۳ف

قد تمنی شرح مذہب السالک
۱۰ ۱۳ف

فخر فسطا الحکمۃ الیونانیہ
۱۰ ۱۳ف

قد دفی متنا متینا و افلا
۱۰ ۱۳ف

نور شرف الامۃ القرآنیہ
۱۰ ۱۳ف

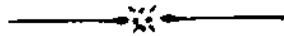
اسمہ نقش الحسین الجامع
۲۰ ۱۳ھ

نعتہ رمز الصدور الصافیہ
۲۰ ۱۳ھ

مشلہ معدوم عصر فی العلاج
۲۰ ۱۳ھ

مفخر اہل الفنون العالیہ
۲۰ ۱۳ھ

القراط الدهر فی سر الشفا	بل ریاض الحکمۃ الیونانیہ
۱۰ ۱۳ ف	۱۰ ۱۳ ف
عین فیض الطب وعین العطف	ضوء قلب الحکمۃ اللقمانیہ
۱۰ ۱۳ ف	۱۰ ۱۳ ف
نوربیت الطب جارت نغمہ	فرح شرح الحکمۃ البقراطیہ
۱۰ ۱۳ ف	۲۰ ۱۳ ھ
استمع یا مقبلا عام الکتاب	وہو شرح الواقعات الفانیہ
۲۰ ۱۳ ھ	۱۱ ۱۳ ھ
واسمعو عام الکتاب ثانیاً	شاعت المجموعۃ الرحمانیہ
۱۱ ۱۳ ف	۱۱ ۱۳ ف
ہادیا قل یا مسیحی ثالثا	جاء شرح الکیفیات الطاریہ
۱۱ ۱۳ ف	۲۱ ۱۳ ھ



علمائے دہلی

(مرحومین)

سید محمد حامد علی

(عدد مسلسل ۱۴) متوفی ۱۳ر صفر ۱۳۰۴ھ = ۱۳ر اکتوبر ۱۸۸۶ء (عدد ۱۴)

مولد و وطن دہلی، فارسی کی ابتدائی کتابیں میر یار علی سے، جلالین، مشکوٰۃ مولوی حفیظ اللہ خاں سے، بقیہ کتب احادیث صاحبزادۂ گرامی سید شریف حسین (خلف جناب میاں صاحبؒ) سے پڑھیں، اور آپ کی مصاہرت سے بھی سرفراز ہوئے، مناظرہ کی سند سید محمد منصور علی دہلوی سے حاصل کی، جو اس فن میں سند الوقت تھے، اور زاہد و پارسا، ہمیشہ قوت بازو سے کما کر کھایا، اگر فکر معاش سے فرصت ہوئی، تو عبادت میں مصروف ہو گئے، اس اکل حلال و انہماک فی العبادۃ کی وجہ سے ولایت الیہ تک پہنچے، ہر چند تدریس و تعلیم کا انضباط نہ تھا، مگر اس پر بھی کوئی طالب علم آجاتا، تو دریغ نہ فرماتے، کوئی خاص تصنیف نہیں چھوڑی، البتہ عیسائیوں کی طرف سے "چند سوالات" نامی جو تحریر شائع ہوئی اس کا جواب ایسا جامع لکھا، کہ آپ کے استاد سید منصور علی نے اپنے رسالہ کے ساتھ ملحق کر لیا، کثیر الاولاد تھے، جن میں سے سید عبدالرؤف صاحب مہتمم کتب خانہ نذیریہ (و نذیریہ مسلم گرل اسکول دہلی) اور سید عبدالغفور صاحب ناظم کتب خانہ مذکور بقید حیات موجود ہیں

وفات کلکتہ جانے کا اتفاق ہوا، اور وہیں جان شیریں جان آفریں کو سپرد کی

سید شریف حسین خلف میاں صاحبؒ

(عدد مسلسل ۱۵) متوفی ۶ جمادی الثانی ۱۳۰۴ھ = ۱۹ فروری ۱۸۸۸ء (عدد ۱۵)

شیخ الکل حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی کے اکلوتے فرزند ۱۲۴۸ھ جن کا سن ولادت ہے، اور اپنے والد ہی کی زندگی میں جن کی شمع حیات گل ہو گئی، ان کے اساتذہ میں اخوند جی ولایتی ہیں، جن سے ابتدائی کتابیں پڑھیں، ان کے سوا مولوی عبدالرزاق، اپنے ماما مولوی سید عبدالخالق اور مولوی رحمت اللہ بیگ سے علوم پڑھے، حدیث، تفسیر، فقہ میاں صاحبؒ سے پڑھی، سند و اجازہ حدیث حضرت سید نواب صدیق حسن خاں مرحوم والی بھوپال اور شیخ حسین یمنی سے بھی حاصل کی، ذکاوت کا یہ عالم تھا کہ زمانہ طالب علمی میں اپنی کتابوں پر حواشی لکھتے رہتے، اور جب میاں صاحبؒ کے اوقات تدریس کے ساتھ افتا میں بھی صرف ہونے لگے اس وقت فتویٰ نویسی کا کام آپ کے ذمہ تھا، میاں صاحبؒ دیکھ کر دستخط فرماتے، تدریس کا مشغلہ بھی تھا، میاں صاحبؒ کی مسجد کے امام بھی تھے، اور اس امامت پر شیخ الکل کو اتنا فخر تھا، کہ کبھی کبھی ازرہ لطف فرماتے "کہ میرا سا امام دہلی سے کلکتہ تک نہیں" خط نستعلیق پر دسترس تھی، اور اس فن میں میر پنجہ کشؒ کے شاگرد تھے

ضبط اوقات اس طرح تھے کہ صبح سے ظہر تک طلبا کو پڑھاتے، عصر تک فتویٰ نویسی، مغرب تک نہر سعادت خاں پر سیر و تفریح کرتے، نماز مغرب کے بعد مولوی حفیظ اللہ خاں کی مسجد میں قرآن کا درس دیتے، تا آنکہ موجودہ مسجد (میاں صاحب والی جو پھاٹک حبش خاں میں ہے) طیار ہو گئی، اس مسجد کی تعمیر سے پہلے طلبا کو گلی میں بیٹھ کر حدیث پڑھاتے، چنانچہ

لہ نام سید محمد میر، اور پنجہ کش لقب تھا، ۱۸۵۷ء میں شہید ہوئے "دہلی گائڈ"

اس زمانہ میں آپ کے ماموں مولوی عبدالرب تشریف لائے، ہنس کر فرمایا، کہ گلی میں بیٹھ کر قرآن وحدیث پڑھا رہے ہو؟ جواب میں کہا
"انشاء اللہ اسی طرح گلی گلی قرآن وحدیث پھیلے گا"
آپ کے شاگردوں میں قابل ذکر (مولوی) حاجی عبدالغفار صاحب آف علیجان (دہلی) ہیں

حافظ عبداللہ بیگ

(عدد مسلسل ۱۶) متوفی ۱۳۲۰ھ = ۸ راگست ۱۹۰۲ء (عدد ۱۶)

خاندان مغلیہ دہلی کے نونہال، والد کا نام مرزا دلی بیگ سکونت لال دروازہ (دہلی) اساتذہ میں مولوی عبدالکریم دہلوی جن سے آخری درسیات پڑھیں ان کے سوا مولوی محمد حسین خاں خورجوی اور میاں صاحبؒ کا نام معلوم ہو سکا ہے، "کتاب الحیاۃ بعد المماۃ" میں میاں صاحبؒ کے تلامذہ میں جو آپ کو حنفی لکھا گیا ہے، تو مرحوم کی پہلی روش کے اعتبار سے ہے بعد میں آپ عامل بالحدیث ہو گئے تھے، جزئیات فقہ پر نظر تھی قرآن و حدیث پڑھانے کا بے حد شوق تھا، حاجی محمد احمد مرحوم اور حاجی عبدالغفار صاحب دہلوی آپ کے شاگرد ہیں، ہر روز بلا ناغہ ترجمہ قرآن مجید پڑھاتے، قرآن مجید میں اتنی مہارت تھی کہ جب کسی نے عربی کی کوئی لغت دریافت کی تو فوراً قرآن مجید کو قاموس اکبر کہہ کر حوالہ پیش کرتے، با اخلاق اور متواضع تھے، اولاد بھی چھوڑی، مولوی ابوسعید شرف الدین آپ کے تلامذہ میں سے ہیں،

حفیظ اللہ خاں

(عدد مسلسل ۱۷) متوفی ماہ شعبان ۱۳۲۴ھ = اکتوبر ۱۹۰۶ء (عدد ۱۷)

مولد و وطن دہلی، ۹ برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا، آپ کے والد مرحوم گامان خان جن کو شاہ عبدالقادر صاحب سے شرف ارادت و نسبت بیعت حاصل تھی، ایک مرتبہ ان کو حضرت کی خدمت میں لے جا کر درخواست کی کہ اس بچے کا قرآن سنئے، شاہ صاحب نے ایک مشکل رکوع کا ارشاد کیا، جسے انہوں نے صاف پڑھ دیا، حضرت بہت خوش ہوئے، اور ہر مرتبہ ان کو سینے سے لگا کر دعا کی، جس کے اثر سے زمانہ کے مشہور واعظ اور عالم باعمل مولوی حفیظ اللہ خاںؒ کے نام سے موسوم ہوئے

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب سے فخر تلمذ حاصل تھا، مولوی سید عبدالخالق سے کتب علوم پڑھیں، اور حضرت میاں صاحبؒ کے سامنے بھی زانوئے ادب تہ کئے، پڑھاتے بھی تھے، مگر وعظ کا شغل زیادہ تھا، اور اس فن میں فرد یگانہ تھے، زور بیان تھا، کہ قرآن و حدیث کے چشمے اُبل رہے ہیں، ان مختصات کی وجہ سے شاہ عالم پناہ حضرت بہادر شاہ قلعہ معلی سے پالکی بھیجتے، اور ہمیشہ گراں بہا تحائف کا نذرانہ محلات شاہی کی طرف سے پیش ہوتا،

عبدالرحمن معین الدین عمرپوری

(عدد مسلسل ۱۸) متوفی ۱۳۳۱ھ - ۱۹۱۳ء (عدد ۱۸)

مولد و منشا قصبہ عمرپور ضلع مظفر نگر نسباً صدیقی (اور مولوی حکیم عبیدالرحمن صاحب کے والد ماجد تھے) ابتداءً گھر ہی میں پڑھا، علوم مولوی غلام العلی قصوری امرتسری سے

اور حدیث حضرت میاں صاحبؒ سے پڑھی، تکمیل کے بعد اپنے مولد اور دیگر متفرق مقامات پر تبلیغ و تدریس فرماتے رہے، اور بے شمار بندگان خدا کی ہدایت کا سبب بنے،

عبد الغفور بن شیخ عبد اللہ

(عدد مسلسل ۱۹) متوفی ۲۳ر شعبان ۱۳۳۴ھ - ۲۵ر جون ۱۹۱۶ء (عدد ۱۹)

ولادت قلعہ معلی میں ہوئی، ابتدائی کتابیں مولوی محمد حسین خاں (خورجہ بلند شہر) سے اور حدیث میاں صاحبؒ سے پڑھی، شاہی خاندان میں ننھیال ہونے کی وجہ سے ابتداءً حنفی تھے، مگر بعد میں عامل بالحدیث ہو کر مسائل مختلفہ تک کو بہت کچھ اہمیت دینے لگے، اور تردید تقلید میں کبھی کبھی اشتہار شائع کرتے رہتے، مزدوری سے بسر اوقات کرتے، عام دستکاریوں میں صدری سازی میں زیادہ ملکہ تھا، صاحب اولاد تھے، ایک صاحبزادی مولوی شرف الدین صاحب (ابو سعید) سے منسوب ہوئیں، غدر کے زمانہ میں سن رشد تک پہنچ چکے تھے جس سے آپ کی عمر کا اندازہ ۰۰ سال کا کیا جا سکتا ہے

حافظ عبد الجبار عمر پوری

(عدد مسلسل ۲۰) متوفی ۱۳۳۴ھ = ۱۹۱۶ء (عدد ۲۰)

عمر پور (ضلع مظفر نگر) نواح (دہلی) مولد و وطن، سکونت دہلی، والد کا نام منشی بدر الدین (منشی فاضل) صاحب تقویٰ اور مشہور علماء میں سے تھے، ان کے اساتذہ میں مولوی فیض الحسن سہارنپوری (استاد علوم) اور حدیث میں حضرت میاں صاحبؒ تھے، مرحوم بہت ذکی الحس تھے، کہ اواخر عمر میں مکفوف البصر ہو جانے پر بھی درسیات عمدگی سے پڑھاتے، وعظ

عالمانہ اور مؤثر ہوتا، نماز فجر کے بعد بلا ناغہ ترجمہ قرآن پڑھاتے، شعر وسخن میں بھی ملکہ تھا اور شاعرانہ تعلیوں سے مبرا، مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں، صمصام التوحید فی رد التقلید، ارشاد السائلین فی مسائل الثلاثین تذکیر الاخوان فی خطبۃ الجمعۃ فی کل لسان، ارشاد الانام فی فرضیۃ الفاتحۃ خلف الامام، تبصرۃ الانام فی فرضیۃ الجمعۃ والفاتحۃ خلف الامام، ونیز رسالہ ضیاء السنۃ کلکتہ کے بھی آپ ہی ایڈیٹر رہے، ۵۰ برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا، اور اپنی یادگار ایک لولد الصالح مولوی حافظ عبد الستار چھوڑا، جو اسی سن میں آغوش پدری میں جا سوئے، مولوی عبد الرحمٰن صاحب مئوی نے ذیل کی رباعی میں مادہ تاریخ وفات نکالا،

مجی آہ چوں رحلت نمودہ بجستم سال تاریخ وفاتش
بحسن سعی اش مشکور بادا ندا زد ہاتفے "مغفور بادا"
۱۳۲۴ھ

عبد الستار (۱) عمر پوری

(عدد مسلسل ۲۱) متوفی یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ = ۶ مارچ ۱۹۱۶ء (۲) (عدد ۲۱۶)

ابن مولوی عبد الجبار سن ولادت ۱۳۱۰ھ، اساتذہ میں آپ کے نانا و ماموں (مولوی عبد الرحمٰن معین الدین و حکیم مولوی عبید الرحمٰن صاحب) جناب علامہ محمد بشیر سہسوانی اور آپ کے والد ماجد مولوی عبد الجبار مرحوم ہیں درس نظامی کی تکمیل مدرسہ احمدیہ آرہ میں کی اور کلام پاک ۳ ماہ میں حفظ کر لیا،

تعلیم و تدریس کا مشغلہ رہا رسالہ اثبات الخبر فی رد منکری الاثر، اور ایک رسالہ مرزائے قادیان کی تردید میں لکھا،

مرحوم خلوص و کرم کا نمونہ اور اس شباب میں بھی زہد و پارسائی کا مرقع تھے داحسرتا

کہ باغ عالم کی ہم ہوئیں بہار دیکھ رہے تھے کہ خود اپنا نخل حیات کٹ گیا، ایک صاحبزادہ (مولوی عبد الغفار فارغ التحصیل دار الحدیث رحمانیہ) چھوڑا، جنہیں راقم نے (۱۳۵۱ھ) میں "ایک بار دیکھا اور پھر دیکھنے کی ہوس ہے"

سید عبد السلام بن سید شریف حسین بن سید حضرت میاں صاحب

(عدد مسلسل ۲۲) متوفی ۴ محرم ۱۳۳۵ھ یکم نومبر ۱۹۱۶ء (عدد ۲۲)

منجملہ دیگر حضرات کے مولوی محمد اسحاق، رامپوری سے علوم پڑھنے کے بعد حدیث و تفسیر جناب میاں صاحبؒ سے پڑھی، قرآن مجید بھی حفظ کیا طلبا کو ترجمہ قرآن بلاناغہ پڑھاتے اور بعض اوقات حدیث بھی، شفقت و ترحم کا منبع تھے، علم میراث میں دسترس تھی، خط نستعلیق فارسی و عربی دونوں میں ید طولیٰ حاصل تھا، اس وقت کے عام مذاق کے مطابق) قلم عمدہ بناتے غلیل، بندوق کے بے حد شوقین، مزاج امیرانہ کم سخن مگر خیر الناس من ینفع الناس تھے ۴ صاحبزادے اور ۳ دختر چھوڑ کر ۵۰ سال کی عمر میں آسودہ لحد ہوئے، آپ کے بعد شیخ الکل میاں صاحب کے خاندان کا کوئی فرد اپنے اسلاف کا جانشیں نہ بن سکا،

آئے ہے بیکسی عشق پہ رونا غالب   کس کے گھر جائے گا سیل بلا میرے بعد

عبد الرحمٰن خاں

(عدد مسلسل ۲۳) متوفی ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ = ۱۸ فروری ۱۹۲۰ء (عدد ۲۳)

والد کا نام حسن مرزا، جن کا سلسلہ نسب خاندان مغلیہ سے ملتا ہے یعنی حسن مرزا بن خدا بخش گل بخت بن نور محمد بن سلطان بختاور بن مجاہد الدین، ابو نصرت احمد شاہ بن روشن اختر ابو الفتح

محمد شاہ بن خجستہ اختر جہاں شاہ بن محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ بن ابو المظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر (رحمۃ اللہ علیہم) غرض اس سلسلہ کے مطابق صاحب ترجمہ مرحوم حضرت صاحبقراں امیر تیمور کی ۲۰ ویں پشت سے ہیں، مولد کھنڈا اٹک، سن ولادت ۱۸۵۳ء مطابق ۱۲۶۹ھ) قرب جوار کے مدارس میں ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد شیخ پنجاب سے حدیث پڑھی، حضرت میاں صاحبؒ سے مکرر حدیث و تفسیر پڑھ کر سند و اجازہ حاصل ہوا، اور اپنے شفیق استاد کی رحلت کے بعد اسی مدرسہ (میاں صاحب) میں برسوں مسند علم و فن کو مزین فرمایا، لاتعداد شاگرد موجود ہیں، تمام علوم میں نظر تھی بعض مسائل میں منفرد بھی تھے، مثلاً عید الضحیٰ پر ایک ہی روز کے لئے قربانی کے قائل تھے اس پر ایک رسالہ بھی لکھا، آخر عمر میں حج بیت اللہ کے لئے گئے، واپسی میں جہاز ہی میں مرض نمونیہ عارض ہوا جس سے ۶ ماہ بعد داعی اجل کو لبیک کہا، کثیر العیال تھے، اس وقت بھی خدا کے فضل و کرم سے ۵ صاحبزادے اور ایک دختر موجود ہیں، بڑے لڑکے حافظ عبدالقدوس صاحب بینات سے بھی آگاہ ہیں، ان کے چھوٹے بھائی میاں عبدالستار بیگ صاحب ایم اے عثمانیہ کالج (حیدر آباد دکن) میں ہیں خط و کتابت سے انکی وسعت اخلاق ظاہر ہوتی، جماعت اہلحدیث کے بڑے ہمدرد ہیں، اللہ تعالیٰ عمر و عمل میں برکت کرے (آمین)

ڈپٹی سید احمد حسن صاحب "احسن التفاسیر"

(عدد مسلسل ۲۴) متوفی ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ = ۹ مارچ ۱۹۲۰ء (عدد ۲۴)

مولد دہلی، سن ولادت ۱۲۵۸ھ، خاندانی تعلقات کی وجہ سے اوائل عمر قلعہ معلیٰ میں بسر کی، وہیں قاری امید علی (متوطن ڈھاکہ) سے قرآن حفظ کیا، تاآنکہ ۱۸۵۷ء کا سیلاب تھا،

جس میں آپ کے والد اہل و عیال کو لے کر پٹیالہ چلے گئے، اس وقت صاحب ترجمہ کی عمر کا ۱۴واں سال تھا، یہاں پہنچ کر مرزا احمد بیگ سے ابتدائی کتابیں پڑھیں، خود فارسی پڑھانے لگے، دفتری کام کی واقفیت بھی پیدا کر لی (جس کی وجہ سے بعد میں عدالت میں تقرری کے لئے راستہ صاف ہو گیا) اس زمانہ میں ٹونک میں علم کا دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا، ادھر کا رُخ کیا، صرف و نحو تک پڑھا تھا کہ دہلی کا ہنگامہ فرو ہو گیا، اب تمام قافلہ سمٹ کر دہلی لوٹ آیا اور باقاعدہ تحصیل شروع کی، یعنی اول تو کچھ مدت بمعیت مولوی عبدالغفور دہلی میں پڑھا، پھر دونوں حضرات خورجہ مولوی محمد حسین خاں کے مدرس میں شریک ہوئے، جہاں منطق فقہ و اصول فقہ کی تکمیل کے بعد علی گڑھ مولوی فیض الحسن سہارنپوری کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے، اور علوم مندرجہ بالا کے علاوہ تفسیر بھی پڑھی، دہلی میں حضرت میاں صاحبؒ کا درس جاری ہو چکا تھا، حدیث و تفسیر یہاں آکر پڑھی، طب حکیم امام الدین خاں سے پڑھ کر حکیم حسام الدین خاں (عرف مجھلے میاں) کے مطب میں حاضر ہوئے اور سند طبابت حاصل کی،

تکمیل کے بعد؟

میاں صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر تدریس و فتویٰ نویسی کرنے لگے، استاد کے مشورے سے ڈاکٹر نذیر احمد خاں مرحوم کے ہاں شادی قرار پائی، اس زمانہ میں ڈاکٹر صاحب گورکھپور قیام فرما تھے یہ تقریب یہیں سر انجام پائی، شادی کے بعد ڈاکٹر صاحب آپ کو حیدر آباد (دکن) لے گئے اور ضلع نانڈیر میں بمشاہرہ ۸۰ سو روپیہ ماہوار ڈپٹی کلکٹر مقرر ہو گئے، اس ذمہ داری کے عہدہ پر رہ کر بھی دینی خدمت کا شوق دامنگیر تھا، یہاں قرآن کریم کا وہ مترجم نسخہ[1] مرتب کیا جس میں شاہ ولی اللہ، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر (رحمہم اللہ علیہم) تینوں حضرات

---

[1] یہ نسخہ نایاب ہو چکا تھا مگر دہلی کے مخیر و مخلص اہلحدیث اصحاب نے ۱۳۴۶ھ میں اسے پھر چھپوا دیا ہے۔

کے ترجمے جمع کئے اس نسخہ پر اپنا بے مثل حاشیہ "احسن الفوائد" لکھا جو احادیث نبوی سے مستفاد اور اہلحدیث کی نصرت پر دال ہے اردو ہی میں کتاب "احسن التفاسیر" لکھی جس کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ فی الباب بہترین کتاب ہے یا یوں کہنا چاہیے کہ احسن الفوائد متن ہے اور یہ اسکی شرح بلوغ المرام فی ادلۃ الاحکام اور مشکوٰۃ المصابیح کے حواشی (عربی میں) لکھے "تنقیح الرواۃ" لکھی جس کی تکمیل مرحوم کے بعد مولوی شرف الدین صاحب (مقیم دہلی) نے کی ۱۳۰۸ھ میں زیارت حرمین کے لئے گئے وہاں انہی مشکلات کا سامنا ہوا جو ارض حجاز میں اس وقت ہر عامل بالحدیث کے لئے مقدر تھیں، مگر بحمد اللہ مع الخیر واپس تشریف لائے عمر کے آخری دور میں پنشن مل گئی اور دہلی میں سکونت پذیر ہو گئے۔

حافظ عبد الوہاب (نابینا)

(عدد مسلسل ۲۵) متوفی اواخر جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ = مارچ ۱۹۲۰ء (عدد ۲۵)

مولد و منشا قصبہ سہاور ضلع ایٹہ حافظ القرآن و الحدیث تھے بے شمار حدیثیں نوک زبان تھیں، ابتدائی تعلیم کا ماجرا معلوم نہیں ہو سکا حدیث و تفسیر و فقہ حضرت میاں صاحبؒ سے پڑھی، مولوی کفایت اللہ شاہجہانپوری (والد ماجد مولوی محمود صاحب الارشاد) سے علوم دفقہ (وحدیث بھی) حدیث شیخ حسین یمنی سے بھی پڑھی، مولوی محمد اسحاق دہلوی (منطق) اور مولوی محمد بشیر سہسوانی سے معقول پڑھا طب حکیم عبد المجید خاں دہلوی سے۔ حکیم صاحب مرحوم آپ کی نسبت اکثر فرمایا کرتے باوجود یکہ وہابی ہے مگر اس کی طباعی اور ذہانت کی وجہ سے مجھے اس سے خاص محبت ہے، تمام علوم معقول و منقول بلا دریغ پڑھاتے مگر حدیث کے لئے "مصلائے عام" تھی کہ نماز فجر کے بعد شروع ہوتے اور عشاء تک سلسلہ جاری رہتا، تہجد کے وقت بھی کوئی طالب علم اصرار کرتا تو انکار نہ تھا اور

حدیث میں ملکہ بھی بہت تھا، طبیعت مناظرانہ تھی، زود رس ودر حاضر جوابی غضب کی تھی، مخالف کو ایسا جچا تلا جواب دیتے کہ بجز سکوت کے چارہ کار نہ رہتا عمل کا نمونہ اور حمیت مذہب کے مجسمہ تھے، وعظ کہتے تو قرآن و حدیث کے دریا بہا دیتے، راقم الحروف نے بھی کانفرنس اہلحدیث کے دو جلسوں میں آپ کے وعظ سنے، لاولد رہے، اور کوچہ نٹوان متصل گھنٹہ گھر میں قیام تھا،

عبدالستار کلانوری

(عدد مسلسل ۲۶) متوفی ۲۹ رذالحجہ ۱۳۳۹ھ = ۳۱ راگست ۱۹۲۱ء (عدد ۲۶)

والد کا نام قاسم علی مولد قصبہ کلانور ضلع روہتک، اوائل عمر جودھپور گزاری، مدرسہ دارالکتاب والسنہ (دہلی) میں جملہ کتب حدیث صرف و نحو اور فقہ مولوی عبدالوہاب صاحب (صدری) سے پڑھیں (غالباً) اور حضرات سے بھی استفادہ کیا، مگر اُن کے نام معلوم نہیں ہو سکے فراغ کے بعد مدرسہ مذکور ہی میں مدرس مقرر ہوئے اور فتویٰ نویسی بھی کرنے لگے اسی وجہ سے خود کو مفتی لکھتے متاہل ہونے کے بعد دفتر آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس دہلی کے محرر مقرر ہوئے، افتا کا سلسلہ یہاں بھی قائم رہا رسالہ "ہمدرد اہلحدیث" (ماہوار) جاری کیا

عین عنفوان شباب میں ہیضہ سے شہادت پائی، اپنی یادگار ایک صاحبزادی چھوڑی ۲ بھائی منشی عبدالغنی اور میاں عبداللہ بھی مرحوم کے رونے والوں میں ابھی تک باقی ہیں، راقم الحروف سے بھی مراسم تھے،

حافظ محمد ابراہیم

(عدد مسلسل ۲۷) متوفی ۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ = جولائی ۱۹۳۲ء (عدد ۲۷)

ابتداءً قرآن حفظ کیا، صرف ونحو شروع کی تھی کہ دہلی کا مشہور مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ قائم ہوگیا پورا نصاب ۸ سال تک ختم کیا مدرسہ کی عام سند کے علاوہ جناب لوی احمد اللہ صاحب صدر المدرسین رحمانیہ نے ایک علیحدہ سند اپنی طرف سے اور عطا کی رحمانیہ سے تکمیل کے بعد انجمن اہلحدیث رنگون کے اصرار پر (بمشاہرہ) ایک سو روپیہ وہاں چلے گئے" آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی سفارت پر جنوبی ہند کا دورہ کیا اور کامیابی تو دیکھئے کہ پانچ ہزار روپیہ لے کر لوٹے، اسی طرح ایک مرتبہ جمعیۃ العلماء دہلی کی سفارت پر کلکتہ جانے کا اتفاق ہوا اور تھوڑی ہی مدت میں ۱۲ سو روپیہ چندہ جمع کرکے لائے، کشمیر کے واقعات ابھی تازہ ہیں، وہاں کے مسلمانوں کے ادبار کی اصلاح کے لئے جب یہ تجویز ہوئی کہ بیرون ریاست (کشمیر) سے قافلے بھیجے جائیں جس جدوجہد میں ہزارہا مسلمان قید وبند میں جکڑے گئے، اس جہاد میں صاحب ترجمہ نے دہلی میں وہ کام کرکے دکھایا کہ جس کی اپنے پرائے سب نے تعریف کی، اور حق تو یہ ہے کہ سب نے مان لیا کہ جماعت اہلحدیث کو تمام مسلمانوں کا درد ہے، مرحوم مجلس احرار اسلام دہلی کے سکرٹری تھے دہلی کے اسلامی عساکر ان کے اشاروں پر نقل وحرکت کرتے ناموس اسلام کی اس حفاظت کے پاداش میں قید بھی ہوئے مگر رستگاری کے بعد جولانیاں اور بھی زیادہ تھیں،

۱۹۳۲ء میں مسلم لیگ کا جو جلسہ مسجد فتح پوری دہلی میں چودھری ظفر اللہ خان صاحب (قادیانی) کی صدارت میں ہونا قرار پایا تھا اس کی مخالفت یوں تمام قوم پرور مسلم طبقہ

(دہند) نے کی، مگر اس موقعہ پر جس ثبات و استقلال سے حافظ صاحبؒ نے عین جلسہ گاہ میں مقابلہ کیا، تمام دہلی ان کا سکہ مان گئی،

جماعت اہلحدیث (ہند) کے لئے ایک جامع اخبار جاری کرنا چاہتے تھے خریدار فراہم کرنے کے لئے ملک میں دورہ شروع کیا، سکندر آباد (دکن) تک پہنچے تھے کہ طاعون کی پیٹ میں آگئے فوراً دہلی کا قصد کیا جہاں نو روز تک زندگی و موت کی کشمکش میں رہ کر آخر موت کی گود میں جا سوئے، دہلی کے عوام و خواص نے ان کی موت پر جو گریہ و زاری کی، اس سے مرحوم کی ہردلعزیزی کا اندازہ ہوسکتا ہے،

نیز محلہ مسجد اہلحدیث میں بھی ایک سال قیام کیا، مدرسہ رحمانیہ دہلی میں بھی کچھ مدت منصرم رہے، الغرض وہ اگر اور جیتے تو دنیا ان کے کارنامے دیکھ کر دنگ رہ جاتی، اور دار الحدیث رحمانیہ کی کیفیت یہ ہے[1]

---

[1] دار الحدیث رحمانیہ کے بانی شیخ عبد الرحمٰن اور شیخ عطاء الرحمٰن رؤسائے دہلی سے ہیں، شیخ عبد الرحمٰن صاحب کا سن ۱۹۲۱ء میں انتقال ہوگیا اور شیخ عطاء الرحمٰن صاحب سایہ افگن ہیں (خدا عمر میں اور ترقی بخشے) یہ دار الحدیث ۱۳۳۹ھ میں قائم ہوا۔ اس کے تمام مصارف صاحب مہتمم کے ذمہ ہیں، ایک عمارت جدید التعمیر ہے باڑہ ہندو راؤ میں جس میں دار التعلیم اور دار الاقامۃ علیحدہ علیحدہ ہیں۔ طلباء کے خورد و نوش کا ذمہ دار مدرسہ ہی ہے اور کھانا عمدہ ملتا ہے، اساتذہ کی تنخواہوں کا معیار بلند ہے کہ شیخ الحدیث کو نوّے روپیہ ماہانہ پیش ہوتے ہیں (و قس علیٰ ہذا)، ایک وقت میں بقدر ۸ کے اساتذہ اور طلبا جسقدر آسکیں، مدت نصاب ۸ سال۔ نصاب درس نظامی بمعہ حدیث و تفسیر یعنی موجودہ حالت میں بلند تر ہے۔ مدرسہ کا ایک ماہانہ رسالہ محدث ہے جو بلا طلب قیمت شائقین کی خدمت میں صرف صرفہ ڈاک پر جاری ہوتا ہے

علمائے دہلی

(موجودین)

احمد اللہ شیخ الحدیث

بن امیر اللہ بن فقیر اللہ بن سردار بن قائم

(عدد ۲۸)

(عدد مسلسل ۲۸)

مولد و وطن موضع مبارک پور ضلع پرتاب گڑھ آپ کے والد بزرگوار مولوی امیر اللہ مرحوم جناب شاہ محمد یعقوب صاحب دہلوی مہاجر مکی اور مولانا سخاوت علی جونپوری کے فیض یافتہ تھے آپ شاہ صاحب ممدوح کی ہجرت کے بعد حج بیت اللہ کے لئے گئے تو مکہ معظمہ میں قرأۃ امیر بیگ داماد شاہ صاحب موصوف سے پڑھی، سن ۵۷ء کی جنگ آزادی میں لکھنؤ جا کر لڑے مگر دوران لڑائی میں خود یہ خیال فرما کر کہ یہ جنگ دنیوی ہے ہتھیار کھول ڈالے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۴ فرزند عطا فرمائے۔ جو سب کے سب زیور صلاح و تقویٰ سے مزین تھے۔ مگر علم کی نعمت جس فراوانی سے مولانا احمد اللہ

(صاحب ترجمہ) کو ملی۔ اور اس دولت کو جس فیاضی سے آپ نے لٹایا۔ دوسرے بھائی اس سے بہرہ یاب نہ ہو سکے۔ وَ۔ ضرب اللہ مثلاً عبداً مملوکاً لا یقدر علیٰ شیٔ ۔ و من رزقناہ منا رزقاً حسناً فھو ینفق منہ سراً و جھراً ھل یستوون ؟

آپ کے اساتذہ علم وفن یہ ہیں۔

(۱) میاں پیر محمد سے فارسی گلستاں وغیرہ

(۲) سید محمد امین نصیر آبادی (رائے بریلوی) سے صرف و نحو تا بہ شرح جامی پڑھی۔ اور حفظ قرآن شریف

(۳) مولانا ہدایت اللہ خانصاحب جونپوری سے شرح وقایہ اور آپ کے ایک شاگرد سے قطبی و میر قطبی پڑھی۔

(۴) مولوی زین العابدین جونپوری وکیل سے۔ جلالین پڑھی اس کے بعد بھوپال کے لئے شد رحال فرمایا۔ اگرچہ اس وقت نواب صدیق حسن خانصاحب رحلت فرما چکے تھے مگر بساط علم ابھی پورے طور سے اٹھی نہ تھی۔ یہاں چند سال رہے۔ اور ان حضرات سے اس طرح استفادہ کیا۔ یعنی

(۵) مولانا لطف الرحمن صاحب بردوانی سے علوم و فنون یعنی مطول، میرزاہد و ملا حسن وغیرہ۔

(۶) شیخ حسین یمنی سے (   ) صحیحین۔ ترمذی اور نسائی پڑھی۔

(۷) مولانا سلامت اللہ جے راج پوری سے صحیح بخاری ابن ماجہ اور

شرح نخبۃ الفکر پڑھی۔

(۸) مولانا احمد صاحب سندھی مہاجر مکی (شاگرد ملا عبدالقیوم صاحب بڈھانوی خلف الصدق شاہ عبدالحی صاحب) سے صحیح بخاری ثلث اول اور اوائل صحیح مسلم پڑھے۔

(۹) قاضی ایوب صاحب بھوپالی (شاگرد ملا عبدالقیوم صاحب ممدوح) سے سنن نسائی اور جامع الترمذی کا کچھ حصہ پڑھا۔

الغرض بھوپال کے اس زمانہ کے جملہ مشاہیر و اعلام سے استفادہ کرنے کے بعد بقصد دہلی روانہ ہوئے۔ مگر اس سفر میں الہ آباد بھی قیام فرمایا اور

(۱۰) مولانا منیر الدین خانصاحب (تلمیذ مولوی محمد حسن صاحب کانپوری) سے میرزاہد، ملا جلال اور قدرے مطول پڑھی اور دہلی تشریف لے آئے۔ جہاں

(۱۱) مولوی محمد اسحاق صاحب منطقی رام پوری سے قاضی مبارک اور

(۱۲) ڈپٹی نذیر احمد خانصاحب سے کتب ادب یعنی سبعہ معلقہ، متنبی اور مقامات حریری اور حماسہ پڑھے۔

(۱۳) مولانا تلطف حسین صاحب بہاری سے کتب فرائض پڑھیں۔

(۱۴) مولوی عبدالرشید رام پوری (پروفیسر طبیہ کالج دہلی) سے حمد اللہ، ہدایہ آخرین، میرزاہد و رسالہ غلام یحییٰ پڑھے۔

(۱۵) مولوی نظام الدین مدرس مدرسہ حسین بخش سے شمس بازغہ

صدرا، مسلم الثبوت، تصریح، شرح عقائد اور خیالی پڑھیں۔

(۱۶) شیخ الکل میاں صاحب سید نذیر حسین صاحب کے درس میں صحیحین وبعض دیگر کتب صحاح کے دورہ میں شریک ہو کر سند و اجازہ حاصل کیا۔ میاں صاحب کا یہ آخری زمانہ تھا۔ کہ اس کے بعد جلد ہی شمع حیات گل ہو گئی۔

(۱۷) اور مولانا محمد بشیر سہسوانی سے میر زاہد، امور عامہ و شرح اشارات پڑھے۔ ۱۳۲۵ھ میں حج بیت اللہ کے لئے حاضر ہوئے۔ تو

(۱۸) شیخ محمد بن عبد اللطیف بن ابراہیم بن حسن نجدی محدث سے کتب متداولہ احادیث کا سند و اجازہ حاصل ہوا

(۱۹) سند و اجازہ حدیث مولانا شمس الحق ڈیانوی صاحب "عون المعبود" سے بھی حاصل ہوا۔

(۲۰) قاضی شیخ محمد مچھلی شہری سے زمانہ قیام بھوپال میں سند مسلسل بالاولیہ حاصل ہوئی

اتنے اعلام و افاضل سے پڑھا۔ مگر جو فائدہ علمی و دینی آپ کو مولانا محمد بشیر صاحب سہسوانی سے ہوا۔ وہ بیان سے فزوں تر ہے۔ ممدوح مرحوم سے غلو محبت کا نتیجہ سمجھئے کہ ان کے ارتحال کے بعد آپ کی مشہور تقریر فرضیۃ فاتحہ خلف الامام جو مولانا محمد بشیر صاحب نے متواتر ایک مہینہ تک مسجد حوض والی واقعہ نئی سڑک دہلی میں درساً فرمائی تھی آپ نے کتابی شکل میں چھپوادی۔ اس کتاب کا نام البرہان العجاب فی فرضیۃ ام الکتاب ہے تکمیل کے بعد ؟

تمام زندگی درس و تدریس کے لئے وقف فرما دی۔ کہ پورے بیس سال تو مدرسہ علیجان دہلی میں پڑھایا جہاں جملہ معقول اور منقول حدیث و تفسیر پڑھاتے رہے اسی دوران میں دار الحدیث رحمانیہ (دہلی) کی تاسیس ہوئی اور غالباً اول الیوم ہی اس میں تشریف لے آئے عرصہ ۔۔۔۔ سے یہاں پڑھاتے ہیں۔ اور دار الحدیث رحمانیہ میں تدریس کتب حدیث و تفسیر و اصول فقہ و اصول حدیث وغیرہ ہے

شیخ الحدیث کا لقب کسی کا عطا کردہ نہیں۔ بلکہ جب کثرت تدریس اس حد تک پہنچ گئی تو زبان عوام نے آپ کی تلقی خود بخود شیخ الحدیث سے کی وکذالک یجتبیک ربک

طلبا کا کیا ذکر اس کتاب ور اس کے حصہ ثانی میں آپ کو اکثر و بیشتر حضرات آپکے سلسلہ تحدیث میں منسلک نظر آئیں گے۔

۱۳۳۳ھ میں ایک ماہانہ رسالہ تبلیغ السنہ اپنے زمانۂ قیام مدرسہ علیجان (دہلی) میں جاری کیا مگر مشیت خداوندی نے آپ کو صرف تحدیث کے لئے تخلیق فرمایا تھا اس لئے ادھر سے جلدی ہٹا لیا

حضرت شیخ الحدیث کی ان کمیات کے ساتھ کچھ کیفیات بھی ہیں جو (غالباً) کثرت مزاولت حدیث کی وجہ سے خود بخود پیدا ہوتی گئی ہیں۔ پھر ان کیفیات کے تاثرات ہیں جو آپ کی صحبت میں بیٹھ کر حاصل ہوتے ہیں آپ کے ان محاسن کے اس قدر عام ہونے کی وجہ سے بے ساختہ دعا نکلتی ہے کہ

ع دیکھو یارب یہ در گنجینۂ گوہر کھلا

محمد یونس بن شیخ محمد اسحاق

(عدد مسلسل ۲۵) (عدد ۲۵)

مولد و مسکن موضع کنٹھار (ضلع پرتاب گڑھ اودھ) سن ولادت ۱۳۱۶ھ جناب شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب (صدر المدرسین دار الحدیث رحمانیہ دہلی) کے خواہرزادہ ہیں جن کے فیضان صحبت سے علم و فضل کے اس درجہ پر فائز ہوئے،

جملہ معقول و منقول جناب ممدوح ہی سے پڑھے اور بعض کتب حافظ صاحب غازی پوری علیہ الرحمۃ سے آپ کے زمانۂ قیام دہلی میں پڑھیں، الغرض تمام درس نظامی و منقولات سبقاً سبقاً اور حرفاً حرفاً پڑھے اور ۱۳۳۹ھ میں سند فراغ حاصل کی۔ بعد تکمیل ایک سال دار الحدیث رحمانیہ (دہلی) کی مسند تدریس کو رونق بخشی، ۱۳۴۱ھ سے مدرسہ[۱] میاں صاحب دہلی میں تقرر ہوا جہاں اب تک

---

[۱] اس مدرسہ کی بنیاد خود شیخ الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب نے اپنے دست مبارک سے رکھی، اور تقریباً اسی سال تک شیخ اسی مدرسہ میں درس قرآن و حدیث وغیرہ کا دیتے رہے، ہندوستان کے جملہ مشاہیر علماء و فضلاء اسی گلستاں کے پھول ہیں حضرت میاں صاحب کی آخری وصیت فرزندان توحید کے نام یہی رہی کہ اس میرے لگائے ہوئے باغ کی آبیاری کرتے رہیں بعد رحلت حضرت میاں صاحب مختلف دور اس مدرسہ پر گزرے آخر میں مدرسہ کا نظم و نسق پھاٹک حبش خاں کے مخیر بزرگ حاجی محمد زکریا صاحب مہاجر مکی کے ہاتھ میں آیا آپ نے مبلغ ماہانہ ۱۵

باعزت تمکن حاصل ہے مسجد میانصاحب کے خطیب بھی آپ ہیں۔ مدرسہ میں ایک طویل وقفہ کے بعد درس قرآن کی تجدید پھر سے آپ نے کردی ہے حضرت شیخ الکل کے فیض یافتگان صحبت کی اولاد و احفاد اس مسجد کے درس میں پھر جمع ہوتی ہے۔ ع خدا رحمت کند کہ ایں عاشقانِ پاک طینت را۔ راقم الحروف بھی آپ کے اسباق و درس قرآن میں حاضری کے شرف سے مفتخر ہوا۔ بیانِ قرآن فقاہت حدیث میں خوب بہرہ ہے

شاہدان از جلوۂ رخسارِ رنگیں دمبدم
زاہداں را رخنہ ہا اندر دل و دیں کردہ اند

حلقہ درس میں طلبا کی کثیر تعداد ہے جس سے آپ کے کثرت تلامذہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۹) روپیہ ماہوار کی رقم مدرسہ کے لئے وقف کردی جس سے مدرسہ میں جان پڑگئی حاجی صاحب مکہ معظمہ ہجرت فرما گئے ۱۳۴۵ھ میں انتقال فرمایا اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے غفراللہ لہٗ ان کے بعد ان کے فرزند اکبر حاجی حافظ محمد امین صاحب نے مدرسہ کا اہتمام اپنے ذمہ لے لیا آپ کے حسن انتظام سے مدرسہ روز بروز عروج و کمال پر پہنچ رہا ہے حافظ محمد امین صاحب مذہب اہلحدیث کے پرانے بہی خواہ ہیں آپ نے کلکتہ و بنگال میں اہلحدیث کی بہت سی خدمات انجام دی ہیں اہلحدیث کانفرنس کے لئے بمعیت علماء بنگال میں دورہ کیا جمعیت تبلیغ اہلحدیث کلکتہ کے بانی آپ ہی ہیں آپ کو علماء و طلباء سے خاص اُنس ہے جلالۃ الملک سلطان ابن سعود و نجدیوں کی حمایت میں ایک کتاب بنام القول الفیصل تصنیف کرکے مفت شائع کی ہے جس میں علاوہ فضائل حج کے تاریخ نجد پر خاص روشنی ڈالی ہے الغرض آپ کا وجود جماعت اہلحدیث کے لئے بہت غنیمت

ابو سعید شرف الدین

(عدد مسلسل ۳۰) (عدد ۳۰)

بن چودھری امام الدین قوم راجپوت اعوان مولد گوجرات پنجاب عمر تقریباً ۱۰ سال آپ کی والدہ مرحومہ کی رحلت پر آپ کی خالہ آپ کو شاہ پور (پنجاب) ہمراہ لے گئیں بد و شعور سے پڑھنا شروع کر دیا، ابتدائیات مختلف جگہ پر پڑھیں، اور مزید استفادہ (علم) ان حضرات سے کیا،

مولانا عبد الحق صاحب محدث ملتانی سے شرح تہذیب شرح جامی اور مشکوٰۃ المصابیح کا ایک ربع، اور ممدوح کے والد مولوی سلطان محمود مرحوم سے ترجمہ قرآن مجید اور جلالین کا آخری سبع مولوی خلیل الرحمٰن مظفر گڑھی سے قطبی، میر قطبی، ہدیہ سعیدیہ شرح ہدایۃ الحکمت، میبذی، نور الانوار، تفسیر جامع البیان، اور مشکوٰۃ کے ۳ ربع، یہاں سے پھر استاد اول یعنی مولوی عبد الحق صاحب ملتانی کی خدمت میں زانوئے ادب تہ کئے، اور کتب ذیل پڑھیں، یعنی

جامع الترمذی، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے بعض اجزا، اور چند دیگر کتب فنون اب دہلی تشریف لے آئے، اور کتب متذکرۃ الصدر میں سے بعض کتابیں مکرر اور بقیہ درس نظامی ان حضرات سے پورا کیا یعنی

حافظ عبد اللہ بیگ، مولوی حکیم ابراہیم سنبھلی، ڈاکٹر نذیر احمد خاں، حکیم عبد الرشید خلف حافظ عبد الوہاب نابینا مولوی منفعت علی، مولانائے محمد بشیر سہسوانی رحمہم اللہ تعالےٰ سے

بعد اسماع اطراف صحاح حضرت شیخ حسین عرب یمنی سے اجازہ و سند حدیث

حاصل کی، حضرت میاںصاحب علیہ الرحمہ اور صاحب عون المعبود (مولانا شمس الحق ڈیانوی) سے بھی مستفید ہوئے،

تکمیل کے بعد؟
دہلی ہی کے ہو رہے مولوی عبد الغفور مرحوم سے شرف مصاہرت نصیب ہوا، اور تدریس کا ماجرا یہ ہے کہ دتاؤلی (ضلع علی گڑھ) میں مولانا (خانصاحب) محمد یونس خانصاحب کے صاحبزادگان عالی یعنی محمد انس خاں (مرحوم) اور خان بہادر مولوی محمد مونس خاں صاحب کو صرف و نحو سے لے کر حدیث تک پڑھایا، مدرسہ ریاض العلوم دہلی میں مدرس رہے، میاںصاحب مرحوم کی مسند علم پر عزت تمکین سے فائز ہوئے اور آخر میں خود اپنا ایک مدرسہ دہلی میں بنام "مدرسہ سعیدیہ عربیہ" ۳ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ سے قائم کیا ہے جو بخیر و خوبی جاری ہے،

تصانیف، اکثر حصہ غیر مطبوع ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا، تفصیل یہ ہے،

(۱) تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ، جس کا ابتدائی حصہ ڈپٹی احمد حسن مرحوم نے لکھا تھا، اور کتاب الزکوٰۃ سے لے کر آخر تک آپ نے لکھا، (۲) تخریج آیات، آیات مندرجہ صحیح بخاری کی جمع و تدوین (۳) شرح ابن ماجہ چند اجزا جنھیں مولانا شمس الحق ڈیانوی نے پسند فرمایا (۴) حاشیہ نصب الرایہ فی تخریج الہدایہ (۵) کشف الحجاب عما فی البرہان العجاب (تصنیف علامہ محمد بشیر سہسوانی مرحوم) جسے مولانا احمد اللہ صاحب محدث دہلوی نے بنام "البرہان العجاب فی فریضۃ ام الکتاب" شائع کیا۔ یہ (۶) اسکا اردو ترجمہ ہے۔

(۶) کتاب الاکراہ "کشت زار امامیہ

صدریہ دہلویہ کے "شجرۃ الزقوم" یعنی "مسئلہ دم جھاڑہ" کا تریاق، اور یہ تمام کتابیں ہنوز غیر مطبوع ہیں، ــــــ الا تکملۃ تنقیح الرواۃ

اس موقع پر اجمال مذکور کی قدرے تفصیل ضروری معلوم ہوتی ہے، اور وہ نوحہ ہے ہماری جماعت کے ایک عالم دین کے تمرد و طغیان کا، مولوی عبدالوہاب صاحب ملتانی اپنے وفور علم اور کثرت شذوذ (در شذوذ) کی وجہ سے کسی تعارف کے محتاج نہیں، ان کا آخری اجتہاد "مسئلہ دم جھاڑہ" ہے شرکیہ منتروں سے یعنی یہ کہ مسموم ہو یا مریض مار گزیدہ یا مصروع (ایّ من کان) شرکیہ الفاظ سے اس کو تعویذ یا دم کیا جا سکتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جماعت اہلحدیث کی نزاکت توحید اسے کسی ــــ عنوان گوارا نہ کر سکتی تھی، اور نہ کر سکی آخر جماعت ہی سے مولوی عبدالوہاب صاحب کا اخراج کر دیا گیا،

وہ حسین ہیں تو ہوا کریں وہ ہیں مہ جبیں تو کیا کریں
میری حسرتوں کا کیا ہے خوں میرے دل سے اب وہ اتر گئے

مولوی عبدالوہاب اسی حسرت کو لے کر قبر میں جا سوئے، اور ان کے بعد ان کے خلف الصدق حافظ عبدالستار صاحب اسی "دم جھاڑہ" کا ارمان لئے بیٹھے ہیں مدعی توحید اور اس قسم کے شرک ہائے جلی!

الٰہی کیوں نہیں آتی قیامت ماجرا کیا ہے
ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

 پھر صاحب ترجمہ کا ذکر، یعنی

مصنفات میں (۷) شرح مسند امام احمد بن حنبل ہے، یہ اُس نسخہ کی شرح ہے
جسے حضرت العلامہ مولانا حافظ عبد الحکیم صاحب نصیر آبادی نے فقہی ابواب
پر مرتب کیا، یہ تبویب علی نہج الجامع الصحیح للبخاری ہے، ۶ یا ۷ مجلدات میں ہے،
صاحب نصیر آبادی نے بعد تکمیل پوری کتاب آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس (دہلی)
کو پیش کر دی، کانفرنس نے مولانائے ممدوح (صاحب ترجمہ) کا تقرر کیا۔ آپ نے اسکی شرح
وتنقید واصلاح وتبویب (عربی ہی میں) محدثانہ طریق پر بڑی ... سے شروع کی ...

...۶۰ صفحہ تک چھپ بھی گئی، کہ یہ سلسلہ ختم ہو گیا، کاش یہ کتاب چھپ جاتی
تو ہماری جماعت کے اولیات سے یہ بھی ہوتی، کہ اب تک مسند امام احمد بن حنبل
کی تبویب نایاب تھی، مگر اب اس سال میں مصر سے چھپ کر آ گئی ہے،

صاحب ترجمہ اگرچہ صاحب اولاد ہیں، مگر معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا تذکرہ
اولاد سے نہیں بلکہ علم و تعلیم سے باقی رہے گا،

عبدالرحمٰن

(عدد مسلسل ۳۱) (عدد ۳۱)

بن فتح الدین بن عبداللہ قوم راجپوت ساکن موضع کٹھہ مصرال تحصیل خوشاب (پنجاب) مولوی غفر اللہ مرحوم مدراسی کے حقیقی بھائی اور ان سے عمر میں ۳ سال چھوٹے ہیں، ابتداءً اپنے برادر بزرگ مولوی محمد (متوفی ۱۳۱۱ھ) سے پڑھا، پھر ان حضرات سے یعنی مولوی ظفر الدین مولوی عبداللہ چکڑالوی مولوی یٰسین رحیم آبادی سے (سراجی و میبذی)، مولوی اسحاق منطقی سے (منطق تا ملاحسن) مولوی ڈاکٹر نذیر احمد خاں دہلوی و مولوی یوسف حسین ہزاروی سے ادب، شیخ پنجاب اور حضرت میاں صاحبؒ سے حدیث و تفسیر، غرض جامع العلوم ہستی ہیں، تکمیل کے بعد؟ جس طرح اکتساب کے لئے دہلی کو منتخب کیا اسی طرح افادۂ علم کے لئے بھی دہلی ہی کو مختار ٹھہرایا متواتر ۴۰ برس تک مدرسہ علیجان مرحوم میں پڑھاتے رہے اور اب مدرسہ صدر بازار میں پڑھاتے ہیں، کثرت مزاولت سے تمام کتابیں مختصر ہیں شاگردوں کے نام کہاں تک لکھے جائیں ۴۰ سال میں کتنے حضرات نے آپ سے اکتساب کیا ہوگا، اسمار تلامذہ کے کفارہ میں صرف علامہ جناب عبدالعزیز صاحب میمن راجکوٹی پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا نام نامی کافی ہے اس وقت ۷۰ سال کے قریب عمر ہے اور عہد اواخر میں بعض انسانوں پر جو واردات گزرتی ہیں ان کا اثر آپ پر بھی ظاہر ہو رہا ہے، صاحب اولاد ہیں مگر امید نہیں کی جا سکتی کہ ان صاحبزادوں میں سے کوئی ایک بھی ایسے مشہور انام باپ کے علم و تقویٰ کا حامل ہو سکے، آہ!

محمد بن ابراہیم (جوناگڈھی)

(عدد مسلسل ۳۲) (عدد ۳۲)

مولد جوناگڑھ صوبہ کاٹھیاواڑ وطن ہی میں ایک اہلحدیث بزرگ مولوی عبداللہ سے کچھ پڑھا اُنہی سے دہلی کی روایات علم سُن کر یہاں کا تہیتہ کر لیا، مگر آپ کے والد بزرگوار اس پر راضی نہ تھے زیادہ اصرار پر اُنہوں نے مصارف نہ دینے کی دھمکی دی ایک رفیق عبدالسلام کے ہمراہ گھر سے چل نکلے اور دہلی آکر مدرسہ امینیہ میں داخل ہوئے مگر عامل بالحدیث ہونے کی پاداش میں جلدی ہی نکال دیے گئے اسی روز مسجد فتح پوری میں مغرب کی نماز پڑھی، کہ آمین میں اپنے ایک ساتھی سے توارد ہوگیا۔ بعد ادائے صلوٰۃ اُن سے اپنی مصیبت بیان کی تو اُنہوں نے مدرسہ مولوی عبدالوہاب صاحب (ملتانی صدری) کا پتہ بتایا، غرض ابتدائیات صرف و نحو اور حدیث و تفسیر یہاں سے پڑھی، اور حدیث کی بعض کتابیں مولوی عبدالرشید صاحب (مقیم پھاٹک حبش خاں دہلی) اور مولانا عبدالرحیم غزنوی امرتسری مرحوم سے بھی پڑھیں، منطق دہلی کے مشہور استاد منطق مولوی محمد اسحاق مرحوم منطقی سے پڑھی، مرحوم کی عزلت گزینی کا یہ زمانہ نہایت پاس افزا تھا، کہ کسی سے ملنے تک کے روادار نہ تھے، مگر سید عبدالسلام صاحب مرحوم مالک مطبع فاروقی کی سعی و سفارش سے صاحب ترجمہ کا رابطہ قائم ہوگیا، و لیکن اس پر بھی یہ قدغن، کہ اگر وقت مقررہ (۴ بجے) پر جس کا اعلان مولوی اسحاق صاحب کی کلاک گھڑی کرتی اگر شاگرد فوراً ہی دروازہ پر موجود نہیں تو دوسرے

دن تک کے لئے دروازہ پھر بند، اس پر بھی شوقین شاگرد پندرہ روپے ماہانہ استاد کی نذر کرتے اور آئے دن کی سفارشیں مستزاد پس جوناگڑھ سے جو پونجی اپنی دکان بیچ کر ہمراہ لائے تھے یوں منطق کی نذر کر بیٹھے، اور مولوی اسحاق صاحب کی رحلت کے بعد مولوی ایوب صاحب پراچہ سے منطق پڑھی یعنی بقیہ حصہ،

بعد فراغ (دہلی ہی میں) اجمیری دروازہ کی مسجد اہلحدیث میں مدرسہ محمدیہ قائم کیا اور رسالہ گلدستہ محمدیہ جاری کیا، جو رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہوا اخبار محمدی (۱۵ روزہ) کی شکل میں باقاعدہ نکل رہا ہے۔ جس کے ذریعہ شعار دین کی خوب اشاعت ہوئی،

اجمیری دروازہ میں کئی سال قیام رہا۔ مگر آخر باڑہ ہندو راؤ میں اپنا ذاتی مکان تعمیر فرما لیا، منجملہ دوسرے کارناموں کے صاحب ترجمہ کی مجاہدانہ زندگی میں آپ کے اور آپ کے استاذ مولوی عبدالوہاب صاحب (ملتانی صدری) کے وہ مناظرے بھی یادگار ہیں جن کے نتائج میں مولوی عبدالوہاب صاحب کا طبل انا ولا غیری بند ہوگیا۔ یہ مناظرے مسئلہ امامت پر نہیں بلکہ امامت مولوی عبدالوہاب صاحب پر تھے، ان مناظروں میں ایک تقریری مناظرہ بہت دلچسپ تھا جس میں مولوی عبدالوہاب صاحب کی طرف سے ان کے اس سیشن کے وزیر اعظم حافظ مولانا عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی میدان میں در آئے اور ناکام واپس پھرے۔ (مگر اب حافظ عنایت اللہ صاحب اس امامت سے قطعی منحرف ہیں جیسا کہ ان کے ترجمہ میں ان شاء اللہ مذکور ہوگا) آخر الامر یہ کہ مولوی عبدالوہاب صاحب کے شذوذ پر جو مواخذہ مولوی محمد صاحب نے کیا، اس کی

یادداشت میں مولوی عبدالوہاب کا عروج یک قلم مبدل بہ زوال ہو گیا جس میں آخری دم کا مولوی ابوالفضل عبدالحنان صاحب بہاری مدیر اخبار اہلحدیث گزٹ دہلی نے لگایا (۱) اور اس کا تذکرہ ابوالفضل صاحب کے ترجمہ میں ہو گا انشاء اللہ۔
مولوی محمد صاحب کے حسنات میں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ جب ہلی کے سُنّد(ہ)ی آپ کے مواعظ کے اثر سے جادۂ تقلید سے ہٹ کر شاہراہ سنت پر آگئے تو اُن کی واپسی کی سر توڑ کوشش سرکردہ احناف نے بسرکردگی مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند کی، مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر حضرات احناف کی یہ برہمی اس صورت میں آشکار ہوئی کہ آپ کی ایک تصنیف دُرِ محمدی کی بنا پر کلکتہ میں آپ پر استغاثہ توہین مذہب کرادیا گیا۔ جس میں ۵ سو روپیہ جرمانہ اور مہینوں کی صعوبات سفر اور بے شمار روپیہ صرف ہوا۔ یہ مقدمہ ۱۹۲۹ء میں دائر ہو کر ۱۹۳۰ء میں ختم ہوا۔

محمدیات ۶

آپ نے بقدر ۶۰ کے کتابیں لکھیں اور ہر کتاب مضاف بہ نام پاکِ محمد فرمائی یعنی صلوٰۃِ محمدی، صیام محمدی (وقس علی ہذا) اس نام کی برکت سے محمدیات کا یہ سلسلہ ابلاغ توحید و تبلیغ سنت میں خوب کامیاب ہوا۔ اور (ان) محمدیات میں قلم کی روانی جس طرح قابل تعریف ہے، بیان و تذکیر میں بیان کی سحر آفرینی اس سے بھی فزوں تر کہ اگر توحید پر لب کشا ہوں تو سننے والا بے اختیار لاالٰہ الا اللہ پکار اُٹھے اور اگر نعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں نغمہ سرا ہوں۔ تو گویا ؎ بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسول میں،

تصانیف جو اپنی تسمیت کی وجہ سے بھی بابرکت ہیں یعنی صلوۃ محمدی، صیام محمدی، زکوٰۃ محمدی، ایمان محمدی، حج محمدی، توحید محمدی، برائت محمدی، طریق محمدی، امام محمدی، حقوق محمدی، میلاد محمدی، برہان محمدی، درایت محمدی، عقائد محمدی، سیرت محمدی، عقیدۂ محمدی، دلائل محمدی، (۲ حصہ میں) ہدایت محمدی، سیف محمدی، صراط محمدی، معراج محمدی، انعام محمدی، آئینہ محمدی، درودِ محمدی، تحفۂ محمدی، تعلیم محمدی، فرمان محمدی، صدائے محمدی، اذان محمدی، جماعت محمدی، عصائے محمدی، مملکت محمدی، ضرب محمدی، شمع محمدی، خطبۂ محمدی، مناظرہ محمدی، ونور محمدی، تعویذ محمدی، فیصلۂ محمدی، سراج محمدی، امامت محمدی، مرحمت محمدی، حنفیت محمدی، تائید محمدی، مشکوۃ محمدی، — رسالہ مذمت سود، موت میت کے مسائل، مسجد کے محراب کے منع ہونے کی ترکیب، مرغ کی قربانی، قبروں پر پھول، کتاب الاکراہ، دُرِ محمدی (جس کی بنا پر کلکتہ میں آپ پر فوجداری مقدمہ چلا) دین محمدی، (ترجمہ اعلام الموقعین لابن القیم) اور تفسیر محمدی (ترجمہ تفسیر ابن کثیر) یہ آخری دونوں کتابیں آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے،

اس لٹریچر سے عساکر موحدین کے ہاتھ میں وہ زبردست حربے آگئے کہ جنکی ضرب سے قصر تقلید میں شگاف درشگاف ہونے لگے،

خدا رکھے تم ہی تم ہو نظر پڑتی ہے عالم کی

تدریس کا مشغلہ بھی ہے اور صاحب اولاد کثیرہ ہیں۔

حافظ حکیم عبدالرحمن عمرپوری

(ابن مولوی عبدالرحمن معین الدین)

(عدد مسلسل ۲۴) (عدد ۴)

مولد و منشا قصبہ عمرپور، ضلع مظفر نگر، ابتدائی کتب اور طب والد مرحوم سے اور بعض اپنے عم زاد برادر جناب مولوی ضیاء الرحمن صاحب (مقیم کلکتہ) سے پڑھیں، حدیث مولوی عبدالصمد غزنوی (برادر مولوی عبدالحق غزنوی مباہل بہ مرزائے قادیان) و مولوی عبدالرحیم غزنوی بن عبداللہ صاحب و امام صاحب مولوی عبدالجبار غزنوی سے پڑھی، سند و اجازہ حدیث حضرت میاں صاحب سے بھی حاصل ہوا، طب قاضی عبدالاحد خان پوری سے پڑھی، سلسلۂ طبابت ذریعہ معاش اور وعظ و تذکیر "زاد المعاد" ہے، بیان میں تسلسل اور روانی خوب ہے، محلہ نواب گنج دہلی میں قیام ہے، طلبا بھی آ جائیں تو شوق سے پڑھیں، اپنے خاندانی مدرسہ مطلع العلوم میرٹھ میں بھی تشریف لے جاتے ہیں دہلی کے موجودہ قائم شدہ مدرسہ جامع اعظم "(سابق ریاض العلوم) کے ناظم ہیں ۱۳۵۰ھ سے رسالہ ریاض توحید ماہانہ آپ کی ادارت میں نکل رہا ہے کثیر الاولاد اور اللہ تعالیٰ کے اس کرم خاص سے بہرہ یاب ہیں کہ تمام صاحبزادے دولت علم کے ساتھ نعمت عمل سے بھی مستفید ہیں اور ان میں سے ان اصحاب اربعہ کے تراجم نقل ذیل ہیں جو ہماری کتاب کے نصاب میں کامل ہیں، یعنی مولوی عبداللہ عبدالصبور، مولوی حکیم عبداللہ عبدالشکور، مولوی حافظ عبدالوکیل خطیب، مولوی عبدالجلیل ندوی

سید حکیم عبدالحفیظ

(عدد مسلسل ۳۴)

(عدد ۳۴)

حضرت میاں صاحب مرحوم کے برادر حقیقی مولوی سید توسل حسین صاحب کے صاحبزادے مولد قصبہ سورج گڑھ (ضلع مونگیر بہار) سن ولادت ۱۲۹۵ھ (ماہ ربیع الاول) اپنے عم محترم کی طرح آپ نے بھی دہلی ہی کو وطن بنالیا،

ابتدائی کتابیں اپنے خاندان کے بزرگوں سے پڑھیں، ادب مولوی اسحاق رام پوری سے، منطق مولوی محمد اسحاق دہلوی سے آخری کتابیں (الہیات کی) مولوی سلامت اللہ جے راجپوری سے، فقہ وحدیث و تفسیر شیخ حسین عرب یمنی اور حضرت میاں صاحب (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے، طب مولوی عبدالرشید خاں رام پوری حکیم حافظ عبدالولی لکھنوی اور حکیم قاسم علی خاں صاحب مرحوم دہلوی سے پڑھی،

تکمیل کے بعد؟

میاں صاحب کے مبارک عہد اور آپ ہی کے مدرسہ میں فتویٰ نویسی اور طلبائے بہار کی تعلیم آپ کے ذمہ تھی، تدریس کا سلسلہ اپنے استاد کے بعد بھی جاری رہا، تا آنکہ (۱۳۳۹ھ میں) آنکھیں دکھنے کیا آئیں کہ ایک آنکھ کی بصارت ہی زائل ہوگئی، اطبا نے ترک تدریس کا مشورہ دیا، لیکن اس تنبیہ پر بھی یہ شغل کلیتہً نہ چھوٹ سکا،

گر گیا ناصح نے ہم کو قید اچھے یوں سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا

طب کا مشغلہ بھی شروع کر دیا اور اب تک یہ فیض جاری ہے صاحبِ اولاد ہیں۔

نواب ضمیر الدین احمد رئیس لوہارو

(عدد مسلسل (۳۵)) (عدد ۲۵)

نواب علاء الدین علائی مرحوم کے خلف الصدق، اور خاندان مغلیہ کی یادگار ہیں، سن ولادت ۱۰ دسمبر ۱۸۶۷ء (۱۹ شعبان ۱۲۸۴ھ) ہے، ابتدا از والد مرحوم سے پڑھا، تکمیل منقول و معقول مولوی سید ولی (حنفی) دہلوی سے کی، حدیث بھی انہی بزرگوار سے پڑھی، تدریس کا مشغلہ ہمیشہ رہا آیا، مگر اس طرح کہ جو طالب علم دولتکدہ پر کتاب لے کر حاضر ہوا پڑھ گیا، چند کتابیں لکھیں، مگر دوسروں کے نام سے شائع کرا دیں، اسی طرح شاعری کا حال ہے، اردو اور فارسی میں بہترین غزلیں اور مرصع قصائد لکھے مگر وہ بھی شاہانہ فیاضیوں کی وجہ سے اوروں کو بخش دیئے، راقم الحروف کو بھی دو ایک قصیدے سننے کی سعادت نصیب ہوئی، خانی تخلص فرماتے ہیں پرانی وضع اور قدیم حال و قال کے رنگ ہیں، اولاد نہیں ہوئی۔

وفات ۲۵ رمارچ ۱۹۲۳ء ( )

شیخ احمد مہاجر مدنی

"سلام علی نجد ومن حل بالنجد"

(عدد مسلسل ۳۶) (عدد ۳۶)

مولد موضع چاہ چیلوں والہ (ضلع جھنگ) جہاں سے آپ کے والد میاں محمد بن قائم مرحوم دہلی تشریف لے آئے یہیں نشو ونما ہوئی (اور مولوی عبدالوہاب صاحب صدری ملتانی دہلوی آپکے علاقی بھائی ہیں) ابتداءً پنجاب کے مختلف مقامات میں پڑھا۔ یعنی حافظ اکبر مرحوم مولوی عبدالرحمٰن بڈھی مالی مولوی محمد حسین صاحب ہزاروی (امرتسری) مولوی عبدالاول و مولوی عبدالجبار غزنوی اور مولوی حافظ عبداللہ صاحب روپڑی (امرتسری) سے اپنے برادر بزرگ مولوی عبدالوہاب صدری ملتانی سے حدیث پڑھی، اور غالباً حدیث ہی کا کچھ حصہ مولوی عبدالجلیل صاحب سامرودی سے پڑھا،

اسی طرح مدرسہ دارالکتاب والسنۃ اور مدرسہ صدر بازار دہلی میں کچھ مدت پڑھایا بھی آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس دہلی کے صدر دفتر میں ۱۵ سال محرر رہے اور افتا کا کام بھی کرتے رہے راقم الحروف کو آپ کے زمانہ رشد ہی سے آپ سے نیاز حاصل ہے جفاکش اور سرگرم کارکن ہیں انہی کاوشوں کا ثمرہ ہے کہ عروس البلاد دہلی اور اس کے علمی و تمدنی ہنگاموں کو ترک کرکے بطحیٰ کو اپنا مسکن بنالیا ہے،

طاق ورواق و مدرسہ و قیل و قال درس
اینجا بخاکِ کوئے تو مارد نہادہ ایم

پھر اس ہجرت کا بہترین اجر (و نعم اجر الاخرۃ) مدینہ منورہ ہی میں ایک مدرسہ "دار علوم القرآن و الحدیث" کا قیام ہے،

یا برید الحمیٰ حماک اللہ
مرحباً مرحباً! تعال تعال!

اس وقت ان کے مدرسہ میں ۴ معلم اور بقدر ۴۰ کے فوقانی و تحتانی جماعتوں میں طالب علم ہیں اور ہندوستان کے موحدوں کو اس مدرسہ کی مادی اعانت کی سعادت حاصل ہے،

تصانیف

صلوٰۃ المسلمات (اردو) اور زمانہ قیام ہند ہی میں لکھی، اعمال الحج (اردو) زمانہ ہجرت میں، ابھی حال ہی میں (رجب ۱۳۵۳ھ میں) تاریخ اہلحدیث (عربی میں) لکھی ہے، جو ایک جامع اور پُر منفعت کتاب ہے

صاحب اولاد ہیں ۲ بچے ہیں جو سب کے سب عمر میں کم سن، مگر جیرانِ رسول ہونے کے اعتبار سے ہم سب سے بزرگ تر ہے

نیند اس کی ہے دماغ اس کا ہے راتیں اس کی ہیں
تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہوگئیں



عبید اللہ

(عدد مسلسل ۳۷) (عدد ۳۷)

بن مولوی رحیم بخش متوطن اٹاوہ، مولوی رحیم بخش مرحوم بھی صاحب علم تھے منجملہ دوسرے اساتذہ کے قاضی بشیر الدین قنوجی (قاضی بھوپال) سے مستفیض ہوئے اور اٹاوہ پہنچ کر توحید و سنت کا پیغام عوام کو پہنچایا،

مولوی عبید اللہ صاحب نے ابتدائی کتابیں اپنے والد ہی سے پڑھیں انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا، تو آپ دہلی چلے آئے حافظ عبد الوہاب نابینا مولوی عبد الوہاب صدری ملتانی کے علاوہ حضرت میاں صاحب شیخ الکل سے بھی پڑھا، طب شفاء الملک حکیم رضی الدین احمد خاں (دہلی) سے پڑھی اور ان کے مطب میں بھی رہے،

تکمیل کے بعد؟

ایک مدت مدرسہ "دار الھدیٰ" دہلی میں حدیث پڑھائی ان دنوں مدرسہ زبیدیہ میں مدرس حدیث ہیں اور دہلی ہی میں سکونت اختیار فرما چکے ہیں آپ کے ایک بھائی مولوی عبد الرشید صاحب ہیں جن کا ترجمہ آگے منقول ہے،

افسوس اسی دوران میں صاحب فراش ہوئے اور آخر قبر میں جا سوئے

تاریخ وفات ماہ شعبان ۱۳۵۶ھ

عبدالرشید

(عدد مسلسل ۳۸) (عدد ۳۸)

ابن مولوی رحیم بخش مرحوم ساکن اٹاوہ، مختلف اساتذہ سے مختلف علوم پڑھے جن میں سے مولوی عبدالمنان وفا غازی پوری مولوی عبدالرحمٰن شاہ پوری دہلوی مولوی عبدالوہاب صاحب ملتانی دہلوی اور مولوی ابوسعید شرف الدین صاحب قابل ذکر ہیں اور ان دنوں مدرسہ سبل السلام دہلی میں حدیث پڑھاتے ہیں، ان دونوں بھائیوں کی سادگی طبع کا مقتضیٰ سمجھئے کہ اتنا مختصر ترجمہ لکھ کر بھیجا'

حاجی عبدالغفار

بن عبدالرحمٰن بن علیجان

(عدد مسلسل ۳۹) (عدد ۳۹)

دہلی میں خواجہ ضیاء اللہ ایک رئیس اور معزز سوداگر تھے، جن کا سلسلہ اولاد اس طرح سے ہے'

خواجہ ضیاء اللہ

حاجی علیجان

عبدالعزیز — عبدالرحمٰن — عبدالحمید — عبدالرشید

عبدالرحمٰن کی اولاد: عبدالغفار (صاحب ترجمہ) — عبدالجبار — عبیدالرحمٰن

عبدالعزیز کی اولاد: عبدالستار

عبدالجبار کی اولاد: عبدالوہاب

یہ خاندان "علیجان والوں" کے نام سے دہلی ہی نہیں بلکہ ہندوستان میں بھی مشہور ہے، علم و تمول دو چیزیں اس خاندان کے تمام افراد میں بقدر مشترک پائی جاتی ہیں مگر دوسری حیثیت اس طرح عام ہو گئی کہ شہرت علم اس کے سامنے دب گئی، ورنہ خاندان کا ہر فرد دولت علم سے بھی بہرہ یاب ہے اور تشریع کا کیا ذکر کہ تمام خاندان کا خاصہ ہو گیا ہے،

اس خاندان میں عمل بالحدیث کی ابتدا عبد العزیز (بن علیجان) سے ہوئی، جماعت کی عام نصرت کے علاوہ دہلی میں اہلحدیث کے جو مقدمات حضرات احناف کے ساتھ ہوئے اور جن کی اپیل ہائی کورٹ تک ہوئی اُن میں ایک فریق یہی خاندان رہا، اور عام اسلامی کاموں میں بھی سابق الی الخیر رہے آتے ہیں،

اس وقت خاندان میں خصوصیت کے ساتھ ایک صاحب علم و خلوص تو جناب مولانا شیخ عبد الوہاب صاحب ہیں (جن کا ترجمہ آگے چل کر آتا ہے) دوسرے یہ بزرگ (قبلہ حاجی عبد الغفار صاحب) مگر حاجی صاحب باوجود دولت علم سے متمتع ہونے کے خود کو ہمیشہ چھپائے رکھتے ہیں، ولیکن

کتنا چھپایا راز محبت نہ چھپ سکا
افسانہ اُن کے عشق کا مشہور ہو گیا

آپ نے صرف و نحو و کتب معانی مولوی حمایت اللہ صاحب سے پڑھیں مشکوۃ المصابیح سید شریف حسین بن حضرت میاں صاحب سے، سید صاحب ممدوح جناب میاں صاحب سے حجاب کی وجہ سے مسجد کی بجائے گلی میں بیٹھ کر پڑھاتے اسی طرح بعض کتب حدیث دوسرے اساتذہ سے پڑھیں صحیحین میاں صاحب

سے پڑھی، ان اسباق میں مرحوم مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی آپ کے ہم سبق تھے یہ تمام جماعت نوبت بہ نوبت قراۃ کرتی اتنے میں ماہ مبارک آگیا اور پڑھنے والوں میں پنجابی اور پوربی کا تنازع پیدا ہوگیا، میاں صاحب نے فرمایا "پنجابی پڑھے نہ پوربی، دہلی والے پڑھیں" چنانچہ قرءۃ کا فخر آپ (صاحب ترجمہ) کو نصیب ہوا، اس عہد میں میاں صاحب "ہدایہ" کا پڑھانا چھوڑ بیٹھے تھے، مگر آپ کی خواہش پر منظور کرلیا اور فرمایا کہ اب آگر یا تو "ہدایہ" محمد حسین (مولانا بٹالوی مرحوم) کو پڑھائی یا عبدالغفار کو،

دہلی میں ابھی تک مٹی کے چراغ کے سوا روشنی کا اور انتظام نہ تھا جس کی روشنی میں مطالعہ کی وجہ سے آنکھوں کی بصارت کم ہوگئی،

اخلاقی لحاظ سے بھی آپ مرجع انام ہیں اور کاروبار کے اعتبار سے جو دکان للعہ ماہانہ کرایہ کی تھی اب ایک ذاتی شاندار کوٹھی (واقعہ نئی سڑک دہلی) میں بہت بڑی فرم کی صورت میں ہے، جس کی ایک شاخ مکہ معظمہ میں بھی ہے، اللھم زد فزد، اور آپ آل انڈیا اہلحدیث کانفرس کے صدر بھی ہیں۔

عبدالوہاب

(عدد مسلسل ۴۰) (عدد ۴۰)

بے حد اصرار پر صاحب ترجمہ نے اپنے جو حالات (وہ بھی نہایت مختصر) خود رقم فرما کر بھیجے بعینہ نقل کئے جاتے ہیں،

"عبدالوہاب بن حاجی عبدالجبار بن حاجی عبدالرحمٰن بن حاجی علیجان مرحوم

(المعروف پیچے میاں) تاجر، تاریخ ولادت ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ مولد و وطن دہلی ۴۰ سال کی عمر میں مکہ معظمہ کی حاضری نصیب ہوئی وہیں سکونت تعلیم و تربیت کی سعادت حاصل ہوئی وللہ الحمد خدا تعالےٰ خاتمہ بالخیر بھی حرمین شریفین میں فرمائے"

"اساتذہ مکہ معظمہ میں اس وقت جو ہندوستانی عالم تھے، زیادہ تر اُن سے فیض حاصل ہوا، دیگر ممالک اسلامیہ کے مہاجرین اہل علم سے بھی استفادہ کیا، ان دونوں قسموں میں قابل ذکر یہ حضرات ہیں؛ قاری محمد بیگ دہلوی، مولوی منظر حسین اعظم گڑھی بھوپالی، مولوی عبدالستار کتبی مولوی مشتاق احمد صاحب کانپوری مولوی عبیداللہ صاحب سندھی، قاری عبداللہ صاحب مرحوم، خواجہ عمر لطفی آفندی شیخ حبیب اللہ شنقیطی"

"ان حضرات کے سوا بھی سند حدیث بہت سے عالموں سے تبرکاً حاصل کی، جن میں یہ حضرات قابل فخر ہیں، یعنی مجاہد اعظم سید احمد شریف سنوسی (شیخ سنوسی مشہور) محدث الشام سید بدرالدین الحسنی محدث المغرب سید عبدالحی کتانی"

"بعض کتابوں کی اشاعت کی مثلاً علل الحدیث لابن ابی حاتم المسوی للامام ولی اللہ الدہلوی"

"اسی طرح مدرسہ دارالحدیث مکہ معظمہ کے قیام و ترقی کی کوشش اور حجاز کے دوسرے مدارس کی ترقی و اصلاح کی سعی کرتا رہا، تالیفات مجموعہ رسائل حج (اردو) (جس میں اسرار حج، حج نبوی، ادعیہ حج شامل ہیں) البلد الامین (اردو) یعنی تاریخ مکہ معظمہ تسہیل درایۃ الموطا مقدمہ (المصفی کا عربی ترجمہ) النفحۃ الدلویۃ

شاہ ولی اللہ کے حالات عربی"

"عام مشاغل اکثر وقت سستی اور بیکاری میں گزرتا ہے کچھ تجارتی کاموں میں اور بہت ہی کم وقت مطالعہ کتب یا مذاکرۂ علمیہ میں الخلاصہ"

"صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے"

"جماعت کے ساتھ خصوصیت"

احب الصالحین ولست منہم لعل اللہ یرزقنی صلاحاً"

ضیاء الرحمٰن بن بدر الدین عمر پوری

بروایت (تحریر) مولوی حکیم عبید الرحمٰن صاحب

(عدد مسلسل ۱۴۱) (عدد ۹)

"آپ نے دیگر علوم حاصل کرنے کے بعد جوانی میں علوم عربیہ دینیہ کی طرف توجہ کی، اور یہ سب فیضان آپ کے عم محترم مولانا معین الدین عبد الرحمٰن مرحوم عمر پوری کا تھا، ماشاء اللہ پوری توجہ مبذول فرما کر حدیث پر نظر غائر حاصل ہو گئی، آپ کا مطالعہ زبردست رہا، بعض وقت بڑے بڑے ماہرین درس و تدریس کے ذہن میں جو مسائل نہیں آسکتے آپ انہیں بحوالہ کتب حدیث والواب بتانے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، اس لئے بعض اصحاب ارادت کہتے ہیں کہ ہمیں مولوی صاحب سے مسئلہ پوچھ کر اطمینان ہو جاتا ہے، آپ شروع سے سادہ وضع اور نمونہ سلف ہیں، تصنعات و تکلفات سے جدا ہیں، صبر و حلم و غم خواری اور فائدہ رسانی و ہمدردی آپ کی طبیعت ہو گئی ہے۔

زہد و تقویٰ کا گویا آپ نقشہ ہیں مختصراً ‘‘

مؤلف :- سالہا سال سے کلکتہ مسجد اہل حدیث کولو ٹولہ میں امام جماعت ہیں، بعض کتابیں بھی لکھیں جن کے نام معلوم نہیں ہو سکے، برسوں رسالہ ضیاء السنہ (ماہانہ) نکالا

عبداللہ عبدالصبور

(بن مولوی عبیدالرحمن صاحب عمرپوری)

(عدد مسلسل ۴۲) (عدد ۴۲)

ذی استعداد، امتحانات منشی فاضل، مولوی فاضل و دیگر کاموں سے فارغ اپنے والد ماجد بزرگوار اور جد امجد مولانا معین الدین عبدالرحمن صاحب سے بھی مستفیذ، انگریزی سے بھی واقف، اس وقت مسلم علیم ہائی اسکول کان پور میں ہیڈ مولوی ہیں، خاندانی تربیت کے موافق شعار اسلام کے پابند ہیں، اس خاندان میں اکثر حضرات کے دو دو نام ہیں

عبیداللہ عبدالشکور

(بن مولوی عبیدالرحمن صاحب عمرپوری)

(عدد مسلسل ۴۳) (عدد ۴۳)

اپنے والد ماجد سے پڑھا، مدرسہ مطلع العلوم میرٹھ اور مدرسہ اسلامیہ میرٹھ میں تحصیل علم کی، مولوی احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث دارالحدیث رحمانیہ اور

مولوی عبد الرحمٰن صاحب شاہ پوری پنجابی سے بھی مستفید ہوئے اور اس وقت دہلی کے جدید مدرسہ "دار العلوم جامع اعظم"[عنہ] پھیلی والان (نزد جامع مسجد) میں فرائض مدرس سرانجام دے رہے ہیں۔

حافظ عبد الوکیل

(بن مولوی عبید الرحمٰن صاحب عمرپوری)

(عدد مسلسل ۳۴۳) (عدد ۲۴)

دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے فارغ "فاضل ادب" لکھنؤ یونیورسٹی میں کامیاب "فاضل دینیات" الہ آباد میں پاس، منشی عالم و منشی فاضل، (پنجاب یونیورسٹی) اور سند فراغ حاصل، وعظ گوئی میں ملکۂ تام کہ خطیب ہی کہلاتے ہیں، درس و تدریس کے مذاق سے بھی بہرہ مند، غیر مذاہب یعنی قادیانیوں اور آریوں سے مناظرے کرتے ہیں، فلسفہ ارکان اسلام اور سوانح پیغمبر اسلام ۲ رسالے بھی لکھے ہیں، مسلم ہائی اسکول فتح پوری دہلی میں مدرس ہیں، اور ابھی نوجوان

عنہ جامع اعظم ۱۳۵۳ھ میں مسجد محلہ پھیلی والان میں قائم ہوا جس کے بانی و ناظم صاحب ترجمہ کے والد ماجد جناب مولانا حکیم عبید الرحمٰن صاحب عمرپوری ہیں۔ اس میں دہلی کے مندرجہ ذیل اہلحدیث مدرسے منضم ہیں (۱) قدیم مدرسہ ریاض العلوم واقع مسجد مذکور (۲) مدرسہ (مع کتب خانہ) جناب حاجی عبد الحق صاحب تیزاب والے (محلہ بلیماران) (۳) مدرسہ رشیدیہ (مع کتب خانہ و اساتذہ واقع اجمیری دروازہ) مدرسہ جامع اعظم کی خصوصیت میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس میں علوم عربیہ کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ انگریزی و تاریخ جغرافیہ و ریاضی وغیرہ بھی پڑھائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسمیں خیر و برکت فرمائے۔

عبد الجلیل ..... فیصل ندوی

(بن مولوی عبید الرحمٰن صاحب عمرپوری)

(عدد مسلسل ۶۴) (عدد ۴)

پنجاب یونیورسٹی کے منشی فاضل، فاضل ادب و دبیر کامل لکھنؤ یونیورسٹی کے سوا ندوۃ العلما لکھنؤ کے فارغ التحصیل، انگریزی سے بھی واقف اپنی خاندانی روایات علم و عمل کے حامل ہیں،

عبد الغفار رحمانی

(بن حافظ عبد الستار عمرپوری)

(عدد مسلسل ۶۵) (عدد ۶۵)

خاندان عمرپوری دہلوی کے نونہال مولانا حافظ عبد الستار مرحوم کے اکلوتے فرزند صلاح و اخلاق میں اپنے اسلاف کا نمونہ۔ دار الحدیث رحمانی دہلی کا پورا نصاب مسلسل پڑھا۔ اور کامیابی و کامرانی کے ساتھ تکمیل کے بعد مدرسہ انوار احمدیہ آرہ میں پڑھاتے رہے۔ اب جامعہ رحمانیہ بنارس میں پڑھاتے ہیں عمر ۳۰ سال ہوگی۔

علم الہدیٰ، بیہقی وقت

قاضی ثناء اللہ پانی پتی

قاضی ثناء اللہ پانی پتی

متوفی رجب ۱۲۲۵ھ

نعم مکرمون فی جنات النعیم
۱۲۲۵ھ

(عدد مسلسل ۷۴) (عدد ۱)

کیرانا ولیہ شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۰ویں پشت سے تھے، ۷ برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا، اور ۱۶ویں برس میں جملہ علوم (عقلیہ و نقلیہ) پر حاوی ہو گئے، تکمیل حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے اور بیعت اولی شاہ محمد عابد سنامی سے کی، ان کے وصال پر حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی خدمت میں حاضر ہوئے، جس طرح شاہ عبدالعزیز صاحب محدث (دہلوی) نے آپ کو بیہقی[1] وقت کا خطاب بخشا، اسی طرح حضرت مرزا صاحب (مظہر جانجاناں) نے آپ کو علم الہدیٰ کے خطاب سے سرفراز فرمایا،

نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم لکھتے ہیں،

"در منامات از شیخ جلال جد خود و شیخ عبدالقادر جیلانی تربیت و بشارت یافتند

---

[1] یہ خطاب محمود ولی نے تھا کہ امام بیہقی (جو اصحاب شافعی علیہما الرحمہ سے تھے) کے حق میں کہا گیا "مامن الشافعی الا وللشافعی علیہ منۃ الا احمد البیہقی فان لہ علی الشافعی منۃ" ترجمہ:۔ امام شافعی کے اصحاب میں سوا (احمد) بیہقی کے ایک بھی ایسا نہیں، جس پر امام شافعی کا احسان (علم) نہ ہو مگر امام شافعی خود بیہقی کے ممنون کرم ہیں" امام سبکی نے فرمایا "بیہقی کی تصانیف کی کوئی مثال نہیں"

"ایضاً" تصانیف بے شمار دارد گویند بہ ہزار جزو رسیدہ داو در علم ثانی نہ بود"
(اتحاف النبلاء ص ۱۹۰۲)

و میرزا مظہر فرمودند در دل فقیر ہیبت ایشاں مے آید از روئے صلاح و تقویٰ و دیانت مروج شریعت منور طریقت ملکی صفت اند ملائکہ تعظیم ایشاں مے نمایند اگر خدائے تعالیٰ روز قیامت از بندہ پرسد کہ بدرگاہ ما چہ تحفہ آوردی عرض کنم ثناء اللہ پانی پتی۔

"اوقات بطاعت و عبادت معمور داشتند صد رکعت نماز وظیفہ مقرر نمودہ یک منزل قرآن در تہجد مے خواندند منصب قضا اختیار نمودند حق آں چنانکہ باید بجا آوردند رسوم متعارفہ قضات از ایشاں بظہور نمے آید از اصحاب ایشاں پیر محمد و سید محمد و گھیسا بصحبت ایشاں رسیدہ بہ نسبت ہائے طریقہ فائز شدند"

اتحاف النبلاء ص ۲۴۰، ۲۴۱

اپنی تفسیر (قرآن) کا نام حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے ساتھ محبت کی وجہ سے "تفسیر مظہری" رکھا۔[1]

اس کے بعد "معارف" (اعظم گڑھ) کا مضمون ملاحظہ فرمایئے:

"یہ صحیح نہیں کہ آپ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، بلکہ آپ دراصل حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز کی صغر سنی ہی میں فارغ ہو کر آپ اپنے خاندانی منصب قضا پر پانی پت میں ممتاز تھے وہیں سلسلہ درس بھی تھا، پانی پت میں قیام کی وجہ سے درس و تدریس نے پوری شہرت نہیں پائی، مگر تصنیف و تالیف اور حقائق و معارف مجددیہ کے بیان میں آپ حضرت شاہ ولی اللہ کے تلامذہ میں سب سے فائق ہیں، اگر یہ کہا جائے کہ آپ کی تصانیف اس معاملہ

---

[1] "تقصار جیود الاحرار من تذکار جنود الابرار" ص ۱۱۳

میں شاہ عبدالعزیز سے بڑھی ہوئی ہیں تو بے جا نہیں"
"شاہ عبدالعزیز صاحب آپ کو "بیہقیٔ وقت" اور آپ کے پیر حضرت مرزا جانجاناں آپ کو "علم الہدیٰ" فرماتے تھے، اور شاہ ولی اللہؒ کی مجتہدانہ شان اگر آپ کے کسی شاگرد میں نمایاں ہے تو وہ صرف آپ کی ذات گرامی ہے"
"یوں تو آپ کی بہت سی تصانیف ہیں مگر تفسیر مظہری عربی دنیا میں ایک بہترین تصنیف ہے، جس کی خوبی کا اندازہ تمام متقدمین و متاخرین کی مطول و مختصر تفسیر کے مطالعہ کے بعد آپ کی خاص تاویل دیکھنے سے کیا جا سکتا ہے"
"اس تفسیر کا کچھ حصہ چھپ چکا ہے اور پوری تفسیر خاص خاص کتب خانوں میں ہے آپ نے اپنے پیر بھائی حضرت مولانا نعیم اللہ بہرائچی کو ایک خط لکھا ہے جس میں اس تفسیر کا حجم اور جو کچھ اس میں ہے اسے ذکر کیا ہے، اس لئے اصل خط نقل کیا جاتا ہے"
"..... فقیر از خدمت سامی دور است اما بحکم "المرء مع من احب" دور نیست ان شاء اللہ تعالیٰ در بہشت صحبت موبدہ میسر خواہد شد، تفسیر مظہری بفضل تعالیٰ کسوۂ اختتام پوشید بفضل الٰہی در ضمن تفسیر قرآن متکفل بیان مذاہب فقہا و ادلہ شان در ضمن مسائل فقہ و مسائل کلام و مسائل تصوف و سیر و مغازی سید الانام و اختلاف قراءۃ کافی و شافی آمدہ، ایں ہمہ محض ظہور کرامت مظہر الجمیع بجانب مرشد خود) فیوض الٰہی است، ورنہ ایں فرومایہ راچہ منزلت، و پنج مجلد اول قریب سہ صد جزو ہست و رقے کہ از یک تختہ کاغذ چہار ورق است تمام شدہ حق تعالیٰ مقبول جناب خود سازد"
(از مکتوبات قلمی)

"حضرت مرزا صاحب (مظہر جان جاناں) نے حضرت شاہ ولی اللہؒ سے حضور اقدسؐ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ایک رسالہ لکھنے کی فرمائش کی تھی، اسے آپ نے لکھ کر حضرت مرزا صاحب کی خدمت اقدس میں بھیج دیا تھا مگر وہ آپ کے حسب دلخواہ نہ تھا اس لئے آپ نے قاضی صاحب کے پاس اسے بھیجا اور چند کتابیں اور بھیج کر لکھا کہ اپنے علم کے مطابق ایک کتاب سیرت پر لکھو قاضی صاحب نے اس کی تعمیل فرمائی، ایک رسالہ حذف اسناد کے ساتھ چودہ کتابوں سے مع حوالہ کتب لکھا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال فقہی ابواب کے ساتھ جمع فرما دیئے تھے، اختلاف روایات کی تطبیق اور مذہب راجح کی ترجیح کے وجوہ بھی حسب موقع ایسے مجتہدانہ انداز سے درج فرما دیئے کہ جن کی خوبی کا اندازہ طالب علم ہی اچھی طرح کر سکتا ہے یہ رسالہ ابھی طبع نہیں ہوا، اصل مسودہ قاضی صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا موجود ہے اس کے شروع میں اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک رسالہ ہے صاحب مقامات مظہری نے آپ کے تبحر علمی کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور رسالہ کا ذکر فرمایا ہے، جس کے خاص الفاظ یہ ہیں"

"در علوم عقلی و نقلی تبحر تام دارند در فقہ و اصول بمرتبہ اجتہاد رسیدہ کتابے مبسوط در علم فقہ با بیان ماخذ و دلائل مختار مجتہدان مذاہب اربعہ در ہر مسئلہ تالیف نمودہ اند و آنچہ نزد ایشاں اقوی ثابت شدہ آں را رسالہ جدا مسمی بہ "ماخذ اقوی" تحریر فرمودہ در اصول نیز "مختارات" خود نوشتہ اند"

"افسوس کہ باوجود کوشش بلیغ اب تک میں اس آخری رسالہ کی زیارت سے محروم رہا"

"رسالہ کلمات طیبات میں چند مکتوبات آپ کے شائع ہوئے ہیں وہ بھی خاص شان کے

ہیں ان سے آپ کی تحقیقات عالیہ کا پورا اندازہ ہوتا ہے' رد روافض میں "سیف المسلول" جو دہلی میں عرصہ ہوا چھپ چکا ہے' یہ بھی اپنے موضوع پر بہترین رسالہ ہے' شاہ عبدالعزیز صاحب کے تحفہ سے قبل کی تصنیف ہے' اہل سنت کے لئے یہ رسالہ اسم بامسمیٰ ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے رسالے آپ کی تصانیف سے ہیں' حضرت شاہ ولی اللہؒ کے "وصیت نامہ" کی بھی ایک مفصل شرح آپ نے تحریر فرمائی' جس کا نام "المقالۃ الرضیہ فی النصیحۃ والوصیۃ" ہے اس کا ثبوت کہ آپ شاہ ولی اللہؒ کے شاگرد ہیں حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی کے ایک خط سے ہوتا ہے' جس کو حضرت شاہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب (جان جاناںؒ) کو لکھا' صاحب "بشارات مظہریہ" نے اسے نقل فرمایا ہے اور "کلمات طیبہ" میں بھی وہ شائع ہو گیا ہے' اس میں قاضی صاحب کا ذکر کیا گیا ہے کہ "مصابیح" اور "صحیحین" فی الحال آپ کے زیر درس ہیں اور کتب ستہ بلکہ عشرہ متداولہ کی تکمیل کی غرض سے میرے پاس ہیں' اس کے بعد جناب کی خدمت میں احرام باندھیں گے' اصل مکتوب یہ ہے"

"خدائے عزوجل آں قیم طریقۂ احمدیہ داعی سنن نبویہ را تا دیرگاہ داشتہ مسلمین را متمتع و مستفید گرداناد و از فقیر ولی اللہ عفی عنہ' بعد سلام محبت مشام مکتوب ضمیر منیر باد صحیفۂ شریفہ کہ مشحون بود بانواع لطائف ورود فرمود فقیر زادہ شفقت سامی بہ نسبت ایں فقیر و اولاد او تقریر نمود الحمد للہ کہ اہل دل یاد ایں فقیر درماندگاں مے کنند ازیں امر توقعہا مستحکم مے گردد واحسن اللہ الیکم و ذکر کم اللہ تعالیٰ فیمن عندہٗ بابت آمدنی درانی و نیامدن او اشارتے رفتہ بود' مخدوما فقیر تا وقتیکہ داعیہ الٰہی برائے چیزے وارد نشود بظن و تخمین نتواں گفت قلمی شدہ بود کہ بعضے دقایق را بصورت اسئلہ خواہم نوشت خاطر

مشتاقاں آں وقایق است خدا کند کہ زود آں وعدہ منجر گرد و مولوی شناء اللہ
مصابیح و صحیحین استماع نمود و مستعد کتب ستہ بلکہ عشرہ متداولہ اندہمیں توجہ
ہمت سامی است کہ اینست بظہور رسد، و بعد ازاں احرام صحبت بندند
ہر قدرے کہ وقت شریف گنجایش کند بیک دو کلمہ بہجت افزائے ایں فقیر
شکستہ بال مے باید بود والسلام"

"بشارات مظہریہ"

"اس مکتوبات کے علاوہ اور بھی چند قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی تکمیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے ہوئی تھی مثلاً حضرت قاضی صاحب ایک مکتوب میں جس کو آپ نے اہلیہ محترمہ حضرت مولانا شاہ نعیم اللہ بہرائچی کو تحریر کیا ہے لکھتے ہیں کہ"

"اس وقت میری عمر ۸۰ سال کی ہے"

"یہ مکتوب ۱۲۱۸ھ و ۱۲۲۶ھ کے درمیان لکھا گیا ہے کیونکہ ۱۲۱۸ھ تاریخ وصال شاہ نعیم اللہؒ ہے اور ۱۲۲۶ھ آپ کی (قاضی صاحبؒ) تاریخ وصال ہے اس حساب سے آپ کی پیدائش ۱۱۴۵ھ اور ۱۱۴۷ھ کے درمیان ہوئی اور حضرت شاہ ولی اللہ کا وصال ۱۱۷۶ھ میں ہوا، اگر قاضی صاحب کی پیدائش ۱۱۴۷ھ میں مانی جائے تو شاہ ولی اللہؒ کے وصال کے وقت آپ کی عمر ۲۹ سال ہو گی اور اگر ۱۱۴۷ھ سے پہلے تسلیم کی جائے تو عمر اور بڑھ جائے گی اس حساب سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے آپ ۱۳ سال بڑے تھے کیونکہ حضرت شاہ عبدالعزیز کی عمر ان کے والد کے وصال کے وقت ۱۶ سال کی تھی اور آپ کی تکمیل بھی نہیں ہوئی تھی حضرت قاضی صاحب ایک علمی خاندان کے رکن تھے علم آپ کے اجداد سے متوارث تھا نیز حضرت شیخ محمد عابد سنائی جیسا باکمال

عالم اور ان کے بعد حضرت مرزا صاحبؒ آپ کے مربی تھے ایسا نہ ہوا ہوگا کہ ۲۹ سال تک آپ کی فراغت نہ ہوئی ہو، اور آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے تکمیل کی ہو نیز تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کے بعد دہلی میں آپ کے شاگردوں میں بعض ہستیاں موجود تھیں جن کا پایہ عبدالعزیز صاحب سے اس وقت بڑھا ہوا تھا، جیسے شیخ الحدیث حاجی احمد وغیرہ"

"حضرت قاضی صاحب نے اپنے قلم سے اپنا خاندانی حال لکھ کر حضرت مولانا نعیم اللہ بہرائچی کو دیا ہے اُنہوں نے "بشارات مظہریہ" میں اُسے مفصل درج فرمایا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے سلسلہ میں دس پشت سے علم متوارث چلا آتا تھا اور یہ آپ کے دادا حضرت جلال الدین کبیرالاولیا پانی پتی کی دعا کی برکت تھی کیونکہ آپ حضرت کبیرالاولیا کی دسویں پشت سے تھے جن کا سلسلہ نسب حضرت عثمان ذی النورین رضؓ تک پہنچتا ہے"

"چنانچہ صاحبؒ "بشارات مظہریہ" آپ کے حالات کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ"

فی الجملہ ذات مستجمع کمالات حضرت مولانا ثناء اللہ پانی پتی است از آیات سبحانی و نورے است از انوار تجلیات ربانی و فاضل عالم و درویش عامل و مکمل فقیہہ و متکلم و محدث و مفسر حافظ کلام اللہ است موصوف باخلاق حمیدہ و مکارم پسندیدہ و در امانت و دیانت و صلاح و تقویٰ و خوش خلقی و پاک طینتی و انجام مہمات خلایق و کمال کسر نفسی بے نظیر و ہمیشہ بطاعت عبادت و ریاضت و تدریس علوم ظاہر و باطن و مطالعہ و مباحثہ علوم دینی و تصانیف کتب مشغول از ینجا است کہ حضرت ایشاں یعنی مرزا جان جاناں شہید رحمۃ اللہ میفرمودند، کہ وجود کہ از اجتماع انوار کمالات ظاہری و باطنی و ضیائے صبح

صلاح و تقویٰ ایشاں دلم ستیز نہایت میگرد و میفرمودند کہ وجود ایشاں باعتقاد فقیر عزیز ترین موجودات است و از روئے تقویٰ و دیانت روح مجسم اند و مروج شریعت و منور طریقت و ملکی صفات اند ملائکہ کرام تعظیم و تکریم ایشاں مے کنند"

"تذکروں میں آپ سے استفادہ کرنے والوں کا پتہ نہیں چلتا صرف آپ کے پیر بھائی حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی آپ کو بجائے اپنے پیر و مرشد حضرت مرزا صاحب کے سمجھتے تھے، مگر آپ اس سے راضی نہ تھے بلکہ خود کو کمترین مستفیداں شما خود میدانند ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے، مگر حضرت شاہ صاحب اپنے حالات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میں دو مرتبہ بعد وصال حضرت مرزا صاحبؒ پانی پت گیا ایک مرتبہ ایک سال قیام کیا اور حضرت قاضی صاحب سے تحقیقات و ترقیات تازہ معقول و منقول میں حاصل کیں ایک مرتبہ آپ کی طلب پر حضرت قاضی صاحب لکھنؤ تشریف لائے تھے جیسا کہ مکتوب ذیل سے ثابت ہوتا ہے"

"فانی اللہ باقی باللہ حقائق و معارف آگاہ مولوی معنوی شیخ المشائخ عالم باعمل درویش کامل بلکہ مکمل شاہ محمد نعیم اللہ جیو صاحب اسلمہ اللہ تعالیٰ بعد دعائے خیریت دارین و سلام سنت الاسلام اشتیاق تمام مکشوف رائے باد..

احسان غربائے لکھنؤ فراموش نکردہ ام و نخواہم کرد حق تعالیٰ نصیب خدم الفقرا محب درویشاں گرداناد و آں اولاد و شاگرداں و مریداں مولوی نعیم اللہ صاحب را بدرجۂ اولیٰ و بمرتبۂ اقصیٰ رساناد خدا ترس حق پرست حق شناس مالک کونین بارشاد دارین گرداناد و بخدمت جمیع آشنایاں ساکنان لکھنؤ نام بنام اسم باسم

بشرط ملاقات و بشرط یادو بشر استفسار سلام و دعا سلام نیاز سلام اشتیاق رسانند

علی الخصوص بخدمت صاحبزادگان بانسہ و حضرت فرنگی محل و غیرہ وغیرہ"

"اس مکتوب میں بہت سے نام لکھنے کے بعد ساکنِ درگاہ و شاہ پیر محمد و ساکنانِ رگا شاہ مینا و شاہ نصر اللہ و شاہ نصرت و "ساکنانِ آں طرف دریا" و "ساکنانِ ایں طرف دریا" لکھنے کے بعد محلہ کھیانہ بازار (قندھاری بازار کے پاس ایک محلہ تھا جواب کھدگیا ہے) کے معتبر کو بھی خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے جس سے آپ کے اخلاق کا پتہ چلتا ہے کہ کس طرح ایک دور دراز ملاقاتی کی یاد اپنے دل میں تازہ رکھی اور خط میں اسے فراموش نہ فرمایا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمام لکھنؤ کے دین دار غربا نے قاضی صاحب جیسے علمائے زماں یگانۂ دوراں کی آمد پر اپنی آنکھوں کو فرش راہ کر دیا تھا جس سے قاضی صاحب پوری طرح متاثر ہیں اور اسے بھلانا نہیں چاہتے"

"تلاش کے باوجود اس کا پتہ نہیں چلتا کہ آپ نے کتنے دنوں قیام فرمایا تھا مگر یہ ضرور ہے کہ مدت قیام کا زمانہ دنوں میں نہیں بلکہ مہینوں میں ہے، اور اس کا زمانہ ۱۲۰۰ھ سے لے کر ۱۲۱۸ھ تک کا ہے"

"معارف اعظم گڑھ ج ۲۳ نمبر ۶"

جناب قبلہ حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کا زمانہ جس میں فقہ و قیاس کا استیلا عام تھا علمائے حقانی ابھی تک مستر بالتقیہ تھے حتی کہ ممدوح کے استاد مکرم و شیوخ محترم یعنی جناب حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں بھی خود کو پوری طرح ظاہر نہ فرما سکے یہی کیا کم غنیمت ہے کہ اپنے "دور عمیا" میں جہاں موقعہ ملا اتباع سنت نبی الوری کا اشارہ کرتے گئے

چنانچہ رسالہ "اصول فقہ" میں فرماتے ہیں،

"در صدر اول عوام از خواص عند الحاجت استفتاء مے نمودند و عمل مے کنند و مبالات از تعیین قیود مروی نیست"

کتاب "مالا بد منہ" میں فرمایا

"رفع یدین نزد ابی حنیفہ سنت نیست لیکن اکثر فقہاء و محدثین اثبات آں کنند"

اور تفسیر مظہری" میں اس معاملہ کو ابھی واضح کر دیا۔

"اذا صح عند احد حدیث مرفوع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم سالماً من المعارضۃ ولم یظہر ناسخ وکان فتوی ابی حنیفۃ رحمہ اللہ مثلاً خلافہ وقد ذھب علی وفق الحدیث احد من الائمۃ الاربعۃ یجب علیہ اتباع الحدیث الثابت ولا یمنعہ الجمود علی مذہبہ من ذلک کیلا یلزم اتخاذ بعض بعضاً ارباباً من دون اللہ"

ج ۱ ص ۲۹۳

(ترجمہ)

جب ایسی حدیث کہ مرفوع ہو اور تعارض و نسخ سے پاک تو خواہ ابوحنیفہ کا فتویٰ ایسی حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر دوسرے آئمہ میں سے کسی ایک کا رجحان بھی اس حدیث پر ہو تو اس وقت حدیث کا اتباع واجب ہی، نہ کہ تقلید پر قائم رہنا، تاکہ آیت یتخذ بعضنا بعضاً اربابا من دون اللہ کے مواخذہ سے بچا جا سکے"

یہ بھی فرمایا کہ:۔

"جائز است ہر مقلد را تقلید مجتہد دریں اقرب است تحقیق چہ حق تعالیٰ در یں باب ہیچ لازم نکردہ است و بدون التزام ہیچ لازم نشود قولہ تعالیٰ فاسئلوا

اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون" عام است مقید بہیچ یکے ازیں قیود نیست"

اور آپ نے وصایا میں اس حقیقت (لزوم اتباع سنت) کو اور بھی آشکارا کر دیا فرماتے ہیں:۔

نوع اول آن است کہ در تجہیز و تکفین و غسل و دفن رعایت سنت کنند و در چادر اندازی کہ حضرت ایشان شہید رضی اللہ عنہ عنایت فرمودہ بودند دآں تکفین نمایند و عمامہ خلاف سنت است ضرور نیست و نماز جنازہ بجماعت کثیر و امام صالح مثل حافظ محمد علی یا حکیم سکھو ایا حافظ پیر محمد بجا آرند و بعد تکبیر اولیٰ سورۂ فاتحہ ہم خوانند'

مالا بد منہ ص ۱۹۱

تصانیف

تفسیر مظہری (عربی)

سات جلدوں میں لکھی، فارسی ترجمہ بھی چھپ چکا ہے مگر پوری کتاب (اور مطبوع) کسی ایک زبان میں بھی نہیں مل سکتی۔

مالا بد منہ (فارسی)

اردو میں بھی ہو چکی ہے، فقہی ترتیب کے ساتھ عقائد پر بے مثل ہے، آخر میں آپ نے ایک "وصیت نامہ" منضم فرمایا ہے جس سے اوپر ایک حوالہ نقل کیا گیا ہے

السیف المسلول یا شمشیر برہنہ (رد روافض میں)

حرمت متعہ (رد روافض میں)

تذکرۃ الموتیٰ والقبور و تذکرۃ المعاد و حقوق الاسلام (بار دو حقیقۃ الاسلام)

ورسالہ درحرمت و اباحت سرود و شہاب ثاقب ورسالہ اصول فقہ جن کی تعداد ۳۰ تک ہے'

مولوی حافظ محب اللہ پانی پتی نے آیت

فہم مکرمون فی جنات النعیم
۱۲۵۲

سے مادہ تاریخ وفات نکالا' اللھم اعطہ الفردوس الاعلیٰ'

علمائے میرٹھ

(مرحومین)

۱ احمد اللہ

(موجودین)

۲ محمد عثمان خاں

حمید اللہ سراوہ والے

(عدد مسلسل ۴۸) متوفی ۱۳۳۰ھ = ۱۹۱۲ء (عدد ۱)

مولد قصبہ سراوہ، سن ولادت (تقریباً) ۱۲۶۵ھ قوم قانونگو، والد کا نام منشی محمد خلیل جو سراوہ کے رئیس تھے، اور جن کا خاندان کئی پشتوں سے اہل علم سے شمار ہوتا تھا، صاحب ترجمہ نے اولاً فارسی اور انگریزی پڑھی، والد کا مشرب حنفی تھا، اور پیروں کے معتقد، اس لئے صاحبزادہ بھی میلاد وغیرہ کی مجالس میں نعتیہ غزلیں پڑھا کرتے، اور اسی کو اپنی سعادت سمجھتے، سراوہ ہی میں ایک موحد بزرگ حاجی عبدالقادر نام کے رہتے تھے، انہوں نے ایک روز کہا، منشی حمید اللہ مذہبی واقفیت حاصل کرنا چاہئے، اور دین کی کتابیں پڑھنا چاہئے" آپ نے جواباً کہا کہ "ہم تو دین کو خوب جانتے ہیں اور ہر وقت نعت میلاد پڑھتے ہیں" پھر حاجی صاحب نے "غنیۃ الطالبین" آپ کو پڑھنے کے لئے دی، جسے منشی حمید اللہ نے بڑے پیر صاحب کی تصنیف سمجھ کر نہایت استغراق سے پڑھا، اثنائے مطالعہ میں جب تقلید اور اتباع سنت کا باب آیا، تو گھبرا گئے، آخر سمجھ میں آ گیا کہ دین تو اور ہی چیز ہے، حسب معمول جلدی پیر صاحب کا ورود ہوا، مجلس وعظ منعقد ہوئی بیان میں وہی لن ترانیاں شروع کیں جو اس گروہ کا شعار ہے منشی حمید اللہ صاحب نے اثنائے وعظ میں دو ایک سوال کئے جن پر پیر صاحب نے جھنجلا کر فرمایا "تو وہابی تو نہیں ہو گیا!" آپ حضرات علما کی بے بسی تاڑ گئے، ادھر والد کو جو خبر ہوئی کہ حمید اللہ نے پیر صاحب کی بے ادبی کی ہے، خوب خوب سزا دی، مگر یہاں شوق اتباع رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا،

اس کے بعد؟

طلب علم میں گھر سے نکلے، مولوی محمد خلیل مرحوم سے تمام علوم پڑھے، اور تدریس و تصنیف

میں مصروف ہو گئے، اکثر کتابیں اپنے شاگردوں کے نام سے شائع کیں بجز ان تین کے، یعنی خیر کثیر در منع مزامیر، نصیحۃ الاخوان، خطبات التوحید، جن میں سے آخری دو کتابیں بارہا چھپ چکی ہیں اور حاشیہ (ترجمہ قرآن شاہ عبدالقادر صاحب محدث) جو اپنی دالویت اولویت میں لاثانی ہے، یہ حاشیہ صرف حدیث و آثار سے مستنبط ہے،

مناظرہ میں وہ دم عیسیٰ حاصل تھا کہ بھوج پور (میرٹھ) میں مولوی ناظر حسین (حنفی) سے جب فاتحہ خلف الامام پر گفتگو ہوئی، تو اس میں بے شمار مقلدین عامل بالحدیث ہوئے، جگادھری میں مولوی فضل عظیم سے مباحثہ ہوا تو اس میں ۸۰ اشخاص جماعت اہلحدیث میں داخل ہوئے، اور مولانا حافظ احمد علی محدث محشی صحیح بخاری (سہارن پوری) سے جو مناظرہ ہوا وہ تو ایک یادگار ہے اس کی روئداد "رسالہ تحقیق تقلید" (مرتبہ مولوی ابو یحییٰ محمد ذکریا خاں) میں درج ہے، علیٰ ہذا القیاس اور بھی بہت سے مناظرے کئے،

مدرسہ مطلع العلوم میرٹھ میں برسوں پڑھایا، مولوی عبدالتواب غزنوی آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، مرحوم صاحب اولاد تھے (۱۳۳۷ھ) میں آپ کے ۲ صاحبزادے بقید حیات موجود تھے، جن میں سے مولوی حاجی حافظ عبدالکبیر صاحب آپ کی مسند علم پر جانشین ہیں، مرحوم نے دو حج کئے آخر عمر میں جب زیارت حرمین کے لئے گئے، تو فرمایا کہ اب ہم واپس نہ آئیں گے چنانچہ مدینۃ النبی میں پہنچ کر داعی اجل کو لبیک کہا، مولوی عبدالغفار صاحب ملتانی نے نماز جنازہ پڑھائی،

مرحوم ایسے قانع تھے، کہ ہمیشہ جو کی سوکھی قوت رہا، صادق اس طرح کے کہ ایک مرتبہ آپ کے والد نے ہمسایہ کے مکان میں پرنالہ لگا دیا، ہمسایہ نے عدالت میں آپ کو گواہ طلب کیا مولوی صاحب نے شہادت میں والد صاحب کی زیادتی بتائی جس پر مقدمہ ہمسایہ

کے حق میں ہو گیا،

مولوی شوکت حسین "مجد دالسنۃ المشرقیہ" مدیر اخبار شحنۂ ہند، میرٹھ نے ذیل کا قطعہ تاریخ وفات میں لکھا،

عالم با عمل حمید اللہ — زین جہاں شد بگلشن رضواں
عاشق سیرۃ پیمبر بود — طیبہ رفت و نمود جاں قرباں
در یکے دست شمع نور ہدیٰ — در دگر دست مشعل ایقاں
ہم فدائے رسول و سنتِ او — ہم قرینِ حدیث و ہم قرآں

بگذرائے شوکت از سر اندوہ
خود بقرائنست سال او "غفران"
۱۳۳۰ھ

(موجودین)

محمد عثمان بن عبد الرحمٰن خاں

(عدد مسلسل ۹۴)

(عدد ۲۸)

مولد و سکونت شاہجہاں پور ضلع میرٹھ، قوم دلازاک یعنی پٹھان مدرسہ مطلع العلوم میں پڑھا، سند فراغ دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے حاصل ہوئی، بعد فراغ ۶ سال جامعہ عربیہ دار السلام عمر آباد مدراس میں مصروف تدریس رہے ۲ سال دہلی مدرسہ میاں صاحب میں اور ۲ ہی سال مدرسہ اسلامیہ آگرہ میں مدرس رہے، نوجوان ہیں، اور پر جوش، خدا خوش رکھے،

علمائے علی گڑھ

(مرحومین)

۱ محمد اسمٰعیل
۲ محمد اسحاق
۳ محمد حسین خاں

(موجودین)

۴ محمد عثمان
۵ محمد سفیان
۶ محمد یونس خاں
۷ عبدالتواب غزنوی

علمائے علی گڑھ

(مرحومین)

محمد اسمٰعیل بن شاہ عبدالجلیل شہید

(سلسلہ ۵۰) متوفی ۲۷ رشوال ۱۳۱۱ھ (عدد ۱)

علی گڑھ میں مولانا شاہ عبدالجلیل شہید علیہ الرحمۃ اکابر علماء سے تھے، علوم ظاہر کے ساتھ فیوض باطن سے بھی متمتع تھے، معقولات میں مولانا بزرگ علی مارہروی کے شاگرد اور حدیث وفقہ میں مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی سے مستفیض خلافت حضرت السید احمد بریلوی نے عطا فرمائی جامع مسجد علیگڑھ کی امامت تفویض تھی، کہ اُس وقت کے معیاد کے مطابق یہ سب سے بڑا منصب تھا اس پر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی علمبرداری نصیب ہوئی میدان وغا میں اُترے جہاد کیا، یہ جنگ سونپاں کے باغ (جو پختہ سڑک آگرہ کو گئی ہے) پر ہوئی جس میں فائز بہ شہادت ہوئے، مسلمانان علیگڑھ نے آپ کی نعش مبارک آپ کے دوسرے ہمراہیوں کی لاشوں کے ساتھ جامع مسجد میں دفن کی یہ حظیرہ (القدس) جامع مسجد کے شمالی دروازے سے اندر جاتے ہوئے ملتا ہے سال شہادت ۱۲۷۳ھ صاحب ترجمہ (مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم) آپ کے خلف الصدق ہیں جن کا سن ولادت ۱۲۶۴ھ ہے ایسے جلیل القدر باپ کے فرزند امیر دینی وجاہت سے موفر دولت علم سے مالا مال آپ نے قرآن مجید بچپن ہی میں حفظ کرلیا فارسی

اپنے والد شاہ صاحب سے پڑھتی تھی، کہ ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ برپا ہوا جس میں شاہ صاحب نے جام شہادت پی لیا، اب آپ مع والدہ اور بھائیوں کے تین برس تک چھپے پھرے، یہ گردش اس وقت تک سکون میں آئی، جب بغاۃ کے لئے معافی عام کا اعلان ہوگیا، مگر اس وقت تک آپ کے جملہ مکانات سکونہ و دیگر املاک نیلام ہو چکی تھی، جس کے بعد مادی زندگی کا سہارا صرف ریاست چھتاری کا وظیفہ تھا، مگر اتنا کافی تھا کہ جس کے پس انداز سے نیلام شدہ مکانات نئے مالکوں سے از سر نو خرید لئے گئے عزت علیخاں صاحب نے نیلام خرید کر کے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کو بذریعہ بیع واپس کر دیا اور علی گڑھ کے باشندوں پر اس خاندان کے خلوص وجاہت کا جو اثر تھا اسکے ہوتے ہوئے یہ اقالہ چنداں غیر معمولی بھی نہ تھا، اب تعلیم پھر شروع ہوئی، مولوی سید احمد حسن قنوجی سے صرف و نحو و فقہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، اور تکمیل مولوی فیض الحسن سہارنپوری سے کی جو اس وقت سر سید مرحوم کے دفتر میں ملازم تھے، حدیث کا شوق تھا، مگر والدہ مانع سفر تھیں، اس لئے یہ آرزو چندے دل ہی میں رہی، کہ مولانا محمد قاسم مرحوم نانوتوی (جو اس وقت مطبع احمدی میرٹھ میں متعین تھے) نے خواب میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، کہ

"قاسم[1] علیگڑھ جاؤ، اور ہمارے دوست عبدالجلیل کے بیٹے اسمٰعیل کو حدیث پڑھاؤ"

مولانا محمد قاسم صاحب کا خلوص محبت مشہور ہے کہ مدرسہ دیوبند میں ۵۰ روپے مشاہرہ پر ملازم ہیں مگر صرف دس روپے لیتے ہیں اس پر بھی اگر کوئی ملاقاتی آگیا تو گھڑی سامنے رکھ لی اسی طرح مہینے میں جتنا وقت صرف ہوتا اپنے حساب میں لگا لیتے

---

[1] مولانا محمد قاسم کا مولد و منشا بستی نانوتہ (دیوبند سے ۱۲ کوس ہے) تاریخی نام خورشید حسین سن ولادت ۱۲۴۸ھ شعبان (یا رمضان) ۱۲۴۸ھ والد کا نام شیخ غلام شاہ جن کا سلسلہ نسب جناب صدیق اکبر تک پہنچتا ہے اور جو زاکر و شاغل بزرگ تھے، کتب علوم و فنون مولوی مملوک علی نانوتوی (المتوفی ۱۱ ذو الحجہ ۱۲۶۷ھ)

مولانا علی گڑھ تشریف لائے، اور رسول اللہ کے دوست عبدالجلیل کے بیٹے کو نو مہینے میں صحاح ستہ کا دور ختم کرا کے واپس چلے گئے، اس مدت کی اجرت بجز نان جویں کے کچھ قبول نہ فرمائی۔

(بقیہ ص ۲۴) سے پڑھیں حدیث شریف شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ والد ماجد جناب شہید سے، بیعت حضرت حاجی امداد اللہ مرحوم سے کی اور اپنے مرشد سے جلد سازی کا فن بھی سیکھا جس کی وجہ سے اوائل زمانہ تعلیم میں اپنی کتابیں خود جلد فرمالیا کرتے، مطبع احمدی میرٹھ میں ملازمت بھی کرلی، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری صحیح بخاری کی تحشی کر رہے تھے مولانا محمد قاسم مرحوم مصحح تھے، مگر بخاری شریف کے آخری پانچ یا چھ پاروں کی تحشی بھی آپ کے سپرد ہوئی، اس پر بعض حضرات نے مولوی احمد علی صاحب کی خدمت میں بطور اعتراض عرض کیا "کہ آپ نے یہ کیا کام کیا، کہ آخر کتاب کو ایک نئے آدمی کے سپرد کیا"، اس پر مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا، کہ میں ایسا نادان نہیں ہوں، جو بدون سمجھے بوجھے ایسا کام کروں! اور مولوی صاحب کا حاشیہ اُن کو دکھایا تب لوگوں نے جانا، اور وہ جگہ بخاری میں سب سے مشکل مقام ہے، علی الخصوص تائید مذہب حنفیہ کا جو اول سے التزام ہوا اور اس جگہ پر امام بخاری نے جو اعتراض مذہب حنفیہ پر کئے ہیں! در اُن کے جواب لکھنے معلوم ہے کہ کتنے مشکل ہیں .... سوامی دیانند سرسوتی بانی آریہ سماج سے مباحثہ بھی کیا، جس میں سوامی جی کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، مدرسہ عالیہ دیوبند کی تاسیس میں آپ نے بھی حصہ لیا، اور مدرس کی حیثیت سے رہے، مولانا محمود الحسن مرحوم آپ کے تلامذہ میں سے تھے، آخر دیوبند ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا، (۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ روز جمعرات کو) ۴۹ سال کی عمر میں وفات پائی، "دا ہائے خزانہ خوبی" "وفات سرور عالم کا یہ نمونہ ہے" مادہ ہائے تاریخ وفات ہیں (از سوانح عمری مولانا محمد قاسم مطبع قاسمی دیوبند رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ)

تکمیل کے بعد؟

تدریس کا سلسلہ مکان پر جاری رہا، حلقہ درس میں مستعد طلبا کی جماعت تھی جن میں سے مولوی محمد ابراہیم مرشد آبادی اور مولوی محمد حسین گجراتی کے نام معلوم ہو سکے ہیں،

اپنے والد کی شہادت کے بعد شہر کی جامع مسجد کی امامت آپ ہی کو تفویض تھی، اور ابھی تک دستور قدیم کے مطابق (علیٰ طریق الاحناف) نماز بھی پڑھاتے تھے کہ بریلی کے ایک بزرگ حافظ ظہور نامی حاجی عبدالکریم کے ہاں ٹھہرے اور جامع مسجد کی ایک جہری نماز میں آمین بالجہر کہہ دی، جس سے تمام مقتدی چراغ پا ہونے لگے، مولوی صاحب نے ہر چند سمجھایا، کہ اگر واقعی تمہاری غرض اس کے روکنے کی ہے، تو معاملہ کو طول نہ دو، مگر کچھ اثر نہ ہوا،

آخر گھر گھر آمین کے چرچے ہونے لگے، اس عرصہ میں ملا خدا بخش، حاجی وزیر محمد چند سال جنکی رحلت کو ہوئے اور حافظ محمد تقی مرحوم چند اشخاص کی معیت میں مولوی صاحب کی خدمت میں استفتا آمین بالجہر لے کر حاضر ہوئے، جس پر آپ نے بلا تامل صاد کر دیا، اب شہر کی اکثر مسجدوں میں یہ سنت جاری ہو گئی، مگر ادھر مخالفین کا دباؤ بھی بڑھتا گیا، تا آنکہ مولوی لطف اللہ[۵] مرحوم (حنفی عالم) نے تحریری مقابلہ شروع کر دیا جس میں جواب الجواب تک نوبت پہنچی، اس کے بعد حریفوں نے کلکٹر

---

[۵] مولوی مفتی لطف اللہ مرحوم ملک کے ممتاز اعلام میں تھے، مولد قصبہ پھکھنا (من مضافات علی گڑھ) والد کا نام مولوی اسد اللہ جو اس وقت علی گڑھ میں وکالت کرتے تھے، مفتی صاحب نے تکمیل مفتی عنایت احمد "صاحب تواریخ حبیب الہ" (متوفی ۲ شوال ۱۲۶۹ھ) سے کی، جو اپنے زمانہ کے اعلام میں سے تھے، تکمیل کے بعد ۶ برس مدرسہ فیض عام کانپور میں مدرس رہے، ۲ برس جامع مسجد علی گڑھ کے مدرسہ میں جناب سے حیدر آباد (دکن) صدر المدرسین کے عہدہ کی استدعا پر وہاں تشریف لے گئے، اور ۲۰ نومبر ۱۸۹۵ء سے بمشاہرہ ایک ہزار روپیہ ماہوار تقرر ہوا، وہیں سے بیمار ہو کر علی گڑھ واپس تشریف لائے، اور ۸ اکتوبر ۱۹۱۶ء مطابق (۱۳۳۴ھ) کو ۹۰ سال کی عمر میں رہگرائے ملک عدم ہوئے، اور حضرت شمس العارفین کے جوار میں دفن ہوئے

ضلع کو شاہ عبدالجلیل کے "یوم شہادت" پر توجہ دلاتے ہوئے اُن کے صاحبزادے (صاحب ترجمہ) کے خلاف بھڑکایا، مگر اس میں بھی پوری ناکامی ہوئی، اس وقت تک مولوی صاحب بالکل کھل چکے تھے، اب جماعت کو یوماً فیوماً ترقی ہونے لگی، مگر جامع مسجد اور عیدگاہ کے امام آپ ہی رہے اور انگ انسٹیٹیوٹ گزٹ علی گڑھ میں برسوں رہے، تا آنکہ سر سید مرحوم سے کسی بات پر چل گئی، جس کے بعد سید صاحب کے اصرار پر بھی راضی نہ ہوئے،

تصانیف

اثبات الجہر بالتامین عن الاحناف المحققین، الکلام الرزین فی الرد علی القول المتین، مقلدین کے رد میں اور القول الصریح فی تکذیب مثیل المسیح "مرزا صاحب قادیانی کی تردید میں" اور "رفع الالتباس عن بعض الناس" امام بخاری کی نصرۃ میں لکھیں، خدا کی شان تو دیکھئے کہ محشی صحیح بخاری میں صاحب ترجمہ کے استاد مولانا محمد قاسم نانوتوی نے امام بخاری کے مقابلہ میں امام ابو حنیفہ کی موافقت کی اور شاگرد نے بخاری کی تائید میں ایک مستقل کتاب لکھی،[1]

---

[1] کتاب "رفع الالتباس عن بعض الناس" سے متعلق بعض احباب کو گمان ہے، کہ مولانا شمس الحق ڈیانوی مرحوم نے لکھی ہے، مگر یہ غلط ہے، کیونکہ ایک تو اُن حضرت کا نام کتاب پر رقم نہیں، دوسرے برادر مولوی محمد عثمان صاحب امام مسجد اہل حدیث علی گڑھ جو مولوی اسمٰعیل (صاحب ترجمہ) کے صاحبزادہ ہیں "یہ کتاب مولوی اسمٰعیل صاحب کی تصنیف ہے، جو مولوی شمس الحق کے اشارے پر لکھی گئی، بلکہ اس کا مسودہ خود میں (مولوی عثمان صاحب) نے دیکھا، والد صاحب نے ازراہ خلوص اس پر اپنا نام لکھنا پسند نہ فرمایا" تیسری وجہ اس کتاب کے آخری سطور ہیں جو مولوی محمد معظم مالک مطبع فاروقی دہلی کی طرف سے ہیں "واضح ابدع باد کہ ایں کتاب مستطاب بدفع افتراءات بعض احناف تصنیف یکے از محققین کاملین است مصنف آں بوجہ اخلاص و کمال تقویٰ و ورع اسم مبارک خود ظاہر نفرمود"

مولوی صاحب کا زمانہ حیات حضرت والا جاہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم کی علمی سرگرمیوں اور اہل علم کی قدر افزائیوں کا تھا صاحب ترجمہ کے تبحر علمی کی دھوم بھوپال تک پہنچ گئی، نواب صاحب نے قاضی شہر کا عہدہ پیش کیا مگر آپ کو اپنے سرپرست قدیم نواب محمد علی خاں (چھتاری) کی مفارقت گوارا نہ ہوئی، اس سے کچھ مدت بعد نواب صاحب آگرہ تشریف لائے مولوی صاحب بھی گئے، حاضری میں قدرے تعویق ہو جانے کی وجہ سے ان الفاظ میں معذرت کی "مجھے تو قدمبوس ہونے کا بہت شوق تھا، مگر دربان کی احتیاط سے دیر ہو گئی" نواب صاحب نے فرمایا

"در درویش را دربان نہ باید"

مولوی صاحب نے جواباً عرض کیا "بباید تا سگ دنیا نہ آید" جس سے حضرت خلد آشیاں پر بڑا اثر ہوا" اس کے بعد نواب صاحب سے شرف مکاتبت رہا آیا، اپنی جملہ تصانیف دربار عالی میں پیش کیں، اور خلد آشیاں نے ایک سو روپیہ ماہوار وظیفہ تاحیات جاری فرمایا،

بالآخر موت کے آہنی پنجہ میں گرفتار ہوئے، جس سے حکیم عبدالمجید خاں مرحوم دہلوی کی مسیحا نفسی بھی نہ چھڑا سکی حکیم صاحب نے جب نبض پر ہاتھ رکھا تو آپ نے فوراً یہ شعر پڑھا،

وقت است کہ بر نعشم حرف دوسہ فرمائی

اے در لب لعل تو اعجاز مسیحائی

اور روح نے قفس عنصری سے مفارقت کی، تاریخ وفات ۱۱ رشوال ۱۳۱۱ھ ہے ۴ صاحبزادے چھوڑے، جن میں مسند علم و تبلیغ پر مولوی محمد عثمان صاحب متمکن ہوئے

محمد اسحاق عرفتی (بن شاہ عبدالجلیل شہید)

(عدد مسلسل ۵۱) متوفی ۱۳۰۷ھ = ۱۸۹۰ء (عدد ۲)

سن ولادت ۱۲۶۱ھ ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد مولوی حافظ الٰہی بخش مرحوم المتخلص بہ نیازی سے علوم فارسی کی تکمیل کی، حافظ صاحب کے فیضان سے نظم کی طرف رغبت ہوئی، اور کلام میں ندرت پیدا ہونے لگی، علوم عربیہ اپنے برادر بزرگ جناب مستطاب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سے پڑھے، اسی دوران میں جامع مسجد میں مدرسہ عربیہ قائم ہوا، اور طلبا کی قلت کی وجہ سے بخیال ترویج مدرسہ داخل ہو گئے یہاں بھی درس نظامی کی تکمیل کی، کتب ادب مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے پڑھیں، فراغ کے بعد محمڈن کالج (علی گڑھ) میں پروفیسر فارسی مقرر ہوئے، اس لئے تدریس علوم عربیہ کی نوبت نہ آئی،

(موجودین)

محمد عثمان بن مولوی محمد اسمٰعیل

(عدد مسلسل ۵۲) (عدد ۳)

سن ولادت ۱۲۹۱ھ، ابتدائی کتب اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں معقولات و ادب جناب مولانا محمد بشیر سہسوانی مولوی سیف الرحمٰن اور علامہ محمد فاروق چڑیا کوٹی سے، حدیث و تفسیر اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے غرض تمام درس نظامی تا آخر نہایت غور و خوض سے پڑھا، علامہ چڑیا کوٹی کی نظر کرم بہت تھی اور آپ کی دیانت و صداقت پر بے حد اعتماد، کہ ایک مرتبہ ممدوح نے حضرت والا جاہی نواب صدیق حسن خاں کی منقبت میں یہ مصرعہ سنایا ؏

قصر والا جاہیش بشکست چوں جسر عباب

اس پر شاگرد نے عرض کیا "میں نواب مرحوم سے مستفیض اور مظاہر معتقد ہوں میں ان کی منقصت سے راضی نہیں ہوں استاذ زمانہ میں تشریف لے گئے' دوسرے روز رونق فرما ہوئے' تو جیب سے ایک کاغذ نکالا اور فرمایا کہ "نہ توکل کا شعر میں نے اپنی خوشی سے لکھا' نہ یہ مرثیہ اپنی مرضی سے' بلکہ پہلا ایک متعصب کے ایما سے اور یہ تمہاری رفتار صداقت سے لکھا" اس دوسرے قصیدہ کا ایک شعر آپ کو (صاحب ترجمہ کو) یاد رہ گیا ہے' یعنی

چشم من بارۂ ابرے کہ بجوش است رگش

نوکِ مژگاں مددے گوشۂ داماں مددے

اور احباب کو یاد ہو گا' کہ یہ ردیف و قافیہ خود حضرت والا جاہ ہی کی ایک غزل کے مطابق ہے فافہم

جناب مستطاب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی رحلت کے بعد بھی جامع مسجد و عیدگاہ کے امام رہے' مگر آئے دن کے مناقشوں سے تنگ آ کر اس منصب سے خود ہی دست بردار ہو گئے اب مد اہلحدیث (موتی مسجد) کے امام و خطیب ہیں' جہاں ۳۵ سال سے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں اس مسجد کے مدرسہ میں سلسلہ تعلیم بھی ہے' آپ بھی پڑھاتے ہیں اور آپ کے صاحبزادہ گرامی مولوی محمد سفیان صاحب بھی' اور مسلم گرلز اسکول میں استاد دینیات بھی ہیں جو آپ کی ثقاہت عدالت پر دال ہے' اولاد میں ۶ صاحبزادے اور سب کے سب زیور تقویٰ و دستار صلاح سے آراستہ

محمد سفیان (بن مولانا محمد عثمان)

(عدد مسلسل ۵۳) (عدد ۴)

تکمیل علوم فارسی و عربی اپنے والد ماجد اور مولانا سید احمد ولایتی سے کی' فراغ کے بعد مدرسہ

موتی مسجد (اہلحدیث) میں مدرس مقرر ہوئے مذہب کے ساتھ شغف ہے اور اسی دھن میں صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے" ارکان اسلام کی پابندی میں پیش پیش ہیں اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح ہر قسم کی دینی صلاح کا نمونہ ہیں عمر اس وقت تقریباً ۳۵ سال ہوگی

محمد یونس خاں (رئیس دتاولی)

(عدد مسلسل ۵۷) (عدد ۵)

بن حاجی فیض احمد خاں بن عبدالرحمٰن خاں بن مراد خاں بن شجاعت خاں بن عمر خاں شیروانی ——— جو سرٹروانی کا مفرس ہے

وطن قصبہ دتاولی مولد طائف (حجاز) جس پر ممدوح کو بنفسہ فخر ہے فرماتے ہیں

انا الذی مولدہ بالطائف فشای ترب الحجاز العال

فذاک فخری یا اولی الالباب لافخرلی بالجاہ والاموال

تاریخ ولادت ماہ ربیع الاول ۱۲۸۳ھ نام یونس خاں لقب خانصاحب آپ کے ہم بھائی اور بھتیجے جن میں سے آپ کے سوا مولوی موسیٰ خانصاحب نے بھی عربی پڑھی آپ نے قرآن کریم حافظ عبدالعزیز سے حفظ کیا صرف ونحو اور حدیث میں غالباً مشکوٰۃ (المصابیح) مولوی خان محمد مرحوم جبلی سے پڑھی جن کے بعد ان حضرات سے استفادہ کیا یعنی مولوی عبیداللہ خاں مرحوم استاد نواب رام پور م ۱۳۲۷ھ سے مشکوٰۃ کتب منطق و فقہ پڑھی حدیث پڑھنے کی خواہش میں استاذ کا عامل بالحدیث ہونا بھی لازم تھا اس لئے کتب صحاح مولانا محمد اسمٰعیل علی گڑھی سے، سنن ابوداؤد شیخ حسین عرب یمنی سے (مع سند و اجازۂ حدیث) مسند احمد بن حنبل شیخ شعیب مغربی اور شیخ احمد کردی سے حجاز میں (آخر الذکر اہلحدیث تھے)

مولوی لطف اللہ مرحوم علیگڑھ سے نوازا تو ارہ اجازہ حدیث حاصل ہوا مولوی سید محمد علی جنگیری بہاری ناظم ندوۃ العلماء سے بیعت کی اور آپ نے حدیث پر عمل کی تلقین فرمائی، غرض اس طرح علم و فن کی کتابیں پڑھتے گئے، مگر چونکہ ابکوجد ٹریس (عالی) تھے انصرام ریاست کی وجہ سے یکسوئی نصیب نہ ہوئی، کہ ایک جگہ رہکر تدریس یا تبلیغ کرتے، اس پر بھی یہ مشغلے ترک نہ ہو سکے، جہاں گئے دو ایک شاگرد بھی ساتھ ہیں جن کے مصارف سفر تک کے خود کفیل ہیں، اس سفری درس گاہ کے شاگرد بہت سے ہیں جن میں مرحوم تصدق احمد شیروانی کا شمار بھی ہے اور آپ کے برادران حقیقی حبیب عیسیٰ خانصاحب اور مولوی موسیٰ خانصاحب بھی ہیں، عمل بالحدیث میں مناسب غلو بھی ہے، چنانچہ جب ہندی حاسدانِ ابن سعود نے حج بیت اللہ الحرام کی حرمت کا فتویٰ ملک میں جاری کیا تو سب سے پہلے ارادہ حج کا اعلان آپ کی طرف سے روزنامہ زمیندار لاہور اور اخبار اہلحدیث امرتسر میں شائع ہوا، تحریک خلافت کے وقت سے کھدر پہننا جو شروع کیا تو اب تک اسی سے ستر پوشی کا کام لیا جارہا ہے غرض ہر اعتبار سے خلوص کا نمونہ ہیں، اس قسم سے جاننے والوں کے نزدیک آپ کی ہستی مغتنمات سے ہے رئیسانہ طرز میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جہاں کہیں ملکیت ہے اس کے مرکز میں اپنا ایک ذاتی مکان بھی ہے، جیسا کہ شہر علی گڑھ و بلند شہر میں حیدر آباد (دکن) میں اپنے ایک قرابت دار کے پاس تشریف لے جاتے ہیں تو وہاں بھی اپنا ایک مکان خرید لیا ہے اولاد میں صاحبزادہ گرامی خان بہادر مونس خاں صاحب نے مولوی ابو سعید شرف الدین دہلوی سے بعض کتب احادیث پڑھیں مگر ریاست کے انصرام نے انہیں بھی اتنی مہلت نہ دی کہ تکمیل کر سکتے مگر حال و قال دونوں سے علم و شرف ظاہر ہوتا ہے۔

دینداری کی طرف تمام خاندان کا رجحان رہا آیا، چنانچہ قصبہ دتاولی کی تعزیہ پرستی آپ کی دادی مرحومہ کی سعی سے بند ہوئی شیروانی سلسلہ میں دتاولی کا تمام خاندان عامل بالحدیث ہے

اور یہ برکت مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم علی گڑھی کے فیضان صحبت سے نصیب ہوئی بلکہ تاؤلی کے سوا نواحی کے دوسرے شیروانی حضرات بھی اسی عقیدہ پر تھے، مگر اب اسمیں ترمیم ہوگئی ہے۔

آپ (خان بہادر صاحب ممدوح) کو جو ترکہ اپنی والدہ مرحومہ کی طرف سے ملا ہے، اُسے آپ نے وقف علی الاولاد کر دیا ہے جس کے بعض شرائط کا تذکرہ بغرض "موعظۃ للمتقین" کیا جاتا ہے یعنی

"—— ہر متولی کا مذہباً اور عقیدۃً مسلم اہل حدیث ہونا مشروط اور لازم وملزوم ہے —— مذہب اور عقیدہ اہل حدیث سے مراد مذہب آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس ہے"

اور (خدانخواستہ) اگر کسی سلسلہ نسب میں کوئی فرد باقی نہ رہے تو؟

"—— جملہ سلسلہ جات مذکور کے بعد حسب ذیل مجلس انتظامیہ (شوریٰ) مقرر ہوگی اور خاندان شروانی واقع اضلاع علی گڑھ وایٹہ میں جو شخص مذہباً اور عقیدۃً مسلم اہلحدیث ہو متولی مقرر ہوگا، اور اسی طرح اس کا سلسلہ دوامی ہمیشہ ہمیشہ قائم وجاری رہے گا اور مذکور متولی مجلس انتظامی کی اکثریت کا پابند رہے گا" (اس کے بعد مجلس انتظامی کا تعین ہے، اس میں بھی جملہ ارکان کا اہلحدیث ہونا لازمی ہے)

یہ لوگ ہیں "ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد"

عبد التواب (غزنوی)

(عدد مسلسل ۵۵) (عدد ۶)

مولد غزنی (موضع گیڑگاؤں) سن ولادت ۱۲۸۸ھ آپکے والد عبد الوہاب

مرحوم بھی عبداللہ صاحب غزنوی امرتسری کے اتباع میں سے تھے، جنہیں اپنے مرشد کے ہم عقیدہ ہونے کی پاداش میں غزنی سے ہجرت کرنا پڑی، یہ لوگ اس قافلہ میں آئے جس میں مولوی عبدالجبار، مولوی عبدالواحد اور مولوی عبدالرحیم (صاحبزادگان عبداللہ صاحب مرحوم) تشریف لائے تھے، اس زمانہ میں صاحب ترجمہ کا سن ۱۰ برس کا تھا،

ابتدائی تعلیم امرتسر میں مولوی عبدالجبار موصوف سے ہوئی، قرآن کریم اور ابتدائی فارسی پڑھی اس زمانہ میں صرف ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کیا، مگر اس کا یقین اس وقت تک نہ ہوا جب تک پہلی محراب نہ سنا لی، مولوی حمید اللہ میرٹھی (سرادہ) سے حدیث پڑھی، اور سند اجازت مولوی رشید احمد گنگوہی مرحوم، علامہ بشیر سہسوانی، شیخ حسین یمنی اور میاں صاحب (دہلوی) سے حاصل کی، شیخ شعیب کی (جو ان دنوں قسطنطنیہ میں شیخ الحدیث ہیں) سے بھی اثنائے سفر حجاز میں اجازت و سند حاصل ہوئی،

حضرت نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے کتب احادیث کے حفظ پر انعام کا اعلان فرمایا اور صحیح بخاری پر ایک ہزار روپیہ انعام مقرر کیا، تو آپ نے بھی اس کے حفظ کا التزام کیا۔ جب ۳۰ پارے حفظ ہو گئے تو حضرت نواب صاحب کی خدمت میں اطلاع کی، ممدوح نے تاختم ۲۵ روپیہ ماہوار وظیفہ کا اعلان صادر فرمایا، مگر افسوس کہ صدور فرمان سے ۱۵ ویں روز ادھر نواب صاحب نے رحلت فرمائی، اور ادھر یہ سعی ناتمام ہو کر رہ گئی، مگر اس فرق سے آپ بالکل ناآشنا نہ ہو گئے، بلکہ وقتاً فوقتاً اسے جاری رکھا، حتی کہ بے شمار احادیث آپ کو ازبر ہو گئیں جن سے وعظ میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہریں بہا دیتے ہیں

مختلف مدارس و مساجد اہلحدیث میں مدرس و خطیب رہے، یعنی گنور ضلع بدایوں میں ۱۰ سال، دانا پور پٹنہ میں ۱۰ سال اور علی گڑھ میں ۲۰ سال تا آنکہ وطن بھی علی گڑھ ہی بنا لیا،

ڈاکٹر اشرف خاں بن ڈاکٹر روشن خاں

متوفی ۹ر فروری ۱۹۲۳ء

مرحوم نے اسکول میں صرف ۸ درجہ تک پڑھا، متھرا کے شفا خانہ میں کمپونڈر رہے، آپ کے والد ماجد اہلحدیث تھے، اور دین کے شیدائی، جن کے اثر سے آپ بھی دین کے فدائی ہو گئے، اسکول کے بعد عربی یا فارسی کسی سے نہیں پڑھی مگر جب اپنا شفا خانہ قائم کرلیا، تو فارغ اوقات میں مطالعہ کرتے رہتے، دل مذہب کی طرف مائل تھا، اور گفتگو کا ملکہ خداداد حاصل، مذہبی مباحثوں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے، ضرورت کی تمام کتابیں فراہم کرلیں عربی میں خاصی استعداد ہو گئی شفا خانہ میں مریضوں کو بھی دیکھ رہے ہیں اور بحث بھی جاری ہے بحث کا سلسلہ کسی ایک مذہب تک محدود نہ تھا، غیر مسلم فرقوں اور خود اسلامی جماعتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ، ابتدا میں اپنے مصارف و انصرام سے ایک ہفتہ وار اخبار اسلام نکلوایا جس میں آریوں کا جواب و نقد ہوتا، چند کتابیں لکھیں یعنی آریوں کے ۱۵۰ سوالوں کے جوابات حقیقۃ الوحی، رسالہ اہلبیت وغیرہ

مارچ ۱۹۱۵ء میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا جلسہ کرایا، جس میں اپنی طرف سے ۸۰۰ سو روپیہ صرف کیا آپ کے خلوص کا نتیجہ کہئے، کہ اسی جلسہ میں دھرم پال (مشہور تارک اسلام) دوبارہ حلقہ اسلام میں داخل ہو کر غازی محمود کے نام سے ظاہر ہو کر جلسہ کانفرنس (علی گڑھ) کی اسٹیج پر اپنے اسلام کا اعلان کیا، اور آریہ سماج کے خلاف ولولہ انگیز تقریر کی،

مرحوم کے مذہبی شغف کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے، کہ اس زمانہ کی ضرورت

کے مطابق اپنے بڑے نورنظر محمد عثمان کو سنسکرت کی پوری تعلیم دلوائی، مگر افسوس کہ ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور باپ سے دو سال بعد لحد میں جا سوئے،

غرض جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے بعد ڈاکٹر صاحب کی وفات سے جماعت کو بہت تقویت پہنچی،

مرض دق میں مبتلا ہو کر طعمۂ اجل ہوئے، اپنی یادگار دو صاحبزادے محمد یونس خاں اور محمد یوسف خاں چھوڑے، آخر الذکر انجمن اہلحدیث کے سکریٹری ہیں،

محمد حسین خاں دخورجہ بلند شہر

(عدد مسلسل ۵۶) متوفی ۱۳۰۷ھ (ھ د ۷)

بن محمد داؤد خاں مولد خورجہ قوم پٹھان محمد زئی اور فخریہ فرمایا کرتے کہ "ہم محمدی ہیں اور ہماری نسل بھی محمد زئی ہے" میزان سے لیکر تمام کتب درسیہ صحاح وغیر ذلک خود جناب میاں صاحب سے پڑھیں[1] معقولات میں ماہر تھے شاہ عبد الجلیل شہید علی گڑھی فرمایا کرتے ہندوستان میں اُن سے زیادہ صرف و نحو کا کوئی عالم نہیں ہے، والد بھی ملازم تھے اور خود بھی مکان پر درس دیتے خورجہ میں تحریک اہلحدیث ان کے دم سے پیدا ہوئی مگر زیادہ نہ بڑھی اب آ کر اور بھی ماند ہو رہی ہے آپ کی ایک تصنیف "رد التقلید بالکتاب المجید" کتب خانہ نذیریہ دہلی میں نظر سے گزری، متعدد اولادیں ہوئیں، مگر سب کو اپنے ہی ہاتھوں لحد میں سلاتے گئے،

---

[1] الحیاۃ بعد المماۃ صفحہ ۲۶۲

علمائے سہوان

(مرحومین)

۱	سید امیر حسن	سید غلام جیلانی ہاشمی	۷
۲	سید محمد نذیر	محمد تقی	۸
۳	سید محمد عبدالباری	محمد بشیر	۹
۴	سید امیر احمد	محمد اسمٰعیل	۱۰
۵	سید سبط احمد	ابو البشار امیر احمد	۱۱
۶	حکیم منظر علی	سید عبدالباقی	۱۲

(موجودین)

سید ابو العلا نظر احمد ۱۳

سید اعجاز احمد ۱۴

سید اقتدار احمد ۱۵

علمائے سہسوان

(مرحومین)

سید امیر حسن

(عدد مسلسل ۵۰) متوفی ۱۲۹۱ھ = ۱۸۷۴ء (عدد ۱)

سن ولادت ۱۲۲۳ھ عنفوان شباب بلکہ متاہل ہونے کے بعد پڑھنے کی طرف رغبت ہوئی، شاہ عبدالجلیل شہید علی گڑھی، قاضی بشیر الدین قنوجی، علمائے ذی کمال مولانا ابو البرکات تراب علی مفتی صدر الدین دہلوی شیخ عبدالحق بنارسی شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی اور حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین (دہلوی) سے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ حدیث و تفسیر پڑھے، اس سے اندازہ کر لیجئے جلیل القدر اساتذہ علم و فن سے استفادہ کے بعد تحقیق و تدقیق کے کس مرتبہ پر پہنچے ہوں گے!

تکمیل کے بعد؟

سہسوان واپس تشریف لائے، تو اگلی بساط علم الٹ چکی تھی، تمام اہل علم ایک ایک کر کے موت کی گود میں جا سوئے تھے، آپ نے از سر نو محفل علم قائم کی، بے شمار حضرات کو علم کی ضو سے منور کیا، اسی اثنا میں سوداگران دہلی کے اصرار پر یہاں تشریف لائے، کچھ مدت تدریس فرمائی، میرٹھ کے خیر الناس شیخ الٰہی بخش مرحوم کی خواہش پر وہاں قدوم میمنت لزوم فرمایا، اور ایک

اسلامی مدرسہ کی بنیاد اپنے ہاتھ سے رکھی، یہاں بھی برسوں پڑھایا، جب اس مدرسہ کو خاطر خواہ کامیابی ہوتی نظر آئی تو اس کا اہتمام اپنے نائبین کو دے کر واپس سہسوان چلے آئے، اس زمانہ میں سہسوان کم اور علی گڑھ زیادہ قیام فرماتے، اور یہیں پر وفات بھی ہوئی سہسوان میں محلہ مسجد علی شاہ میں روزانہ درس قرآن دیتے، طلبہ کے باہم مذاکرے کراتے مسجد میں وعظ بیان فرماتے جس میں ہجوم بہت زیادہ ہوتا فضائل اسلام اس خوبی سے بتاتے کہ اغیار بھی سن کر قدر کرتے، عیسائیوں سے گفتگو زیادہ رہی آتی ایک مرتبہ پادری اسکاٹ (مقیم بریلی) سے مناظرہ ہوا تو انہوں نے باوجود فطری تعصب کے آپ کے تبحر کا اعتراف کیا، پادری صاحب اس کے بعد اکثر سہسوان زیارت کے لئے حاضر ہوتے تاآنکہ جب صاحب ترجمہ کا ارتحال ہوا تو اسکاٹ صاحب اس وقت لندن میں تھے آپ کی خبر وفات سنکر اخباروں میں آپکی فضیلت و تشخص پر مضمون لکھا،

کتاب "معیار الحق" (مؤلفہ میاں صاحب) کی تردید مولوی ارشاد حسین صاحب مرحوم رامپوری نے "انتصار الحق" لکھی جس کی چار تردیدیں میاں صاحب کے تلامذہ نے لکھیں (۱) براہین اثنا عشر (۲) تلخیص الانظار فی ما بنی علیہ لا انتصار (۳) اختیار الحق (۴) بحر زخار، براہین اثنا عشر آپ کی تصنیف ہے، جسے آپ نے قلم برداشتہ لکھا، اور "انتصار الحق" دہلی پہنچنے کے بعد دوسرے روز شائع کر دیا کیونکہ "انتصار الحق" میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ جو کوئی ان بارہ دلائل مفصلہ ذیل کی تردید کر دے گا تو سمجھا جائے گا کہ اس نے ساری کتاب

کی تردید کردی، مؤلف انتصار نے اُن دلائل کو بزعم خود اس قدر مستحکم خیال کیا تھا کہ ان کا توڑنا محالات سے سمجھ لیا مولانا سید امیر حسن مرحوم نے "براہین اثنا عشر" شائع کر کے اس کا ایک نسخہ جناب مولانا ابو الحسنات محمد عبدالحی مرحوم لکھنوی کے پاس بھیجا، مولانا ممدوح نے اپنے خط میں لکھا:۔

"از محمد عبدالحی مولوی صاحب مکرم معظم مجمع البحرین المعقول المنقول منبع نہرین جامع الفروع الاصول مولوی سید امیر حسن صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عنایت نامہ لطف شمامہ مورخہ ۲۰ ماہ رواں بورود خود ممتاز ساختہ و "براہین اثنا عشر" رسیدہ اغلاط اسامی کتب مؤلفین در انتصار لاتعد مستند شاید بنظر اختصار بر چند کفایت شدہ[۵]"

جس زمانہ میں دربار اودھ کی سرپرستی میں صحابہ کرام پر زبان طعن دراز ہونے لگی ریاست حیدر آباد (دکن) کو اصلاح کا خیال آیا اور مولانا حیدر علی صاحب فیض آبادی کو آپ کی پیرانہ سالی کے باوجود حیدر آباد آنے کی زحمت دی، آپ نے قویٰ کے اضمحلال کی بنا پر ایک معاون کی درخواست کی، اور منظوری پر خود ہی مولانا امیر حسن (صاحب ترجمہ) کو منتخب فرمایا آپ کا ماہانہ مشاہرہ ۰۰ ۴ سو اور صد ترقی ایک ہزار تجویز ہوا، مگر آپ نے یہ کہہ کر انکار فرمایا، کہ "ایک عالم دیندار کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں"

مولوی سید امیر احمد جن کا تذکرہ آگے آتا ہے، آپ کے فرزند تھے

---

[۵] الحیاۃ بعد المماۃ ص ۲۹۵ و ۲۹۶

سید محمد نذیر بن سید نوازش علی فاضلی

(عدد مسلسل ۵۰۸) متوفی ۱۲۹۹ھ = ۱۸۸۲ء (عدد ۲)

سن ولادت ۱۲۷۰ھ مولوی سید امیر حسن محدث سہسوانی سے میر بھورہ کر پڑھا اور کچھ مدت آگرہ و دہلی میں بھی؟ آگرہ میں کالج میں باضابطہ دستار بندی ہوئی، تمام علوم پر نظر تھی ادب عربی پر خاصی دسترس تھی، انشار فارسی و عربی دونوں بے تکلف لکھتے مباحثہ میں گویا تعلق ہمایوں حاصل تھا، طلبا کو بڑے شغف سے پڑھاتے،

حضرت میاں صاحب کے حالات میں گزر چکا ہے کہ ممدوح کی کتاب "معیار الحق" کا جواب مولوی ارشاد حسین رام پوری نے "انتصار الحق" کے نام سے شائع کیا، جس کے چار جوابوں میں ایک جواب مولوی سید امیر حسن محدث سہسوانی کا رسالہ "براہین اثنا عشر" بھی تھا، براہین اثنا عشر کا جواب مولوی عبد الحق خیر آبادی خلف علامہ فضل حق خیر آبادی نے لکھا، جس کا جواب آپ نے فارسی میں لکھا اور آگرہ سے طبع کرا کے شائع کیا

جو مناظرہ سید امیر احمد محدث سہسوانی و مولوی محمد عبد القادر بن مولوی محمد فضل رسول بدایونی سے مسئلہ امکان و امتناع نظیر میں فریقین میں تحریری ہوا آپ نے "مناظرہ احمدیہ" کے نام سے طبع کرایا (جس کی تفصیل مولوی سید امیر احمد کے ترجمہ میں ہے) افسوس کہ چمنستان زندگی کی صرف ۲۹ بہاریں دیکھ کر باغ دنیا سے رخصت ہوگئے،



سید محمد عبد الباری بن سید سراج احمد فاضلی

(عدد مسلسل ۵۹) متوفی ۹ ذالحجہ ۱۳۰۳ھ ۔ ۱۰ ستمبر ۱۸۸۶ء (عدد ۳)

سن ولادت ۱۲۲۶ھ ۱۲ سال کی عمر تک ابتدائی صرف و نحو منطق بعض کتب فلسفہ ادب پڑھ چکے تھے کہ سایہ پدری سے محروم ہو گئے اور مولوی سید امیر حسن (سہسوانی) آپ کو میرٹھ ہمراہ لے آئے، جہاں پورا نصاب ختم کیا (طب زمانہ قیام جونپور میں حکیم محمد انور علی سے پڑھی) اور اسی زمانہ میں کتاب "ہدایۃ المبتدعین" رد شرک میں لکھی، جس کے بعد باجازت سید امیر حسن صاحب حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے کتب صحاح کی سند (قرارۃ) حاصل کی، اور حاجی علیجان سوداگر نے آپ کو ۹ ماہ تک دہلی سے نہ آنے دیا، اس عرصہ میں پادریوں سے مناظرے ہوتے رہے واپسی وطن کے زمانہ میں علی گڑھ ٹھہرنے کا اتفاق ہوا، اس وقت یہاں سوامی دیانند بانی آریہ سماج قیام پذیر تھے، عمائدین شہر کی درخواست پر ان سے مناظرہ قرار پایا، مگر سوامی جی نے تقریری مناظرے سے انکار کر دیا، اور تحریری مباحثہ میں فریقین کے چند پرچے ہوئے تھے کہ سوامی جی محاذ چھوڑ کر چلے گئے، کچھ مدت بدایوں قیام فرمایا، اور تمام فرق باطلہ سے مباحثے ہوتے رہے

آگرہ کے "مدرسہ عربی" میں ادب و حساب کے پروفیسر مقرر ہوئے، یہاں پادری عماد الدین سے مباحثہ ہوا، اور پادری صاحب یہ کہہ کر میدان چھوڑ بیٹھے کہ تقریری مناظرے سے اندیشہ فساد ہے جس کی وجہ سے یسوعیین آگرہ بہت بددل ہوئے اور پادری صاحب نے بھی منادی کم کر دی، اس مناظرہ کی تفصیل کتاب "الفتح المبین علی اعداء الدین" (مطبوعہ ۱۲۹۴ھ) میں چھپ گئی،

صاحب "حیوۃ العلماء" نے آپ کے لئے خطاب "شجیع المناظرین و برہان المتکلمین"

لکھا ہو جو ان اوصاف کے ہوتے ہوئے بالکل موزوں ہو۔

سرسید احمد خاں مرحوم نے "تہذیب الاخلاق" میں سورہ فیل کی تفسیر چھاپی تو اس پر تعاقب کیا جسے سرسید نے فراخدلی کے ساتھ "تہذیب الاخلاق" میں شائع کر دیا، اور اس کے ساتھ ہی دوستانہ مراسم قائم ہو گئے، حتیٰ کہ جب سرسید بسلسلۂ کالج آگرہ تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ سے ملنے کے لئے آئے اور اپنی قیام گاہ (یعنی) مولوی عبدالقیوم صاحب صدر اعلیٰ کے مکان پر ہمراہ لے گئے اور محمڈن کالج (علی گڑھ) کا عہدہ پروفیسر (عربی و فارسی) پیش کیا، مگر آپ نے اختلاف عقائد کی بنا پر انکار فرما دیا۔

زمانہ قیام آگرہ میں ایک ضخیم کتاب "اعلام الاخبار و الاعلام ان الدین عند اللہ الاسلام" لکھی، جس میں تمام مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی برتری ثابت کی، حضرت والا جاہی نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اس کی طباعت میں اعانت فرمائی، اسی وقت سے باہم سلسلہ مکاتبت جاری ہوا، کہ آخر نواب صاحب نے آپ کو بھوپال ہی بلا لیا۔

صحت جسمانی بھی اچھی تھی، اس لئے علیا حضرت نواب شاہجہاں بیگم آپ کو شیر دربار کے خطاب سے یاد فرماتیں، بھوپال میں مولانا سید ذوالفقار احمد نقوی مولانا شیخ محمد صاحب محدث مچھلی شہری مولانا عبدالرشید صاحب کشمیری اور مولانا حکیم محمد معز الدین پشاوری سے تعلقات معاصرت و مودت حاصل تھے، تپ محرقہ باعث ارتحال ہوا، تاریخ وفات ۹ ذوالحجہ پنجشنبہ ۱۳۰۲ھ ہے، حافظ سید محمد سورتی نے فی البدیہہ حدیث فدخل الجنۃ بلا حساب سے سن وفات نکالا، مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب نے "امیر المتقین مولانا سید عبدالباری" ۱۳۰۲ سے، اور آپ کے صاحبزادہ گرامی سید اعجاز احمد صاحب متجز نے (جن کا ذکر آگے آتا ہے) آیت

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِنْ فِضَّةٍ

۱۳۰۲ھ

سے بصنعت طفوظی (یعنی بعد اسقاط الف جمع) تاریخ وفات مستنبط کی،

سید امیر احمد بن سید امیر حسن محدث فاضلی

(عدد مسلسل ۶۰) متوفی ۱۳۰۶ھ = ۱۸۸۸ء (عدد ۴)

سن ولادت ۱۲۶۲ھ، زمانہ طفولیت ہی میں اپنے والد معظم مولوی سید امیر حسن کے ہمراہ دہلی اور میرٹھ پڑھتے رہے حضرت میاں صاحب سے بھی اجازہ و سند حاصل تھا، اکثر شیخ کی خدمت میں حاضر رہتے اور آپ سے دادا کہتے، میاں صاحب کا برتاؤ بھی ان کے ساتھ بزرگانہ تھا اور آپ کے والد نے جب میرٹھ سے قطع تعلق کر لیا تو مختلف مقامات (دہلی خورجہ آگرہ بریلی بدایوں لکھنؤ وغیرہ) میں بسلسلہ تعلیم قیام رہا، آگرہ میں اقامت کا وہ زمانہ تھا، جب حضرت العلامہ مولانائے محمد بشیر سینٹ جانسن کالج میں پروفیسر تھے مولانا سید محمد عبد الباری سسوانی مدرسہ عربی میں ادب و ریاضی کے مدرس، اور آپ مدرسہ عربی میں صدر المدرسین، جناب محمد بشیر صاحب سے مذاکرات رہتے، کبھی کبھی کسی مسئلہ میں شکر رنجی تک نوبت پہنچ جاتی تو سید محمد عبد الباری صاحب صلح کرا دیتے

جب بتقریب مناکحت خیر آباد تشریف لے گئے تو مولانا عبد الحق خلف مولوی فضل حق شاگردوں کے جھرمٹ میں ملاقات کے لئے تشریف لائے مولوی عبد الحق صاحب اپنے والد مرحوم کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہ محمد اسمٰعیل شہید کی منقصت کرنے لگے، اس پر آپ بہت برافروختہ ہوئے اور تعلقات کشیدہ ہو گئے، تا آنکہ آپ نے فاضل خیر آبادی (مولانا فضل حق صاحب جنہوں نے شہید علیہ الرحمہ کے رد میں کتاب لکھی تھی) کی کتاب کی تردید میں "نعق الاباطیل فی الذب عن الشیخ اسمٰعیل" لکھی، مضمون امکان نظیر تھا، جس کا جواب مولانا عبد الحق

بجز سکوت کے نہ دے سکے اس کے بعد آپ نے مولانا فضل حق کی مشہور کتاب رسی "ہدیہ سعیدیہ" (در فلسفہ) پر دس اعتراض لکھ کر مولوی عبد الحق سے جواب طلب کیا، مگر اس پر بھی ان سے بجز خاموشی کے کچھ نہ بن آیا، دربار دہلی (منعقدہ ۱۸۷۷ء) میں ملاقات ہوئی یاد دہانی کرائی، لکھنؤ طے مطالبہ کیا، رام پور بعد ملاقات ہوئی یہاں توجہ دلائی حتی کہ دعوت مناظرہ دی مگر ادھر سے حرکت نہ ہوئی۔

اس سے کچھ مدت بعد مولوی عبد القادر (بن مولوی فضل رسول بدایونی) اسی مسئلہ پر مباحثہ کے لئے اتر آئے، موضع شیخو پور (بدایوں) میں شیخ انتظام الدین کی صدارت میں تحریری مناظرہ شروع ہوا، سید امیر احمد کے پاس کوئی کتاب نہ تھی مگر دوسرا فریق اپنے یمین و یسار اسفار کتب لئے بیٹھا تھا، اس پر بھی ادھر سے فوراً جواب ملتا، مگر وہاں سے تقاضوں کے بعد مناظرہ کئی روز تک جاری رہا حاضرین نتیجہ کے منتظر تھے کہ ایک روز دوپہر کی دھوپ اور گرمی میں حضرت بدایونی بغیر اطلاع اور پاپیادہ ہی بدایوں چلے گئے، اس مناظرہ کی پوری کیفیت "مناظرہ احمدیہ" کے نام سے چھپ چکی ہے۔

تدریس میں یہ انہماک تھا کہ صدرا، شمس بازغہ و افق المبین تک بغیر مطالعہ کئے پڑھاتے تلامذہ میں مولوی محمد اسحاق خاں بریلوی مولوی عبد الکریم پنجابی (مقیم گنج مراد آباد) اور مولوی مشیت اللہ (اترولی) متوسل ریاست رام پور قابل ذکر ہیں۔

تصانیف میں "ذوا لمجاز فی حکم الصلوۃ علی الجنازۃ" بھی مفتی سعد اللہ صاحب رام پوری کے فتوے کے جواب میں لکھی مگر مکمل نہ ہو سکی۔

مشہور جج (عربی داں) مسٹر ہادلی آپ کے شاگرد تھے، شاید انہی کے کرم سے خطاب "شمس العلماء" ملا ہوا مرض اسہال سے وفات پائی۔

سید سبط احمد بن سید اولاد احمد

(عدد مسلسل ۶۱) متوفی ۱۳۰۷ھ = ۱۸۸۹ء (عدد ۵)

سن ولادت ۱۲۶۶ھ، ابتداءً مولانا سید امیر حسن صاحب سے سہسوان میں پڑھا، جب وہ میرٹھ تشریف لے گئے، تو یہ بھی ہمراہ ہی تھے، اور تمام نصاب ختم کیا، بدایوں اور شیخو پورہ میں کچھ مدت تدریس کی (غالباً اس زمانہ میں) علمائے احناف (بدایوں) نے نواب صاحب کے رسالہ "کلمۃ الحق" کا جواب لکھا، جس کی تردید میں آپ نے "اعلاء الحق" فارسی میں شائع کی، اور اس پر نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بھوپال بلا لیا جہاں تمام عمر بسر کردی، صاحب تقوی تھے، علوم متداولہ کے ساتھ فرائض میں زیادہ نظر تھی حج کے لئے گئے، تو والدہ ضعیفہ بھی ہمراہ تھیں، جنہیں کندھے پر بٹھا کر طواف کرایا، ۴۳ سال کی عمر اور ۱۳۰۷ھ میں مقام چاور ضلع آشٹہ بھوپال میں وفات پائی، اور وہیں سپرد خاک ہوئے مولوی سید اعجاز احمد صاحب متخلص سہسوانی نے اپنی خداداد ذہانت سے آیت "قد فاز فوزاً عظیماً" سے سن وفات نکالا

حکیم مظہر علی بن حکیم بدر الدین

(عدد مسلسل ۶۲) متوفی ۱۳۱۲ھ = ۱۸۹۵ء (عدد ۶)

درسیات نظامی اپنے برادر مکرم مولانا محمد بشیر سے پڑھیں، طب خاندانی طور پر معمول بہ تھا اس کی تکمیل بھی مختلف اساتذہ سے کی حدیث کے علاوہ اصول، فقہ، کلام وغیرہ میں زیادہ نظر تھی، گوالیار میں مطلب کرتے دربار میں پورا رسوخ تھا، اور دیوان اعظم سردنکر راؤ کو آپ پر

اعتقاد تھا تصانیف میں تفسیر "مظہر البیان" ہے ۱۳۱۲ھ میں فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مع اہل و اطفال حجاز گئے، اور مکہ معظمہ ہی میں جاں بحق ہوئے

ڈپٹی سید غلام جیلانی ہاشمی

(عدد مسلسل ۶۳) متوفی ۱۳۲۰ھ = ۱۹۰۲ء (عدد ۸)

مولوی حکیم سید اشفاق حسین صاحبؒ کے صاحبزادہ، جو اولاد کی تربیت میں فائق الاقران تھے تمام بچوں کو قرآن کریم حفظ کرایا جملہ علوم کی تعلیم لائی، انگریزی پڑھائی، اور دین و دنیا کی صحیح راہ پر گامزن کر دیا، چنانچہ صاحب ترجمہ بھی ان جملہ محاسن سے مزین تھے، عربی کے اساتذہ مولوی ہدایت علی صاحب (تلمیذ علامہ فضل حق خیر آبادی) اور مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی (مترجم در مختار و مشارق الانوار) تھے، بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہو کر لوٹے، تو انگریزی میں شق بہم پہنچائی، ڈپٹی کلکٹر ہو گئے، نہایت عمدہ تجویزیں لکھتے، مگر اس عہد میں نئی تہذیب کا شوق غالب ہو گیا، آخر سعادۃ معاون ہوئی، اور سب کچھ چھوڑ کر اللہ کی محبت کا دم بھرنے لگے، تمام فیشن ترک کر کے سادہ لباس اختیار کر لیا، کتب تفسیر و حدیث کا مطالعہ شروع ہو، پہلے مقلد بھی تھے، اب متبع سنت ہو گئے، خانہ نشین ہو چکے تھے، نواب علیا بیگم حضرت سلطان جہاں بیگم مرحومہ نے شہرت سنی تو طلب فرمایا، بھوپال گئے، عہدہ مہتمم بندوبست محالک محروسہ پیش ہوا، مگر استغنائے نفس کی وجہ سے قبول نہ فرمایا اور واپس سہسوان لوٹ آئے بریلی میں جاں بحق تسلیم ہوئے، سن وفات ۱۳۲۵ھ ہے، صاحب اولاد تھے، مولوی سید عبد الودود صاحب مشہور قومی و اسلامی خادم آپ کے صاحبزادہ گرامی ہیں

محمد تقی خلف مولوی محمد اسمعیل انصاری

(عدد مسلسل ۶۴) متوفی ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ = ۱۹۰۸ء (عدد ۸)

سن ولادت ۱۳۰۸ھ، خطیب جامع اہلحدیث مولوی معین الدین کے پوتے، ۱۶ برس کی عمر تک مصروف لہو و لعب رہے پھر یکایک تعلیم کی طرف رغبت ہوئی، مختلف اساتذہ سے علوم معقول و منقول حاصل کرنے کے بعد مولوی محمد بشیر صاحب کی خدمت میں (دہلی) بار یاب ہوئے وعظ میں خداداد ملکہ تھا، تقدس و ورع میں بے مثل، اتباع کتاب و سنت کا ولولہ فزوں تر تھا اور زاہد شب زندہ دار تھے، سہوان میں قیام رہا طلبا کو درس بھی دیتے رہے، والدین کے اصرار کے باوجود مجرد رہے، اور والدین کے سامنے ہی (۱۳۲۶ھ میں) سپرد خاک ہوئے،

محمد بشیر فاروقی

(عدد مسلسل ۶۵) متوفی ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۲۶ھ = ۲۹ جون ۱۹۰۸ء (عدد ۹)

قد مات من مات العلوم بموتہ ۔۔۔ لا سیما الاخبار د التفسیر
تبکی علیہ مساجد و منابر ۔۔۔ ولاہل علم رنۃ و زفیر
قد کان مجتہدا مصیبا ناسکاً ۔۔۔ یحیی الشرائع سعیہ المشکور
متجا شعاً للّٰہ منقاداً لہٗ ۔۔۔ متلالأ من وجہہ التنویر
نقاد اسناد الحدیث ومتنہ ۔۔۔ کشاف اسرار الکتاب بصیر
لما سئلت القلب عام وفاتہ ۔۔۔ فاجابنی تاریخہ مغفور
۱۳۲۶

(سید مولوی اعجاز احمد سہوانی)

سہسوان کی سرزمین جو صدیوں سے علما کی مہبط ہے، وہاں سے کسی ایسے صاحب علم کا ظاہر ہونا کچھ بعید نہ تھا، مگر ۱۴ ویں صدی کے اس بزرگ نے اپنے عہد کو جو زینت بخشی اس نے سہسوان کی گزشتہ عظمت کو اور بھی چار چاند لگادئے

۱۲۵۰ھ کے قریب ماہ میں پیدا ہوئے آپ کا خاندان عالی علمی اعتبار سے صدیوں سے مقتدر چلا آرہا تھا، حتیٰ کہ آپ کے والد مرحوم مولانا حکیم محمد بدرالدین کو شاہان اودھ کے دربار سے عاقل کا خطاب ملا، جو علم حب میں وسعت نظر کی وجہ سے تھا مرحوم علوم شرعیہ میں بھی اپنے زمانہ کے مجتہد تھے، سلسلہ نسب جناب فاروق اعظم تک منتہی ہے،

استاتذہ والد کے سایہ عاطفت میں لکھنؤ رہے، وہیں پڑھے مگر ابھی ۱۰ برس کا سن تھا کہ نعمت پدری سے محروم ہوگئے، سہسوان آکر مولوی سید امیر حسن محدث سے پڑھا، علمائے فرنگی محل سے پڑھا، ادب وجملہ معقولات مولانا ہدایت اللہ خانصاحب رامپوری سے پڑھا انکہ حضرت میانصاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فقہ وحدیث کی تکمیل کی، سندو اجازۃ، علامہ شیخ حسین عرب (یمنی) شیخ احمد مشرقی نزیل مکہ اور مولانا محمد صاحب سہارنپوری مهاجر مکہ سے بھی حاصل ہوا

ابتداً کچھ مدت تک تقلید پر چلے، مگر جلد ہی ادھر سے ہٹ کر جادہ سنت پر گامزن ہوئے اور یہ قطع منزل اس پامردی سے کی، کہ ایک عالم کو حیرت میں ڈال دیا،

اسیر عشق شدن چارۂ خلاص من است
ضمیر عاقبت اندیش پیش بیناں ہیں

تکمیل کے بعد

ایک مدت سینٹ جانس کالج آگرہ میں مدرس (فارسی وعربی) رہے، اس زمانہ میں دلشکرہ

پر صبح و شام علم کی خیرات جاری تھی، شہر کے مستعد طلبا جن میں حکیم مبارک علی و حکیم منصور علی جو آگرہ کے نامور حکیم تھے دولت علم سے استفادہ کرتے، یہاں "افق المبین" ملا باقر بڑی دھوم سے پڑھائی جاتی، جس میں مولوی سید امیر احمد (سہسوانی) کو بھی شمولیت کا موقعہ مل گیا، اسی عہد میں آپ حج نہ چلے گئے جب واپس تشریف لائے، تو ادھر بھوپال تک آپ کے نافۂ علم کی مہک پہنچ چکی تھی ؎

خود بخود بوئے یار پھیل گئی
کوئی منت کش صبا نہ ہوا

سرکار عالیہ جناب عالی جاہی حضرت نواب صاحب نے بارادت دلی آپ کا اعزاز و احترام کیا اور عہدہ افسری مدارس ریاست آپ کو تفویض ہوا، یہ ۵ محرم ۱۲۹۵ھ کا واقعہ ہے،

بھوپال کے زمانہ میں حدیث و تفسیر کا درس جاری ہے اور رسائل مستفتی بہا پر مجتہدانہ انداز سے افتا لکھے جاتے ہیں، اعزہ و اقارب پر الطاف کریمانہ کی بارش ہوتی ہے، الغرض جس طرح آگرہ سے اس علم کی مہک بھوپال تک پہنچی تھی، اسی طرح بھوپال سے یہ مشام جان تمام اکناف ہند میں پھیل گئی،

آپ کے زمانہ قیام (بھوپال) میں حضرت نواب صاحبؒ اور مولانا عبدالحی مرحوم لکھنوی کا وہ مشہور تاریخی (تحریری) مناظرہ شروع ہو گیا، جس میں طرفین نے متعدد رسائل لکھے، اسی اثنا میں مولانا لکھنوی نے "ابراز الغی" میں کہیں یہ خیال ظاہر فرمایا کہ نواب صاحب کے پردہ میں مولانا بشیرؒ لکھتے ہیں، اس پر آپ نے بسعی کمال علامہ معترض کے اس الزام کو رفع کیا، اور ہر دو اصحاب کی صلح سے گویا "قران السعدین" کرانے کی سعادت حاصل کی، بھوپال میں حقوق راعی و رعایا پر ترغیب و ترہیب حسن خوبی سے ذکر فرماتے وہ بے مثل تھی

کہ احکام الٰہی کے سامنے کسی کا احترام خاطر میں نہ رہتا، الغرض اس طرح حضرت نواب صاحب کے سایۂ الطاف و اکرام میں ۱۲ سال گذارے کہ خلد آشیاں نے یکم رجب ۱۳۰۷ھ کو رحلت فرمائی جس سے اہل علم کے حلقہ میں عام مایوسی پیدا ہونے لگی، اس پر آپ بھی دل برداشتہ ہو گئے، مگر حضرت علیا بیگم (نواب شاہجہاں بیگم صاحبہؒ) نے آپ کو جانے نہ دیا،

اس زمانہ میں ہر دوشنبہ کو تاج محل میں آپ کا وعظ مقرر تھا، جس میں سرکار عالیہ جملہ خواتین و بیگمات محل شریک ہوتیں، وعظ کی تاثیر اور انداز بیان کا یہ عالم تھا کہ رونے کی آوازیں بلند ہونے لگتیں، تا آنکہ اس طرح ۱۲ سال اور منقضی ہوئے اور حضرت علیا بیگم کی شمع حیات بھی بجھ گئی، اب نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ کا زمانہ آیا، جس میں طرز حکومت آئین جدید کے ماتحت بدلنا شروع ہوا، ادھر علمائے اسلام ایک ایک کرکے بھوپال سے رخصت ہونے لگے، ممدوح مرحوم نے بھی اس افرا تفری میں رخت سفر باندھ لیا،

مدت سے اہالیان دہلی جو حضرت علیا نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ کے زمانہ سے آپ کے دہلی لے جانے کے خواہاں تھے، اب موقعہ دیکھ کر مصر ہوئے، جس پر آپ دہلی تشریف لے آئے، اور مسجد حوض والی (نئی سڑک) میں متمکن ہوئے، جہاں ۲۰ سال تک درس حدیث و تفسیر و اشاعت افتا فرماتے رہے،

"فرضیۃ فاتحہ خلف الامام" پر اس زمانہ میں وہ سلسلہ تقریر جاری کیا جو ۳ ماہ تک روزانہ صبح بطور درس ہوتا، جس میں احناف دہلی کی طرف سے مستعد حضرات موجود رہتے، اور ایک ایک حرف آپ کی تقریر کا قلمبند کرتے، یہ تقریر اب آکر کتابی صورت میں چھپ گئی ہے، نام "برہان العجاب فی فرضیۃ ام الکتاب" ہے، اس کے مطالعہ سے مصنف کی وسعت نظر کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، اور آپ کے شاگرد رشید اور استاذ الاساتذہ صدر المدرسین دار الحدیث رحمانیہ

مولانا احمد اللہ صاحب محدث دہلوی نے شائع کی ہے

مرزا صاحب قادیانی سے مناظرہ خلد آشیاں حضرت نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ کے دورِ حکومت میں مرزا صاحب نے اپنی نبوت کا پرچار شروع کر دیا تھا' جس کے لئے وہ دہلی بھی آنے جانے لگے' اس پر وہاں کے موحدین نے اس فتنہ کے سدباب کے لئے سرکار عالیہ بھوپال سے درخواست کی' کہ کسی طرح جناب قبلہ محمد بشیر صاحب کو دہلی بھیجئے' گا

یہ زمانہ حضرت میاں صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی اس پیرانہ سالی کا تھا' جس میں آپ درس و تدریس سب کچھ چھوڑ کر گوشہ نشین ہو چکے تھے' اور بقول حالی

قطرہ اب دریا میں جا ملنے کو ہے

تیری میعاد اے جدائی ہو چکی

مرزا صاحب سے آپ کا مناظرہ تحریری ہوا' جس کا عنوان وہی تھا جو ان کے اتباع کا حرزِ ایمان ہو یعنی "حیات و ممات مسیح" "دعوے میرزا آیت" اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ" سے جواب وَاِن مِن اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ' الخ" سے پیش ہوا' مرزا صاحب نے تاویلات کے دروازے کھول دئے مگر مولوی صاحب کے بے ــــــ پناہ استیلائے دلائل کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہنے لگا' جس سے تنگ آ کر آپ (مرزا صاحب) اسٹیشن دہلی پر اپنے خسر کے استقبال کا حیلہ کر کے باہر نکلے' اور پھر لوٹ کر دلی میں قدم نہ رکھا

جس پر مولوی صاحب نے لفظ خسر کی مناسبت کے لحاظ سے آیت "خسر الدنیا والآخرۃ ذٰلک ھو الخسران المبین،" پڑھی اور اس مناظرہ کی مکمل کیفیت آپ نے ہی الحق الصریح فی اثبات حیوۃ المسیح" کے نام سے شائع فرمائی یہ مناظرہ' ۱۳۱۲ھ میں ہوا

جب (صاحب ترجمہ) حج بیت اللہ سے واپس پھرے تو ایک مختصر رسالہ القول المحقق

المحکم فی زیارۃ قبر الحبیب الاکرم" شائع کیا، جس کا موضوع منع شد رحال برائے زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اس پر وہ معرکۃ الآرا مناظرہ ہوا، کہ ابھی تک

بھولتا ہی نہیں عالم تیری انگڑائی کا

علامہ لکھنوی (مولانا ابوالحسنات عبدالحی علیہ الرحمۃ) مقابلہ پہ اتر آئے کتاب "الکلام المبرور" لکھی جناب مولانا محمد بشیر صاحب نے اس کا جواب "القول المنصور" سے دیا، صاحب الفیض (لکھنوی) نے "المذہب المأثور" سے تردید کی۔ حضرت سہسوانی نے "اتمام الحجۃ علی من اوجب الزیارۃ کالحج" لکھ کر خاتمہ سخن ہی کر دیا، اگرچہ اس کا جواب بھی ادھر سے دیا گیا مگر اس حد تک مبہم کہ درخور اعتنا نہ ٹھہر سکا

یہ ماجرا گزر گیا، اس واقعہ کے بعد جب کبھی مولانا محمد بشیر لکھنؤ تشریف لے جاتے، علمائے فرنگی محل ہی کے ہاں مہمان ہوتے صاحب الفاضل علامہ لکھنوی باصرار کئی کئی روز تک روکے رکھتے، نہایت عزت واحترام کرتے، آپ کا وعظ سنتے اور اس تمام اہتمام کو اپنے لئے سعادت سمجھتے

ڈاکٹر نذیر احمد خاں مرحوم اپنے تبحر کی وجہ سے کسی عالم کو خاطر میں نہ لاتے تھے (بروایت سید اقتدار احمد صاحب سہسوانی) میں بھی ڈاکٹر صاحب کے حلقہ درس میں تھا، مولانا محمد بشیر صاحب اس زمانہ میں حوض والی مسجد (نئی سڑک) میں درس قرآن دیا کرتے، آپ کا غلغلہ ہر طرف بلند تھا، ڈاکٹر صاحب فرمایا کرتے تمہارے مولوی صاحب کو بھی دیکھوں گا، اسی دوران میں کشمیری دروازہ مجلس تجوید منعقد ہوئی، مولانا محمد بشیر صدر تھے تقریر فرمائی، ڈاکٹر صاحب بھی شریک مجلس تھے، دلشکستہ پرآکر فرمایا ہاں یہ البتہ مولوی ہیں اور فرمایا میرا ترجمہ قرآن ان کو دکھاؤ اگر یہ غلطی نکالیں تو مان لوں گا، اس کے بعد کئی ماہ تک ڈاکٹر صاحب

آپ کے درس قرآن میں حاضر ہوتے رہتے اور فرمایا کرتے یہ ملا نے مولوی محمد بشیر کے بیان کو کیا سمجھتے ہیں، اس کی قدر مجھ سے پوچھو جو اُن سے قرآن پڑھ رہا ہوں

تصانیف میں کتاب "صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ الدحلان" (شیخ دحلان مکہ) کے رد میں عربی زبان میں لکھی، جسے علمائے نجد نے کئی مرتبہ چھپوایا، رسالہ "القول المحمود فی رد جواز سود" لکھا، قربانی (ذبیحۃ العید) کے لئے ایام تشریق کو مختص نہ سمجھتے اس پر علما سے بہت بحثیں ہوئیں، اس پر بھی ایک رسالہ لکھا جس میں مخالفین کے دعا دی لکھ کر ایک ایک کی تردید کی مگر بد قسمتی سے یہ کتاب اب تک نہیں چھپ سکی اس کے سوا اور بھی بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے بعض گم ہوگئیں اور کچھ طبع نہ ہوسکیں۔

آپ جماعت اہلحدیث کے ان ممتاز علما میں سے تھے، جن پر جماعت علم و تقوی سب کو ناز تھا، افسوس کہ جس طرح دوسرے اعاظم و اہل علم کے بعد ان کی خالی مسندیں ہمیشہ کے لئے خالی رہ گئیں اسی طرح جناب مولانا محمد بشیر کی رحلت کے بعد سہسوان یا عام جماعت میں کوئی ان کا مثل نہ ہوسکا

بادہ و مطرب و گل جز ہمہ است دلے
عیش بے دوست میسر نشود یار کجاست

وفات زمانہ قیام دہلی میں بیمار ہوئے، ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ کو وفات پائی، اور اپنے استاد حضرت میاں صاحب کے جوار میں شیدی پورہ کے قبرستان میں قیامت کی نیند جا سوئے

مولوی سید نظر احمد صاحب سہسوانی نے حدیث نبوی "قد دخل الجنۃ بغیر حساب" ۱۳۲۶ھ سے مادہ سن وفات نکالا، اور مولوی سید اعجاز احمد متیجہ سہسوانی نے لفظ "مغفور" سے اولاد میں ایک صاحبزادہ (مولوی نذیر حسین مرحوم) تھے، جنہیں آپ نے سب کچھ پڑھایا،

شادی بھی کردی مگر غریب باغ عالم کی ۱۷ ادیں بہار دیکھ رہے تھے کہ اپنی بہار زندگی نذر خزاں کر بیٹھے، اس وقت آپ کی ایک صاحبزادی بقید حیات موجود ہیں،

محمد اسمٰعیل بن معین الدین خطیب انصاری

(عدد مسلسل ۶۶) متوفی ۱۳۳۶ھ = ۱۹۱۸ء (عدد ۱۰)

سن ولادت ۱۲۶۵ھ، جناب سید امیر حسن محدث و مولانا ئے محمد بشیر سے درسیات (مکمل طور پر) پڑھیں، صاحب تقویٰ تھے، کتاب و سنت پر خود عمل کرتے، اور وعظ و تذکیر سے ہزاروں بندگان خدا کو طریق سنت کا عامل بنادیا گوالیار و بھوپال میں وا عظ ریاست کے عہدے پر رہے تاج گنج آگرہ کی مسجد اہلحدیث میں تدریس و تذکیر کا مشغلہ رہا آیا، سہسوان محلہ خطیب میں سپرد خاک ہوئے،

ابو البشار امیر احمد بن عزیز احمد قریشی

(عدد مسلسل ۶۷) متوفی ماہ رجب ۱۳۳۹ھ = ۱۹۲۱ء (عدد ۱۱)

سن ولادت ۱۲۹۴ھ، کتب درسیہ فارسی اپنے والد سے اور قصبہ گنور دہلی وغیرہ میں رہ کر حدیث و تفسیر تک پڑھا، خط نسخ و نستعلیق میں ملکہ تھا، اور مختلف مطابع میں ملازمت کرتے رہے، آخر عمر میں مقام سیونی (ملک متوسط ہند) میں بسلسلہ وعظ و تعلیم دینی قیام فرمایا، اتباع کتاب و سنت کا ولولہ ہمیشہ رہا، بعمر ۴۴ برس ماہ رجب ۱۳۳۹ھ میں رحلت فرمائی، مولوی اعجاز احمد صاحب متعجز نے آیت "جنت مرتفقا" سے مادہ سن وفات نکالا ۱۳۳۹ھ

سید عبد الباقی

عدد مسلسل (٦٠) متوفی ١٦ر جمادی الاخریٰ ١٣٥٤ھ = ١٥ر ستمبر ١٩٣٥ء (عدد ١٢)

مولد وطن سہسوان، سن ولادت ١٢٧٣ھ، ابتدائی کتب مکان پر پڑھنے کے بعد مولوی سید امیر حسن محدث مولانا محمد بشیر مولوی امیر احمد کے آگے زانوئے ادب تہ کیا، ١٢٩٦ھ میں بھوپال تشریف لائے، یہاں شیخ حسین عرب اور شیخ قاضی محمد مچھلی شہری سے حدیث پڑھی، اور سند لی، طب مولوی حکیم معز الدین پشاوری سے پڑھی، بسلسلہ معاش مقام قصبہ رائسین ریاست بھوپال میں قیام رہا، اور تفتیش کا یہ شوق ہے کہ رائسین کی تاریخ بھی لکھی جو (رقی الالباب) نہایت جامع کتاب ہے، تاریخ میں وقت نظر کا یہ عالم ہے کہ علمائے سہسوان کے حالات پر ایک کتاب الموسومہ بہ "الیاقوت والمرجان فی ذکر علمائے سہسوان" المعروف بہ حیاۃ العلماء اردو میں ١٦٤ صفحے کی لکھی

شعر وسخن میں بھی سکہ ہے، اور دو تین تصنیف منظوم بھی ہیں، حرمت سود پر ایک رسالہ مسٹر عطا محمد صاحب امرتسری کے جواب میں بھی ہے، فیض آباد اودھ میں سید اعجاز احمد صاحب کے ہاں مقیم تھے کہ داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیں سپرد خاک ہو کر رہ گئے



علمائے سہسوان

موجودین

سید ابو العلا نظر احمد

(عدد مسلسل ۶۹) (عدد ۱۳۰)

"اشعار و قصائد عربی فارسی و اردو (ہر سہ زبان میں) کہتے ہیں، صاحب الرائے خلیق متواضع اور اپنی خاندانی روایات کے حامل ہیں، تقریر میں ملکہ ہے اور جس طرح شعر و شاعری کے ساتھ مناسبت ہے اسی طرح انشا پردازی میں بھی سلیقہ ہے، کہ گویا محسود اقران ہیں" "علم فرائض فقہ و حدیث میں بھی ملکہ ہے، تحریر فتاویٰ میں استحضار ہے، ہمیشہ طالبین مستفتین آپ سے مستفید ہوتے ہیں" (مستفاد از حیوٰۃ العلما)

سن ولادت ماہ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ سید نذیر احمد صاحب فاضلی کے پوتے، اساتذہ میں مولوی سید اعجاز احمد معجز، حکیم سید محمود عالم جن سے ابتدائی درسیات منطق فلسفہ، ادب پڑھنے کے بعد مولانا ذوالفقار احمد صاحب بھوپالی کی خدمت میں حاضر ہوئے، آخر کتب شمس العلماء مولانا عبداللہ ٹونکی اور حافظ نذیر احمد خاں صاحب دہلوی سے پڑھیں اور بعض شیخ محمد طیب عرب سے، کثرت مطالعہ سے نظر اور بھی وسیع ہو گئی، تصانیف (مطبوعہ) عمدۃ الوسیلہ فی رد جواز اخذ الربا بالحیلہ (اردو) کشف النقاب عن وجہ المشاہد والقباب (اردو) قصیدۃ ابی العلاء (غیر مطبوعہ یعنی سلسلۃ الذہب فی القرابۃ والنسب (ف) انا شید العرب شرح قصائد رنات الطرب (اردو) دیوان (عربی) الخذا المالوف (طب اردو) مقالہ (فی رد بہائیہ)

سید اعجاز احمد معجز بن مولوی سید عبدالباری

(عدد مسلسل ۰۰) (عدد ۱۴۳)

مولد و وطن سہسوان سن ولادت ۱۲۹۴ھ والد مرحوم کے زمانہ قیام بھوپال میں ان کے ہمراہ تھے کہ ۱۳۰۲ھ میں ان کا انتقال ہو گیا، اور یہ واپس سہسوان چلے آئے، سید محمد نذیر احمد شاہؒ نے جو آپ کے دادا کے حقیقی بھائی بھی تھے اپنی سرپرستی میں لے لیا، کتب فارسی مولوی سید عبدالحسیب سے و بعض درسیات مولوی حکیم سید محمود عالم سے پڑھکر پھر بھوپال کا قصد کیا، مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی و شیخ محمد محمد مچھلی شہری قاضی ریاست سے بقیہ درسیات پڑھیں، حدیث شیخ حسین عرب یمنی سے پڑھی، طب میں دست مسیحائی حاصل ہے، کہ سہسوان بسولی (ضلع بدایوں) بدایوں اور فیض آباد وغیرہ میں مختلف اوقات میں اس خداداد نعمت سے عوام کو فائدہ پہنچاتے رہے، بعض حساد کی طعنہ زنی سے تنگ آ کر منشی فاضل و مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا، اگرچہ جوہر ذاتی کی وجہ سے

ان کی کوئی احتیاج نہ تھی، ہر نوع علم پر دسترس حاصل ہے، شعر و سخن میں بھی ملکہ ہے، فارسی اور عربی دونوں میں قصائد و غزلیات کہتے ہیں، جملہ فرق مبتدعہ میں تردید کا ملکہ ہے، متعدد کتب کے مصنف ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں،

رشحات الکرم فی شرح فصوص الحکم (عربی)، توقیع الفرند فی تذکار ادباء الہند (تذکرہ ادبائے ہند میں بزبان عربی)، براءۃ التحقیق (مسئلہ اجتہاد و تقلید میں بزبان عربی)، تسلیۃ الفؤاد (ترجمہ قصیدہ بانت سعاد فارسی میں)، تعلیقات علی الحیات (عربی) کتاب المفردات (فارسی)، مومن و غالب دونوں شاعروں کے کلام پر محاکمہ کرتے ہوئے مومن کو فائق ثابت کیا ہے، اور استخراج مادہ ہائے تاریخ میں بھی توغل ہے، جیسا کہ اکثر علمائے سہسوان کے تراجم میں منقول ہے

سید اقتدار احمد

(علاوہ مسلسل ۱۷) (۱۵۵ھ)

(بن سید آل محمد شاہ سید نظر احمد صاحب معجز کے برادر خورد) مولوی حکیم سید محمود عالم مولانا سید ذوالفقار احمد مفتی عبد اللہ ٹونکی ڈاکٹر نذیر احمد صاحب دہلوی وغیرہ سے جملہ علوم معقول و منقول پڑھے، رسالہ "ازاحۃ الحیرۃ فی صرف ابی ہریرۃ" لکھا، ان دنوں مسلم یونیورسٹی سٹی اسکول علی گڑھ میں مدرس فارسی ہیں اور انجمن اہلحدیث علی گڑھ کے صدر بھی آپ ہی ہیں، عمر تقریباً ۴۰ سال ہو گی، شعر و سخن میں بھی ملکہ ہے مادہ تاریخ خوب نکالتے ہیں اس کتاب کا تاریخی نام "التذکرہ" اور "تراجم علمائے حدیث ہند" بھی آپ ہی کی دقت نظر کا کرشمہ ہے جزاہ اللہ عنا وعن سائر المومنین الموحدین

علمائے فرخ آباد

قصبہ صمدن

مرحومین

۱ سید علی بن سید حسین
۲ سید منظور احمد بن سید علی
۳ سید شاہ محمد عبداللہ
۴ سید عبدالعزیز (عزیز العلماء)

علمائے صمدن

سید علی

(عدد مسلسل ۲) متوفی ۱۲۸۵ھ = ۱۸۰۰ء (عدد ۱)

سادات حسینی سے تھے مختلف اساتذہ سے پڑھا، اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی معاصرت و مصاحبت نصیب ہوئی، شیعیت کے رد میں ضخیم کتابیں لکھیں، فن طب میں کمال حاصل کیا، مدتوں کلکتہ کو مسکن بنائے رکھا، وہیں مطب کرتے رہے، خلیق و نیک کردار بزرگ تھے، وفات آگرہ (محلہ نو میں) پائی دو لائق صاحبزادے سید منظور احمد و سید شاہ محمد عبداللہ اپنی یادگار چھوڑے، جن کا ذکر آگے آتا ہے،

سید منظور احمد بن سید علی

(عدد مسلسل ۳) متوفی ۱۳۰۶ھ = ۱۸۸۹ء (عدد ۲)

سن ولادت ۱۸۲۸ء مولد و منشا صمدن مختلف اساتذہ سے پڑھا طب میں بھی ملکہ حاصل ہوا "مولوی صاحب" اور "ڈپٹی صاحب" کے لقبوں سے مشہور ہوئے،

وعظ میں بڑا اثر تھا، تلامذہ کا حلقہ وسیع تھا، مطبوعہ وغیرمطبوعہ تصانیف بہت سی چھوڑیں بعض مطبوعات نولکشور پریس لکھنؤ سے بھی مل سکتی ہیں، مثلاً تحفہ (اردو)، میعۃ الشعرار نامۃ منظور (فارسی)، دلائل التبعض وغیرہ، صمدن ہی میں سپرد خاک ہوئے،

سید شاہ محمد عبداللہ بن مولوی سید علی

(عدد مسلسل ۷۴) متوفی ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ = ۲۸ دسمبر ۱۹۱۷ء (عدد ۳)

سن ولادت ۱۸۲۷ء مختلف اساتذہ سے پڑھا اور معقول و منقول دونوں میں کمال حاصل ہوا، ایک پنڈت صاحب کی برسوں سیوا کرکے اُن سے علم سنسکرت حاصل کیا، وعظ بیان فرماتے، تو حاضرین پر رقت طاری ہو جاتی، پڑھایا بھی، علم اسماء الرجال گویا نوک زبان تھا، اخلاق میں نمونہ تھے، اور عوام سے نیک سلوک کرنے کے عادی، مولد ہی میں رحلت فرمائی، صاحب اولاد کثیرہ تھے

عزیز العلما قاری سید عبدالعزیز

(عدد مسلسل ۷۵) متوفی اواخر رجب ۱۳۴۱ھ = مارچ ۱۹۲۳ء (عدد ۴)

سید منظور احمد کے صاحبزادہ ابتدائی تعلیم کا حال معلوم نہیں ہو سکا، البتہ تکمیل حدیث و تفسیر حضرت میاں صاحب سے کی، اور سند و اجازۃ شیخ حسین عرب یمنی سے بھی حاصل ہوا، میاں صاحب آپ پر بہت شفقت فرماتے، اور عزیز العلماء کے خطاب سے یاد کرتے، استاد مرحوم اپنے اس شاگرد کو دعائیں بھی بہت دیا کرتے، آپ کے بعض خطوط ان کے نام الحیاۃ بعد المماۃ" میں چھپے ہیں، جن سے اس شفقت بزرگانہ کا پتہ چلتا ہے،

میاں صاحب کے علاوہ صاحب ترجمہ نے مولانا عبدالحق صاحب بلوی مفسر "تفسیر حقانی" سے بھی پڑھا، الغرض شیخ الکل کے تلامذہ میں صاحب عون المعبود حافظ صاحب غازی پور اور شیخ پنجاب وزیر آبادی کے دوش بدوش تھے، وعظ میں ملکہ تھا، اور تذکیر کا شوق بھی بہت تھا، ریاضی میں پوری دسترس تھی، طب میں ید مسیحائی حاصل تھا، اور اس فن میں قابل قدر کتابیں لکھیں، اضلاع کانپور، الہ آباد، متھرا، فتح گڑھ میں برسوں تحصیلداری پر تقرر رہا۔ ۳۰ سال تک یہ خدمت سرانجام دینے کے بعد ۲ رمئی ۱۹۰۸ء کو پنشن لے کر کنج عافیت میں جا بیٹھے، گورنمنٹ سے خان بہادری بھی ملی

تصانیف:۔

مثنوی حمید الکلام (فارسی) میں قرآن و حدیث کا اقتباس ہے، عزیز الافاق (اردو) عزیز الاخلاق (اردو) صحیفۂ نیاز، عزیز التفاسیر، عزیز المنطق، عزیز الفلسفہ عزیز السوانح، عزیز الصرف والنحو، عزیز التواریخ، عزیز الطب، شرح صحاح ستہ مکتوبات حضرت میاں صاحب، سوانح حضرت علیؓ، انساب سادات فرخ آباد صمدن، تاریخ ضلع فرخ آباد، وغیرہ، صاحبزادوں میں مولوی سید عبدالغفار صاحب مولوی عبدالجلیل صاحب اور مولوی سید عبدالحفیظ عاجز چھوڑے، جن میں سے دو صاحب (مقدم الذکر) بقید حیات موجود ہیں، بتاریخ ۲۲ رمئی ۱۹۲۳ء داعی اجل کو لبیک کہا، اور صمدن میں سپرد خاک ہوئے

علمائے قنوج

مرحومین

۱ سید اولاد حسن بن نواب سید اولاد علی خاں جنگ بہادر
۲ سید احمد حسن عرشی بن سید اولاد حسن
۳ حضرت والا جاہی السید نواب صدیق حسن خاں
۴ نواب علی حسن خاں بن سید صدیق حسن خاں
۵ قاضی بشیر الدین

علمائے قنوج

مرحومین

العلامۃ السید النواب ولاد حسن

(عدد مسلسل ۶۶) متوفی ۱۲۵۳ھ = ۱۸۳۸ء (عدد ۱)

سید اولاد حسن بن نواب سید اولاد علی خاں جنگ بہادر

جن کی وجہ شرف ایک تو وہ سلسلہ نسب عالی ہے جسکی ایک کڑی بواسطہ امام جعفر صادق علیہ السلام "فخر ولد آدم" جناب ختمی مآب حضرت الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتی ہے، اور دوسری کڑی ادھر آپ کے لخت جگر صفوۃ المحدثین خاتمۃ المفسرین جامع المنقول والمعقول حضرت سیدنا جناب نواب صدیق حسن خاں والی بھوپال پر ختم ہوتی ہے ایک اور سبب مجددہ خلافت واجازت ہے جو آپ (سید اولاد حسن صاحب) کو مجاہد فی سبیل اللہ حضرت السید مولانا ومولی المسلمین الغزاۃ جناب سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عطا ہوا اور ایک سب سے بڑا شرف وبزرگی وہ خیر العمل کہ جس کے ہوتے ہوئے کسی شرف ومجد کی ضرورت نہیں، یعنی شرکت جہاد فی سبیل اللہ،

مولد ومنشا قنوج اور سن ولادت ۱۲۱۰ھ والد کا نام نواب اولاد علی خان (انور جنگ بہادر) بن سید لطف اللہ بن سید عزیز اللہ، یہ خاندان از سید عبد العزیز تا باولاد حسن

تین پشتوں سے متشیع ہو چکا تھا، حتیٰ کہ صاحب ترجمہ بھی اوائل عمر میں اسی مشرب (شیعی) پر تھے مگر جب آپ، مولوی عبدالباسط بن مولوی رستم علی بن ملا معز (قنوجی) کی شاگردی سے منتخر ہوئے تو شیعی مشرب سے تبرا کیا اور جب شاہ عبدالعزیز دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عقیدہ میں پوری صلاحیت پیدا ہو گئی حتیٰ کہ "در رد ایں طائفہ رسائل نوشتند و عیار بسیار از جنس امام باڑہ جات و منصبہائے تعزیہ جز آں باخاک برابر کنانیدند، و در بدل آں بعمران مساجد و مدارس پرداختند"[1]

قنوج سے لکھنؤ جا کر مولوی محمد نور بن مولوی محمد انوار اور مرزا احسن علی ہاشمی محدث تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے پڑھا، اور طلب علم میں آخری سفر ۱۲۱۲ھ میں دہلی کا کیا، جہاں شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین سے علم ظاہری و فیض باطنی دونوں حاصل کئے، "دریں جا نہال استعداد حضرت ایشاں بتربیت ایں بزرگواراں سر بفلک کشید و قوت علمیہ و عملیہ را عجب نشو و نما و رزی گردید"[2] دہلی میں "مولانا شاہ رفیع الدین سے کتب حدیث و فقہ و تفسیر کو ترتیب متداولہ کے ساتھ پڑھا، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے تبرکاً بعض کتب حدیث و وظائف و ادعیہ ماثورہ کی سند لی، مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مؤلف موضح القرآن سے بارہا ان کو اتفاق صحبت ہوا، یہ ہی تینوں صحبت و تعلیم علامہ مغفور کے لئے مذہب شیعہ امامیہ کے ترک کرنے کا باعث اور مذہب اہلسنت کے اختیار کرنے کا سبب ہوا"[3]

شاہ عبدالعزیز صاحب بجائے خود تعظیم سے پیش آتے

تکمیل کے بعد قنوج تشریف لے گئے، امیر المومنین سید احمد بریلوی کا غلغلہ چار دانگ عالم

---

[1] لقطۃ العجلان ص ۱۲۷ [2] لقطۃ العجلان [3] مآثر صدیقی ج ۱ ص ۵۵

میں بلند تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے سرفراز ہوئے "و در چند غزوہ شریک سیر و سفر ماندند و حق جہاد در راہ خدا مودی ساختہ با جازت و خلافت رسیدند[1]" شہر سے قنوج واپس آ کر دوسرے خلفائے کی طرح عساکر مسلمین کے جہاز و طیاری میں مصروف ہوئے ہزاروں مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، جس کی اطلاعیابی پر حضرت الامیر نے مقام پنجتار سے یہ خط لکھا:۔

"از امیر المومنین سید احمد بطالعہ سیادت مآب نقابت انتساب سید اولاد حسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد از سلام مسنون اجابت مقرون واضح آنکہ رقیمہ محبت ضمیمہ سید کاشف حالات مندرجہ اش گردید آنچہ از مصروفیت خود در تبلیغ احکام رب العالمین نوشتہ آید، موجب فرحت بسیار شد، جزاکم اللہ خیر الجزا بر ہر یکے از مومنین خصوصاً علمائے اعلام و مشائخ کرام لازم است کہ احکام اسلام بر ہر بندگان او تعالیٰ شائع و ذائع گردانیدہ و بر راہ مستقیم در رضائے رب کریم مستعد سازند، دریں جانب از دعوت اہل سوات فارغ شدہ برائے ازالۂ کفر و فساد تا بہ پنجتار رسیدہ است انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ابواب نصرۃ و فتح بر مجاہدین ابرار مفتوح خواہد شد خاطر جمع فرمائید السلام"

محررہ ۱۵ ذالحجہ ۱۲۴۰ھ[2]

ان مجاہدین میں ہمیشہ یہ خصوصیت رہی کہ اُن کی دعاؤں کے لئے ؎

اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

---

[1] نقطۃ العجلان [2] مآثر صدیقی ص ۵۵ ج ۳

چنانچہ اس جماعت میں انسلاک کی برکت سے صاحب ترجمہ کی دعاؤں میں بھی یہ خاصہ پایا گیا

جناب سید احمد کی شہادت کے بعد متعدد مقامات خصوصاً والی ٹونک کی طرف سے ملازمت کی خواہش ظاہر ہوئی، مگر "شہانِ بے کمر خسروانِ بے کلہ" کس کی ملازمت خاطر میں لاتے ہیں حیدر آباد (دکن) آپ کے والد ماجد سید اولاد علی خاں (انور جنگ بہادر) کے ارتحال کے بعد گورنمنٹ نظام نے مرحوم کے منصب ورا ملاک کی حوالگی کے لئے باضابطہ طلبی کا فرمان بھیجا، جہاں ۳ لاکھ روپیہ سرکاری خزانہ میں جمع تھا مگر اس بناپر انکار کر دیا، کہ یہ اُن کے (والد مرحوم کے) زمانہ تشیع کا منصب واندوختہ تھا، جناب شاہ محمد اسمٰعیل شہید اور شاہ عبدالحیؒ بڈھانوی گورنمنٹ (انگلشیہ) کے ملازموں کی دعوتیں قبول فرمالیا کرتے، مگر آپ اس مال کو مشتبہ سمجھ کر منع فرماتے، مولوی عبدالحی صاحب تو اعتراف کر لیتے، مگر حضرت شہید جواب دیتے، کہ "آخر کام ہی کر کے تو لیتے ہیں"

تصانیف

الاختصاص ببیان الحدود والقصاص (عربی) تقویۃ الیقین برد المشرکین، نور العرفان مرآۃ الصفا (در فقہ) راہ جنت (شرح چہل حدیث) فارسی نظم، رسالہ درمعنی کلمہ توحید، فتویٰ رد تعزیہ، رسالہ دربیانِ ما اہل بہ لغیر اللہ (در رد میاںجی یا علی) ترجمہ اردو حبل المتین، القول المتین فی حقوق الخلق اجمعین، رسالہ دربیان آداب وعظ، رسالہ دربیان بیعت وانواع دحقائق آں، ہدایت المومنین (در رد تعزیہ) یہ تمام کتابیں فارسی میں ہیں، اور اردو میں راہ سنت منظوم، رسالہ درمنع افروختن چراغاں برقبور راہ سنت سے چند اشعار نقل ذیل ہیں

اشعار

ہو اگر دنیا میں مرد با مراد — عامل سنت ہنگام فساد

الغرض دیکھیں جب ان آنکھوں سے ہم — یہ بلا کے اختلافات امم

اب کسی کا فعل ہو یا قول ہو — چاہیئے سنت سے اُس کو تول لو

مولوی فاضل ہو یا اُستاد پیر — یا ولی یا شیخ یا شاہ و فقیر

زندہ ہو مردہ ہو یا نزدیک دور — ہو ولایت یا کرامت کا ظہور

ہو رسالہ یا کہ ہو کوئی کتاب — مجتہد ہو یا فقیہہ لاجواب

گر اسے برحسب سنت پایئے — بے خطر اس کو عمل میں لایئے

گر نہ ہو سنت سے اس کو اتفاق — چھوڑ دے اس کو بے کرد ارشقاق

ہے خطا کی پیروی کرنا خطا — یہ اجازت کب ہوئی ہم کو روا

ہر طرح تبعیت اور تقلید عام — غیر پیغمبر کی ہے جائے کلام

مذہب ارباب سنت گر یقین — جز نبی معصوم عالم میں نہیں

مجتہد کے حق میں ہے یخطی یصیب — ہے خطا جائز ولی سے اے حبیب

جو خطا تقلید میں ہوتی معاف — کس لئے پڑتا بھلا پھر اختلاف

کہتے ہیں اکثر گروہ معتقد — ہے خطا سے پاک قول مجتہد

دشمن تحقیق ان کی بات ہے — جز نبی معصوم کس کی ذات ہے

علم ہیں رکھتے بہت عالم مگر — کس لئے نزدیک ارباب خبر

راہ پر کچھ اور کچھ بے راہ ہیں — گرچہ اہل علم ہیں آگاہ ہیں

اچھے اچھے ہیں خطا میں آپڑے — مذہب باطل میں عالم ہیں بڑے

الغرض یہ وہم ہیں سب نرخیال — ہے بجائے خود یہ دعویٰ محال

جان و دل سے چاہیے کرنا قبول — لطف قال اللہ اور قال الرسول

سُن چکے تم حسن ارشاد نبی

چاہیے سنت کی اب تو پیروی[1]"

اولاد و احفاد ۲ صاحبزادے مولوی سید احمد حسن عرشیؒ حضرت خاتمۃ المحدثین السید نواب صدیق حسن خاں اور ۳ صاحبزادیاں (جناب فاطمہ، مریم، محمدی) رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین،

بروز پنجشنبہ (قنوج میں) رحلت فرمائی، سید محمد امین مرحوم جالیسری نے بات بخیر سے مادہ تاریخ وفات نکالا، آپ کے ارتحال کے وقت حضرت نواب (صدیق حسن خاں) کی عمر ۵ سال کی تھی،

مولوی سید احمد حسن عرشیؒ بن سید اولاد حسن

(عدد مسلسل ۷۷) متوفی ۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۷ھ = ۲۳ نومبر ۱۸۶۰ء (عدد ۲)

مولد و منشا قنوج تاریخ ولادت ۱۹ رمضان ۱۲۴۶ھ مولانا سید اولاد حسنؒ (متوفی ۱۲۵۳ھ) کے بڑے صاحبزادے (جو حضرت نواب صدیق حسن خاں سے عمر میں دو سال بڑے تھے) بلاغ عالم کی صرف ۳۰ بہاریں دیکھیں، اور راہی ملک بقا ہوئے، آغاز تعلیم مکان ہی پر اور اس وقت کی مشہور رسم کے مطابق ہوا، تکمیل علوم کانپور، فرخ آباد،

---

[1] مطرق الحدید ص ۴۳-۴۹ (مؤلفہ حافظ عزیز الدین مراد آبادی)

بریلی اور علی گڑھ میں ہوئی، علی گڑھ میں حضرت شاہ عبدالجلیل (متوفی ۱۲۷۳ھ) سے پڑھا، حدیث شیخ عبدالغنی مجددی دہلوی سے آپ کے زمانہ قیام مدینہ منورہ میں پڑھی اور اسی دوران میں سند و اجازہ حدیث شیخ محمد عابد سندھی[1] سے بمع سند مسلسل بالاولیہ حاصل ہوا، دہلی بھی گئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا،

الغرض جملہ علوم نقلی و عقلی میں درجہ کمال حاصل تھا، عمل بالسنۃ کے بڑے شیدائی تھے ابتدائے عہد ہی میں رد تقلید میں "شہاب ثاقب" نامی کتاب لکھی، جس میں خوب داد تنقید دی، اور بھی چند کتابیں لکھیں (مگر ان کے ناموں سے راقم کو اطلاع نہیں ہو سکی) عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے فارسی اور اردو میں مرزا غالب سے مشورہ سخن حاصل تھا، جیسا کہ خود فرماتے ہیں ؎

مغلوب ہیں سب اہل جہاں میرے سخن سے　　ہوں زلہ ربا غالب اعجاز رقم کا

---

[1] شیخ محمد عابد سندھی بن احمد علی بن یعقوب سندھی فقیہ محدث جامع علوم عقلیہ و نقلیہ حنفی المشرب تھے مولد شہر سیون (حیدرآباد سندھ مرکز مدینۃ اٹک) تھا، تکمیل علمائے یمن سے کی، صنعا میں وارد ہوئے وزیر کی لڑکی سے عقد ہوا، امام صنعا نے آپ کو سفیر مقرر کرکے مصر بھیجا، ماہ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ میں مدینۃ الرسول میں رحلت کی، اور جنت البقیع میں دفن ہوئے، تصانیف میں یہ کتابیں ہیں، مواہب اللطیفہ علی مسند امام ابی حنیفہ، طوالع الانوار علی الدر المختار، شرح تیسیر الوصول الی احادیث الرسول، شرح بلوغ المرام، (از تذکرہ علمائے ہند فارسی ص۲۰۳)

جولاں کہاں پہ کیجے اگر لامکاں نہ ہو   ہمت کسے دکھائے اگر آسماں نہ ہو

اے وضع احتیاط یہ فصل بہار ہے   گلبانگ شوق زمزمہ سنج فغاں نہ ہو

اتنی ہی آرزو ہے ہمیں تجھ سے اے فلک   پیدا کی اک ہمیں بھی نہ ہووے جو ہاں نہ ہو

مجھے خوشی ہے ترے عشوہ ہائے بیم کی ...... رہے نہ کوئی ستم عذرِ امتحاں کے لئے

فارسی میں؟

ایکہ تا نام تو بر تو برزباں انداختہ   گوہر مقصود در جیب دہاں انداختہ

نو بہار شرم از فیض سحاب حمد تو   در ریاض طبع فرش ارغواں انداختہ

تا سُبک روحاں تن شوق تن پرستیہا کنند   زاغ بر لحم و ہما بر استخواں انداختہ

گل چہ گلبانگ ثنایش در تبسم مے زند   بلبل از ذکرش چہ آتش در فغاں انداختہ

اسی طرح عربی میں بھی آپ کی شاعری بے مثل ہے

ہمیشہ زیارۃ الحرمین کا شوق غالب تھا، تیسری مرتبہ بارادہ حج روانہ ہوئے بڑودہ میں مولوی غلام حسین بن مولوی رستم علی قنوجی کے مکان پر اترے، اور تپ اسہالی میں مبتلا ہو کر سفر آخرت اختیار کیا، وہیں شاہ عالم خاں مرحوم کی قبر کے پاس دفن ہوئے مولنا محمد عباس رفعت نے یہ قطعہ تاریخ لکھا

عرشیِ عالی گہر احمد حسن   در طفیل مصطفیٰ مغفور باد

رخت بربست از جہاں سوے بہشت   زیر طوبیٰ ہم نشینِ حور باد

گفت رفعت از پے تاریخ او

با امام المتقین محشور باد

۱۲ ھ ۷۷

السید نواب صدیق حسن خاں امیر بھوپال

(علاء مسلسل ۸۰) متوفی ۲۹ رجادی الاخری ۱۳۰۷ھ = ۱۷ فروری ۱۸۹۰ء (عدد ۳۵)

نواب امیر ملک دانش | صدیق حسن حقیق تقدیر
علامۂ دہر و بحر مواج | حلال معاقد تفاسیر
سرخیل محدثین اعلام | مقدام مفسرین تنویر
عریف دار بیت دانش آموز | سر حلقۂ عالمان تحریر
بر نوک زبان اوست محفوظ | قرآن و حدیث و فقہ و تفسیر
پاکیزہ نسب بخاری الاصل | از نجل عظام آل تطہیر
اکثر کتب و رسائل دین | از بہر افادہ کرد تحریر
در چار طرف مصنفاتش | چو مہر منیر یافت تنویر
ایں لاف مبالغہ مپندار | جولاں کنم اسپ صدق تقریر
آمد ز سن صبا باقبال | در بخت جواں و در خرد پیر
تا آنکہ شدہ امیر بھوپال | دارا د خدا العز و توقیر

ساکن قدیم شہر قنوج مولد بانس بریلی (جہاں آپ کا ننھیال تھا) سن ولادت ۱۹ جمادی الاولی ۱۲۴۸ھ سادات حسینی سلسلۂ نسب ۳۲ واسطوں سے جناب سید البشر حضرت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے جیسا کہ خود فرماتے ہیں:-

"میں صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ بن عزیز اللہ بن لطف علی بن علی اصغر بن سید کبیر بن تاج الدین بن جلال رابع بن سید راجو شہید بن سید جلال ثالث بن حامد کبیر بن ناصر الدین محمود بن جلال الدین بخاری (معروف بمخدوم جہانیاں جہاں گشت) بن احمد کبیر بن جلال اعظم گلسرخ بن علی موید بن جعفر بن احمد بن محمود بن عبد اللہ بن علی اشقر بن جعفر زکی بن علی نقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین سبط بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں مجھ سے حضرت تک ۳۲ نفس ہوئے"

ابقار المنن یا لقار المحن ص،

آپ کے دادا مرحوم (سید نواب اولاد علی انور جنگ بہادر) ریاست حیدر آباد دکن میں "در سرکار نواب شمس الامراء بہادر مرحوم داماد نواب نظام علیخان بہادر صوبہ دکن اقتدار تام بہم رسانید و بخطاب انور جنگ بہادر ممتاز شد قلعہ گھن پورہ در جاگیر داشت"[1]

اور یہ بزرگ شیعیت کی تاریکی میں سرگرداں تھے بارے صاحب ترجمہ کے والد ماجد مولانا السید نواب اولاد حسن جنہوں نے منجملہ دیگر اساتذہ کے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی سے اکتساب علم کیا اور امیر المومنین السید احمد بریلوی کی بیعت سے ممتاز ہوئے عقائد کے ان ظلمات سے نکل کر "الحنیفیۃ السمحۃ البیضاء" میں داخل ہوئے، مرحوم کی شادی منشی عوض علی

---

[1] نقطۃ العجلان ص ۱۷۱

(بانس بریلی) کے ہاں ہوئی جن سے منجملہ ۳ دختروں کے (فاطمہ، مریم، محمدی) سید احمد حسن عرشی اور حضرت والاجاہی، سید نواب صدیق حسن خاں متولد ہوئے، ان دونوں صاحبزادوں کی عمر (علی الترتیب) ۶ اور ۵ سال کی تھی کہ سید اولاد حسن صاحب نے سفر آخرۃ اختیار فرمایا، یہ کمسن بچے سایہ پدری سے کیا محروم ہوئے، کہ دنیا جہان کی تمام نعمتیں جواب دے بیٹھیں، اثاث البیت میں صرف اجداد کی کتابیں رہ گئیں جنہیں رات دن پلٹ رہے ہیں اور دیکھ دیکھ کر شوق علم پیدا ہو رہا ہے

محلہ کے مکتب میں پڑھنے بیٹھے، میزان منشعب سے لے کر شرح تہذیب اور مختصر معانی تک اپنے برادر بزرگ سید احمد حسن عرشی مرحوم سے پڑھے، سید احمد علی (فرخ آبادی) جو آپ کے والد کے مریدوں سے تھے اپنے ہمراہ فرخ آباد لے گئے، ان کے زیر سایہ کافیہ، شرح جامی، مولوی محمد حسین شاہجہاں پوری سے اور قطبی، میر قطبی، افق المبین، در مختار و مشکوٰۃ المصابیح دوسرے اساتذہ سے پڑھیں، آپ کے والد کے ارادتمندوں کی کیا کمی تھی آخر امیر المومنین السید احمد علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے، مرحوم کے متوسلین آپ کو کانپور لے گئے، یہاں ملا محمد مراد (بخاری) اور مولوی محمد محب اللہ پانی پتی سے پڑھا،

دار العلوم دہلی میں آخر (۱۲۶۹ھ میں) دہلی چلے آئے، اور صدر الافاضل مفتی العلامۃ مولانا صدر الدین کی خدمت میں (ایک سال ۸ ماہ تک) حاضر رہے، اور آپ سے یہ کتابیں پڑھیں یعنی

مختصر معانی (تا آخر) شرح وقایہ (عبادات تک) ہدایہ (معاملات تک) توضیح وتلویح قطبی و میر قطبی (تمام) سلّم العلوم، ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک صدرا (الی ما یعم الاجسام) شمس بازغہ، میرزاہد، میرزاہد شرح مواقف (الی بحث الوجود) میرزاہد (رسالہ الی المذہب المنصور) حاشیہ ملا عبد العلی بحر العلوم بر رسالہ میرزاہد (درس تک)، ملا جلال، شرح مطالع (سماعۃً)، تحریر اقلیدس مقالہ اول، مقامات حریری، مقامات ہندی (چند مقالہ سماعۃً)، دیوان حماسہ (بعض حصے)، دیوان متنبی (بقدر نصف) سبعہ معلقہ، شرح عقائد نسفی تفسیر بیضاوی (آخر سورۂ بقرتک)، الجامع الصحیح للبخاری ۴ پارے قراءۃً باقی کتاب سماعۃً

کہ بنفسہٖ مفتی صدر الدین اپنے شاگرد (نواب صاحب) کی سند میں تحریر فرماتے ہیں :-

"مولوی صدیق حسن صاحب قنوجی ذہین سلیم وقوت حافظہ وفہم درست ومناسبت تام با کتاب ومطالعۂ صحیح واستعداد تمام دارند جملہ کتب معقول رسمیہ از منطق وحکمت واز علم دین اکثر از بخاری وچیزے از تفسیر بیضاوی ومعاملات ہدایہ وفقہ واصول فقہ وعقاید وادب از فقیر اکتساب نمودند ومستعدانہ فہمیدہ خواندند، وباوجود سعادت ورشد وصلاح ونیک نہادی وصفائی طینت وغیرت واہلیت وشرم وحیا در اقران واماثل خود ممتاز اند"

اور حدیث و اجازہ حدیث ان حضرات سے حاصل ہوا، یعنی شیخ زین العابدین (بن محسن بن محمد السبعی الانصاری) و شیخ عبدالحق محدث بنارسی تلمیذ قاضی شوکانی یمنی و شیخ یحییٰ بن محمد بن احمد بن حسن الحازمی (قاضی عدن) و علامہ سید نعمان خیرالدین آلوسی زادہ (مفتی بغداد) و قاضی شیخ حسین عرب یمنی اور حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب دہلوی مہاجر مکی سے (بذریعہ خط)

"۲۱ سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر کے دہلی سے اپنے وطن قنوج میں واپس آئے یہاں بمشکل چند ماہ ان کا قیام رہا کیونکہ سوائے ان کے کوئی دوسرا مربی خاندان موجود نہ تھا، متعلقین اور عزیزوں کی معیشت کا مدار صرف اُن کے قوت بازو پر تھا، وجہ کفاف بھی کوئی ایسی موجود نہ تھی جو زندگی کی ضرورتوں کے لئے کافی و وافی ہوتی اس پریشان حالی اور تشتت بالی کی نسبت وہ لکھتے ہیں"

"نہ یارے کہ دریں سراسیمگی جوانمردی نماید و نہ غمگسارے کہ دریں افتادگی دستگیری فرماید در باب ہر گرا بجز چشم کشودن و دیدہ وا کردن بے پدری ربوبیت کند و در خانہ از نام درہم و دینار پشیزے میسر نہ بود واحدے از اقارب ہمدرد دل نباشد درا ہے نبودے کسب قوت لایموت نکشاید، و ہنرے کہ آلہ رزق و زندگانی تواند بود حاصل نبود، و بار جملہ خرد و بزرگ خانہ و ماند و لہ: خویش و بیگانہ بر سرش افتد حالت دل آں بیچارہ پراگندہ خاطر چہ خواہد بود سہ

نہ قاصدے نہ صبائے نہ مرغِ نامہ برے   کسے ز بیکسی من بمی برد خبرے[۵۱]''

ناچار اس بے کسی کے عالم میں'' فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رزقہ'' کے مطابق رختِ سفر باندھا، بھوپال تشریف لے گئے، جس کی علم پروری کا غلغلہ ہر سو بلند تھا، مگر نو وارد مسافر کا کون یار و مددگار ہو سکتا تھا، کرایہ کے مکان میں رہنے لگے، چند روز بعد ایک درخواست مدار المہام منشی (مولانا) محمد جمال الدین صاحب (جن سے بعد میں شرف مصاہرت نصیب ہوا) کی خدمت میں پیش کی مولانا علی عباس چڑیا کوٹی جو ان دنوں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے ساعی ہوئے ۵۰ روپیہ ماہانہ مشاہرہ پر ملازمت مل گئی، کچھ مدت بعد حسن کارگزاری پر خلعت کے ساتھ عہدۂ میر دبیر پر تقرر ہوا، مگر اسی دوران میں علامہ چڑیاکوٹی (مولانا علی عباس مرحوم) سے مسئلہ حقہ کشی (یا نوشی) پر بحث ہو گئی، حضرت والا جاہی اگرچہ اس کے عادی نہ تھے، مگر میلان اباحت کی طرف تھا، اور مولانا ممدوح مائل الی التحریم، یہ مباحثہ باہمی چشمک کا سبب ہو کر باعث معزولی ہوا

تاریخ انسلاک ملازمت ماہ صفر ۱۲۷۲ھ اور یوم انفکاک ۱۶ محرم ۱۲۷۳ھ

یعنی کل مدت ایک سال

مگر حضرت والا جاہی کے عہد امارت میں مولانا علی عباس صاحب سے تعلقات پھر استوار ہو گئے، اور آپ نے سیدہ صفیہ (بنت نواب صاحب) کی ولادت (۱۲۸۰ھ) پر ذیل کا قطعہ تاریخ (عربی) لکھ کر پیش کیا

---

۵۱ آثر صدیقی ج ۲ ص ۱۸

اعطی الالہ صدیق الصافی الحلد — بنتا مکرمۃ فاقت علی الولد
ان رمت تاریخ باقی الببنت صافیۃ — فہاک ماشئت من حرف ومن عدد
واضربہ فی تسعۃ قد قاربت عشرا — واثنتین مع عشر فی مابلغت زد
واطرح الی ما استطلت صنفاً ربعۃ — وخذ من الباق شطرامنہ واعتمد
واضرب لہٗ مال مال الکعب فی عشر — تظفر بما رمت من تاریخہا تجد

علامہ ممدوح نے حضرت والاجاہ کی بعض تصانیف پر بھی قصاید لکھے فقال

"لاکسیر فی اصول التفسیر" یعنی

فسر النواب عالی الجاہ من — کل خاف قد تواری واکتمن
خاق فی التفسیر ابناء الزمن — من کلام اللہ رب العالمین
قلت فی تاریخہ متشعرا — افوق تفسیر صدیق الحسن

از اکسیر فی اصول التفسیر ص ۱۱۷

معزولی کے بعد بھوپال سے بادل نخواستہ پھر قنوج واپس تشریف لے گئے، ہنوز سلسلۂ معاش کی فکر میں تھے کہ ہنگامہ سن ۵۷ (۲ / جون ۱۸۵۷ء ۱۲ / شوال ۱۲۷۳ھ) رونما ہوا، جس کی زد سے قنوج و فرخ آباد بھی نہ بچ سکے رہا سہا اثاث البیت اس کی لپیٹ میں آگیا آپ کے والد حضرت العلامہ السید اولاد حسن کے متوسلین نے اس تباہی کا ماجرا سنا تو تمام "اہل البیت" کو بلگرام لے گئے، مگر وہ خود اس سیلاب سے مفلوک الحال ہو چکے تھے، ان کی امداد کیا کرتے

"والاجاہ کو کئی مہینہ تک صرف ایک سیاہ جامۂ خشن

اور نان خشک شبینہ پر وقت گزاری کرنا پڑی، جب کپڑا پھٹ جاتا اپنے ہاتھ سے سی لیتے جب میلا ہو جاتا تو خود دریا پر جا کر دھو لاتے متعلقین کا بھی اس سے زیادہ بہتر حال نہ تھا،"[۵۱]

زمانہ قیام بلگرام میں دریائے گنگا پر غسل فرما رہے تھے کہ سرکش سکھوں کا ایک دستہ آنکلا اور آپ کا گورا چٹا بدن دیکھ کر معاً انگریز کا گمان کر کے بندوق کی نالی سیدھی کر دی کہ "ایک واقف کسان دوڑا اور ان لوگوں سے چلا کر کہا، ایسا غضب نہ کرنا یہ تو بڑے حضرت صاحب کے صاحبزادے ہیں میں ان کو برسوں سے جانتا ہوں"[۵۲]

زندگی کے دوبارہ لوٹنے پر آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں عربی میں ایک طویل قصیدہ بعنوان

القصیدۃ العنبریہ فی مدح خیر البریہ

لکھا، جس کے بعض اشعار یہ ہیں

اخترت بین اماکن الغبراء	دار الکرامۃ بقعۃ الزوار
ہل لی مکان فیہ اطلب راحتی	من دونہا فی البر والامصار
ما فضلہا فوق المواضع کلہا	الا لعرف فاح فی الاقطار
قلبی لیطیر الی طیور مروجہا	والی جوار ریاضہا الغنار
بابی بلاقعہا التی فاقت علی	وادی المقدس مہبط الاسحار

---

۵۱ مآثر صدیقی ج ۲ ص ۲۶ ۵۲ مآثر صدیقی ج ۲ ص ۲۷

مالاح فی جو السماء بوارق لا وادری النار فی احشار

کیف الوصول الی منازل طیبة فیها لمفتقر حصول رجاء

لو کان ادنے جذبة نبویة لوصلت ثم باسرع الاٰناء

انی عشقت علی اقامة طابة فمتی افوز بجنة الدنیاء

لیس البلوغ بارضها فی قدرتی شتان بین الھند والزوراء

کیف الذی یرجو نزول ربوعھا یثوی بھا فی بہجة درداء

. . . .

زمانہ قیام بلگرام ہی میں قرآن پاک حفظ کیا

بھوپال میں دوسری مرتبہ سکون ہنگامہ کے بعد مراجعت فرمائے قنوج ہوئے تو عسرت نے جمنے نہ دیا، گھر سے نکلے ہی تھے کہ رئیسہ بھوپال جناب نواب سکندر بیگم صاحبہ نے (از خود) فرمان طلبی بھیجا، مگر موسم کی ناہمواری کے ہاتھوں اتنی دیر میں بھوپال پہنچے، کہ معائدین کو رخنہ اندازی کا پورا موقعہ مل گیا اور حکم منسوخ ہو گیا،[1] آخر یہ شعر پڑھتے ہوئے (۱۹ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ کو) لوٹے

ماز بھوپال گزشتیم تو دل شاد نشیں

قفل بر در مزن و خار بہ دیوار منہ

ٹونک میں بارادہ قنوج راستہ میں ٹونک وارد ہوئے، سید اسمٰعیل (از خویش حضرت السید امیر المومنین سید احمد علیہ الرحمہ) اپنے

---

[1] مآثر صدیقی جلد ۲ ص ۳۸

دولتکدہ پر لے گئے، نواب وزیرالدولہ (امیرالملک محمد وزیر خاں بہادر نصرت جنگ مرحوم) کو اطلاع ہوئی، منشہ ماہانہ مشاہرہ مقرر فرمایا، اور ٹونک رہنے پر مصر ہوئے، (مگر حضرت والا جاہی) یہاں کی طرز معاشرت سے جلدی دل برداشتہ ہو گئے، ۴ ماہ کی رخصت کے لئے درخواست دی اور اسی اثنا میں دربار بھوپال کی طرف سے پھر طلبی ہوئی

تیسری مرتبہ بھوپال میں

بتاریخ یکم صفر ۱۲۷۶ھ پھر بھوپال پہنچے، اس مرتبہ منشہ روپیہ ماہانہ مشاہرہ مقرر ہوا، اور تاریخ نگاری ریاست کی خدمت تفویض ہوئی، بھوپال میں یہ داخلہ گویا فاتحانہ تھا، کہ عروج نے قدم چومے اور اقبال خود کو نچھاور کرنے لگا، مدارالمہام صاحب منشی (مولینا) محمد جمال الدین کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح ہوا، عہدہ میں یوماً فیوماً ترقی ہونے لگی، قنوج سے اپنی والدۂ محترمہ اور بہنوں کو بلا کر مستقل طور پر قیام فرما ہو گئے

رئیسہ بھوپال نواب سکندر جہاں بیگم صاحبہ داعی اجل کو لبیک کہہ چکی تھیں جن کے بعد اُن کی صاحبزادی جناب نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ سریر آرائے سلطنت ہوئیں جو بیوہ ہو چکی تھیں بیگم صاحبہ نے نواب صاحب کی قابلیت و دیانت کو دیکھ کر شریک امور سلطنت بنانا پسند فرمایا اور نواب صاحب سے نکاح کر لیا، اس کی وجہ سے آپ دین و دنیا کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوئے اس قرآن کی بدولت حضرت نے دین کی خدمت میں وہ حصہ لیا کہ رؤساء

امرا رہیں" نہ تو آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ قلب انسانی پر اس کا واہمہ گزرا" (کذا فی الحدیث مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر)

حضرت (والا جاہی) نے دین و علم پر خود بے بہا اور بے شمار کتابیں لکھیں دینی کتابیں جو بیش قیمت ہونے کے ساتھ نایاب ہو چکی بعض عرب و عجم سے گراں بہا قیمتوں پر حاصل کر کے مصر، بیروت اور ہندوستان کے مختلف مطابع میں لاکھوں روپیہ خرچ کر کے چھپوائیں اور طلب محض پر قدر دانوں کی نذر کر دیں، کہ آج عرب و عجم کا کوئی کتب خانہ "نواب صاحب" کی تصانیف و مطبوعات سے خالی نہ ہو گا

علمائے اعلام کی کتابوں میں جو کتابیں بصرف زر کثیر چھپوا کر (مفت) تقسیم فرمائیں، ان میں سے یہ قابل ذکر ہیں، فتح الباری شرح الصحیح للبخاری، تفسیر ابن کثیر، نیل الاوطار (للشوکانی) پر ۲۵ ہزار روپیہ اور تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان فی مقاصد القرآن (مصنفہ حضرت والا جاہی) پر ۲۰ ہزار روپے صرف ہوئے، فتح الباری کا قلمی نسخہ ۶ سو روپیہ میں خریدا اور ہزاروں کی لاگت سے چھپوا کر مفت تقسیم کرا دیا، چہ جائیکہ اس وقت تک ملک میں صحیح بخاری تک کی افراط نہ تھی، خود حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے درس میں بخاری شریف کے ۲ نسخے تھے جن کے اجزا علیحدہ علیحدہ کر کے طلبا کو دے دئیے جاتے، کہ متفرق سباق کے لئے اس کے بغیر اور کوئی سہولت نہ تھی،

مصر و بیروت سے کتابیں چھپوانے کا دستور یہ تھا کہ مولوی غلام رسول[۵۱] مرحوم (بمبئی) صرف اسی مہم پر تعینات تھے جو ان ممالک میں بھی آتے
حضرت نواب صاحب نے بنفسہ ۲۲۲ کتابیں لکھیں جن کی ضخامت لاکھوں صفحات تک ہے، ان میں عربی، فارسی اردو ہر زبان میں بہتر سے بہتر تصانیف ہیں،

ان تصانیف میں اکثر کتابیں اس مرتبہ کی ہیں جن سے مبتدی اور منتہی دونوں کو (شاید) مفر نہ ہوگا،

نواب صاحب کی بہترین تصانیف

خود فرماتے ہیں "میری تالیفات میں سے جو کتابیں معتبر یا علم الہدیٰ کا درجہ رکھتی ہیں وہ یہ ہیں"

"فتح البیان فی مقاصد القرآن، عون الباری، السراج الوہاج، حضرات التجلی، تاج المکلل، مسک الختام، نیل المرام، اکلیل الکرامہ، حصول المامول، ذخر المحتی، روضۃ الندیہ ظفر اللاضی، الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ، رسالہ دو نخ، نزل الابرار، افادۃ الشیوخ بمقدار الناسخ و المنسوخ، بدور الاہلہ، تقصار جیود الاحرار من تذکار جنود الابرار، حجج الکرامہ، دلیل الطالب،

---

۵۱ بمبئی میں ابتک محمد بن غلام رسول تاجر کتب بھنڈی بازار انہی مولوی غلام رسول کے پوتے ہیں

۵۲ مآثر نقی ج ۴ ضمیمہ ص ۲۰

ریاض المرتاض، صنو الشمس، خیرۃ الخیر، لسان العرفان، الدرر البہیہ الانتقاد الرجیح فی شرح الاعتقاد الصحیح، الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ، رسالہ ذم علی الکلام، اربعون اخبار متواترہ، المعتقد المنتقد، اجوبہ بعض اسولہ ... رسالہ احتوی، اتحاف النبلاء المتقین باحیاء ماثر الفقہاء المحدثین[۵۱]

ولیکن ان کے ساتھ چند اور کتابیں بھی منضم (اور بدرجہ اولی) ہوسکتی ہیں یعنی، اکسیر فی اصول التفسیر (فارسی) ترجمان القرآن (تفسیر اردو ۱۱ جلدوں میں) ابجد العلوم (عربی) (بصورت اسلامی دائرۃ المعارف صفحات تقریباً ایک ہزار)، ابقاء المنن بالقاء المحن (اردو) والا جاہی نے خود اپنے سوانح حیات نہایت سوز سے لکھے فتح العلام لشرح بلوغ المرام (عربی) لقطۃ العجلان لما تمس الی معرفۃ حاجۃ الانسان، اور یہ کتابیں صرف ہندوستان ہی میں محدود نہ رہیں بلکہ تمام ممالک عرب و عجم میں تقسیم ہوئیں یعنی

مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، حلب، جزائر، عدن، عسیر، بغداد، مصر، شام، اباعریش، صنعا، مرادعہ، بیت الفقیہہ، حدیدہ، یمن، عراق، قدس، طرابلس، بلغاریہ، اسکندریہ، نجد، بیروت، قسطنطنیہ، زبید، قازان، دمشق، اصفہان، طہران، ایران، کابل، خراسان وغیرہ

---

۵۱ ماثر صدیقی ج ۴ ص ۱۴۳

بیرونی ممالک میں بھیجنے کا دستور یہ تھا کہ ان شہروں میں وکیل مقرر تھے، جنہیں والا جاہی متعدد نسخے بھیج دیتے اور وہ حضرات اہل علم کی نذر کرتے رہتے ان میں بعض وکلا کے اسمائے گرامی ماثر صدیقی میں (ص ۷۷ ا پر) مرقوم ہیں مثلاً "مصر کے لئے احمد آفندی العشی اور شیخ احمد حلبی البابی، اسکندریہ کے لئے حبیب آفندی غرزوزی بیروت کے لئے بشارت آفندی الشداق، جدہ کے لئے طاہر آفندی مشاط، دارالخلافہ (قسطنطنیہ کے لئے) سید احمد بن ناصر عدن کیلئے عبداللہ حسن علی رجب بک، بصرہ کے لئے شیخ عیسیٰ بن قرطاس، بغداد کے لئے عبدالقادر بک حشمت، تونس کے واسطے سید محمد العربی رئیس[1]"
ہندوستان میں دیگر ذرائع ترسیل (کتب) کے سوا مشہور شہروں میں وکیل مقرر تھے یعنی بمبئی کے لئے سید علی محمد بن محمد بن ابراہیم، لاہور و پنجاب کے لئے شیخ محی الدین لاہوری (ان کا ترجمہ علمائے لاہور میں منقول ہے) اور مولوی عبدالمجید صاحب دہلوی مالک مطبع انصاری نواح دہلی کے لئے، صوبہ یوپی کے لئے مصطفےٰ خانصاحب مالک مطبع نظامی کان پور، بھوپال میں علاوہ کتب خانہ والا جاہی کے میر صاحب علی مرحوم ناشر کتب حضرت مرحوم تھے
آپ کی تصانیف پر عرب عجم اور ہندوستان کے علما نے تقریظیں لکھیں اور ان سب کو سلیم فارس آفندی بن احمد فارس صاحب جاسوس

---

[1] اخبار الجوائب باب عالی بابت ۲۲ صفر ۱۲۹۰ھ بحوالہ ماثر صدیقی

و مدیر "الجوائب" نے جمع کرکے "قرۃ الاعیان و مسرۃ الاذہان" کے نام سے شائع کیا، ان میں خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالحمید خاں غازی کا فرمان جلالت نشان" (حرر فی الیوم ۲۰ من شہر الربیع الاول سن ۱۲۹۰ھ) بمعہ تمغۂ مجیدی اور خط عظمت نمط سید خیر الدین پاشا صدر اعظم دارالخلافۃ الاسلامیہ (محررہ ۱۸ ربیع الآخر سن ۱۲۹۶ھ) قابل ذکر ہیں[۵۱]

مدارس | آپ کے عہد میں بھوپال میں یہ مدرسے تھے

مدرسہ بلقیسی "، اس میں ملک محروسہ کے یتیم و لاوارث بچے پرورش پاتے
مدرسہ سلیمانیہ، اس میں تعلیم کے درجات ذیل رکھے گئے تھے

مولوی، عالم، فاضل، منشی، منشی، قابل،

"یہ آخری خطاب اس طالب علم کو دیا جاتا جو خوشخطی، انشاپردازی، قانون دانی، حساب اور ریاضی میں ماہر ہوتا، محرری میں پاس ہونے والے کو ۱۰ سے ۱۵ روپے ماہوار تک تنخواہ ملتی، انشاپردازی میں کامیاب کو ۱۵ سے ۳۰ روپے تک مشاہرہ ملتا، منشی قابل کو ۳۰ سے ۵۰ روپے تک، اسی طرح ریاست کے رواج کے مطابق ہندی کے بھی درجات اور مشاہرے تھے"[۵۲]

مدرسہ جہانگیری و مدرسہ صدیقی بھی تھے،

کتب خانے | مدارس کے ساتھ ساتھ کتب خانے بھی تھے، یعنی کتب خانہ فیض عام، کتب خانہ مدرسہ جہانگیری، کتب خانہ سرکاری اور کتب خانہ والاجاہی

---

۵۱ مآثر صدیقی ج ۲ ص ۱۳۶ و ص ۱۲۷ ۵۲ مآثر صدیقی

کتب خانہ والا جاہی میں کیسے کیسے نوادر ہوں گے' آپ کے شوق مطالعہ وجذبۂ ترویج کتاب وسنۃ سے اندازہ کر لیجئے' یہ کتب خانہ آپ نے اپنے آخری عہد حیات میں ورثا پر تقسیم فرما دیا' اور آپ کے خلف الصدق حسام الملک نواب علی حسن خاں مرحوم نے اپنا ترکہ (کتب) ندوۃ العلما لکھنؤ کو وقف کر دیا فنعما ھی

عہد والا جاہی میں عام اصلاح میں بعض باتیں قابل ذکر ہیں یعنی زنان بازاری کے دروازوں پر پہرہ دار مقرر فرما دئے کہ شوقینوں کے نام لکھ کر پیش کریں' والا جاہ انہیں بلا کر تنبیہ فرماتے' اللہ ورسول کے حکم سناتے' جن سے وہ لوگ آخر اس شوق سے دستکش ہوتے گئے'

جو لوگ قبروں پر جاروب کش تھے انہیں مساجد میں اسی فریضہ پر لگا دیا گیا' مقابر کے مجاوروں کو مسجدوں کا پیش امام مقرر کر دیا' اور وظائف میں بھی کمی نہ فرمائی'

حفظ حدیث کا التزام ترویج حدیث کی اس انوکھی راہ کو دیکھئے کہ نواب صاحب نے حفظ کتب حدیث کا اعلان فرمایا' صحیح بخاری پر ایک ہزار روپیہ اور بلوغ المرام پر ایک سو روپیہ انعام مقرر ہوا' جن حضرات نے اس سعادت سے حصہ لیا' ان میں سے ۲ کے نام معلوم ہو سکے ہیں' اور ان ۲ میں سے ایک غریب آسودۂ لحد ہو چکے ہیں' یعنی مولوی حکیم عبدالوہاب نابینا دہلوی اور دوسرے مولوی عبدالتواب صاحب غزنوی علی گڑھی ابھی تک بقید حیات موجود ہیں مولوی عبدالتواب صاحب اس ... وقت مولوی حمید اللہ (میرٹھی) کے

مدرسہ میں پڑھتے تھے، آپ نے حفظ صحیح بخاری کا التزام کیا نواب صاحب کی خدمت میں اطلاع لکھ دی، انعام کے علاوہ اختتام تک ۲۰ روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر ہوا، مگر اس اعلام کے ۱۵ روز بعد نواب صاحب نے داعی اجل کو لبیک کہا،

عہدۂ معتمد المہام بتاریخ ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۸۷۱ء کو مرحمت ہوا جس کے لوازم حسب ذیل مرحمت ہوئے یعنی،

خلعت ۹ پارچہ، ۵ عدد جواہر، چتر آفتابی، چنور، اسپ، فیل، پالکی و جاگیر ۲۴ ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب معتمد المہام نائب دوم ریاست خطاب نواب والا جاہ امیر الملک اور ۱۰ ویں شعبان ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۸۷۲ء کو خطاب

نواب والا جاہ امیر الملک سید محمد صدیق حسن خاں

پیش ہوا اور جاگیر ۲، ۷، ۴، ۵ (روپیہ ۱۰ آنہ ۱ پائی)، تاحین حیات مقرر ہوئی، اور خطوط من جانب انگلشیہ میں القاب و آداب ذیل مقرر ہوئے، یعنی

نواب صاحب معدن محامد اخلاق مخزن مکارم اختصاص
نواب والا جاہ امیر الملک سید محمد صدیق حسن خاں بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ
بعد تشیید مبانی خلوص و یکتا دلی مکشوف رائے مہر آرائے باد

عہد نوابی سے پہلے والا جاہ مرحوم رئیسہ عالیہ کو مصارف نان و نفقہ اپنی تنخواہ سے مبلغ ۳ ہزار روپیہ دیتے تھے، مگر خطاب نوابی و اضافہ جاگیر کے ساتھ

لہ مآثر صدیقی ج ۳ ص ۱۳۰

ہی رئیسہ ممدوحہ مرحوم کے مصارف ۶ ہزار روپیہ سالانہ مقرر کیا، جس کو خزانہ عامرۂ سرکاری میں تا حین حیات داخل کرتے رہے"[۱]

"جاگیر میں شرعاً جو ناجائز رقوم سوائی شامل تھیں، والا جاہ نے ان کو لینا گوارا نہیں کیا اور مبلغ ۲۷ ہزار روپیہ جو رقوم سوائی کا وقتاً فوقتاً حصول ہوتا رہا، اس کو خزانہ ریاست میں واپس کر دیا"[۱]

انتزاع خطاب و اختیارات

آخر جناب والا جاہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کی علمی سرگرمیوں پر برادران دین نے حسد کیا، جاہ و مرتبہ خویش و اقارب کو ناپسند آیا عام مسلمانوں میں حضرت کا یہ وقار گورنمنٹ عالیہ کی نظر میں خار ہوتا گیا

گرا جو دامن گلچیں میں گل نے رو کے کہا
کہ میری جان کا دشمن تمہارا رنگ و بو میرا

اور ان سب کا ردعمل خطابات و اختیارات سے علیحدگی تجویز ہوئی، مگر قرارداد جرم مرتب کرنے کے لئے ابھی کسی بہانہ کی ضرورت تھی

ادھر قصۂ فرہاد و داستان قیس یعنی مجاہدین کا وہ خونی افسانہ ابھی زبان زد عام تھا، جس نے کوہستان کشمیر و کابل کو اپنے خون شہادت سے لالہ زار بنا دیا تھا، انبالہ کا وہابی کیس ابھی ابھی ختم ہوا تھا جس میں حضرات صادقپور بہار — مولوی احمد اللہ و مولانا یحییٰ علی و حضرت عبدالرحیم و سیدنا عبدالغفار و منشی و مولانا جعفر علی تھانیسری وغیرہم کالے پانی[۱]

---

[۱] مآثر صدیقی ج ۲ ص ۹۴

کو بجبر نور سے بدلنے کے لئے بھیج دیئے گئے تھے، ان احوال میں السید صدیق حسن خاں جیسے مجدد الوقت پر الزامات لگانے کیا مشکل تھے، پس یہ مُعد اد جرم یوں مرتب کی گئی

الزامات

"(۱) ترغیب جہاد اور گورنمنٹ کی مخالفت"

"(۲) مذہب وہابیت کی ترغیب"

اور ان دونوں دفعات کو بھلا کرنے کیلئے یعنی

"(۳) رئیسہ عالیہ کو پردہ نشین بنا کر مددہی رئیسہ کے نام سے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لینا"

"(۴) جاگیرات کی ضبطی"

"(۵) سختی بندوبست"

"(۶) نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کو رئیس عالیہ کا مخالف کرنا"

"(۷) رئیسہ عالیہ اور نواب ولی عہد میں ناموافقت پیدا کرنا"[۵]

اور یہ رسم انتزاع ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۲ھ = ۲۸ اگست ۱۸۸۵ء کو عمل میں آئی۔

مدت نوابی ۱۴ سال ۱۰ ماہ ۱۶ روز یعنی ۴ اکتوبر ۱۸۷۱ء لغایۃ ۲۸ اگست ۱۸۸۵ء

نواب صاحب موت کے کنارے پر

از مولوی ذوالفقار احمد مرحوم بھوپالی

"شیخنا المرحوم کی آخری تالیف کتاب "مقالات الاحسان" ہے

---

۵ مآثر صدیقی ج ۳ ص ۳۰

یہ کتاب ترجمہ ہے فتوح الغیب کا جو کہ سید نا و مولانا حضرت سید عبد القادر گیلانی رضی اللہ عنہ کی تالیف ہے جب اس کا طبع ہونا شروع ہوا تو میں نے اور انہوں نے اس کا مقابلہ کیا جب صحت نامہ کا وقت آیا تو وہ بیمار تھے میں نے اور ایک اور شخص نے اس کا مقابلہ اُن کے روبرو کیا مرض استسقا ہو گیا تھا نہایت درجہ ایذا ہوئی مگر بڑے مستقل مزاج تھے وفات کے وقت تک استقلال رہا صبر اس اور بے صبری کا کلمہ ہرگز زبان سے نہیں نکلا ایام بیماری میں شب کو میں اُن کے پاس رہتا تھا رات کو نیند نہیں آتی تھی اور نہ لیٹا جاتا تھا پلنگ پر قبلہ رُخ بیٹھے رہتے سامنے تکیے رکھ لیتے تھے اُن پر سر رکھ لیا کبھی اُٹھا لیا، اسی طرح ساری رات بسر ہوتی تھی اکثر یا ارحم الراحمین کہتے تھے بیماری کی تو شدت لکھنے کی طاقت نہیں مگر علم کا شوق وہی مجھ سے کہا بھائی تم آخر اور جگہ بیٹھ کر لکھتے ہو ہمارے سامنے ہی لکھا کرو میں اس وقت مراۃ النسواں لکھتا تھا لیس یعنے اُن کے روبرو لکھنا شروع کیا ظہر عصر تک اُن کے کمرے میں لکھتا پھر گھر جاتا بعد عشا کے پھر آجاتا تھا تو رات کو بھی چراغ کے روبرو بیٹھ کر اُن کے سامنے لکھتا تھا، اس سے اُن کو انس ہوتا، اس اثنا میں باتیں بھی کرتے جاتے تھے کئی دنوں سے اسی طرح ہوتا تھا کبھی فرماتے بھائی آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو مثل دوا کے کہ جب بیمار ہوں تو اُن کی حاجت ہو اور ایک مثل غذا کے کہ کسی حالت میں اُس سے چارہ نہیں ہے میری یہی مثال

ہے غرضیکہ چہار شنبہ بست و نہم[۲۹] ماہ جمادی الآخریٰ ۱۳۰۷ھ کو ناگاہ جی میں آیا کہ آج ۲ بجے سے اُن کے پاس جاؤں چنانچہ جلدی سے کھانا کھا کر ان کے پاس حاضر ہوا تو تکیے پر سر رکھے ہوئے تھے میں نے سلام کیا تو سلام کا جواب دیا اور فرمایا اچھا ہوا سویرے آ گئے پھر باتیں کرتے رہے بے قراری زیادہ تھی دوا علاج ہوتا رہا مگر کچھ نفع نہیں ہوتا تھا، اسی طرح ہوتے ہوتے رات کے ۱۲ بج گئے، اس وقت یا اس سے قبل کہا بھائی آگرے سے ہماری کتاب نہیں آئی میں نے کہا وہ چھپ گئی اُس کا صحت نامہ بھی تیار ہو کر گیا فرمایا اچھا ہوا مہینہ بھی پورا ہوا اور ہماری تالیف بھی پوری ہوئی، پھر کوئی دوا لایا تو پی لی ذرا دیر بعد میں نے کہا کچھ آپ کو تسکین ہے فرمایا کسی قدر پھر کہا اب ہم دوا نہیں پئیں گے اتنے میں ایک بج گیا ذرا دیر بعد بے قراری ہوئی تو بسرعت ٹوپی سر سے اُتار کر ڈال دی اور ذرا پاؤں پھیلائے اور چہرے پر پسینہ آیا بکشادہ پیشانی بکمال درستی ہوش وحواس جان بحق تسلیم کی، اس وقت ایک بجے بر ہ منٹ گئے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون رحمۃ اللہ تعالیٰ بعد نماز صبح غسل دیا گیا نماز جنازہ میں ایک خلق کثیر تھی کئی بار نماز ہوئی بروز پنجشنبہ یکم رجب ۱۳۰۷ھ کو قبل دوپہر کے اپنے خاص قبرستان میں مدفون ہوئے۔"

قضاء الارب من ذکر علماء النحو الارب صفحہ ۲۵۶، ۲۵۸

مصنفات والاجاہ نواب السید صدیق حسن خاں

سلسلہ	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۱	۱	تفسیر	عربی	فتح البیان فی مقاصد القرآن (۷ ضخیم مجلدات میں ۲ مرتبہ چھپی)
۲	۲		اردو	ترجمان القرآن (۱۵ جلدوں میں)
۳	۳		فارسی	الاکسیر فی اصول التفسیر (اصول تفسیر حالات مفسرین، کتب تفسیر و طبقات کتب تفسیر پر)
۴	۴		"	افادۃ الشیوخ بمقدار الناسخ والمنسوخ
۵	۵		"	نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام
۶	۶		"	تفسیر الکل بتفسیر الفاتحۃ والکل
۷	۱	شروح حدیث	عربی	عون الباری لحل ادلۃ البخاری (۲ مجلدات)
۸	۲		"	السراج الوہاج فی شرح مختصر الصحیح المسلم ابن الحجاج (۲ مجلد)
۹	۳		"	فتح العلام بشرح بلوغ المرام
۱۰	۴		فارسی	مسک الختام شرح بلوغ المرام
۱۱	۵		عربی	الروض البسام من ترجمۃ بلوغ المرام

نام کتاب	زبان	فن	عدد	نمبر
الادراک فی تخریج احادیث الاشراک	فارسی		۶	۱۲
اربعون حدیث فی فضائل الحج والعمرة	عربی		۷	۱۳
اربعون حدیثاً متواترة	"		۸	۱۴
تمیمة الصبی فی ترجمة الاربعین فی احادیث النبی	اردو		۹	۱۵
عین الیقین (ترجمہ اربعین للغزالی)	"		۱۰	۱۶
خیر القرین (ترجمہ اربعین)	"		۱۱	۱۷
بغیة القاری فی ثلاثیات البخاری	"		۱۲	۱۸
توفیق الباری لترجمة الادب المفرد للبخاری	"		۱۳	۱۹
جامع السعادات ترجمہ منبہات (ابن حجر)	"		۱۴	۲۰
الدرر الرواد (؟)			۱۵	۲۱
نزل الابرار بالعلم الماثور من الادعیة والاذکار	عربی	[illegible]	۱۶	۲۲
تقویة الایقان بشرح حلاوة الایمان	اردو		۱۷	۲۳
حضرات التجلی من نفحات التحلی والتخلی	عربی		۱۸	۲۴
ہادی القلب السلیم الی درجات جنات النعیم	اردو		۱۹	۲۵
حظیرة القدس وذخیرة الانس	فارسی		۲۰	۲۶
عرف الجادی من جنان ہدی الھادی	"		۲۱	۲۷
مثیر ساکن الغرام الی روضة دار السلام	عربی		۲۲	۲۸
غراس الجنة	اردو		۲۳	۲۹

	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۳۰	۲۴		عربی	النحنہ ببشارۃ اہل الجنۃ
۳۱	۲۵		؍؍	یقظہ لاولی الاعتبار فیماورد من ذکر اہل النار
۳۲	۲۶			النذیر العریان من درکات النیران
۳۳	۲۷		عربی	الدین الخالص (۲ مجلدات میں)
۳۴	۲۸		؍؍	فتح المغیث بفقہ الحدیث
۳۵	۲۹	حدیث	؍؍	منہج الوصول الی اصطلاح حدیث الرسول
۳۶	۳۰		؍؍	کشف الکربہ عن اہل الغربہ
۳۷	۳۱		؍؍	الرحمۃ المھداۃ الی من یرید زیادۃ العلم علی احادیث المشکوٰۃ
۳۸	۳۲			اتباع السنہ فی جلۃ ایام السنہ
۳۹	۳۳			الحرز المکنون من لفظ المعصوم
۴۰	۱		اردو	النصح السدید لوجوب التوحید
۴۱	۲		؍؍	مراد المرید فی اخلاص التوحید
۴۲	۳		؍؍	اخلاص التوحید للمجید الحمید
۴۳	۴	عقائد	؍؍	اخلاص الفواد الی توحید رب العباد
۴۴	۵		؍؍	منہاج العبید الی معراج التوحید
۴۵	۶		؍؍	الانفکاک عن مراسم الاشراک
۴۶	۷		؍؍	التفکیک عن انحاء التشریک

نمبر	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۴۷	۸		اردو	الاحتوا علی مسئلۃ الاستوا
۴۸	۹		〃	تعلیم الایمان
۴۹	۱۰		〃	دعایۃ الایمان الی توحید الرحمٰن
۵۰	۱۱		اردو	دعوۃ الداع الی ایثار الاتباع علی ابتداع
۵۱	۱۲		عربی	الانتقاد الرجیح فی شرح الاعتقاد الصحیح
۵۲	۱۳		فارسی	ترجمہ شرعۃ الاسلام
۵۳	۱۴		〃	بغیۃ الرائد فی شرح العقائد
۵۴	۱۵	عقائد	اردو	عقیدۂ سُنی
۵۵	۱۶		〃	فتح الباب بعقائد اولی الالباب
۵۶	۱۷		〃	قوارع الانسان
۵۷	۱۸		عربی	قطف الثمر فی بیان عقیدۃ اہل الاثر
۵۸	۱۹		〃	قصد السبیل الی ذم الکلام والتاویل
۵۹	۲۰		〃	ملاک السعادۃ فی افراد اللہ تعالیٰ بالعبادۃ
۶۰	۲۱		〃	اللوار المعقود لتوحید الرب المعبود
۶۱	۲۲		〃	المعتقد والمنتقد
۶۲	۲۳		〃	الجوائز والصلات من جمیع الاسامی والصفات
۶۳	۲۴		〃	الاذاعۃ لما کان وما یکون بین یدی الساعۃ

نمبر شمار	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۶۴	۲۵		فارسی	حجج الکرامہ فی آثار القیامہ
۶۵	۲۶		اردو	اقتراب الساعۃ
۶۶	۲۷		عربی	حصول المامول من علم الاصول
۶۷	۲۸	عقائد	اردو	دعوۃ الحق
۶۸	۲۹		فارسی	المقالۃ النصیحہ فی الوصیۃ والنصیحۃ
۶۹	۳۰		اردو	وصیت نامہ ۔ الوفا؟
۷۰	۱		اردو	تعلیم الصلوۃ
۷۱	۲		"	تعلیم الصوم
۷۲	۳		"	تعلیم الزکوٰۃ
۷۳	۴		"	تعلیم الحج
۷۴	۵		"	تعلیم الذکر والدعا
۷۵	۶ الف	فقہ	"	وسیلۃ النجات لادارالصلوٰۃ والصوم والحج والزکوٰۃ
۷۶	۶ ب			دلیل الطالب الی ارجح المطالب
۷۷	۷		"	فضائل الحج والعمرہ
۷۸	۸		"	ایضاح المحجہ للعمرۃ والحجہ
۷۹	۹		"	طراز الخمرہ للحجۃ والعمرہ
۸۰	۱۰		فارسی	تحفہ فقیر (در ذکر قہوہ وچلئے)

نمبر	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۸۱	۱۱		اردو	روزمرۂ اسلام
۸۲	۱۲		"	رفع الالتباس عن مسائل اللباس
۸۳	۱۳		"	سبیل الرشاد لما یحتاج الیہ العباد
۸۴	۱۴ الف		فارسی	عمارت الاوقات بوظائف العبادات الخ
۸۵	۱۴ ب			فتاویٰ امام المتقین
۸۶	۱۵		"	قضاء الارب من مسئلۃ النسب
۸۷	۱۶		عربی	نیل الامانی بشرح مختصر الشوکانی
۸۸	۱۷	[illegible]	فارسی	اسولہ اجوبہ (پشاور)
۸۹	۱۸		"	حل الاسئلۃ المشکلہ
۹۰	۱۹		"	حل سوالات مشکلہ
۹۱	۲۰		عربی	ذخر المحتی من اداب المفتی
۹۲	۲۱		"	ظفر اللاضی بما یجب فی القضا علی القاضی
۹۳	۲۲		فارسی	بدور الاہلہ من ربط المسائل بالادلہ
	میزان ۲۳			

نمبر	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۹۴	۱	[illegible]	عربی	الاقلید لادلۃ الاجتہاد والتقلید
۹۵	۲		فارسی	البنیان المرصوص من بیان الفقہ المنصوص

سلسلہ عدد	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۹۶	۳	[illegible]	اردو	بذل المنفعہ لایضاح الارکان الاربعہ
۹۷	۴		فارسی	بلوغ السؤل من اقضیۃ الرسول
۹۸	۵		اردو	دعوۃ الداع الی ایثار الاتباع علی الابتداع (کہر دکر ہوا)
۹۹	۶		عربی	الطریق المثلی فی ارشاد الی ترک التقلید واتباع ماہو الھوی
۱۰۰	۷		"	الروضۃ الندیہ شرح الدرر البہیہ
۱۰۱	۸		"	نصب الذریعہ الی تحدید علوم الشریعہ
۱۰۲	۹		فارسی	المنہج المقبول من شرائع الرسول
۱۰۳	۱۰		"	ہدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل
۱۰۴	۱۱		عربی	الجنۃ فی الاسوۃ الحسنہ
۱۰۵	۱	[illegible]	عربی	اکلیل الکرامہ فی تبیان فی مقاصد الامامہ
۱۰۶	۲		فارسی	برگ سبز (دربیان بیعت)
۱۰۷	۳		اردو	الدرر المنضود فی ذکر المہدی الموعود
۱۰۸	۴		عربی	العبرۃ بما جاء فی الغزو والشہادۃ والہجرۃ
۱۰۹	۵		اردو	حسن المساعی الی اصلاح الرعیۃ والراعی
۱۱۰	۶		"	فلاح البرایا فی اصلاح الراعی والرعایا

عدد سلسل	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۱۱۱	۱		فارسی	اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین
۱۱۲	۲		اردو	القاء المنن بالقاء المحن (اپنی سرگزشت حیات)
۱۱۳	۳		فارسی	تقصار جیود الاحرار من تذکار جنود الابرار
۱۱۴	۴		عربی	التاج المکلل من جواہر مآثر طراز الآخر و الاول
۱۱۵	۵		فارسی	سلسلۃ العسجد فی ذکر مشائخ السند
۱۱۶	۶		عربی	ریاض الجنۃ فی تراجم اہل السنۃ
۱۱۷	۷		"	الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ
۱۱۸	۸	تاریخ	اردو	کشف الغمہ عن افتراق الامہ
۱۱۹	۹		عربی	ابجد العلوم (دائرۃ المعارف الاسلامیہ)
۱۲۰	۱۰		فارسی	لقطۃ العجلان لما تمس الی معرفۃ حاجۃ الانسان
۱۲۱	۱۱		عربی	خبیئۃ الاکوان فی افتراق الامم علی المذاہب و الادیان
۱۲۲	۱۲			مراتع الغزلان فی تذکار ادباء الزمان
۱۲۳	۱۳		اردو	رحلت الصدیق الی بیت العتیق
۱۲۴	۱۴		"	حدیث الغاشیہ عن فتنۃ الغالیہ و الغاشیۃ
۱۲۵	۱۵		"	طلائع المقدور من مطالع الدہور
۱۲۶	۱۶		فارسی	الفرع النامی من اصل السامی
۱۲۷	۱۷		"	موائد العوائد من عیون الاخبار و الفوائد
۱۲۸	۱۸			شمر من رای

سلسلہ نمبر	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۱۲۹	۱۹	تاریخ سیر	فارسی	تذکرہ شمع انجمن
۱۳۰	۲۰		″	تذکرہ صبح گلشن
۱۳۱	۲۱		″	نگارستان سخن
۱۳۲	۲۲			ترجمان وہابیہ
۱۳۳	۱		فارسی	برد الاکباد شرح قصیدہ بانت سعاد
۱۳۴	۲		اردو	بلوغ العلیٰ بمعرفۃ الحلیٰ
۱۳۵	۳		عربی	الشمامۃ العنبریہ فی مولد خیر البریہ
۱۳۶	۴		″	کلمۃ العنبریہ فی مدح خیر البریہ
۱۳۷	۵	مناقب	اردو	السیف المسلول علی من سب الرسول
۱۳۸	۶		″	فصل الخطاب من فضل الکتاب
۱۳۹	۷		اردو	تکریم المومنین بتقدیم الخلفاء الراشدین
۱۴۰	۸		″	تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنیٰ عشر
۱۴۱	۹		فارسی	جلب المنفعہ فی الذب عن الائمۃ الاربعہ
۱۴۲	۱۰			احیاء المیت بذکر مناقب اہل البیت
۱۴۳	۱۱		اردو	دخوا الخرقۃ لشرف الحرفہ
۱۴۴	۱۲		عربی	الموعظۃ الحسنۃ بما یخطب فی شہور السنۃ
۱۴۵	۱۳			منتخب العود فی ایام التشریف حمود

سلسلہ نمبر	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۱۴۶	۱		عربی	انشائے عربی
۱۴۷	۲		"	البلغۃ الی اصول اللغۃ
۱۴۸	۳		"	تکمیل العیون بتعاریف العلوم و الفنون
۱۴۹	۴		"	العلم الخفاق من علم الاشتقاق
۱۵۰	۵		فارسی	تصریف الریاح ترجمہ مراح الارواح
۱۵۱	۶		"	صافیہ شرح کافیہ (قلمی)
۱۵۲	۷	ادبیات	عربی	تذہیب شرح تہذیب (منطق)
۱۵۳	۸		"	ربیع الادب
۱۵۴	۹		"	السحاب المرکوم فی بیان انواع الفنون و العلوم
۱۵۵	۱۰		اردو	ضیافۃ الاخوان بقیافۃ الانسان
۱۵۶	۱۱		عربی	غصن البان المورق بمحسنات البیان
۱۵۷	۱۲		اردو	قسطاس الادعان فی شرح المیزان
۱۵۸	۱۳		عربی	لف القماط علی تصحیح بعض ما استعملہ العامۃ من المعرب والدخیل والاغلاط
۱۵۹	۱۴		فارسی	المنہل العذب الصافی شرح منہج البیان الشافی
۱۶۰	۱۵		"	نشوۃ السکران من صہباء تذکار الغزلان
۱۶۱	۱۶		عربی	نفح الطیب من المنزل و الحبیب (دیوان فارسی)
۱۶۲	۱۷		"	دیوان گل رعنا (مجموعہ غزلیات اردو و فارسی)

نمبر شمار	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۱۶۳	۱۸	علم ادب		المغنم البارد للصادر الوارد (مجموعہ رباعیات فارسی)
۱۶۴	۱۹		اردو	المقتصر المختصر فی حسن الظن لمحتضر
۱۶۵	۲۰		عربی	الوشی المرقوم فی بیان احوال العلوم المنثور منہا و المنظوم
۱۶۶	۲۱			معجب فی نحو المغرب
۱۶۷	۲۲			الفنون والعلوم (قلمی)
۱۶۸	۱	ترغیب	اردو	ادامۃ الشکر باقامۃ الصبر والشکر
۱۶۹	۲		؍؍	ایقاظ النیام بصلۃ الارحام
۱۷۰	۳			اختیار الرقود باہوال الیوم الموعود
۱۷۱	۴			اختیار السعادۃ بایثار العلم علی العبادۃ
۱۷۲	۵			اسعاد العباد بحقوق الوالدین والاولاد
۱۷۳	۶			اعلام البشر بوجوہ الخیر والشر
۱۷۴	۷			بشارۃ الفاق
۱۷۵	۸			بذل الحسنات لحق الممات
۱۷۶	۹		فارسی	بشنوید
۱۷۷	۱۰		اردو	تحفۃ الصائمین
۱۷۸	۱۱		؍؍	تفریح الکروب بالتوبۃ عن الذنوب
۱۷۹ الف	۱۲		؍؍	تسلیۃ المصاب

نام کتاب	وزن	فن	عدد	عدد مسلسل
تبشیر العاصی بتکفیر المعاصی	اردو		۱۳	۱۷۹
التقیاد اللتی (اخلاق نسواں پر)	"		۱۴	۱۸۰
محاسن الاعمال	"		۱۵	۱۸۱
محو الحوبہ بایثار الاستغفار والتوبہ	"		۱۶	۱۸۲
خلق الانسان	"		۱۷	۱۸۳
زیادۃ الایمان باعمال الجنان	"		۱۸	۱۸۴
صلاح ذات البین ببیان ما للزوجین	"		۱۹	۱۸۵
ضالۃ الناشد الغریب من بشری الکئیب	فارسی		۲۰	۱۸[illegible]
ضوء الشمس	اردو	اخلاق	۲۱	۱۸[illegible]
فتح الخلاق للطائف المنن والاخلاق	"		۲۲	۱۸۸
عاقبۃ المتقین	"		۲۳	۱۸۹
عشرہ کاملہ	"		۲۴	۱۹۰
کلمۃ الحق	فارسی		۲۵	۱۹[illegible]
کشف اللثام عن غربۃ الاسلام	اردو		۲۶	۱۹[illegible]
مکارم الاخلاق			۲۷	۱۹[illegible]
تحریم الخمر والزنا واللواطۃ والمعازف والعشق	اردو		۲۸	[illegible]
توضیح المعاصی	"		۲۹	[illegible]
تطہیر التواب بقبول المتوب	"		۳۰	[illegible]

عدد کلی		فن	زبان	نام کتاب
۱۹۸	۳۱	[illegible]	اردو	توزیع العباد الی الدرجات یوم المعاد
۱۹۹	۳۲		"	تحصیل الکمال بالخصال الموجبة للظلال
۲۰۰	۳۳		"	توزیع المعاصی والطبقات الی اعمار الدرکات والدرجات
۲۰۱	۳۴		عربی	تخریج الوصایا من جنایا الزوایا
۲۰۲	۳۵		فارسی	ثمار التنکیب فی شرح اثبات التثبیت
۲۰۳	۳۶		اردو	حث الانسان علی مایوجب دخول الجنان
۲۰۴	۳۷		عربی	حسن الاسوہ ماثبت من اللہ ورسولہ فی النسوہ
۲۰۵	۳۸			لسان العرفان
۲۰۶	۱	[illegible]	اردو	کشف الالتباس عما وسوس بہ الخناس
۲۰۷	۱	تصوف	اردو	خیرة الخیرہ
۲۰۸	۲		فارسی	ریاض المرتاض وغیاض الریاض
۲۰۹	۳		"	الروض الخصیب من تزکیة القلب المنیب
۲۱۰	۴		اردو	سائق العباد
۲۱۱	۵		"	سعة المجال الی مایحل عن الارزاق والاموال
۲۱۲	۶		"	صدق اللجا الی ذکر الخوف والرجا
۲۱۳	۷		"	فتنة الانسان من تلقاء ابناء الزمان

نمبر سلسلہ	عدد	فن	زبان	نام کتاب
۲۱۴	۸		اردو	قضیۃ المقدور علی فتنۃ القبور
۲۱۵	۹			قول الحق } قلمی
۲۱۶	۱۰			قول الثابت } قلمی
۲۱۷	۱۱		اردو	دوا القلب القاسی بتذکیر الموت الناشی
۲۱۸	۱۲		〃	قواطع البشر
۲۱۹	۱۳	جامع	ع ف	قطع الاوصال ترجمہ قصر الآمال
۲۲۰	۱۴			کشف الستر عن وجہۃ الذکر والفکر
۲۲۱	۱۵			منتخب زاد المتقین (قلمی)
۲۲۲	۱۶			رسالہ منجیات و مہلکات
۲۲۳	۱۷			مقالات الاحسان فی مقامات العرفان (ترجمہ فتوح الغیب)

عدد مسلسل ۹ نمبر رد کر ہوا
تعداد اخیر صحیح ۲۲۲ ہے

اولاد واحفاد

دو صاجزادگان گرامی اور ایک صاحبزادی، صاحبزادوں کے اسمائے گرامی نواب سید نورالحسنؒ اور نواب سید علی حسنؒ دونوں آسمان علم کے آفتاب و ماہتاب تھے، نواب سید علی حسن خانصاحب کا انتقال ابھی ابھی ہوا ہے، اور آپ کے خود نوشتہ حالات سے کتاب ہذا کے اوراق مزین ہیں اور سید نورالحسن مرحوم کا ترجمہ حاصل نہیں ہو سکا

ان دونوں حضرات کی اولاد و احفاد کا سلسلہ جاری ہے۔ اور دینوی اعتبار سے سب کو عروج حاصل ہے، مگر افسوس کہ اپنے عالی قدر آبا و اجداد یعنی نواب سید اولاد حسن اور نواب صدیق حسن خاں کے علم کا حامل کوئی نہ ہو سکا،

نواب صدیق حسن خاں صاحب کے کتب خانہ کا ایک حصہ ندوۃ العلما لکھنؤ میں منتقل ہو چکا ہے، کچھ کتابیں نور محل بھوپال میں ہیں



نواب علی حسن خاں المتوفی ۳ رمضان ۱۳۵۶ھ

لفظ مسلسل ۴۹) (بن والا جاہ نواب صدیق حسن خاں) (عدد ۴۳)

صاحب ترجمہ کی خود نوشت سوانح حیات "تذکرۂ طاہر" سے مقتبس

ولادت واقعہ یہ ہے کہ اس کوچہ گرد غربتکدہ ہستی نا آشنائے علم و عمل ناشناس اوضاع زمان سر گشتہ وادیِ عصیان و طغیان الموسوم بعلی المکنی بہ ابی نصر المتخلص بہ سلیم و طاہر نے چہارم ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۶ء روز پنجشنبہ وقت نیم شب خواب عدم سے اس ظلمت کدۂ شہود اور دار فنا میں بمقام بھوپال آنکھ کھولی اور اپنے آپ کو ایک عجیب حال میں پایا، سب کچھ دیکھا، اور کچھ نہ دیکھا، سب کچھ سنا، اور کچھ نہ سنا، ع

ہمہ خندان بد ند و من گریاں

تا نظر بر چمن وضع جہاں واکردم ستمے بود کہ بر دیدۂ بینا کردم
نہ چمن بوئے بقا داشت نہ گل رنگ وفا حیرت آلودہ بہرسوئے نظرہا کردم

والا جاہ مرحوم اس بمود بے بود سراپا ننگ و عار کی نسبت محبت پدری کے جوشِ مسرت میں اپنے مزعوماتِ قلبی اور دلی امیدوں کو کتاب اتحاف النبلاء المتقین میں ان الفاظ کے ساتھ ظاہر فرماتے ہیں:-

"سعادت آبائی، لطفِ طبیعت، ذکائے مناسب و حرکاتِ لطیفہ ورقت قلب و بشاشت چہرہ ہمراہ دارد، حق تعالیٰ را امید دارم کہ از برکات اسمی با جمعے از محدثین و فقہاء کہ باین نام نامور اند

بمراتبِ علیا، از علم و عمل در دنیا و دین فائز گردد، چہ دعاہاست
کہ برائے او و برائے برادر کلانِ او در حرمین محترمین حرسہما اللہ
تعالیٰ کردہ ام و قبول و اجابت را راجی بودہ ام

یا رب این اخترم قمر گردد — بلکہ خورشید با ختر گردد
متحلی بہر حمیدہ شود — صاحب خصلتِ گزیدہ شود
نورِ سنت منورش دارد — ظلمتِ بدعتش نیاز ارد
یک سرِ موے بر تنش نبود — کہ شریعت مزینش نبود
باد عمرش دراز در طاعت — کہ رود بر درِ تو ہر ساعت
اخترِ طالعم بہ شامِ امید — مایۂ انبساط چون مہ عید

ہر چند کہ میں اپنی ذات میں بجز شامت اعمال و زلّات اقدام باللہ
العظیم کوئی ایک صفت ان صفاتِ مذکورہ میں سے اور کوئی ایک وجہ وجوہِ
مزیت و فضیلت میں سے نہیں پاتا، ان النفس لامارۃ بالسوء لیکن
حضرت والد محترم مرحوم و مغفور کی تمناہائے قلبی و دعاہائے صبحگاہی کا اتنا
اثر دنیا میں ضرور پاتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے علومِ کتاب و سنت اور
فنونِ دانش و حکمت کا ذوق آشنا بنایا ہے، اور ارباب علم و معرفت
اور اہلِ کمال کی محبت میرے دل میں ڈال کر مجھ کو ان کی خدمت و اتباع کا
شوق بخشا ہے، اور دولت و ثروت دینوی کا بھی کچھ حصہ عطا فرما کر ہنوز بجز
اپنی بارگاہِ لم یزلی کے مجھ کو کسی دنیا دار کے دولتکدۂ جاہ و حشمت کا
آستاں بوس نہیں بنایا، ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

ما عجز دشمنیم و حریفانِ بوالطلب   اے خون ما بہ گردنِ طبعِ غیورِ ما

ساتھ ہی اس کے کسی قدر غنائے نفس اور آزادیٔ طبع مرحمت فرما کر ابنائے زمان کی خوشامد و احسان کے بارگران سے سبکدوش اور محفوظ و مصوّن رکھا،

روزگارے است کہ از غایت بیداد دِرد   نیست ممکن کہ کسے باسروساماں باشد
چشم نیکی زکہ داریم بہ عہدے کہ درد   گر کسے بد نہ کند غایت احساں باشد

خدائے ارحم الراحمین کے فضل و رحمت سے امیدوار ہوں کہ جس طرح اس نے حضرت والد مرحوم کی دعاہائے مخلصانہ کو کچھ نہ کچھ شرف قبولیت عطا فرما کر مجھ کو دنیا میں اپنے انعام و اکرام سے بالکل محروم رکھنا پسند نہیں کیا، اسی طرح وہ ان دعاؤں کو میرے دم واپسیں جب کہ کل تعلقاتِ مادی اور اعمال دنیوی منقطع ہوجاتے ہیں، سرمایۂ نجات آخرت کرے، وباللہ التوفیق والیہ المرجع والمآب،

مکتب نشینی اس کے بعد گہوارۂ طفولیت سے قدم باہر نکالنے کا وقت آیا، پانچویں شعبان ۱۲۷۸ھ کو جب میری عمر ۵ سال کی ہوئی، تو طریقۂ قدیم کے مطابق رئیسہ عالیہ خلد مکان نواب شاہجہان بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدہا کے شوکت محل پر تقریب مکتب نشینی کی محفل منعقد ہوئی، میرے نانا منشی جمال الدین خاں مرحوم دار المہام ریاست اور مولانا مولوی عبد القیوم صاحب مرحوم جو مولانا محمد اسحاق صاحب مہاجر دہلویؒ کے داماد تھے، اور اعیان و علمائے پایۂ تخت شریک محفل تھے

میری تعلیم ابتدا سے نصاب مروجہ کے مطابق نہیں ہوئی، اولاً حافظ پیر محمد صاحب مرحوم سے قرآن مجید ناظرہ پڑھا، پھر اپنے نانا مدار المہام صاحب بہادر مرحوم سے ترجمہ قرآن کریم کے چند سبق پڑھے، فارسی کی ابتدائی کتابیں مولوی خلیل الرحمن صاحب مرحوم سے (جو بھوپال میں معلمی کیا کرتے تھے) پڑھیں اسی اثناء میں مولانا مولوی محمد احسن صاحب مرحوم بلگرامی مؤلف کتاب ارتنگ فرہنگ کارنامۂ فرہنگ و اسرار احسن وغیرہ کا غلغلۂ شہرت حضرت والد مرحوم کے سمع مبارک تک پہنچا، فی الحقیقت مولوی صاحب ممدوح فن تعلیم کے موجد اور استاد کل اور نظم و نثر فارسی کے ماہر کامل تھے اور شاعر گر کے لقب سے مشہور تھے، یہ ان کی عالمگیر شہرت ہی کی تاثیر تھی، کہ حضرت والد مرحوم نے ان کو حیدر آباد دکن سے خاص میری تعلیم کے لئے طلب کیا اور جب ان کی محیر العقول بے نظیر قدرت فن تعلیم میں ظاہر ہوئی تو رئیسہ عالیہ نے بھی ان کو اپنے تلمذ کا شرف بخشا، اور ان کے ادب و احترام اور قدر افزائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، ہندوستان میں ان کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع تھا، بہار و بنگال سے لے کر حیدر آباد دکن تک ان کے شاگرد پھیلے ہوئے تھے، حکیم محمد اسحاق حاذق موہانی مرحوم جن کا فارسی نعتیہ دیوان مدینۂ نعت کے نام سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے، اور محبوب شیر صاحب صولت مرحوم عظیم آبادی جن کا فارسی کلام دیوان صولت کے نام سے طبع ہو کر مشتہر ہو چکا ہے، ان کے ارشد تلامذہ میں سے تھے میں نے کتب فارسی کی تکمیل مولانائے ممدوح ہی سے کی، گلستاں

بوستاں سکندر نامہ اُس سے بالاستیعاب پڑھا، قصائد عرفی، سہ نثر ظہوری، شبنم شاداب، رسائل طغرا، قصائد خاقانی، رسالہ عبدالواسع ہانسوی کا متفرق طور پر ان سے درس لیا، کوئی کتاب ایک جزو دو جزو پڑھی، اور کوئی کتاب محض اپنے زور مطالعہ اور کتب لغت و مصطلحات کی مدد سے ان کو پڑھ کر شناسائی، بقیہ تمام درسی اور کتابیں ہوں گی، جن کو اول سے آخر تک میں نے ایک بار نہ پڑھا ہو، بلکہ بعض کا دو دو چار چار بار مطالعہ کیا، اسی دوران تعلیم میں مولانا کے فیض صحبت سے خود بخود میری طبیعت میں شعر و سخن کا ذوق پیدا ہوا، ابتدائے عمر سے مجھ کو فارسی زبان کے ساتھ (جو اپنی عذوبت و لطافت میں مشہور خاص و عام ہے) شیفتگی رہی، مجھ کو خوب یاد ہے، کہ میں نے بیس پچیس برس کی عمر تک کبھی کوئی نظم یا نثر سوائے فارسی کے اردو میں نہیں لکھی البتہ تذکرہ شعرائے اردو کے جمع و ترتیب کے وقت، جو بزم سخن کے نام سے موسوم ہے میں نے چند اشعار بضرورت اردو میں لکھے تھے

صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں میزان الصرف، منشعب، پنج گنج، زبدہ، ضریری، نحو میر، ہدایت النحو، شرح مائۃ عامل، کافیہ، شرح جامی دو چار ورق مولانا سلامت اللہ صاحب مرحوم جیراجپوری اور مولانا مولوی الٰہی بخش صاحب مرحوم مؤلف تحفۂ شاہجہانی سے پڑھیں

صدر العلماء مولانا مولوی سید ذوالفقار احمد صاحب مرحوم مولانا مولوی حافظ عبدالعزیز صاحب مرحوم بھوپالی، مولانا مولوی عبدالرشید صاحب

مرحوم شوپانی کشمیری مولانا مولوی عبدالباری صاحب مرحوم سہسوانی، مولانا مولوی بدیع الزماں صاحب مرحوم لکھنوی سے مختصرات ادب و تاریخ اور بعض کتب حدیث اور قصائد عربیہ کا اکتساب کیا، اور بعض دواوین کتب سنت و تصوف ورقاق اور مؤلفات والا جاہ مرحوم کو خود حضرت والد محترم سے سبقاً سبقاً پڑھا، مثلاً بلوغ المرام، مشکوٰۃ المصابیح، بخاری شریف کا کچھ حصہ غنیۃ الطالبین، بغیۃ الرائد، ریاض المرتاض، حظیرۃ القدس درر البہیہ وغیرہ حکیم مولوی علی حسین صاحب مرحوم بنگالی سے منطق کے چند ابتدائی رسائل پڑھے، مولانا مولوی حکیم محمد اسحاق صاحب مرحوم لکھنوی (جو ممتاز الدولہ ابوتراب میر عبدالحی خاں صاحب مرحوم و مغفور کے عم بزرگ تھے) اور حکیم معز الدین خاں مرحوم اور حکیم عبدالعلی صاحب مرحوم لکھنوی سے بعض کتب طبیہ کا اکتساب کیا، حکیم معز الدین خاں مرحوم ریاست بھوپال میں افسر الاطباء تھے، اور حکیم عبدالعلی صاحب مرحوم لکھنوی جو مشہور اور نامور اطبائے لکھنؤ میں سے تھے، وہ بھی ریاست بھوپال میں افسر الاطباء کے معزز منصب پر فائز رہے تھے، انگریزی زبان کی بھی چند ابتدائی کتابیں یعنی ریڈر وغیرہ حضرت والد محترم کے حکم سے بادلِ ناخواستہ مختلف اوقات میں ماسٹر منشی حسین خاں مرحوم اور ماسٹر فیاض الدین صاحب سے پڑھیں اور بعض کتابیں انگریزی زبان کی محض تفنناً والا جاہ مرحوم کی وفات کے بعد بھی بطور خود ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی اے علیگ اور ماسٹر بہاری لال صاحب سے پڑھیں، مگر دلبستگی انگریزی تعلیم کے ساتھ کسی طرح نہ ہوسکی؛

چند ماہ کے بعد یہ مشغلہ چھوٹ گیا، دل برداشتگی کا بڑا سبب عام طور پر ملکی بدمذاقی اور علام احتیاج تھی، اس کے علاوہ اس زمانہ میں کوئی سوسائٹی بھی بھوپال میں ایسی موجود نہ تھی جس کے سبب سے تعلیم انگریزی سے دلچسپی اور اس کی طرف کشش پیدا ہوتی،

اسی دوران تعلیم میں فنون سپہ گری اور شہسواری کی تعلیم بھی جاری رہی، غلام محبوب خاں صاحب مرحوم سے (جو کارخانجات ریاست کے مہتمم تھے) شہسواری کی اور سید امیر علی صاحب مرحوم سے بانک بنوٹ اور فنون سپہ گری کی تعلیم پائی، حضرت والد مرحوم اپنی کتاب تاج المکلل میں اسی امر کی طرف اشارہ کر کے صفحہ ۳۰ میں لکھتے ہیں،

"وقرا مختصرات العلوم بالفارسیۃ والعربیۃ الی شرح الکافیۃ للجامی واخذ عن جماعۃ من اعیان بلدۃ وغیرہم الواردین بہا لیقرء فی ہذہ الایام کتاب جامع الصغیر للسیوطی وتحصیل سائر الحدیث لہ ید طولی فی الفرسیۃ ورکوب الخیل وہمتہ فی تحسین الزی وتجمیل الہیئۃ وتنظیف الدار والمجالس وایثار شان الامارت"

مگر یہ سچ ہے کہ ایک فن بھی درجہ تکمیل تک نہیں پہنچا، اور جو کچھ سیکھا اور جتنا سیکھا اس کا بڑا حصہ عالم تغافل اور بے نیازی کے نذر ہو گیا، یہ وہ وقت تھا کہ کبھی مرغزار علوم کی گلگشت کا دلولہ دل میں اٹھتا تھا، اور کبھی فنون سپہ گری کے میدان میں جولانی دکھانے کی خواہش پیدا ہوتی تھی کبھی دل ایک علم وفن کی طرف مائل ہوتا تھا، اور پھر کچھ دنوں بعد کسی دوسرے

علم و فن کی طرف رجحانِ خاطر بڑھ جاتا تھا

صرفت : بانانی قنون عدیدہ   وافرغت جہدی واجنون فنون
ولما تجلی الامر انکشف الغطا   تبین لی ان الفنون جنون
گہ خوشہ چینِ زلفم و گہ دانہ دزد خال   چوں مور لحظہ دیدہ بہ خرمن فتادہ ام

اسباب نامساعد کا تعلیم میں حارج ہونا | قطع نظر اس کے سو اتفاق سے اس زمانہ میں کچھ اسباب ناموافق اس قسم کے میرے گرد و پیش جمع ہو گئے تھے، جنکی وجہ سے حضرت والد محترم کو میری تعلیم کی جانب سے ایک گونہ مایوسی پیدا ہو گئی تھی اولاً تو میں پیدائشی نحیف الجثہ واقع ہوا ہوں، اس کے علاوہ زمانہ طفولیت سے میری صحت کبھی اچھی نہیں رہی، درد سر نوازل وغیرہ کی شکایت کا کچھ نہ کچھ سلسلہ بچپن سے برابر قائم رہا، اگر دو چار مہینے اچھا بھی رہتا تھا تو آٹھ دس مہینے بیمار پڑا رہا کرتا تھا

زہے بخت مریض غم عیادت کو وہ آتے تھے   یہ سر رنجور بالش تھا یہ تن بیمار بستر تھا

اس حالت کا اقتضاء تو یہ تھا، کہ مجھ کو ایک حرف بھی نہ آتا، مگر ساتھ ہی اس کے خوش قسمتی سے کچھ اسباب مساعد بھی ایسے موجود تھے جن کی وجہ سے میری تعلیم میں کسی قدر سہولت پیدا ہو گئی تھی مجھ کو سب سے زیادہ فائدہ میری والدۂ ماجدہ کی علمی لیاقت اور ان کی پاکبازی اور دینداری سے پہنچا، اور حضرت والد محترم کے فیض تربیت و صحبت نے مجھ کو درجۂ جہالت اور بادیۂ ضلالت سے نکلنے میں بہت بڑی مدد دی اور مولانا مولوی محمد احسن صاحب بلگرامی جیسے فرد کامل اور شفیق استاد کے بے نظیر طریقۂ تعلیم نے مجھ پر اکتسابِ علم کا راستہ

بہت آسان کردیا

روانگی قنوج | ۱۳۰۵ھ میں حضرت والد محترم نے ریاست کے اندرونی سیاسی تغیرات اور زمانہ کے روز افزوں انقلابات کو پیش نظر رکھ کر اور "مباش ایمن از بازی روزگار" پر عمل پیرا ہو کر ازراہِ دور اندیشی یہ ارادہ کیا، کہ شہر قنوج میں جو قدیم آبائی وطن ہے، بطور یادگارِ سلف اور مصالح آئندہ کے لحاظ سے ایک مکان ہم لوگوں کی سکونت کے لئے تعمیر کیا جائے اور ساتھ ہی اس کے ان کی دین پرستی اور معارف نوازی اس کی مقتضی ہوئی کہ جس طرح وہ مجھ کو دنیوی مال و متاع سے آسودہ حال دیکھتے ہیں اسی طرح وہ معارف باطنی کی دولتِ لازوال سے بھی میرے جیب و دامن کو مالا مال دیکھیں، اسلئے انھوں نے مجھ کو سفر قنوج کا ایما کیا اور تعمیر مکان کو میری پسند و مرضی پر محمول کیا، اور سرخیل صوفیائے عصر شیخ وقت حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہ العزیز کے شرف حضوری اور برکات انفاس سے مستفید ہونے کی طرف توجہ دلائی، چنانچہ تیسویں ماہ جمادی الاول ۱۳۰۵ھ کو دوشنبہ کے دن بھوپال سے روانہ ہو کر چہارشنبہ کے روز میں قنوج پہنچا اور اپنے جد بزرگوار حضرت سید علامہ مولانا اولاد حسن صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت مجدد عصر مولانا سید احمد صاحب بریلوی شہید قدس سرہ کے مزار پر انوار کی زیارت و فاتحہ سے شرف اندوز ہوا، نماز ظہر کے وقت باوجود غایت معذرت بعض مریدان و معتقدانِ خاص جد مرحوم کے اصرار سے مجبور ہو کر جد مرحوم کی مسجد قدیم میں مجھ کو امامت کرنی پڑی

فراغ نماز کے بعد حضرت جلال ثالث رحمۃ اللہ علیہ و حضرت بالا پیرؒ اور حضرت حاجی شریف زندنیؒ کی زیارتِ مزارات و فاتحہ خوانی سے مشرف ہوا،

روانگی گنج مراد آباد پھر وہاں سے چوتھی جمادی الثانی کو گنج مراد آباد روانہ ہوا، جمعہ کے دن مغرب کے وقت وہاں پہنچ کر حضرت مرشدنا مولانا مولوی فضل رحمٰن صاحبؒ کی خدمت اقدس میں باریاب ہوا، حضرت طہارت گاہ سے برآمد ہو کر حجرہ کی صحنچی میں وضو کر رہے تھے، مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر کے پاس تنہا اور پیدل جایا کرتے تھے اور حضرت عمر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بہت دور سے پیادہ پا آیا کرتے تھے اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میں وضو کرتا ہوں تم دیکھتے جاؤ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح وضو کیا کرتے تھے، غرض جب وضو اور نماز سے فارغ ہوئے تو ایک حاضر الوقت صاحب سے میری نسبت فرمایا، کہ یہ امیر آدمی ہیں ان کو احمد میاں کے گھر میں ٹھہراؤ، تھوڑی دیر میں جناب احمد میاں صاحب خود آکر مجھ کو اپنے مکان پر لے گئے، رات بھر وہاں قیام رہا، صبح کو نماز فجر کے بعد پھر مجھ کو حضرت کے دیدار فائض الانوار سے مستفیض ہونے کا موقع ملا، اور میں نے ان کے دستِ شریعت و طریقت پناہ پر طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی، قریباً نصف ساعت سے زائد حضرت مراقبہ کر کے مجھ کو اپنی توجہ اور ہمت باطنی سے مستفید فرماتے رہے، اس کے بعد سر اٹھا کر اپنی زبان فیض ترجمان سے

بیتابانہ عشق کے لہجے میں فرمانے لگے، اپنے پیا پر تن من واروں جو واروں سو تھوڑا ہے، اس وقت برق و روح کے اتصال اور جذبات اور تجلیات کے باہمی امتزاج سے میرے دل پر جو ایک پر سرور والہانہ و وجدانی کیفیت طاری تھی، اس کو لفظوں میں ادا کرنا میرے لئے قطعاً ناممکن ہے ؎

لطیفہا کہ بہ لفظ و بیان نمی گنجد تو چوں فرشتہ ز غیب آمدی و وا گفتی

بہرحال اس کے بعد حضرت بہت سے اشعار فارسی اور اردو اور ہندی کے ایک دلکش انداز اور پرتاثیر لہجہ کے ساتھ ساتھ پڑھتے رہے ان میں سے صرف یہ دو شعر مجھ کو یاد رہ گئے، ؎

پروانہ نیستم کہ بہ یکدم علم شوم شمعم کہ جان گدازم و دم بر نیاورم

درکنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را بر صفحۂ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

اخیر صحبت میں جب میں نے رخصت ہونے کا قصد ظاہر کیا تو حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے والد سے کہہ دینا کہ ہم تمھارے لئے دعا کیا کرتے ہیں، خدا تم کو اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے، اتباع سنت مشکل ہے، پھر میں حضرت کے پاس سے اُٹھ کر چلا آیا، تھوڑی دیر کے بعد حضرت حجرہ سے صحن مسجد میں آکر بیٹھ گئے، اور نسائی شریف کا درس جناب احمد میاں صاحب مرحوم کو پڑھانے لگے، میں بھی وہاں جا بیٹھا، دوران سبق میں حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ اسمٰعیل کے معنی جانتے ہو، میں نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرمائیں حضرت نے کہا کہ اسمٰعیل کے معنی ہیں خدا کا فرمانبردار، جب درس سے فراغت

ہوئی تو آپ نے صحن مسجد میں ٹہلنا شروع کیا، اور میرے قریب تشریف لا کر اور مسکرا کر آہستہ سے ازراہِ شفقت میری پشت پر مکا مارا، اور حجرہ میں تشریف لے گئے، کچھ دیر کے بعد جناب احمد میاں صاحب کے ہمراہ میں پھر حضرت کے حجرہ میں پہنچا، اور توفیق الٰہی کے موافق نذر دکھائی، آپ نے نذرانہ کو خوشی کے ساتھ اپنے دامن میں لے لیا اور وہیں کھڑے کھڑے میرے سامنے تمام نذرانہ ضرورتمندوں اور محتاجوں کو تقسیم کر دیا، اور ایک حبہ باقی نہیں چھوڑا، پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، کہ تم کو یہاں آنے سے کیا فائدہ ہوا اپنا نقصان مفت میں کیا، چونکہ میں اسی وقت لکھنؤ روانہ ہونے کے لئے تیار تھا اور سواری کچھ دور کھڑی ہوئی تھی، میں نے مراجعت وطن کی اجازت چاہی حضرت نے خدا حافظ کہہ کر اور یہ شعر پڑھ کر مجھ کو رخصت کیا ؎

دیدۂ سعدی و دل ہمراہِ تست   تو نہ پنداری کہ تنہا می روی

اس سفر میں تین روز تک میرا قیام لکھنؤ میں رہا، پھر وہاں سے موضع بیتی سادات پرگنہ ہسوہ ضلع فتحپور اور جبلپور ہوتا ہوا چہاردہم جمادی الثانی ۱۳۰۰ھ کو بھوپال پہنچا، اور تمام حالات و واقعات حضرت والد محترم سے بیان کئے، اور شہر قنوج کی سکونت کے متعلق میں نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا، یہ شہر اگرچہ قدیم زمانہ میں ہندوستان کا پایۂ تخت اور راجدھانی رہا ہے مگر امتدادِ زمانہ اور انقلاب روزگار سے اب وہ ایک قصبۂ تباہ حال سے زائد وقعت نہیں رکھتا، وہاں کے سکنہ شہر میں بھی کوئی فضیلتِ علم و عمل و دولت و ثروت باقی نہیں رہی، اور حضرت والد مرحوم اور اہل خاندان کے

ترکِ وطن اور ترکِ تعلق کے سبب سے جو آبائی تعلقات اس سے وابستہ تھے، اور وہ کلیۃً منقطع ہو چکے تھے، اس لئے میں نے وہاں کی اقامت پسند نہیں کی، اور صاف صاف اپنا خیال حضرت والد مرحوم پر ظاہر کر دیا، والد مرحوم البقار المنن کے صفحہ ۱۴۰ میں لکھتے ہیں کہ میں نے بہ مجبوری یہ قصد کیا تھا کہ وطن قدیم بلدۂ کہنہ قنوج ہی میں طرح توطن ڈالی جائے لیکن غرہ جمادی الثانی ۱۳۰۳ھ کو عزیزی میر علی حسن خاں نے اس کو ملاحظہ کر کے ناپسند کیا، تو خیال اس جزء کا چار ناچار خاطر فاتر سے دور کیا گیا وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین

و از علامۃ السید سلیمان صاحب ندوی "ہندوستان کے ان پرانے مسلمان خاندانوں میں سے جو شرافتِ نسب کے ساتھ علم و دولت دونوں کے جامع ہیں، اب خال خال گھرانے رہ گئے ہیں، انہی میں سے ایک والا جاہ نواب سید صدیق حسن خاں مرحوم کا خاندان تھا جن کے چھوٹے صاحبزادہ صفی الدولہ حسام الملک شمس العلماء نواب سید محمد علی حسن خاں مرحوم نے ۱۹ر نومبر ۱۹۳۶ء مطابق ۳ر رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ کی صبح کو اپنی کوٹھی بھوپال ہوس لال باغ لکھنؤ میں بہتر برس کی عمر میں وفات پائی، افسوس ہے کہ ایک پرانے خاندان کے فضل و کمال اور جاہ و جلال کی یادگار آج مٹ گئی

مرحوم ان لوگوں میں سے تھے جن کی آنکھوں نے مسلمانوں کے علمی و تعلیمی سیاسی و تمدنی انقلاب کے مناظر دیکھے، وہ پیدا تو ایک "کنسرویٹو" گھرانے میں ہوئے، اور اسی ماحول میں تعلیم و تربیت پائی لیکن فطرت کی طرف سے وہ ایک اثر پذیر اور حساس دل لائے تھے باوجود اس کے کہ وہ

بھوپال میں پیدا ہوئے جہاں حد درجہ قدامت کی حکومت اور سطوت تھی اور ممکن نہ تھا کہ نور محل میں نئی روشنی کی ایک کرن بھی پہنچ سکے، مگر استعداد طبع دیکھئے کہ خود بخود ادھر طبیعت کا میلان ہوا، سرسید کی جدید تعلیمی تحریک میں، اور پھر ندوۃ العلماء کی مذہبی تحریک میں شریک ہوئے اور ہر قسم کی جانی و مالی خدمتیں انجام دیں، مدت تک ندوہ کے اعزازی ناظم رہے، دار المصنفین کے اساسی ارکان میں تھے، اور لکھنؤ کی ہر سنجیدہ تحریک میں اُن کا نام سر فہرست رہتا تھا،

وہ عربی زبان کے عالم، فارسی زبان کے ماہر اردو کے مشاق اہل قلم تھے، فارسی شعر و سخن اور محاورات پر ان کو عبور کامل حاصل تھا، فارسی کا مشکل سے کوئی اچھا شعر ہوگا جو اُن کو یاد نہ ہو، خود بھی فارسی میں اکثر اور اردو میں کمتر شعر کہتے تھے، انھوں نے اپنے والد ماجد کے زمانہ عروج میں دنیا بھر کے مشرقی علماء و فضلا کی صحبتیں اٹھائی تھیں اور سوائے علمی و ادبی چرچوں کے ان کے کانوں میں کوئی بات پڑی بھی نہ تھی، ان کے لئے ان کے والد نے ہر فن کے باکمال استاد مقرر کئے تھے، جن کے سایۂ تربیت میں وہ پل کر جوان ہوئے

وہ ہماری زبان کے مصنف بھی تھے، متعدد مذہبی اور تاریخی کتابیں اُن کے قلم سے نکلیں، شعراء کے تذکرے ان کی جوانی کی یادگار ہیں، فطرۃ الاسلام اور مآثر صدیقی ان کی بہترین کتابیں ہیں، آخر میں "مرحوم دیدہ" کے نام سے ان باکمالوں کے حالات لکھ رہے تھے جن سے ان کو ملنے کا اتفاق ہوا، اور ان کی تعداد کچھ کم نہیں، ان میں بڑا حصہ شعراء کا تھا

وہ مولانا شبلی نعمانی مرحوم کے بے تکلف دوستوں میں تھے' اور ایک دوسرے کے سچے قدردان تھے' یہی وراثت منتقل ہوکر ہم تک پہنچی' موصوف کو ہم لوگوں سے اس درجہ محبت اور شفقت تھی جو خاندانی محبت سے کسی طرح کم نہ تھی' اور اس کو اس وضعداری سے نباہا کہ ۳۰ برس کے عرصہ میں ایک دفعہ بھی اس میں فرق نہ آیا' وہ مجسم اخلاق' صددرجہ پاک باطن اور نیک طینت تھے' شروفساد سے طبعی نفور' اور ہنگامہ آرائیوں سے کوسوں دور تھے' تمول کے باوجود خاکسار اور علم وفضل کے باوجود ملنسار تھے

مذہبی خیالات میں گو وہ عقلیت کی طرف مائل تھے' لیکن اسی کے ساتھ مذہبی پابندی ان میں اتنی سخت تھی کہ ان کی ایک نماز بھی ان کے مقررہ اوقات سے ٹلنے نہیں پاتی تھی' رسم ورواج وبدعات کا ان کے گھر میں نشان نہ تھا' اور اس بارہ میں وہ نہایت سخت تھے' ان کی محفل میں علم وفن شعروسخن اور قومی مسئلوں کے سوا کوئی اور مذکور نہ تھا' عربی کتابیں ان کو پڑھے ہوئے مدت ہوچکی تھی' اور پھر ان کا کوئی مشغلہ نہ رہا' تاہم جب ذکر آجاتا تو ان کو بھولے ہوئے خواب کی طرح بہت سی باتیں یاد آجاتی تھیں

نورمحل کے رہنے والے! تو بڑے باپ کا چشم وچراغ اور ایک پرانے خاندان کا چراغ سحر تھا' ۵ نومبر ۱۹۲۷ء کو تیرا آخری دیدار نصیب ہوا خیال نہ تھا کہ علم وفضل کا یہ ٹمٹماتا ہوا دیا اتنا جلد بجھ جانے والا ہے' اب تو وہاں ہوگا جہاں خدا جانے' نور کے سوا ظلمت کا گزر نہیں' صفی لکھنوی! حسام الملک اب تو وہاں ہے جہاں کسی کی دولت ہے' اور نہ کسی کا ملک ہے' تیرے اعمال نیک کی دولت اور تیرے کار خیر کی مملکت تیرے ساتھ ہے' دعا ہے کہ وہ شہنشاہ علی الاطلاق اپنے ملک لازوال کی دولت جاوید سے تجھ کو سرفراز فرمائے''

(معارف ج ۲۰ نمبر ۶)

تصانیف

مآثرِ صدیقی موسوم بہ سیرت والاجاہی (۴ مجلدات میں) جس میں آپ کے والد بزرگوار حضرت والاجاہ نواب صدیق حسن خانصاحب کے سوانح حیات ہیں، شریعۃ الاسلام، فطرۃ الاسلام، سیرۃ الاسلام، المدنیۃ فی الاسلام، اسلام اور اس کے طریقِ عبادات، انتظام خانہ دار، نالۂ دل، خرمنِ گل، تعلیم و تربیت، البیان،

مرحوم صاحب اولاد و احفاد ہیں

بشیر الدین محدّث

(عدد مسلسل ۸۰) متوفی ۱۲۷۳ھ (عدد ۵)

والد کا نام مولوی نور الدین، سن ولادت ۱۲۳۱ھ عمر سن ارتحال ۱۲۳۳ھ سے دو سال کی عمر میں سایہ پدری سے محروم ہو گئے والدہ ہی نے پرورش فرمائی۔ انہوں ہی نے قاعدہ بغدادی شروع کرایا۔ ذرا ہوش سنبھالا تو مرحومہ نے اپنے والد کے ایک شاگرد مولوی عبد الحق صاحب کے سپرد کیا جنہوں نے مروجات فارسی پڑھائیں اور میزان الصرف (خود قلمبند فرماکر) پڑھائی۔ گھر میں ناداری کا تغلب تھا۔ پڑھنے کا شوق تھا۔ والدہ سے اجازت لے کر دہلی کا قصد فرمایا، نو عمری پیادہ پا مسافت علی گڑھ پہنچے تھے کہ پیروں میں ورم آ گیا اور ہمت ہار کر بیٹھ رہے، شہر (علی گڑھ) میں ایک درویش محمود شاہ مرحوم رہتے تھے انہوں نے دیکھ کر نام دریافت کیا، والد کا نام پوچھا اور سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ تمہارے والد مولوی نور الدین تو میرے پیر بھائی تھے میرے ساتھ مکان پر چلو۔ اس کے دو ایک روز بعد شاہ عبد الجلیل شہید (متوفی ۱۲۷۳ھ) کے سپرد کر دیا اس وقت شاہ صاحب کا درس جامع مسجد میں ہوتا تھا، اور مسجد کی امامت بھی آپ ہی کو تفویض تھی۔ یہاں شرح جامی اور قطبی پڑھ کر دہلی کا قصد فرمایا (باخذ اجازت شاہ صاحب) دہلی پہنچ کر حکیم نیاز احمد مرحوم سہسوانی (رحمۃ

مولانا ے محمد بشیر کے حقیقی چچا تھے) سے اتفاق سے کالی مسجد میں ملاقات ہوگئی، حکیم صاحب کا ذاتی دوائی خانہ دہلی میں تھا۔ انہوں نے آپ کو دس روپیہ ماہوار پر ملازم رکھ لیا۔ اور اپنے صاحبزادے کے ساتھ کتب معقول، ادب و معانی میں ہم سبق کردیا۔ قاضی صاحب اس تنخواہ میں سے صرف دو روپیہ ماہانہ پر اپنی بسر اوقات فرماتے اور بقیہ آٹھ روپے اپنی والدہ ماجدہ کو (بذریعہ ہنڈوی) قنوج بھیج دیتے۔ اور جب علم و ادب کی تمام کتابیں ختم ہوگئیں اور حکیم صاحب نے آئندہ کا ارادہ دریافت فرمایا تو آپ نے حدیث کا اشتیاق ظاہر کیا۔ اس پر حکیم صاحب ہی نے مشکوۃ، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی اور موطا امام مالک خود پڑھا کر شاہ محمد اسحٰق صاحب کی خدمت میں سفارشی خط لکھ کر بھیجا۔ جس وقت قاضی صاحب خط لے کر حاضر ہوئے شاہ صاحب صحیح مسلم پڑھا رہے تھے بعد ختم سبق رقعہ پیش کیا فرمایا۔ کہ مسلم تو ہو ہی رہی ہے اس میں شامل ہو جاؤ۔ اس کے بعد صحیح بخاری میں میاں صاحب سید نذیر حسین کے ہم سبق ہو کر سند و اجازہ سے ممتاز ہوئے

تکمیل کے بعد حکیم صاحب کے پوتے حکیم بدر الحسن صاحب کی تعلیم پر مامور ہوئے۔ اس دوران میں اپنی والدہ کو بھی قنوج سے دہلی بلا لیا۔ جن کا دہلی ہی میں انتقال ہوا

کچھ مدت بعد آگرہ تشریف لے گئے۔ مولوی ڈپٹی امداد علی نے بتشاہرہ صہ روپے ماہانہ اپنے مدرسہ مراد آباد میں بھیج دیا۔ مگر یہاں منشی اندرمن مشہور

آریہ اپدیشک کا دورہ دورہ تھا جن سے بعد اجازت مہتمم مناظرہ شروع کر دیا مگر منشی صاحب تاب مقابلہ نہ لا کر مراد آبادہی میں بیٹھے، اس سے کچھ مدت بعد آپ پھر آگرہ تشریف لے گئے

(غالباً) بزمانہ نواب والا جاہ صدیق حسن خانصاحب بھوپال میں ورود ہوا۔ اور قاضی قنوج مقرر ہوئے ۔مگر اس عہد کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔

تصانیف میں کشف المبہم مافی المسلم (شرح مسلم الثبوت) اور غایۃ الکلام فی امر المولد والقیام ہیں



علمائے الہ آباد

(مرحومین)

۱ شاہ محمد فاخر زائر

۲ محمد عبداللہ عرف جاؤ

(موجودین)

۳ عبدالرؤف (مئو آئمی)

. . . .

۴ محمد یوسف (برئی پوری)

علمائے الہ آباد

مرحومین

شاہ محمد فاخر زائر

(عدد مسلسل ۱۸) ولادت ۱۱۲۰ھ وفات ۱۱ ذوالحجہ ۱۱۶۴ھ (عدد ۱)

از علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی

"زائر تخلص شیخ محمد فاخر خلف الصدق شیخ محمد یحییٰ و دختر زادہ شیخ محمد افضل"
"الہ آبادی است قدس اللہ اسرارہما بمصداق "فعززنا بثالث" زیب سجادہ ابوین و"
"فرع آسمان سائی اصلین طیبین، صاحب صفات رضیہ مناقب سنیہ اساس محکم،"
"مدارج علیا قیاس منتج ولایت کبریٰ میزان عدل نقلیات برہان نقد عقلیات"
"تشرع کمال داشت ہمیشہ ہمت بتعدیل قسطاس شریعت مے گماشت، بسیار کشادہ"
"دست و شگفتہ پیشانی بود، فتوح ذخیرہ نمے ساخت و یگانہ و بیگانہ را باحسان"
"بیدریغ مے نواخت اکثر اوقات در سفر گذرانید در جمیع اسفار جمع از ابنائے سبیل"
"بادے پیوستند، شیخ از ماکولات و ملبوسات خبر ہمہ مے گرفت و مادامیکہ عامہ رفقا"

را طعام ہیم نمے رسید خود بالکل تنہا نمے پرداخت از عنفوان شعور بخدمت والد
"ماجد وبرادر کلاں خود شیخ محمد طاہر تلمذ نمود و کتب تحصیل مرتب گذرانید و برصدہ"
"استاذی نشست و در سفر حج زینت طراز علم حدیث از مولانا استاذ شیخ"
"محمد حیات سندھی مدنی قدس سرہٗ سند نمود، جوہر فہم و ذکاء او بس عالی بود و در"
"مقدمات غامضہ علمی بسرعت تمام ترمیر سید جد امجدش شیخ محمد افضل او را در"
"صغر سن مرید خود ساخت و تربیت او حوالہ شیخ محمد یحییٰ کرد مشار الیہ در ظل"
"پدر بزرگوار تربیتہا یافت و مجاز و مرخص گردید و بعد از ارتحال والد ماجد جا نشین"
"گشت در سن ۱۱۴۱ھ عازم حرمین شریفین شد و در سن ۱۱۵۰ھ باین سعادت"
"فائز گشت در سن ۱۱۵۴ھ کرت ثانی داعیہ حرمین شریفین مصمم ساخت و رخت"
"کوچ از الہ آباد بربست و بانتظار جہاز در سورت توقف کردہ در ماہ صفر ۱۱۵۶ھ"
"بر جہاز عازم گشت قضارا جہاز تباہ شد و بہ کنار بندر مخا رسید، شیخ چند ماہ در آنجا"
"اقامت کرد و در موسم کشتی متوجہ مکہ معظمہ گردید و ۲۲ رمضان ۱۱۵۶ھ آمن و"
"واصل شد و ہم دریں سن روز جمعہ کہ آنرا در عرف حج اکبر گویند دریافت و در"
"۱۱۵۹ھ باز بہ ہندوستان عطف عنان نمود و در جمادی الاولیٰ سال مذکور"
"از بندر سورت روانہ پیشتر گردید، میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ قلمی نمود کہ شیخ"
"محمد فاخر در رجب ۱۱۵۹ھ بشاہجہاں آباد تشریف آوردند میرزا مظہر جانجاناں"
"از ملاقات ایشاں بسیار محظوظ شدند باہم صحبتہا گذشت انتہی"

"شیخ یک سال در الہ آباد ماندہ در ماہ شوال ۱۱۶۰ھ از راہ بنگالہ"
"عازم دریائے محیط شد کہ از انجا در جہاز نشستہ سری بحرین کشد در عظیم آباد"

"پٹنہ و مرشد آباد و دیگر امصار بسر راہ حکام خدمتہا بتقدیم رسانیدند از بندر"
"ہوگلی بر جہاز نشست قضارا مسافت چند روز قطع کردہ چوبے از جہاز بشکست"
"سہ ماہ جہاز در دریا بتباہی ماند آخر الامر بموضع چاٹگام کہ منتہا دیار شرق عمل"
"پادشاہ ہند است از جہاز فرود آمد و بعلت موسم برشگال سہ ماہ جہازدر چاٹگام"
"گذرانیدہ از راہے کہ رفتہ بود بالہ آباد برگشت درین مرتبہ حکام سرراہ نذر"
"فراواں گذرانیدند قریب دوماہ در الہ آباد ماندہ پس ازیں قصد شاہجہاں آباد"
"کرد ۲۵ رمضان ۱۱۶۲ھ داخل آں شہر شد و چندے باقامت آنجا پرداخت"
"وباز نطاق ہمت بزیارت حرمین شریفین بربست و ۵ ر ذالحجہ ۱۱۶۴ھ بہ برہانپور"
"رسید بعد عبور دریائے نربدا بیماری سرسام اورا عارض شد و پس از دخول"
"برہانپور بیماری قوت گرفت ۱۱ ر ذالحجہ ۱۱۶۴ھ روز یکشنبہ وقت اشراق"
"جان عزیز را در راہ بیت اللہ فدا ساخت تاریخ تولد او کہ ۱۱۲۰ھ واقع شد"
"**خورشید**" و تاریخ انتقال "**زوال خورشید**" عمرش ۴۴ سال"
"درحالت مرض وصیت کرد کہ از مشائخ برہان پور قدس سرہٗ درکمال تشرع"
"بودند برمرقد مبارک ایشاں بدعتہائے اہل زماں بعمل نمے آید مرا درجوار ایشاں"
"دفن سازند موافق وصیت بعمل آوردند"

"وا حسرتا کہ ایں چنیں صاحب کمال در ایام شباب ازیں عالم رحلت کردہ"
"داغ مفارقت بردل یاراں گذاشت بسر دو اراگر عمر ہا چرخ زند مشکل کہ"
"چنیں ذات قدسی صفات بہم رساند (چرخ گردوں اگر برسوں گردش کرے"
"ناممکن ہی کہ ایسا نفس زکیہ عالم وجود میں آسکے) قول میرزا مظہر جانجاناں است کہ

"میں نے بے شمار ــــ علما و دیگر مشائخ کو دیکھا مگر "اسو برس میں ایک شخص کو کہ نام"
"شیخ محمد فاخر ہے، کتاب و سنت کے موافق پایا"
"اور بے شمار ــ ارباب کمال کو پرکھا مگر شیخ محمد فاخر کا ہم پلہ کسی کو نہ دیکھا"
"میرزا (حضرت مظہر جانجاناں) برخلاف وضع خود بملاقات شیخ اکثر مے رسید"
"شیخ محمد فاخر صاحب دیوان است انتہی"

از سرو آزاد، بحوالہ لفح الطیب ص ۷۰ تا ۲۷

دائرہ الاجاہی السید نواب صدیق حسن خاں
"الی وصل وے رحمۃ اللہ تعالیٰ امام ائمہ تبعین سرزمین ہندست و شیخ الشیوخ"
"اکابر علمائے ارجمند تصنیفہا دارد سخن منظومش درمدح حدیث و ذم رائے"
"نور بخش دلہائے تاریک است و افکار صحیحہ او در اتباع قرآن و حدیث بغایت"
"لطیف و باریک ..... ظاہرش محدث بود و باطنش صوفی در برہان پور"
"مدفون است دیار رحمت رحمن مقرون محرر سطور او را در خواب دید کہ بر سر بری"
"با جامۂ کفن سفید چنان خوشحال خفتہ است کہ گویا عروسے در خواب نوشین رفتہ"

تصانیف

"دیوان و دیگر تصانیف ہمہ در حث بر اتباع سنت و ذم رائے ترک تقلید و شوق"
"اقامت مدینہ و شیفتگی بعلم حدیث و شیفتگی بجناب رسالت صلی اللہ علیہ الہ وسلم"
"متعلق است از انجملہ"

(۱) دیوان فارسی

(۲) منظومہ قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین

(۳) سفر السعادت منظوم

(۴) رسالہ نجاتیہ (در عقاید اثریہ موافق مشرب محدثین کرام)

"و دیگر مثنویہا ست کہ در آں ذم پیر پرستاں و گور پرستاں و دعاظ پیرزادگاں "پرداختہ و ترغیب بقرآن و سنت خالصہ دادہ" اور آپ کی توثیق عدالت "کے لئے حضرت میرزا مظہر جانجاناں اور میر غلام علی آزاد کافی ہیں جنہوں نے "ہر حیثیت سے آپ کے کمال فضل حسن عمل اور وفور علم کی شہادت دی ہے"

اشعار در عشق سنت و ذم بدعت

بستہ در سنت کشیدم دل ز راہے این و آں
زائر آوردم بروں از ملک زنگ آئینہ را

~~~~~~~~

از احادیث رسول آورد وام اسرار دیں
نیست غیر از گوہر شہسوار درد کان ما

~~~~~~~~

از کلام این و آں زائر عقاید را نجست
در پناہ سنت سرور بود ایمان ما

~~~~~~~~

زائر از کشکول اہل رائے نتواں لقمہ خورد
بر سر خوان رسول اللہ مہمانیم ما

~~~~~~~~

آنکہ بر طبق کتاب و سنت
اعتقاد است نجات دلہا

دور از آب حیات سنت
رائے گردیدہ ممات دلہا

~~~~~~~~

زائر بعکس بدعتیان خراب حال
اہلحدیث روز قیامت ذلیل نیست

~~~~~~~~

عمل بفقہ کنند ار بود خلاف حدیث　　　بمذہبے کہ چنیں کارہا روا باشد

اسیر سنت خیر البشر بود زائر　　　ز ہر ملا بجز ایں در پناہ نتواں کرد

ز رائے قوم نشد نور ظلمت زائر　　　بیا بیا کہ بعلم حدیث چارہ کنیم

تا پارہ نکردیم ہمہ دفتر آرائے　　　زائر ز احادیث بمطلب نرسیدیم
زائر ز رائے توشہ عقبیٰ نمے شود　　　گر سر کشی کنم ز احادیث کافرم[۵۱]

حضرت کا دہلی دو مرتبہ تشریف لے جانا (بحوالہ سرو آزاد) مرقوم ہے پہلی مرتبہ غالباً جب شاہجہاں آباد کو رونق بخشی تو حضرت نے جامع مسجد میں آمین بالجہر پکاری، عوام کہ آپ کے مرتبے سے ناواقف تھے، درپے ہوئے اور دستور عام کے مطابق گھیر لیا، حضرت نے فرمایا میری نہیں مانتے تو اپنے شہر کے کسی عالم سے چل کر مسئلہ پوچھ لو یہ لوگ آپ کو حجۃ اللہ (شاہ ولی اللہ صاحب) کے پاس لے گئے، آپ نے فرمایا "کہ حدیث سے تو آمین بالجہر ثابت ہے" بھیڑ چھٹ گئی، تو شاہ محمد فاخر نے عرض کیا "پھر آپ کیوں نہیں کھلتے" جناب حجۃ اللہ نے فرمایا "اگر کھل جاتا تو آج آپ کو کیسے بچا لیتا" اور جس زمانہ میں آپ نے مدینۃ النبی میں جا کر حضرت شیخ محمد حیات محدث سندھی (مدنی) سے حدیث پڑھی، اُس دور حدیث میں

---

[۵۱] بحوالہ نفح الطیب (جس میں حضرت زائر مرحوم کے تمام اشعار بصورت مقطع ہی نقل ہیں)

جناب علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی آپ کے ہم سبق تھے[1] اسی مصاحبت نے تو علامہ ممدوح سے آپ کی منقبت میں یہ کچھ لکھوایا کہ طرازِ عنوان اور اصل مضمون کی صورت میں اہل علم کی محفل میں باعث دلچسپی بن رہا ہے' اللھم ارحمہما ۔

حجاز سے واپسی پر علم حدیث کے ساتھ صحیح مسلم کا ایک نسخہ بھی ہمراہ لائے' جس کی نقل اس وقت کتب خانہ حبیب گنج (علی گڑھ) میں موجود ہے[2]

تلامذہ

اعتماد الدولہ مولانا غلام[3] حیدر خاں کاکوروی متوفی ۱۲۵۲ھ و برادر آں بزرگ مولانا غلام[4] صفدر خاں متوفی ۱۲۸۲ھ

محمد عبد اللہ عرف جھاؤ

(عدد مسلسل ۸۲) متوفی ۱۳۰۰ھ = ۱۸۸۲ء (عدد ۲)

مولد و منشا متوآئمہ' ملکی راجپوت خاندان سے تھے' تعلیم کے متعلق صرف اتنا سا معلوم ہو سکا کہ شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے' جہاں سے فارغ ہونے کے بعد مولد میں وارد ہوئے' تو اپنے مکان میں اس بنا پر نہ ٹھہرے کہ اباواجداد کے زمیندار رہنے کی وجہ سے مکان ظلم کے مال سے بنا ہے یہ سُن کر وہاں کے جولاہوں نے درخواست کی' کہ ہم لوگ مزدوری پیشہ ہیں حلال کی کمائی کھاتے ہیں ہمارے ہاں تشریف لائیے' آپ نے یہ درخواست منظور فرمائی اور اس قوم میں رہنے سہنے لگے

---

[1] تقصار جنود الاحرار من تذکار جنود الابرار ص ۱۱۵ [2] رسالہ معارف اعظم گڑھ
[3][4] مشاہیر کاکوری ص ۳۰۰

یہاں رفتہ رفتہ ایک جماعت بھی قائم کرلی، کچھ مدت بعد اعظم گڑھ تشریف لے گئے، پھر موضع آملو تمئے، یہاں بھی جماعتیں بنائیں آملو سے بنگال کا قصد فرمایا، موضع جامڑیہ ڈاک خانہ بنیر ضلع راج شاہی میں رونق پذیر ہوگئے، اس نواح میں آپ کے اثر سے ایسی جماعت قائم ہوئی جو عمل میں نمونہ سنت تھی، یہ جماعت جھاؤ کے نام سے منسوب ہے، اور ابھی تک قائم ہے صاحب ترجمہ خود عمل کی تصویر تھے، جس پر آپ کا عکس پڑتا وہ بھی مثل تصویر کے بن جاتا، کئی رسالے لکھے، جو ۱۹۱۸ء تک مولوی ابو الضیا محمد قمر الدین صاحب (ساکن مئو آئمہ) کے قبضہ میں غیر مطبوعہ صورت میں تھے،[1] صرف ایک رسالہ "اعتصام السنۃ" "بدعت میں شائع ہوا، آپ کا ترجمہ علامہ شمس الحق مرحوم صاحب "عون المعبود" نے لکھا، مگر چھپ نہ سکا، صحیح سن وفات بھی معلوم نہیں ہو سکا اندازاً اوائل ۱۳۰۰ ہجری ہو سکتا ہے

علمائے الہ آباد

(موجودین)

عبد الرؤف

(عدد مسلسل ۸۳) (عدد ۳)

مولد قصبہ مئو آئمہ سن ولادت ۱۲۸۳ھ جملہ کتب سمیہ مولوی عبد القدوس صاحب

---

[1] اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۸ء ص ۷

(ساکن مئو آئمہ) اور مولوی حاجی محمد اسحاق مرحوم نیر گانوی سے پڑھیں اول الذکر بزرگ حضرت میاں صاحب کے شاگرد تھے،

صاحب ترجمہ نے مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں (۱) کتاب الغسل (۲) تعلیم الاخلاق، (۳) کتاب تعلیم و تربیت اس کے سوا اور حالات دستیاب نہیں ہوسکے،

محمد یوسف (برئی پور) پرتاپ گڑھ

(عدد مسلسل ۸۴) متوفی ۱۳۲۸ھ = ۱۹۲۰ء (عدد ۱)

مولد و منشا موضع برئی پور قوم قریش مولوی خواجہ احمد (رائے بریلوی) اور مولانا ہدایت اللہ خانصاحب رامپوری سے آپ کے زمانہ قیام جونپور میں پڑھا، حضرت نواب والا جاہ السید صدیق حسن خاں کے ارتحال کے بعد نواب علیا حضرت شاہجہاں بیگم کے آخری دور حیات میں کچھ مدت بھوپال بسلسلہ تدریس قیام رہا، آخر مکان پر تشریف لے آئے جماعت قائم کی مخلص اور صاحب درد بزرگ تھے ۵۵ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا اور موضع اچل پور متصل بیلا گڑھ (ضلع پرتاب گڑھ) میں سپرد خاک ہوئے،

علمائے بنارس

نمبر	نام	مرحومین	موجودین	نام	مرحومین	موجودین
۱	شیخ عبدالحق محدث	″		محمد سعید	″	
۲	سید جلال الدین احمد	″		(دابناہ)		
	(دابناہ)			عبدالرحمن	″	
۳	سید سعید الدین احمد	″		محمد ابوالقاسم		″
۴	سید مجید الدین احمد	″		ابو مسعود قمر		″
۵	سید حمید الدین احمد	″		قاری احمد سعید		″
۶	سید شہید الدین احمد	″		عبدالآخر		″
۷	سید نذیر الدین احمد	″		....		
	....			سید عبدالکبیر بہاری	″	
۸	سید بشیر الدین احمد		″	حیات محمد	″	

موجودین

حکیم عبدالمجید ۱۷

محمد منیر خاں ۱۸

علماے بنارس

مرحومین
شیخ عبد الحق محدث

(عدد مسلسل ۸۵) متوفی ۸ ذی الحجہ ۱۲۸۶ھ = ۱۱ مارچ ۱۸۷۰ء (عدد ۱)

نسباً عثمانی والد کا نام مولوی فضل اللہ (ساکن قصبہ نیوتنی ضلع اناؤ)

تاریخی نام "فضل رسول" اور مادہ تاریخ وفات "فضل رسول" آپ کے والد بزرگوار نیوتنی سے ترک اقامت فرما کر بنارس میں قیام پذیر ہوئے اور یہیں کے ہورہے، صاحب ترجمہ نے پڑھنے کو تو دوسرے اہل علم کی طرح کئی ایک حضرات سے پڑھا، مگر جیسے استاذ اور ہم سبق آپ کو ملے، کب کسی کو نصیب ہوں گے، شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی کے حلقہ درس میں شہید علیہ الرحمۃ کے شریک سبق ہو کر حدیث پڑھ رہے ہیں، امیر المومنین (حضرت سید احمد مرحوم) اور مولانا اسمٰعیل شہید ایسے قطبین کے ہمراہ زیارت حرمین سے مشرف اندوز ہوتے ہیں، دہلی سے تکمیل کے بعد یمن جا کر امام محمد بن قاضی شوکان سے حدیث پڑھ رہے ہیں، سند واجازہ بنفسہ امام شوکانی سے حاصل ہے، امام کی اس سند کا نام "اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر" ہے جو اپنی خصوصیت کے اعتبار سے بہت متبرک سمجھی جاتی ہے،

تحدیث

جن کے درس میں قاضی شیخ محمد مچھلی شہری اور مولانا قاضی سید جلال الدین بنارسی ایسے

اعلام محدث ہوں، اس مدرس کی شہرت اور وسعت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے، کاش تلامذہ میں اور حضرات کے اسماء بھی اکٹھے ہو سکتے)

اضافہ اسمائے تلامیذ

سید سعید الدین احمد و السید حمید الدین احمد و السید شہید الدین احمد ابنائے سید جلال الدین احمد رحمہم اللہ تعالیٰ

سید جلال الدین احمد جعفری ہاشمی

(عدد مسلسل ۸۶) متوفی ۱۲۷۹ھ = ۱۸۶۳ء (عدد ۲)

بروایات مولانائے محمد ابوالقاسم صاحب بنارسی ـــــ

مولد و منشا بنارس، سال ولادت ۱۲۲۱ھ، عمر اٹھاون برس پائی، والد کا نام مولوی شاہ عبد الاعلیٰ صاحب جن کا سلسلۂ نسب بواسطہ شاہ محمد غوث صاحب گوالیاری حضرت امام حسینؓ سے ملتا ہے۔

اکثر علوم متعارفہ اپنے والد ماجد صاحب اور مولوی احمد اللہ صاحب محدث (بنارسی) سے پڑھ کر کانپور اور دہلی تشریف لے گئے، دہلی میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سے تکمیل فرمائی اور حدیث کی تکمیل مولانا عبد الحق محدث (بنارسی) سے، عمل بالحدیث و اتباع سنت کا ولولہ بھی انہیں بزرگ کے فیض صحبت سے پیدا ہوا، چنانچہ مولوی خرم علی صاحب سے مسئلہ فاتحہ خلف الامام میں آپ کا مناظرہ مشہور ہے، اسی مبحث پر آپ نے بزبان فارسی رسالہ "فاتحۃ الصواب فی قراءۃ فاتحۃ الکتاب" محرم ۱۲۵۶ھ میں تصنیف فرمایا، پھر اس کا خلاصہ بزبان اردو بنام زبدۃ الالباب فرمایا جو مطبع سعید المطابع میں طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔

آپ بے حد ذہین تھے، حفظ قرآن کا شوق ہوا تو رمضان کی پہلی کو التزام کیا، دن میں ایک پارہ حفظ کر لیتے، اور شب کو تراویح میں سُنا دیتے، خاندان میں صرف فاطمی کا رواج آپ ہی کی سعی سے ہوا،

ایک مدت بنارس کالج میں مدرس رہے، بڑے بڑے انگریز حکام نے آپ کی شاگردی کی ہے، آپ کو وایسرائے کے دربار میں خاص کرسی ملی تھی، باوجود ایسے اعزاز کے استغنا کا یہ عالم تھا کہ اپنے لئے عہدہ کی ترقی ناپسند فرمائی، اور دینیات کی طرف آپ کی توجہ بہت زیادہ رہی، صاحب کرامات بھی تھے،

آپ کی تصنیفات میں علاوہ تحفۃ الصواب و زبدۃ الالباب کے حسب ذیل کتابوں کا بھی پتہ لگتا ہے، زبدۃ القوانین، انبساط عبارۃ الکافیہ بالبیان الشافیہ فرہنگ اخوان الصفا قواعد اردو وغیرہ ہیں،

اولاد آپ کے ۴ بیٹے تھے اور ایک صاحبزادی

سلسلہ اولاد و احفاد سید جلال الدین احمد جعفری ہاشمی جن کے تراجم سے کتاب ہذا مزین ہے

سید جلال الدین احمد

سعید الدین احمد | مجید الدین احمد | حمید الدین احمد | شہید الدین احمد

حمید الدین احمد ← نذیر الدین احمد

شہید الدین احمد ← بشیر الدین احمد

سید سعید الدین احمد جعفری ہاشمی

(عدد مسلسل ۸۷) متوفی ۱۲۹۳ھ – ۱۸۷۶ء (عدد ۳)

بروایت مولانا محمد ابوالقاسم صاحب بنارسی ——

مولد و منشاء بنارس، سال ولادت ۱۲۵۲ھ، عمر ۴۱ سال پائی، والد کا نام مولوی سید جلال الدین احمد صاحب تحصیل علوم اپنے والد ماجد اور مولوی عبدالحق صاحب محدث (بنارسی) سے کی بہت ذہین تھے اور ہر فن میں معلومات رکھتے تھے، شعر و شاعری سے بھی شوق تھا فن طبابت میں اچھا دخل رکھتے تھے اور عربی زبان کے بے مثل ادیب، مسلسل بالاولیتہ کی سند آپ کو شیخ محمد صاحب مچھلی شہری سے حاصل تھی، تحصیل علوم کے بعد آپ نے سیتاپور میں درس شروع کیا پھر لکھنؤ کے اسکول میں مدرس ہوئے، اس کے بعد بنارس کالج میں رہے، کالج کے اوقات کے علاوہ ہر وقت آپ تلاوت قرآن مجید و مطالعہ حدیث اور کتب بینی میں اپنا وقت گزارتے، ہر عمل اتباع سنت کا نمونہ تھا، بنارس کی شاہی مسجد جس میں آمین بالجہر کی ممانعت ہو وہاں بھی آپ نے آمین بالجہر نہیں چھوڑی اور رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھتے تھے عمل بالحدیث میں کسی کی ملامت کا خیال نہ فرماتے، اپنی بیوی کو بخیال اتباع سنت اپنے ہاتھ سے غسل میت دیا، اپنے لئے وصیت کی تھی کہ تین چادروں میں کفنایا جاؤں،

صاحب تصنیفات بھی ہیں، جن میں سے دو کتابیں زیادہ مشہور ہیں، لغات[1] قرآن منہاج[2] الفردوس، پہلی کتاب طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے،

آپ کی اولاد میں فرزند نرینہ مولوی کبیر الدین احمد صاحب تھے

سید مجید الدین احمد جعفری ہاشمی

(عدد مسلسل ۸۸) متوفی ۸ جمادی الاول ۱۲۹۸ھ = ۲۳ مئی ۱۸۷۸ء (عدد ۴)

بروایت مولانا محمد ابو القاسم صاحب بنارسی

مولد و منشا بنارس، سال ولادت ۱۲۶۲ھ عمر ۳۳ سال پائی، والد کا نام مولوی سید جلال الدین احمد صاحبؒ

تحصیل علوم اپنے بھائیوں سے کی، فارسی مولوی محمد بخش صاحب سے حاصل کی، فراغت کے بعد بنارس کے تحصیلی اسکول میں پڑھانا شروع کیا اپنے والد کی طرح اتباع سنت کا خاص ولولہ رکھتے اور کسی کی ملامت اور طعن و تشنیع کا خیال نہ فرماتے، نہایت پُر آشوب زمانہ میں آمین بالجہر اور رفع الیدین شروع کی تھی، جس پر آخری عمر تک قائم رہے، دنیا سے ہمیشہ بے تعلق رہے، آپ کو جوانی کی عمر میں ہی سرسام ہوا اور اسی میں انتقال کیا، آپ کی اولاد میں دو فرزند ہوئے، (۱) حافظ عظیم الدین احمد صاحب (۲) علیم الدین احمد جو بچپن میں ہی قضا کر گیا،

سید حمید الدین احمد جعفری ہاشمی

(عدد مسلسل ۸۹) متوفی ۱۳۰۸ھ = ۱۸۹۰ء (عدد ۵)

بروایت مولانا محمد ابو القاسم صاحب بنارسی

مولد و منشا بنارس، سال ولادت ۱۲۵۰ھ عمر ۵۸ برس پائی، والد کا نام مولوی سید جلال الدین احمد صاحب،

جملہ علوم اپنے والد ماجد اور دادا صاحب (مولوی شاہ عبد الاعلی) اور مولوی عبد الحق صاحب

محدث بنارسی ہے سے حاصل کئے، فن طب آپ نے حکیم نعمت علی صاحب سے پڑھا آپ کا تحصیل علم کی غرض سے لکھنؤ تشریف لے جانا بھی منقول ہے، آپ خود فرماتے کہ میں نے قرآن مجید سے لے کر آخر تک سب کچھ مولوی عبدالحق صاحب محدث سے حاصل کیا ہے، اور ہمیشہ اُن کی خدمت میں رہے، بدعت سے سخت متنفر تھے اپنے والد کی طرح عمل بالحدیث کا خاص دلولہ رکھتے تھے، اسی وجہ سے دیگر طریق سے اشاعت علم حدیث نہ فرماسکے، کیونکہ آپ عمل کی طرف زیادہ راغب تھے، تہجد گذار تھے، نماز رفع الیدین کے ساتھ ادا فرماتے، گو طبیعت میں خاکساری تھی، لیکن مزاج میں نفاست بھی تھی، پہلے آپ پٹنہ میں سب ڈپٹی انسپکٹر کے عہدہ پر مامور تھے، پھر اپنے والد کی وفات کے بعد ان کی جگہ پر بنارس کالج میں مدرس ہو گئے آخر میں آپ کی پنشن ہو گئی، کثیر الاولاد تھے اولاد کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھتے، آپ کا مکان علمائے اہلحدیث ہند کا ملجا و ماویٰ تھا، مولانا شیخ عبدالعزیز مچھلی شہری، مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی، مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری وغیرہ اجلہ علمائے اہلحدیث آپ ہی کے یہاں فروکش ہوتے، سنت اور دین کا خوب چرچا رہتا، بنارس کی مشہور عیدگاہ فاطمان آپ کی یادگار ہے آپ کی اولاد پانچ لڑکیاں اور ۴ لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں، رشید الدین احمد، نصیر الدین احمد، نذیر الدین احمد، منیر الدین احمد جن میں سے پچھلے دو ابھی بقید حیات موجود ہیں

سید شہید الدین احمد جعفری ہاشمی

(عدد مسلسل ۹۰) متوفی ۲۳ محرم ۱۳۳۷ھ = ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۸ء (عدد ۶)

بروایت مولانا محمد ابو القاسم صاحب بنارسی

مولد و منشا بنارس، سال ولادت ۱۲۶۷ھ عمر ۷۰ سال پائی، والد کا نام مولوی سید جلال الدین احمد صاحبؒ ابتدائی علم فارسی وغیرہ میاں جی عبد الرب جونپوری اور مولوی محمد بخش صاحب بنارسی سے حاصل کیا، پھر اپنے بڑے بھائی مولوی حمید الدین احمد صاحب سے پڑھتے رہے چنانچہ تمام کتب کی تکمیل آپ سے ہی ہوئی، البتہ حدیث وغیرہ مولوی عبد الحق صاحب محدث (بنارسی) سے پڑھی، بعد فراغت آپ ریاست ریواں کے ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی مقرر ہوئے، آپ کو رفاہ عام کے کاموں کا بہت خیال تھا، غربا کی اعانت سے خاص دلچسپی تھی، تعمیر مسجد وغیرہ نیک کاموں میں بہت کوشش کرتے چنانچہ ریاست مذکور کی عیدگاہ کا اہتمام آپ کی دوامی یادگار ہے، ۶ سال کے بعد ریاست کو چھوڑ کر بنارس کالج میں مدرس مقرر ہو کر وطن واپس آگئے، ۲۴ سال تک اس کالج میں پڑھاتے رہے اس کے بعد تھیاسوفیکل کالجیٹ اسکول بنارس میں ہیڈ مولوی مقرر ہو گئے ۵ سال تک یہاں درس دیا تھا کہ پیام موت آگیا، ایک لائق بیٹا مولوی حافظ بشیر الدین چھوڑ گئے (جن کا تذکرہ آگے آتا ہے) صاحب تصنیفات بھی ہیں آپ کی بعض تصانیف داخل نصاب سرکاری بھی ہو گئی ہیں، نام اُن کے یہ ہیں، الف بائے اردو، قرآن کا قاعدہ، تحفۃ الحفاظ، عمدہ نعت قرآن، ترغیب تہجد، وعظ نماز، وعظ روزہ، شہید اللغات، تذکیر و تانیث اردو، معلم اللسانین (عربی و فارسی)، نصاب فارسی ہر دو حصہ، اسہل القواعد

قواعد اردو، سوال وجواب قواعد، نکاح بیوگان، حنفی وہابی کی پہچان، وغیرہ،
آپ کے اخلاق کریمانہ سے حنفی، اہلحدیث، سنی وشیعہ ہر فرقہ کے لوگ آپ کی
عزت کرتے تھے، آپ کی وفات کی تاریخ یہ ہے "حق نے مغفرت کی"

سید نذیر الدین احمد جعفری ہاشمی

(عدد مسلسل ۹۱) متوفی ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ = ۳۱ مارچ ۱۹۳۴ء (عدد ۷)

تاریخ ولادت ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۲۸۴ھ تاریخی نام "مظہر الحق" ۱۲۸۴ والد کا اسم گرامی
مولانا سید حمید الدین احمد بن سید جلال الدین احمد

۷۰ برس کی عمر پائی اور بنارس میں سپرد خاک ہوئے، آپ کی سنت تحنیک شیخ عبد الحق
محدث (بنارسی) نے ادا کی، ۵ سال کی عمر میں سند مسلسل بالا دلیتہ شیخ محمد محدث مچھلی شہری سے
حاصل ہوئی درسیات کا اکثر حصہ شیخ عبد الحق ممدوح اور مولانا حافظ عبد اللہ صاحب غازیپوری
سے پڑھا، بعض کتابیں مولوی سید عبد اللہ بلگرامی (متوفی یکم رمضان ۱۳۰۵ھ) سے پڑھیں
سند حدیث حضرات مذکورین اور مولانا محمد سعید بنارسی، شیخ حسین عرب یمنی اور حضرت
میاں صاحب دہلوی سے حاصل کی، علم عربی کے ساتھ انگریزی کا شغل بھی جاری رہا اور ایف اے
تک پڑھا، وکالت کی کلاسوں میں بھی چندے شرکت کی مگر امتحان نہ دیا، مختلف سرکاری محکموں
میں ملازم رہنے کے بعد آخر عربی مدارس کی مسند کو مزین فرمایا، مدرسہ شاہجہانی بھوپال، اور
مدرسہ احمدیہ سلفیہ دربھنگہ اور بنارس میں تعلیم وتدریس میں مصروف رہے،

آپ صاحب تصنیف بھی تھے، ترجمہ شفا، کرامات الاولیا، تذکرۃ الاعلیٰ،
تحفۃ اخیار، مصادر ستہ، وغیرہ آپ کی تصنیفات طبع ہوکر شائع ہو چکی ہیں،

سید بشیر الدین احمد

(عدد مسلسل ۹۲) (عدد ۸۵)

بروایت مولانا محمد ابو القاسم صاحب بنارسی

سال ولادت ۱۲۹۶ھ بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا پھر اپنے والد کے ہمراہ ریاست ٹونک میں رہ کر مدرسہ اور مولوی رحمن علی صاحب قاضی ریاست سے صرف و نحو و کتب عربیہ پڑھیں، پھر آپ کے ہمراہ بنارس آکر تکمیل کی، کتب حدیث میرے والد ماجد مولوی محمد سعید مرحوم نزیل بنارس سے سماعت کیں، اس کے بعد انگریزی پڑھنے کا شوق ہوا، انٹرنس پاس کر لیا، اب بسر اوقات کے لئے ملازمت کی تلاش ہوئی کئی سال تک مدرس رہے، آخر بلرام پور، اعظم گڑھ اور گورکھپور کے ہائی اسکولوں میں ہیڈ مولوی ہو کر درس دیتے رہے مشن کالج گورکھپور میں بھی ہیڈ مولوی اور پروفیسر رہے، اسی اثنا میں منشی کامل کا امتحان پاس کیا اور انگریزی ایف اے تک کر لی، یکایک آپ کو ثقل سماعت کا عارضۂ شدیدہ لاحق ہوا جس کے باعث سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہونا پڑا، اب مدرسہ سعیدیہ بنارس میں الہ آباد یونیورسٹی کے شعبہ علوم شرقیہ کے کورس کا درس دیتے ہیں۔ اور بعض اسکولوں اور کالجوں کے ممتحن بھی مقرر ہوئے، آپ صاحب تصانیف بھی ہیں، اور حسب ذیل کتابیں آپ کی تالیف سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں، بشیر اللغات (عربی، فارسی، اردو، انگریزی) عربی حصہ اول، نگارستان اردو، مفرد مجموعہ سنبلستان اردو، تفریق اسلام،

افسوس کہ نرینہ اولاد کوئی نہیں، ہاں ۳ لڑکیاں موجود ہیں، قوت حافظہ آپ کی عجیب ہے، اور ذہانت بھی بلا کی، شاعر بھی ہیں، معاملات حد سے زیادہ سادے ہیں، لوگوں کو اپنی ضمانت

پر قرض دلا دیا کرتے ہیں جس کے عوض اپنا مکان اور اثاثہ بھی کھو چکے ہیں، فقر و فاقہ کی زندگی گزارتے ہیں پھر بھی بڑے صابر اور غیور ہیں، مصائب کی برداشت کرنے میں کوہ وقار ہیں، ہر ایک شخص کا کام مفت میں کر دیا کرتے ہیں، آپ کے بعد آپ کے خاندان میں علم کا خاتمہ نظر آتا ہے، اس وقت آپ کی عمر ۷۵ سال کی ہے

(بسلسلۂ مولانائے محمد سعید و ابناہ)

محمد سعید

(عدد مسلسل ۹۳) متوفی ۱۸ر رمضان ۱۳۲۲ھ = ۲۷ر نومبر ۱۹۰۴ء (عدد ۹)

کنجاہ (ضلع گجرات پنجاب) کہ "نیرنگ عشق" (مثنوی غنیمت) کے طرازِ عنوان (یعنی)

بنامِ شاہدِ نازک خیالاں
عزیزِ خاطرِ آشفتہ حالاں

کا مصداق واقعی ہے، صاحب ترجمہ جناب مستطاب مولانائے محمد سعید علیہ الرحمۃ کا مولد و مسکن (قدیم) ہے، جہاں ایک معزز ہندو گھرانہ (کھتری خاندان) میں جنم لیا، والد کا نام کھڑک سنگھ اور آپ کا اسم سابق مول سنگھ مرحوم گوجرانوالہ میں پوسٹ ماسٹر تھے، کہ لاہور جانے کا اتفاق ہوا، دل میں طلب حق پیدا ہو چکی تھی، کہیں مولانا شیخ عبید اللہ نو مسلم (صاحب تحفۃ الہند) سے شرف ملاقات نصیب ہوا، شیخ صاحب ہندویت کا آسیب اتارنے میں دم مسیحائی رکھتے تھے، اس پہلی ملاقات ہی میں "مول سنگھ" کی ماہیت "محمد سعید" سے منقلب ہو گئی، اور "السعید من سعد فی بطن امہ" کی "فطرۃ اللہ" زا التی

فعل الناس علیھا) بروے کار آ کر رہی

دیکھئے لاتی ہے اُس شوخ کی نخوت کیا رنگ
اُس کی ہر بات پہ ہم نام خدا کہتے ہیں

آپ کے والد (کھڑک سنگھ صاحب) کو اطلاع ہوئی، بھاگے ہوئے گوجرانوالہ تشریف لائے اور آپ کو پکڑ کر بخط مستقیم ہردوار لے پہنچے، بھاگیرتی کے پوجاریوں نے پھر حلقۂ زنار میں کس دیا اور اس "دوس" کی تلافی کے لئے مالا جپنے کو اور گائیں چرانے کے لئے سونپ دیں، مگر آپ نے گائیں تو اپنے چھوٹے بھائی گوپال سنگھ کے حوالے کیں اور خود مالا لے کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر "سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم" پڑھنا شروع کر دیا اور موقعہ پا کر وہاں سے بھی بھاگ آئے، دوبارہ ربقۂ اسلام گلے میں ڈال لیا، اس کے بعد آپ کے والد نے کبھی آپ کے ارتداد کی کوشش نہ کی، اب آپ ملازمت چھوڑ کر دیوبند چلے گئے یہ سن ۶...... کا واقعہ ہے یہاں جملہ علوم متعارفہ پڑھے، ان مراحل کے بعد تحصیل حدیث شروع کی جس سے حنفیت کی طرف سے رُخ پھر گیا، اور اس پر دارالعلوم دیوبند سے جواب بھی مل گیا مگر خوش قسمتی سے اُدھر حضرت میاں صاحب دہلوی کا فیضان علم جاری تھا سیدھے دہلی پہنچے، حدیث و تفسیر پڑھی اور سند حاصل کی، اس زمانہ میں آپ کے والد نے میاں صاحب کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا، کہ :۔

"میں نے اپنے لڑکے کو ناز و نعمت سے پالا ہے اس کو نظر عنایت سے رکھئے گا"

میاں صاحب اس خط کو پڑھ کر آبدیدہ ہو گئے!

جونپور کے "مدرسہ امام بخش" نامی میں مولانائے حافظ عبداللہ غازی پوری سے فقہ و اُصول پڑھا، اس دور میں جناب مولوی تلطف حسین مرحوم بہاری (مقیم دہلی)

مولانا علی نعمت عظیم آبادی شریک سبق تھے، حافظ صاحب علیہ الرحمہ ابھی تک جادۂ تقلید پر گامزن اور تلامذہ اتباع سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شاہ راہ پر رواں دواں قدم قدم پر مناقشے ہوتے، آخر منصف مزاج استاد تنگ خار دار راہ چھوڑ کر شاگردوں کے ساتھ ہو گئے اس کا اعتراف بنفسہ حافظ صاحب مرحوم نے فرمایا (جیسا کہ ممدوح کے ترجمہ میں منقول ہے)

صاحب ترجمہ نے مکہ معظمہ میں شیخ عباس بن عبدالرحمن تلمیذ قاضی شوکانی سے بھی سند اجازت حدیث حاصل کی،

تکمیل کے بعد

مولوی ابو محمد حافظ ابراہیم مرحوم آروی کے اصرار پر چندے مدرسہ احمدیہ آرہ میں تدریس فرمائی، وہاں سے بنارس تشریف لائے، جہاں خود ایک مدرسہ جاری کیا جس میں مدۃ العمر درس دیتے رہے اور آخر یہیں کے ہو رہے،

احناف کے ایک رسالہ "کشف الحجاب" کے جواب میں "ہدایۃ المرتاب" لکھی، جسے حضرت والا جاہ نواب صدیق حسن خاں نے اس قدر پسند فرمایا کہ ۵ ماہوار وظیفہ مقرر فرمایا، مولوی شوق نیموی مرحوم (حنفی) سے ہمیشہ مناظرہ رہا آیا، جن کی تصانیف کے جواب میں منجملہ اور کتابوں کے "مجموعۃ السکین" قابل دید ہے،

اشاعت و تبلیغ کی غرض سے بنارس میں ایک مطبع بنام "سعید المطابع" قائم کیا، اس مطبع نے توحید و سنت کی نصرۃ میں لاکھوں ورق شائع کئے جن کا غالب حصہ مفت تقسیم ہوا (افسوس کہ یہ مطبع اب باقی نہیں رہا) مرحوم کثیر الاولاد تھے، جماعت اہلحدیث کے نامور اور ممتاز (الفاضل) جناب مولانا محمد ابو القاسم اسی اسلامی پود کی نباتاً حسناً

ہیں آپ کے سوا جناب مولوی قمر، مولوی قاری احمد سعید، حافظ عبد اللہ، مولوی عبد الرحمٰن (مرحوم) اور مولوی عبد الاخر آپ کی یادگار ہیں جن کے تراجم آگے منقول ہیں،

ابنائے مولانا محمد سعید مرحوم (بنارسی)

(۱)

عبد الرحمٰن

(عدد مسلسل ۹۴) متوفی ۱۶ ذالحجہ ۱۳۵۳ھ = ۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء (عدد ۱۰)

خلف الصدق مولانا محمد سعید مرحوم سن ولادت ۲ شعبان ۱۳۱۷ھ اساتذہ میں مولانا سید عبد الکبیر بہاری مولوی حکیم عبد المجید صاحب بنارسی سید جلال الدین احمد مرحوم جعفری ہاشمی اور آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ ہیں مگر تکمیل کے بعد متاہلانہ زندگی میں ایسے اُلجھے، کہ تبلیغ و تدریس پر توجہ نہ فرما سکے اور گلزار دنیا کی ۳۶ بہاریں دیکھ کر باغ عدم کی راہ لی، رونے کے لئے بھائیوں کے ساتھ ۵ یتیم بچے .... اور ایک بیوہ چھوڑ گئے، اللھم ارحمہ،

(۲)

محمد ابو القاسم سیف

(عدد مسلسل ۹۵) (عدد ۱)

مولد و منشا بنارس، تاریخ ولادت یکم شوال ۱۳۰۷ھ، تاریخی نام "محمد فضل قادر" ۱۳۰۷ھ ۷ سال کی عمر میں ناظرہ (قرآن مجید) ختم کرنے کے بعد التزام حفظ کیا، اسی سال میں جناب

قاضی شیخ محمد مچھلی شہری سے "سند مسلسل بالاولیۃ" حاصل ہوئی اساتذہ علم و فن میں یہ
حضرات قابل ذکر ہیں یعنی

مولانا سید عبدالکبیر بہاری سے فارسی و صرف و نحو، مولانا سید نذیر الدین احمد
جعفری ہاشمی بنارسی سے ادب و معانی جناب مولوی حکیم عبدالمجید صاحب بنارسی سے
فقہ، اصول فقہ، منطق و فلسفہ وغیرہ اور حدیث و تفسیر اپنے والد گرامی مولوی محمد سعید
مرحوم اور علامہ شمس الحق ڈیانوی، مصنف عون المعبود، شیخ حسین بن محسن یمنی، شیخ پنجاب
حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی اور شیخ الکل حضرت میاں صاحب (رحمہم اللہ تعالیٰ)
سے، غرض ۱۶ سال کی عمر میں فارغ ہو کر خود تدریس و تصنیف فرمانے لگے، یہ دونوں مشغلے
اب تک جاری ہیں اور یوماً فیوماً ترقی پزیر ہیں اور رسالہ "السعید" جاری کیا مگر سنہ [illegible]ھ
میں بند ہو گیا، ۱۳۲۱ھ سے مدرسہ "سعیدیہ" بنارس میں اول مدرس مقرر ہوئے جہاں
تمام علوم و فنون کی کتابیں آپ کے ذمہ ہیں، دوسری کتابوں کا حال تو خدا کو معلوم ہوگا
مگر اس وقت تک بخاری و مسلم ۲۵ (۱۳۵۳ھ تک) مرتبہ پڑھا چکے ہیں "مطبع سعید المطابع"
(جو آپ کے والد مرحوم نے جاری کیا تھا) کا کام آپ کے ذمہ رہا، جس میں بالالتزام
نصرۃ اہلحدیث پر کتابیں چھپتیں، صوبہ یو پی بلکہ ملک کے تمام حصص میں اہلحدیث کے جلسوں
میں آپ کی شرکت گویا فرض کفایہ کی صورت اختیار کر چکی ہے، کانفرنس اہلحدیث کے آپ
پہلے بلا تنخواہ سفیر و واعظ ہیں اور ابھی تک اس کے جلسوں کی روح رواں، جماعت کو آپکی
ذات اور آپ کے علم سے اس قسم کا فائدہ پہنچا جس قسم کا نفع آپ کے والد مرحوم کے علم و تشخص
اور آپ کے خاندان کی وجہ سے بنارس جماعت اہلحدیث کا بجائے خود ایک مرکز ہے اور اس
(مرکز) کی وجہ سے احباب یو پی اور صوبہ بہار اور بنگال کو ایک گونہ تقویت حاصل ہے،

مولوی عمر کریم حنفی!

ان بزرگوار نے کتاب "الجرح علی البخاری" لکھ کر اپنی ایک خاص قسم کی شہرت... میں معتدبہ اضافہ کر لیا آپ پٹنہ کے زمیندار اور رئیس تھے اور احباب کو علم ہے کہ اس تصنیف کا مواد کچھ انہی کی کاوش کا رہین کرم نہ تھا بلکہ علامہ عینی (حنفی شارح بخاری) نے صحیح بخاری کی شرح کرتے ہوئے بخاری پر جو اعتراضات کئے ہیں ؎

وہ لذت وصال سے لیتے ہیں جان دل
یہ مہربانیاں بھی عداوت سے کم نہیں

مولانا پٹنوی کا تمام تحقیق و تدقیق بھی وہی اعتراضات ہیں مگر حضرت عینی کے ہم مشرب چونکہ بخاری پر ہاتھ صاف کرنے کے لئے تلے سے رہتے ہیں، اس لئے انہوں نے "الجرح علی البخاری" کی واہ واہ! تنقید دی کہ عینی کی بجائے پٹنوی ہی کو مرد میدان سمجھ لیا گیا! اس تصنیف (الجرح علی البخاری) کا جواب صاحب ترجمہ نے "حل مشکلات بخاری" کے نام سے ۴ جلدوں میں لکھا، جس میں سے ۲ جلدیں چھپ چکی تھیں، کہ علامہ پٹنوی نے رحلت فرمائی، ان کے اس ارتحال کی وجہ سے چوتھی جلد کے چھپوانے کی ضرورت نہ سمجھی گئی، حالانکہ یہ جواب کچھ اصل معترض کے لئے نہ تھے، بلکہ تمام اہل علم کے لئے مفید تھا، اس لئے ہمیں تعجب ہے کہ صاحب ترجمہ نے یہ التوا کیوں فرمایا! "یہ تامل دم ناوک فگنی خوب نہیں"

آپ بھی گویا کثیر التصانیف ہیں، تذکیر و تدریس کی ان مصروفیات کے ساتھ اب تک ۳۰ تصنیفات شائع ہو چکی ہیں، ان میں سے کئی ایک مولوی عمر کریم مرحوم (مذکور) کی تصانیف کی تردید میں ہیں اور کچھ دیگر مسائل پر، اکثر مناظرانہ حیثیت

رکھتی ہیں، جن کی فہرست یہ ہے،

الامر المبرم لابطال الکلام المحکم، ہاتھیم للمولوی عمر کریم صراط مستقیم لہدایۃ عمر کریم، الریح العقیم لحسم بناء عمر کریم، الارجون القدیم فی افشاء ہفوات عمر کریم، الرای العظیم لمولوی عمر کریم، التنقید فی رد التقلید، رمی الجمرتین علی شاک کلمۃ الشہادتین (دو حصہ) ذکر اہل الذکر، تحریر الطرفین فی صلوٰۃ التراویح والعیدین، حکم الحاکم فی کنیۃ ابی القاسم، اللؤلؤ والمرجان مع لطیفہ، نور لورا شرح سہ لطیفہ، تذکرۃ التسعیر حل مشکلات بخاری، (ہر سہ حصہ) قشف الشر جوابات بارہ سوالات، الفضول الشدید، علاج درماندہ، ضحور ابنجیق، البرزخ، تحفۃ الصور الافکار، ایضاح المنہج التبدید، اجتلاب المنفعہ، سفریت الترد، دفع بہتان، عید اضحی، السیر الحثیث فی براۃ اہل الحدیث، اربعین محمدی، جمع الرسالتین، زبان عرب، اظہار حقیقت، ثنائے ربانی جواب دعوت، معیار نبوت، نور اسلام، الزہر الباسم، الجوائز،

وغیرہ اور ابھی بعض غیر مطبوع صورت میں پڑی ہیں،

مناظرات

آپ کے مناظرے آریوں سے پٹنہ اور بہار نیز الہ آباد کے مشہور ہیں، احناف سے ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں جو مناظرہ ہوا تھا وہ بصورت رسالہ (علاج درماندہ) طبع ہو چکا ہے،

اولاد میں ایک بچہ محمد قاسم خاں تھا جو ۱۲۴۲ھ میں طعمہ اجل ہو گیا

---

[1] یہ رسالہ سن ۱۹۲۰ء میں دار الاشاعت اہلحدیث لاہور نے چھاپا ہے

(۳)

ابو مسعود خاں (محمود) قمر

(عدد مسلسل ۹۶)
(عدد ۱۲)

تاریخ ولادت ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ اپنے تخلص قمر سے اتنے مشہور ہوئے کہ آپ کے نام نامی (مولانا) محمود (صاحب) سے شاید ہی کوئی واقف ہو بقول حسرت

عشق نے جب سے کہا حسرت سے مجھے
کوئی بھی کہتا نہیں "فضل الحسن"

اساتذہ آپ کے جناب مولانا سید عبد الکبیر مرحوم بہاری مولانا حکیم عبد المجید صاحب (بنارسی)، سید نذیر الدین احمد جعفری، مولانا عبد الرحمن دہلوی (شاہ پوری)، مولانا محمد ابو القاسم (آپ کے برادر بزرگ) جناب العلامہ مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی دہلوی ہیں،

سند و اجازہ حدیث میں حضرت شیخ پنجاب حافظ صاحب غازی پوری، اور شیخ حسین عرب یمنی (علیہم الرحمہ) ہیں

الہ آباد یونیورسٹی کے (ملا فاضل) پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل

درازی تیری زلفوں کی خدا جانے کہاں تک ہے

فن شعر میں جناب مولانا عبد الرؤف صاحب عشرت لکھنوی سے شرف تلمذ حاصل ہے،

ان تمام اسناد و سلاسل سے مفتخر ہونے کے بعد جب دور خلافت میں گورنمنٹ انگلشیہ کے ملٹری ڈیپارٹمنٹ سے مستعفی ہوئے تو کانگریسی فوج میں شامل ہو کر اپنے طرۂ افتخار کو اور بھی مزین کر لیا، اس دولہ میں زنداں کی سیر بھی کی، مگر رہائی کے بعد مذہب جماعت، ملک و وطن سب کے (علی قدر منازلہم) شیدائی ہیں، اپنے برادر بزرگ جناب مولانائے ابو القاسم صاحب کی طرح خالص کھدر استعمال فرماتے ہیں، ملک کی سیاسی مجالس کی زینت ہیں، مذہبی حلقوں کی آپ سے رونق قائم ہے، جماعتی مجلسیں آپ کی روشنی سے منور ہیں، اہلحدیث مسلم لیگ کی روح رواں ہیں مختلف مذاہب سے تبادلہ خیالات میں پیش پیش ہیں، اور یہ مجموعہ اقادیل کہ آپ "تراجم علمائے اہلحدیث ہند" کے نام سے ملاحظہ فرما رہے ہیں، اس کی تدوین کے محرک اول بھی آپ ہی ہیں، ورنہ

صلاح کار کجا و من خراب کجا

اللہ تعالےٰ خوش رکھے،

(۴)

قاری احمد سعید

(عدد مسلسل ۹۰) (عدد ۱۳)

تاریخ ولادت ۹ شعبان ۱۳۰۹ھ کتب علوم مولوی سید عبد الکبیر بہاری (بنارسی) سے پڑھیں، حدیث و تفسیر مولوی احمد اللہ صاحب پرتاب گڑھی دہلوی و مولوی عبد الرحمٰن صاحب پنجابی دہلوی، مولوی عبد المنان بقا غازی پور مرحوم

اور اپنے والد بزرگوار سے، قراءۃ و تجوید قاری عبدالرحمن الہ آبادی سے حاصل کیا اور سند لی، کچھ مدت انگریزی بھی پڑھتے رہے اور تکمیل کے بعد کلکتہ و بمبئی کے مدارس میں پڑھانے کے بعد آخر بنارس ہی کے مدرسہ مدن پورہ میں تشریف لے آئے، جہاں ابھی تک قیام ہے،

(۵)

عہد آخر

(عدد مسلسل ۹۸) (عدد ۱۴)

تاریخ ولادت ۱۸ محرم ۱۳۲۲ھ آپ کے اساتذہ میں یہ حضرات کرام ہیں، یعنی مولوی سید عبدالکبیر بہاری (بنارسی) مولوی حکیم عبدالمجید صاحب بنارسی مولوی سید نذیر الدین احمد مرحوم جعفری، اور آپ کے برادر محترم مولانا محمد ابوالقاسم صاحب ان کے سوا مدرسہ فیض عام مئو (اعظم گڑھ) میں جا کر تکمیل کی، فراغ کے بعد دانا پور (بہار) کے مدرسہ اہلحدیث میں پڑھایا اور اب (اپنے) مدرسہ سعیدیہ بنارس ہی میں قیام ہے

سید عبد الکبیر بہاری

(عدد مسلسل ۹۹) متوفی ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ = ۱۱ اگست ۱۹۱۳ء (عدد ۱۵)

بروایت مولانائے محمد ابوالقاسم صاحب بنارسی

گو بنارس نہ آپ کا مولد ہے نہ مدفن، لیکن علمائے بنارس کے تذکرہ میں آپ کا بیان اس لئے کیا گیا کہ آپ نے اپنی زندگی کا تمامتر حصہ بنارس ہی میں گزار دیا، حتیٰ کہ اہل بنارس بھی اُن کو دوسری جگہ کا نہیں سمجھتے تھے، آپ کی پیدائش صوبہ بہار کی ہے، سال ولادت کا پتہ نہیں لگا، ابتدائی علوم آپ نے اپنے وطن میں ہی حاصل کئے، پھر اہلحدیثوں کے مشہور مدرسہ احمدیہ آرہ میں بغرض تکمیل تشریف لائے اُس وقت میرے والد مولوی محمد سعید صاحب کنجاہی مدرسہ مذکور میں درس دے رہے تھے (والد صاحب مرحوم) اور مولانا ابراہیم صاحب آروی مہتمم مدرسہ سے کچھ اختلاف ہو گیا، اُس وقت مولانا محمد سعید صاحب مدرسہ آرہ کو چھوڑ کر بنارس چلے آئے، اور بنارس میں اپنا مدرسہ سعیدیہ قائم کیا، حضرت والد صاحب کے زیر درس جتنے طلبا تھے وہ سب مدرسہ آرہ کو خیرباد کہہ کر بنارس چلے آئے، اُن میں مولوی سید عبد الکبیر صاحب بھی تھے، اور جناب والد صاحب سے مولانا سید عبد الکبیر صاحب کا تعلق استاد شاگردی کی بجائے برادرانہ ہو گیا، چنانچہ مولوی عبد الکبیر

صاحب نے بعد فراغت تحصیل علم بنارس ہی میں قیام فرمالیا، اور مدرسہ سعیدیہ کے مدرس مقرر ہو گئے، چنانچہ کامل ۲۳ سال تک درس دیتے رہے، مطبع سعید المطابع کے آپ ہی مینیجر تھے اور اخبار "نصرۃ السنۃ" جو والد صاحب کی زیر ادارت ماہوار شائع ہوتا تھا آپ اُس کے نائب اڈیٹر تھے، ہمارے گھر کا انتظام آپ ہی کے سر تھا، اور ہم سب بھائیوں کی تربیت اور ابتدائی تعلیم کے آپ ہی نگراں رہے، ہم سب بھائی آپ کو چچا جان کہتے تھے، آخر بنارس کو آپ سے مرض الموت نے چھڑایا، بڑے زاہد متقی تالی قرآن عامل بالحدیث تہجد گزار عالم باعمل تھے آپ کی یادگار ایک بیٹا مولوی حافظ سید عبدالقدیر ہے، آپ نے ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ یوم دوشنبہ کو سفر آخرت کیا اور ہرگانواں متصل بہار میں دفن ہوئے،

مادہ تاریخ وفات فارسی میں "نزیل خلد برین عالم ہند مکاں" اور عربی میں یہ قطعہ ہے،
۱۳۳۱

کریم السجایا ذو الفضیلۃ والتقیٰ — مدیم البرایا سید و ممجد
عفا اللہ عنہ ربنا ورحمنا — واد خلہ الفردوس وہو مخلد

تفکرت فی عام الوفات فقیل لی
تخلی الی مولاہ عنہ محمد

۱۳ ھ ۳۱

حیات محمد

(عدد مسلسل ۱۰۰) متوفی ۱۹ر شوال ۱۳۴۱ھ = ۵ر جون ۱۹۲۳ء (عدد ۶)

بروایت مولانائے محمد ابو القاسم صاحب بنارسی

مولد و مسکن بنارس، سال ولادت ۱۲۷۹ھ عمر ۶۲ سال پائی،

والد کا نام شاہ فقیر محمد، تحصیل علوم فارسی اور طب حکیم خدا بخش بنارسی سے ادب و منطق مولوی علی جواد (شیعہ مجتہد بنارسی) سے فقہ و اصول مولوی عبد الرحمن صاحب حنفی بنارسی و مولوی قطب الدین حنفی بنارسی سے اور بعض دیگر علوم حکیم بدر الدین بنارسی سے حاصل کئے پھر آپ حضرت میاں صاحب دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، تفسیر اور حدیث کی تمام کتابیں وہاں ختم کیں ۱۳۱۰ھ میں سند حاصل کی، پھر شیخ حسین عرب محدث یمنی سے بھی سند حدیث لی، اور اہلحدیث بن کر واپس بنارس آئے، اپنے محلہ میں اشاعت سنت شروع کی، احناف کے مسئلے بذریعہ اشتہار شائع کئے، خوب بحثیں کیں مقدمہ بازی تک نوبت پہنچی، الغرض بڑی تکلیفیں اٹھائیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ مدد کی اور حق کو غالب کیا۔ آپ سلطانہ زینہ بیگم کی شاہی مسجد بنارس میں متولی کی اجازت سے درس دیا کرتے تھے، ہر علم و فن کی کتاب پڑھانے میں ید طولیٰ رکھتے، آواز باریک سی تھی اس لئے وعظ میں بہت خوش بیانی تھی ساری عمر اشاعت سنت کا ولولہ رہا، میرے والد ماجد مولانا محمد سعید صاحب کے آپ دست بازو رہے، اتباع سنت میں کبھی کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کی، جامع مسجد اہلحدیث محلہ مدن پورہ کے خطیب تھے، تصنیف و تالیف سے رغبت مطلق نہ تھی، ہر وقت کتب بینی کیا کرتے تھے، آپ کی ذات سے بہتوں کو فائدہ پہنچا، صرف ایک لڑکا وہ بھی بے علم ہے، افسوس کہ آپ کی کوئی یادگار باقی نہیں ہے،

حکیم عبدالمجید

(عدد مسلسل ۱۰۱) (عدد ۱۷)

بروایت مولانا محمد ابوالقاسم صاحب بنارسی

سال ولادت ۱۲۷۰ھ عمر اس وقت ۵۷ سال ہے،

تحصیل علم، حفظ قرآن آپ نے حافظ حسام الدین مدرس مسجد گیان بانی بنارس سے کیا ابتدائی فارسی کتب مولوی ثناء اللہ حنفی بنارسی سے پڑھیں، صرف، نحو، فقہ و منطق اپنے خسر مولوی عبدالرحمن صاحب حنفی مدرس مدرسہ مسجد گیان بانی بنارس سے حاصل کیا، پھر لکھنؤ تشریف لے گئے، وہاں کتب عقائد و امور عامہ و مناظرہ علم کلام مولوی عین القضاۃ صاحب حنفی و مولوی محمد نذیر شاگرد مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی سے پڑھیں، اور فن طب کی کتابیں حکیم اسمعیل صاحب سے بالاستیعاب پڑھیں، دہلی تشریف لے گئے، بلوغ المرام سے لے کر سنن اربعہ تک مولوی شریف حسین صاحب ولد حضرت میاں صاحب سے پڑھیں اور تفسیر و صحیحین پوری حضرت میاں صاحب سے، ۱۲۹۵ھ میں سند حاصل کی، وہاں سے اہلحدیث ہو کر بنارس واپس آئے اور مطب جاری کر دیا، اسی سلسلہ میں اشاعت سنت و عمل بالحدیث شروع کیا، سلطانہ رضیہ بیگم کی شاہی مسجد میں امام جمعہ اور فاطمان کی عیدگاہ میں امام عیدین مقرر ہوئے، میرے والد ماجد مولانا محمد سعید صاحب مرحوم کی وفات کے بعد اُن کے مدرسہ کے مدرس مقرر ہوئے، پہلے فقہ و منطق و ادب پڑھاتے رہے، اب حدیث شریف کا درس دے رہے ہیں، آپ کے تلامذہ بہت ہیں، منجملہ اُن کے راقم (مولانا ابوالقاسم صاحب بنارسی) آپ کے تلامذہ میں سے ہیں اور میرے کل بھائیوں کے بھی آپ اُستاد ہیں، آپ کے ۸ لڑکوں میں

۴ لڑکے موجود ہیں، مولوی عبدالحمید، مولوی عبدالمجید، عبدالوحید، عبدالرشید، افسوس کہ اپنے والد کے طریق پر کوئی نہیں ہے، حتیٰ کہ عمل بالحدیث کا آپ کی ذات پر خاتمہ ہے،

محمد منیر خاں

(عدد مسلسل ۱۰۲)

(عدد ۸۱)

بروایت مولانا ئے محمد ابوالقاسم صاحب بنارسی

مولد ومنشا قصبہ پیرو پور، ریاست بنارس، سال ولادت ۱۲۹۰ھ

ابتدائی تعلیم، ۲ سال تک اسکول میں پڑھا، فارسی مولوی نور محمد صاحب سکندرآبادی سے پڑھی، ابتدائی صرف ونحو مدرسہ سعیدیہ دارانگر میں حاصل کی اس کے بعد مرزاپور جاکر مولوی عبدالاحد صاحب مفسر تفسیر بانقطہ سے کتب ادب پڑھی، کانپور میں معقول مولوی اسحاق بردوانی، مولوی فاروق چڑیاکوٹی اور مولوی عبدالوہاب بہاری سے حاصل کی، بنارس آکر نواب ٹونک کے مدرسہ میں تفسیر وکتب نحو انتہائی کی تکمیل کی، بقیہ کتب معقول مع طب کے مولوی حکیم محمد جعفر (شیعہ) ومولوی غلام حسین کنتوری (شیعہ) مترجم قانون شیخ سے حاصل کی، پھر والد صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کتب فقہ اصول فقہ اور حدیث کی کتابیں آپ سے پڑھیں، حضرت میاں صاحب دہلوی کے پاس پہنچ کر سند حدیث حاصل کی، وہاں سے میرٹھ آکر مولوی احمد علی صاحب حنفی میرٹھی سے بقیہ کتب درسیہ کی تکمیل کی اس کے بعد بنارس آکر مدرسہ عربیہ مدن پورہ میں درس دینا شروع کیا چنانچہ آج تک باقاعدہ درس دے رہے ہیں اور علوم آلیہ وعالیہ کو پڑھاتے ہیں جس کو کامل ۳۵ سال گزر چکے ہیں، آپ ماشاء اللہ بہت ذہین اور قوت اجتہادیہ رکھتے ہیں، اگر آپ کو مجتہد وقت کہا جائے تو بجا ہے،

میرے والد ماجد (مولانا محمد سعید صاحب مرحوم) اپنے جملہ تلامذہ میں سے آپ پر بہت فخر کرتے اور تہجد میں دعائیں کیا کرتے تھے، اور فتوی نویسی کی خدمت آپ کے ہی سپرد کی تھی چنانچہ آپ اہلحدیث بنارس کے مفتی اعظم ہیں، آپ کے فتوی کی باقاعدہ نقل رکھی جاتی تو آج کئی مجلدات تیار ہو جاتیں آپ نے احناف و شیعہ وغیرہ سے کئی معرکۃ الآراء مباحثے بھی کئے ہیں، چند تصنیفات بھی ہیں جن میں سے بعض طبع ہو چکی ہیں جیسے رمی الجمرہ اور انفراد ابی ہریرہ وغیرہ اور بعض قلمی ہیں جیسے مسائل عشرہ وغیرہ،

کثیر الاولاد ہیں، ۴ لڑکے اور ۴ لڑکیاں زندہ موجود ہیں، عمر ۲۳ سال کی ہے،



علمائے جون پور

(مرحومین)

۱۔ سخاوت علی بن مولانا رعایت علی

....

۲۔ عبد الباری (مچھلی شہری)
۳۔ قاضی شیخ محمد ”

علمائے جون پور

(مرحومین)

سخاوت علی بن مولانا رعایت علی بن مولانا درویش علی فاروقی

(عدد مسلسل ۱۰۳) متوفی ۶ر شوال ۱۲۷۴ھ = ۲۰ر مئی ۱۸۵۸ء (عدد ۱)

بروایت مولانا ابوبکر محمد شیث صاحب :-

"قصبہ منڈیا میں جو شہر جون پور سے ۱۱ میل جنوب میں واقع ہے ۱۲۲۶ھ میں پیدا ہوئے ان کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے مولانا مشہور شرفا و رؤسا کے خاندان سے تھے، آپ کے والد ماجد مولانا رعایت علی اور آپ کے دادا مولانا درویش علی سب کے سب معدن علم تھے، ابتدائی کتابیں مولوی قدرت علی رودولوی مرحوم سے پڑھیں اور پھر مولوی احمد اللہ انامی تلمیذ مولانا شاہ اسحاق صاحب دہلوی سے تکمیل علوم عقلی و نقلی فرمائی، مولانا عبدالحی دہلوی اور مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی سے بھی تلمذ تھا اور سند حدیث حاصل تھی، جناب سید احمد صاحب شہید بریلوی سے بیعت تھی، تمام عمر درس و تدریس میں مشغول رہے محض حسبۃً للہ بلا معاوضہ طلبہ کو درس دیتے رہے اور ان کی کفالت فرماتے رہے، جامع مسجد شاہی میں ایک مدرسہ قرآنیہ بھی قائم فرمایا جس سے اطراف و اکناف میں بکثرت حفاظ قرآن مجید پیدا ہوئے اور اب تک وہ مدرسہ جاری ہے، تھوڑے دن نواب ذوالفقار علی خاں بہادر کے یہاں ریاست باندہ میں بسلسلۂ

درس افتا قیام رہا لیکن اپنی والدہ کی پیرانہ سالی کا خیال فرما کر وطن واپس چلے آئے مولانا نہایت متقی پرہیزگار متبع سنت بزرگ تھے اول وقت پر جماعت سے نماز کا خاص اہتمام تھا عصر کی نماز تمام عمر ایک مثل پر اور فجر کی نماز قرأت طویلہ کے ساتھ غلس میں پڑھتے تھے اقوال فقہا میں سے ہمیشہ اس قول پر فتوے دیتے تھے جس کی تائید قرآن یا حدیث سے ملتی تھی اور فتوے مدلل لکھتے تھے، وعظ و تلقین سے ہمیشہ رد بدعات و اتباع سنت کی اشاعت و ترویج میں کوشاں رہے مولانا کا یہ فیض ہے کہ جونپور میں کوئی اب تک تعزیہ داری نہیں کرتا، مولانا کے استعداد علمی اور ذہانت کی قابلیت و صحیح خیالات کا آئینہ خود مولانا کی تحریریں اور رسائل اور وہ اقوال ہیں جس کو مولانا مرحوم نے مولانا قاضی شیخ محمد مچھلی شہری نزیل بھوپال کے سوالات کے جواب میں فرمایا ہے اور وہ مجموعہ تسعہ رسائل کے اندر مطبوع ہیں، ایک مقام کا اقتباس درج ذیل ہے،

"تقلید صحیح اینست کہ اتباع کند قول امام را در جائے کہ نص صریح صحیح غیر منسوخ از رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نیابد و عین اتباع ہمین است کہ وقت یافتہ شدن قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم قول کسے را نشنود ہمین ست مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و مذہب جمیع ائمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین"

(ترجمہ) تقلید صحیح یہ ہے کہ اس جگہ کسی امام کی پیروی کرے کہ جس جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نص صریح صحیح غیر منسوخ نہ پاوے اور عین اتباع یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پائے جانے کے وقت کسی کی بات نہ سنے یہی مذہب امام اعظم کا ہے اور تمام ائمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا انتہی

آخر عمر میں ہجرت کرکے مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں ان کے چھوٹے صاحبزادے

مولوی محمد مکی پیدا ہوئے، ۶رشوال ۱۲۷۴ھ میں انتقال فرمایا اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے، مولانا کو کثرت درس سے تصنیف و تالیف کا موقع بہت کم ملتا تھا جو کچھ تصانیف تھیں ان میں جو کچھ پائی جاتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں،

التقویم فی احادیث النبی الکریم، مطبوعہ صدیقی پریس بنارس، رسالہ تقویٰ رد بدعات رسالہ سلم در علم منطق، عقائد نامہ اردو، رسالہ کلمات کفر، رسالہ اسرار در فقر، رسالہ عوض نیک رمناظرہ شیعہ، رسالہ عرفان الاوقات در اوقات نماز پنجگانہ، جوابات سوالات تسعہ، از مولوی شیخ محمد مچھلی شہری، ان جوابات میں حدیث ثقلین اور مار کثیر پر بہت لطیف بحث کی ہے،

مولانا کے تلامذہ کی بہت طویل فہرست ہے اور خصوصاً اضلاع شرقی و بہار میں بکثرت ہیں جن میں سے چند نام درج کئے جاتے ہیں،

مولوی سید خواجہ احمد نصیر آبادی، مولانا کرامت علی جونپوری، مولوی رجب علی جونپوری مولوی محمد شریف جونپوری، ملا غلام محمد جگدیش پوری، مولوی شیخ محمد مچھلی شہری، مولوی محمد یعقوب دیسنوی بہاری، مولانا سید مصطفیٰ شیر صاحب دیسنوی بہاری مدرسہ خانقاہ سہسرام وغیرہ مولوی شجاعت حسین بہاری، مولوی محمد عمر غازی پوری، مولوی غلام جیلانی بازید پوری، مولوی فیض اللہ مئوی اعظم گڑھی، مولوی رحیم اللہ ساکن ضلع بستی، ان میں سے مولانا شیخ محمد مچھلی شہری اور مولانا فیض اللہ مئوی والد مولوی ابو الکلام محمد علی مرحوم مشاہیر علمائے اہلحدیث میں تھے،

مولانا کے ۳ بیٹے اور ۲ بیٹیاں تھیں، مولوی محمد اور مولوی جنید دونوں عالم و فاضل ہو کر جوان انتقال فرما گئے، تیسرے بیٹے مولوی شبلی فاروقی حضرت میاں صاحب

السید نذیر حسین مرحوم کے ارشد تلامذہ سے تھے اور مولانا محمد حسین بٹالوی کے ہم درس تھے چوتھے مولوی محمد مکی جنہوں نے اپنے بڑے بھائی مولانا شبلی سے تحصیل علم کی اور پھر مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے کتابیں پڑھیں) اور مولانا محمد مکی مرحوم کے بڑے بیٹے مولانا ابوبکر محمد شیث علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اس وقت ناظم دینیات ہیں جو مولانا عبداللہ مرحوم غازی پوری کے شاگرد ہیں (مؤلف)

عبدالباری مچھلی شہری

(عدد مسلسل ۱۰۴)　　متوفی ۱۳۰۰ھ = ۱۸۸۸ء　　(صدر ۲)

[illegible] مچھلی شہر، والد مرحوم کا نام مولوی خورشید احمد، آپ کا تاریخی نام ظہیرالحق ہے جس سے سن ۱۲۵۴ھ نکلتا ہے۔

ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں، اور بقیہ درسیات مولانا سخاوت علی مرحوم جونپوری سے، تکمیل کے بعد تنگی معاش کی وجہ سے منصفی جلال پور (ضلع فتحپور ہسوہ) میں محرر اجرائے ڈگری ہوگئے، لیکن زہد و تقویٰ کو جو نسبت ایسے عہدوں کے ساتھ ہے اس کی وجہ سے جلد ہی اس ملازمت سے سبکدوش ہوکر بچوں کو پڑھانا شروع کیا، کچھ مدت کتب عربی کی تجارت بھی کی، مگر اس میں خسارہ کی صورت دیکھ کر موضع مملل میں مدرسہ قائم کرکے بیٹھ گئے اور ۱۳ سال تک ایک ہی جگہ بسر کردیے یہاں آپ کی توجہ حفظ قرآن پر زیادہ تھی، جس کی وجہ سے ضلع دربھنگہ میں ایک ہزار حافظ ہوگئے، موضع "مملل" کے مدرسہ سے دو ذکی طالب علم حافظ نواب علی و (مولوی) عبدالکریم کو مدرسہ حمیدیہ آرہ میں

پڑھنے کے نئے رُ بیجا جنہوں نے تکمیل کے بعد ہر طرف دین کی رونق بڑھا دی،

ابتدا از برسوں خفیۃ آمین و رفع الیدین کرتے رہے مگر تا بہ کے آخر کھُل گئے، ساتھ ہی عاملی

عمل مخالف بھی ہو گئے، جن کی دشمنی کی آگ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی سے بھی نہ بجھ سکی

آخر وہاں سے موضع بیوارہ کی طرف تشریف لے آئے، جہاں حافظ جعفر علی نابینا مظفر پوری

خلیفہ حضرت مولانا ولایت علی صادق پوری اقامت گزیں تھے، یہاں بھی مقلدین سے

چپقلش ہوئی جب مناظرہ تک نوبت پہونچی تو مقلد مولانا جو ولایتی تھے پکار اُٹھے کہ

رفع الیدین سنت ہے جس سے اتنی پذیرائی ہوئی کہ اس ولایتی مولوی کی تاویلوں کو بھی

کسی نے نہ سُنا، غرض آپ کی برکت سے اس نواح میں توحید اور عمل بالسنۃ کا چرچا ہونے لگا

رحلت۔ داناپور میں ۱۳۰۶ھ میں انتقال فرمایا ۹ مرتبہ لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی

اور مولانا فیض اللہ المئوی کے پہلو میں دفن ہوئے،

قاضی شیخ محمد مچھلی شہری

(عدد مسلسل ۱۰۵) متوفی ماہ رجب ۱۳۲۴ھ = اکتوبر ۱۹۰۲ء (عدد ۳۳)

مولد مچھلی شہر، شوال ۱۲۵۲ھ ماہ ولادت

والد کا نام مولوی عبدالعزیز (عدسالصدور) بن امانت علی جعفری زینبی

الفاطمی الہاشمی، والد نے آپ کا نام محمد رکھا، بڑے چچا محمد معتصم سے پکارنے لگے مگر مشہور محمد کے

نام سے ہوئے، خود بھی محمد ہی لکھتے، اور اس سے بہتر نام بھی کون سا تھا جسے پسند کرتے،

ابتدائی تعلیم کے لئے مچھلی شہر کے ایک بزرگ میاں جی فصیح الدین غوری مقرر ہوئے

جن کے بعد درسیات اپنے فاضل چچا مولوی عبدالشکور صاحب سے ختم کیں آپ بھی صدر الصدور

تھے اور ایکی کی کیا خصوصیت ہے، یہ تمام خاندان علمی اعتبار سے ہمیشہ طغرٰ زمانہ رہا حتیٰ کہ غازی اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں جب فقہ حنفیہ کی مشہور مدونہ "فتاویٰ عالمگیری" کی تدوین ہوئی تو اس خاندان کے بعض بزرگ بھی اس میں شریک و معاون تھے، اور آج بھی علم کے ہر شعبہ اور دینیات و سیاسیات میں اس خانوادے کے افراد نمایاں ہیں۔

لغت حدیث کی مشہور کتاب "مجمع البحار" صدر الصدور مولوی عبدالشکور صاحب ہی کے قلمی نسخے سے نقل ہو کر مطبع نولکشور لکھنؤ میں چھپی۔

مولوی میر محبوب علی جعفری، مولوی شیخ محمد تھانہ بھونی اور نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ سے بھی حدیث پڑھی اور سند حاصل کی، مولانا سخاوت علی صاحب (جونپوری) سے بھی پڑھا۔

جب اپنے چچا صدر الصدور مولوی عبدالشکور صاحب کے ساتھ مکہ معظمہ گئے تو مسند الوقت شیخ عبدالحق محدث بنارسی، شاہ عبدالغنی صاحب مدنی، شیخ محمد اعظم سے بھی حدیث پڑھی اور سند حاصل کی۔ شیخ عبدالحق محدث بنارسی کی شاگردی پر آپ کو بہت ناز تھا، آپ ہی کی سند سے احادیث روایت کرتے اس لئے کہ اپنے اس استاذ کی وجہ سے آپ ایک ہی واسطہ سے امام شوکانی کے شاگرد تھے، اور یہ بھی آپ کی خوش نصیبی تھی کہ جب دوسری (یا تیسری) مرتبہ پھر حج کے لئے حاضر ہوئے تو انہیں اپنے محبوب استاد حضرت عبدالحق محدث کے جنازہ میں شرکت کی سعادت بھی نصیب ہو گئی۔ ان حضرات کے علاوہ اور اسی بیسے بھی سند حاصل کی مگر جو اثر صاحب محدث بنارسی کے فیض صحبت سے ہوا، اس کی وجہ سے آپ سیرۃ صحابہ کا ایک دلکش نمونہ بن گئے، حتیٰ کہ جس نے شیخ (قاضی محمد) کو دیکھ لیا ان کے تقویٰ کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا۔

امتحان مدرسہ کالج کلکتہ مولوی عبدالشکور صاحب کے ایما سے ۲۲ ذیقعد ۱۲۹۰ھ کو

مدرسہ کور کے امتحان میں شریک ہوئے جہاں سے اس عہد کے دستور کے مطابق سند افتاد وکالت جملہ عدالتہائے ایسٹ انڈیا کمپنی حاصل کی، کلکتہ ہی میں قرآن حفظ کیا، اس کے بعد جو پہلا رمضان آیا اس میں محراب سنائی، مگر قیام نصف اللیل کے بعد ہوتا،

۱۸ نومبر ۱۸۵۶ء میں کورٹ آف سول جسٹس کا امتحان پاس کیا، جس کے بعد کچھ مدت اپنے والد مولوی عبدالعزیز صاحب صدر الصدور (جو اس وقت میرٹھ میں تھے) کے پاس رہے، ملازمت ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد اعظم گڑھ میں گورنمنٹ کی ملازمت کی مگر اس سے بہت جلد کنارہ کش ہو گئے، جس حاکم بندوبست کے ماتحت تھے وہ آپ کے علم و خلوص کا بڑا معتقد تھا اس نے دو روپیہ یومیہ پر "تاریخ ضلع اعظم گڑھ" لکھوانا شروع کرائی، جس روز کام نہ کرتے معاوضہ نہ لیتے، یہ کام بڑا مشکل تھا، قدیم خاندانی شجرے، ور پرانے شاہی کاغذات کا پتہ لگانا جن کو زبانی روایات سے تطبیق کرنے کے بعد اپنے اپنے محل پر لگانا، یہ کتاب اتنی مقبول سمجھی گئی کہ اس کے ایک حصہ کا انگریزی ترجمہ ہو کر مسٹر "جیمسن رابرٹ ایڈ" کے نام سے شائع ہوا، اردو کا اصل مسودہ خود قاضی صاحبؒ نے تلف کر دیا، یہ انگریز آپ کی بہت قدر کرتا جب اس کا تبادلہ بریلی ہو گیا تو قاضی صاحب کو ہمراہ لے گیا، وہاں پہنچ کر ایک بڑا عہدہ پیش کیا، مگر آپ نے انکار کر دیا، کیونکہ ملازمت کے اس قسم کے بندھن بھی آپ کو گوارا نہ تھے، آخر الامر ۲۶ جنوری ۱۸۷۰ء کو حج کے لئے چلے گئے، یہ تیسرا سفر حجاز تھا، اس مرتبہ خاندان کے بہت سے عورت و مرد ہمراہ تھے، خود ہندوستان سے اس قدر دل برداشتہ ہو کر گئے تھے، اگر باپ کے تعمیل حکم سے مجبور نہ ہوتے تو کبھی واپس نہ آتے، واپسی پر جب دوبارہ متاہل ہو گئے تو اس شوق (ہجرت کو) پھر کبھی پورا نہ کر سکے،

ادھر بھوپال میں مجدد العصر خاتمۃ المحدثین حضرت والا جاہی نواب صدیق حسن خان صاحبؒ

کا بابرکت زمانہ تھا، والیہ بھوپال حضرت علیا جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ ریاست کے تمام اُمور اپنے لائق و فخر زماں شوہر کے مشورہ سے سرانجام دیتیں، قاضی القضاۃ مولانا زین العابدین انتقال فرما چکے تھے، حضرت نواب صاحبؒ متلاشی تھے، کہ اس تردد میں آپ نے حضرت عبداللہ صاحب غزنوی کو خواب میں دیکھا، جو ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں کہ ان کو مقرر کردو، ان کا نام محمد ہے، بیدار ہوئے تو حلیہ اور نام دونوں محفوظ تھے، اتفاق سے قاضی صاحب بھوپال پہنچے، نواب صاحب سے ملاقات ہوئی، دیکھتے ہی فرمایا، بس یہی صورت ہے، نام پوچھا تو وہی پایا، جس کی اطلاع خواب میں ہوئی تھی عہدہ قضاۃ پیش کیا، یہ ۱۵ رجمادی الاخریٰ ۱۲۹۷ھ کا واقعہ ہے،

حضرت والا جاہی آپ کی بہت قدر فرماتے، ایک مرتبہ آپ نے نواب صاحب سے عرض کیا کہ آپ نے علم حدیث کی بہت خدمت کی مگر عربی زبان میں "بلوغ المرام" کی کوئی شرح محدثین کے طرز پر نہ لکھی، چند روز بعد والا جاہی نے "فتوح العلام شرح بلوغ المرام" لکھ کر چوبدار کے ہاتھوں قاضی صاحب کے پاس بھیج دی، آپ نے بستہ کھول کر دیکھا تو دل کی پژمردہ کلی کھل گئی،

۱۳۰۲ھ میں جب حضرت والا جاہی نوابی سے معزول کر دیئے گئے اور قوائے سلطنت میں اضمحلال آنا شروع ہوا اس نزاکت کو دیکھ کر قاضی صاحب نے استعفیٰ پیش کر دیا، اس موقعہ پر حضرت علیا نواب شاہجہان بیگم صاحبہ نے ایک لاکھ روپیہ قاضی صاحب کی خدمت میں بطور رخصتانہ پیش کیا،

سفر یورپ۔ بھوپال سے قطع تعلق کے بعد مغرب کے کتب خانوں کی شہرت سن کر یورپ قصد فرمایا، متعدد مقامات کی سیر کی، کئی زبانیں سیکھیں کاش اس سفر کے حالات

قلمبند فرما دیتے کہ جس سے کسی تفصیل کا پتہ چل سکتا،

پھر بھوپال یورپ سے واپسی پر علیا حضرت کے اصرار پر پھر بھوپال تشریف لائے، اس مرتبہ سلسلہ تدریس میں انسلاک اور ایک سو روپیہ ماہانہ مقرر ہوا، جو تا زیست جاری رہا یہیں داعی اجل کو لبیک کہا،

کتب حدیث میں "بلوغ المرام" سے بے حد محبت تھی، اس کا جو نسخہ (معرّا) حضرت والا جاہی نے نہایت صحت وصفائی کے ساتھ طبع کرایا تھا، حسب کو اسی پر اس کی سند واجازہ لکھ کر عنایت فرماتے،

سند مسلسل بالاولیتہ کا یہ طریق تھا کہ زبانی روایت کر کے سند دیتے، اور جب کسی ایسے شخص کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھتے جسے اپنے خیال میں طالب حدیث سمجھتے اس سے سلام ومصافحہ کے بعد کوئی اور بات کئے بغیر حدثنا وحدثنا کے ساتھ روایت مسلسل بالاولیتہ شروع کر دیتے جس کا منتہیٰ "ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء" ہے ختم روایت کے ساتھ کوئی اور تذکرہ شروع فرمادیتے تاکہ مسلسل بالاولیتہ میں انقطاع نہ ہو،

۱۳۱۴ھ میں مدرسہ احمدیہ آرہ میں تشریف لے گئے اور ایک موقعہ پر فرمایا کہ اہلحدیث کے دو سفر ہوتے ہیں ایک طلب حدیث کے لئے دوسرا نشر حدیث کے واسطے آپ کی تشریف فرمائی کی وجہ سے مدرسہ مرجع خلائق بن گیا، حوالی اور مدرسہ کے اساتذہ ہالہ بنے ہوئے تھے جس میں حدیث کا یہ چاند ضیا پاشی کر رہا تھا، اکثر حضرات نے اطراف کتب (روایات) سُنا کر سند واجازہ کی عزت حاصل کی،

قدیم قلمی نسخوں کی فراہمی کا بہت شوق تھا، اس میں دقت اور روپیہ بے دریغ خرچ کرتے، اور جب ایسی کتاب دستیاب ہوتی نہایت قدر سے رکھتے اور ایسے نسخوں پر

اپنے ایراد وحواشی سے دست کش رہتے،

تصانیف

(۱) النعمۃ السابقۃ فی تخریج حجۃ اللہ البالغۃ (اس میں احادیث مندرجہ حجۃ اللہ البالغہ کی تخریج کی ہے)

(۲) رفع الشرور عن واضعی الایدی علی الصدور

(۳) الکرم المدہش ا منیہ من سماع العلقمۃ عن ابیہ

(۴) التاریخ الاخضر فی تاریخ آل جعفر

(۵) اسوۃ الابریز النصیص فی حل الازار والقمیص

(۶) الدراری الناشرات فی ترجمۃ ما فی البخاری من الثلاثیات

(۷) کشف الستارۃ عن وصف الابہامین بالاشارہ

(۸) العجالۃ العبقریہ فی سلالۃ الجعفریہ

(۹) سلالۃ الکرام فی خلالۃ الطعام (او خلالۃ الکرام)

(۱۰) الروایات المصححہ لاثبات رفع المسبحہ

(۱۱) دفع الوسواس باستیعاب مسح الراس

(۱۲) ازہر المطالب فی نسب آل جعفر (ابن ابی طالب)

(۱۳) نقد الدرہم (ترجمہ علامہ حیات السندھی)

(۱۴) تالیف القلوب باحسن الاسلوب

(۱۵) رسائل الحسنات فی السلام والصلوٰۃ

(۱۶) انصات النوی عن الدلیل القوی

(۱۷) رسالہ فی العمل بالحدیث

(۱۸) فی نسب صدیق وعدد اولادہ

(۱۹) احکام الاحکام مع الحواشی (مجلد ضخیم)

(۲۰) کتاب الاحکام من احادیثہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۲۱) المنبہ فی حواشی المنبیہ (؟ مولف)

(۲۲) الصراط السوی فی صلواۃ النبی

(۲۳) تخریج الاحادیث المرویۃ من عترۃ النبویہ

(۲۴) البشارات .... الصبارۃ والاشارۃ

(۲۵) .... جس میں موطا امام مالک کی اُن احادیث کی تخریج ہے جو امام مالک علیہ الرحمۃ نے لفظ "بلغنا" سے روایت کی ہیں[1]

ان تصانیف میں سے کوئی کتاب طبع نہ ہوسکی، علامہ شمس الحق صاحب "عون المعبود" نے آپ کے صاحبزادوں سے مسودات (بغرض طباعت) کی خواہش بلکہ اصرار کیا، مگر کامیاب نہ ہوسکے،

اولاد میں دو صاحبزادے چھوڑے، مولوی محمد ابوجعفر صاحب جو ابتک بقید حیات موجود ہیں اور انصرامات امور خانگی میں منہمک

---

[1] اخبار اہلحدیث امرتسر ج ۱۰، ۲۵ ص ۷۰۹

علمائے اعظم گڑھ

مرحومین

۱۔ شاہ ابو اسحاق لہراوی
۲ حکیم عبداللہ } چراجپوری
۳ سلامت اللہ } چراجپوری
۴ محمد شکر اللہ
۵ محمد سلیم اللہ چریاوی
۶ خدا بخش
۷ عبدالعزیز } روانوی
۸ اسد اللہ } روانوی
۹ حافظ عبدالرحیم } مبارکپوری
۱۰ عبدالسلام } مبارکپوری
۱۱ ابو العلی عبدالرحمن مبارکپوری

موجودین

۱۲ حفیظ اللہ
۱۳ عبیداللہ } الاخوین مبارکپوری
۱۴ عبیدالرحمن } الاخوین مبارکپوری
۱۵ محمد بشیر } مبارکپوری
۱۶ عبدالصمد } مبارکپوری
۱۷ نذیر احمد املوی



علمائے اعظم گڑھ

(مرحومین)

شاہ ابو اسحٰق لہراوی

(عدد مسلسل ۱۰۶)　　متوفی ۱۲۴۴ھ　　(عدد ۱)

موضع لہرا میں شاہ ابو الغوث ایک صاحب حال بزرگ تھے، جن کا لقب گرم دیوان تھا، جیسا کہ صاحب "تذکرہ علمائے ہند" فرماتے ہیں "وے را گرم دیوان گویند کہ جسم مبارکش در بعض اوقات بخرقِ عادت بدرجۂ غائت گرم مے شد کہ نانِ گندم براں تواں پخت" شاہ ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ انہی بزرگوار کے فرزند ہیں، آپ نے تحصیل شیخ محمد ناصح اور شاہ محمد فاخر زائر (الہ آبادی) سے کی، کتب احادیث میں سے صحیح بخاری کے ساتھ بدرجۂ غائت محبت رکھتے، اس کے بعد حدیث و اصول حدیث کی دوسری کتابوں سے اس غلو عقیدت کو اظہار اپنے ایک رسالہ میں فرماتے ہیں

فجعلنا انوراً و امناً للایمان و	میں نے ان کتابوں کو دل کا نور اور ایمان
جنتاً عینا للاسلام وخلاصۃ"	کا امن پایا یہی کتابیں عین اسلام ہیں،
ولیس ھدی سید البشر فاخل تھا	سید البشر کے اتباع کی دلیل ہیں، دین

حرصاً لدینی و عزاماً لنظر قسطی و قرة عینی | کی محافظ ہیں انہی سے قسمت کھلتی ہے اور انہی سے آنکھوں کو طراوت ملتی ہے۔

ترک تقلید کی بابت فرماتے ہیں

ولا عبرة عندی لزوم الاقتداء المجتهد فیما یخالف اتباع الرسول | میرے نزدیک مجتہد کی اقتدا کا لزوم اس مسئلہ میں لائق اعتبار نہیں، جو اتباع رسول کے خلاف ہو

یہ بھی فرماتے ہیں

ولما رایت بالا غترار المقالات غیر الصلاح والبحث معهم بعد عن الرشد والفلاح ...... هدی المصطفیٰ واعرضت عنهم الی هدی المرتضیٰ وقلت فی ذلک لما اتبعت رسول الله صلی الله علیہ وسلم لم ابل نعمان والسفیان والزهری | اور جب میں نے ان (مقلدین) کی باتوں میں لگنا اور ان سے بحث کرنا راہ یابی و فلاح کے خلاف سمجھا تو میں نے مصطفیٰ صلعم کی ہدایت کے دامن کو پکڑ لیا اور ان لوگوں سے منہ موڑ لیا، اور میں نے کہہ دیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے نعمان (ابوحنیفہ) سفیان اور زہری کی کچھ پرواہ نہیں

یہ تمام اقتباس آپ کے ایک قلمی رسالے سے لئے گئے ہیں جو اثبات رفع الیدین پر ہے اور جس کا اصل نسخہ مولانا شمس الحق صاحب ڈیانوی مرحوم کے کتب خانہ میں ہے، آپ کے اثبات اتباع سنت پر صاحب تذکرہ علمائے ہند فرماتے ہیں :۔

مظہر محاسن اخلاق شاہ ابواسحق ذات شریفش نادرہ روزگار مذکر شیم صحابہ کبار۔

بود زہد و تقوی شعارش و، حرز اسرار شریعت قتارش افتادہ در تصحیح و تنقید احادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ ملکۂ وہبی داشت و در مواظبت سنت سنیہ اند کے تغافل نے ورزید"

یہ ۱۳ ویں صدی کا زمانہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی دہلی کے علاوہ تمام اطراف ہند میں عمل بالحدیث کا چرچا تھا[1]

حکیم عبد اللہ جیراجپوری

رعد مسلسل ۱۰۸) متوفی ۷ شعبان ۱۳۰۷ھ ۲۸ مارچ ۱۸۹۰ء (عدد ۲)

مولد و وطن جے راجپور سن ولادت ۱۲۶۴ھ

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولوی بہادر علی مرحوم سے ہوئی، اس کے بعد بہ شوق جونپور لے پہنچا جو اس وقت پورب کا ایک بڑا مرکز علم تھا مفتی محمد یوسف فرنگی محلی مرحوم مدرس اعلیٰ تھے صاحب ترجمہ کی ذکاوت دیکھ کر دنگ رہ گئے، اسی زمانہ میں مولوی سلامت اللہ مرحوم جے راجپوری جو مولانا عبداللہ کے خاندانی رشتہ سے بھتیجے تھے) اپنے چچا کے ہم سبق ہوئے، مفتی صاحب ممدوح ان دو حضرات کے متعلق فرمایا کرتے کہ "ہمارے

---

[1] راقم نے زمانہ کتاب (ہذا) کی ابتدا شاہ ولی اللہ مرحوم سے کی ہے یعنی ۱۲ ویں صدی کے وسط سے، ورنہ اس سے بہت پہلے بھی ملک میں ہر جگہ جماعت عاملین بالحدیث کا وجود پایا جاتا ہے حتیٰ کہ (۷۰۲ھ میں سندھ میں بھی یہ حضرات موجود ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ معارف اعظم گڑھ جلد ۴ نمبر ۴ ص ۲۴۴ تا ۲۴۹ (منہ)

مدرسہ میں ان چچا بھتیجے جیسے ذہین اور ذی استعداد طلبا اب تک نہیں آئے" جونپور سے دیوبند جا کر ادب وغیرہ کے سوا حدیث جناب مولانا محمد قاسم نانوتوی سے پڑھی، نوانگر ضلع بلیا رہ کر مولوی شکر اللہ سے بھی استفادہ کیا، سب سے آخر میں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور حدیث دوبارہ "قرأۃ" پڑھی، اس دورہ میں مولانا سلامت اللہ کے علاوہ حافظ صاحب غازی پوری بھی آپ کے شریک سبق تھے، مرحوم نے علم طب بھی حاصل کیا،

تکمیل کے بعد؟

وطن پہنچے، تو سب سے پہلے مخالفت آپ کے والد ہی کی طرف سے ہوئی، جو حنفی تو تھے، مگر آج کل کی اصطلاح میں بریلوی عقیدہ رکھتے تھے، باپ بیٹے میں ہر وقت بحث و مباحثہ جاری رہا آتا، بالآخر مولوی بہادر علی نے ابویت اور استاذیت کا احترام حق کے مقابلے میں ایک طرف رکھ کر بیٹے اور شاگرد کا شعار اختیار کیا، اس کے بعد ایک مدت تک وطن میں رہ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہے، جس کے اثر سے بہتوں نے عمل بالحدیث اختیار کیا، اب قصبہ رسڑا ضلع بلیا بغرض طبابت تشریف لے گئے مخالفین نے یہاں بھی نرغہ میں آلیا، مجسٹریٹ قصبہ کی موجودگی میں ۱۲۹۲ھ میں مقلدین سے ۱۲ روز تک تحریری مناظرہ رہا، فتح آپ کے حصے آئی، مگر معاندین نے پرچے تلف کردئے، جس کا اثر ادھر بھی اچھا پڑا حتی کہ مقلدین کی اس کمزوری سے عوام مذہب اہلحدیث کی طرف مائل ہونے لگے، "رسڑا" میں شغل تدریس بھی جاری تھا، تلامذہ میں مولوی عبد اللہ مئوی، مولوی حبیب اللہ، مولوی عبد اللہ چاند پاری، مولوی حیدر علی (سابق ہیڈ مولوی مشن اسکول اعظم گڑھ) اور علامہ شبلی نعمانی قابل ذکر ہیں

صاحب ترجمہ کو منجملہ دوسرے علوم کے تفسیر میں اس قدر انہماک تھا کہ آخر کتب تفسیر سے مستغنی ہو گئے، قرآن کریم کے ساتھ اتنا عشق کہ آیت سُن کر بے ہوشی طاری ہو جاتی، جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت کہ آنحضرت کی زیارت سے ۱۲ مرتبہ خواب میں مشرف ہوئے

مطب کی آمدنی سے کچھ پس انداز ہو گیا تو حج بیت اللہ کا ارادہ کیا بخت کی یاوری سے جناب حافظ صاحب غازی پوری مولانا محمد سعید بنارسی اور مولوی اسد اللہ کی معیت نصیب ہوئی اس سفر میں متعدد مشائخ حدیث سے سند اجازہ حاصل ہوا مگر سب سے بہتر سند امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد کی رائے تھی، جنہوں نے بہت کچھ گفتگو کے بعد فرمایا کہ

"ابھی تک ہندوستان میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے علم دین کا ستون قائم ہے!"

تصانیف میں صرف منطق کی اشکال اربعہ منظوم کیں جو (غالباً) مجموعہ منطق کے ساتھ طبع ہوتی چلی آرہی ہے،

اولاد میں سے صرف ایک بیٹے مولوی عبدالسلام صاحب موجود ہیں جو ہر حیثیت سے اپنے عالی قدر باپ کے بہترین جانشین ہیں (مگر جن کا ترجمہ حاصل نہیں ہو سکا) اور مولوی عبدالسلام کے ایک صاحبزادہ مولوی عبدالحفیظ صاحب (فارغ ندوۃ العلما لکھنؤ) بھی ہیں جو علی گڑھ طبیہ کالج میں پڑھتے ہیں۔ دوسرے ایڈیشن میں ان حضرات کا ترجمہ درج ہو گا ان شاء اللہ

سلامت اللہ جے راجپوری

(عدد مسلسل ۱۰۸) متوفی ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ ۱۵ جون ۱۹۰۴ء (عدد ۳)

آپ بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے اور سوائے والدہ کے کوئی سرپرست نہ تھا، بکریاں چرایا کرتے تھے، مگر دل میں علم کا شوق تھا، ۱۰-۱۱ سال کی عمر تھی کہ جونپور پہنچے، وہاں مدرسہ میں داخل ہو کر پڑھنا شروع کیا، ابتدا ہی سے ان کی ذہانت کی شہرت ہو گئی، کتب درسیہ کا زیادہ حصہ مفتی محمد یوسف صاحب فرنگی محلی سے جو وہاں مدرس اعلیٰ تھے پڑھا، پھر دہلی میں جا کر حضرت میاں صاحب سے حدیث کی تکمیل کی، اس کے بعد نہایت انہماک کے ساتھ توحید کی اشاعت اور تبلیغ کرنے لگے، بنارس، جونپور، غازی پور، گونڈہ اور بالخصوص اعظم گڑھ میں ان کی ذات سے توحید و سنت کی بہت اشاعت ہوئی اور سیکڑوں مواضعات سے شرک و بدعت کو ناپید کر دیا، مناظرہ میں اپنے عہد کے امام تھے اور وعظ میں بے نظیر، اعظم گڑھ سے آج تک اس شان کا کوئی عالم ربانی نہیں اٹھا، اور نہ اعظم گڑھ کے ضلع کے مسلمانوں کے دلوں میں کسی عالم کا اتنا احترام تھا،

ایک زمانہ تک بنارس میں قیام رہا، اور وہاں کتب علوم اور حدیث و تفسیر کا درس دیتے رہے، پھر نواب صدیق حسن خاں صاحب نے آپ کو بھوپال میں بلا لیا اور مدرسہ و تفسیر کا مہتمم مقرر کر دیا، شاہجہاں بیگم والیہ بھوپال آپ کا بہت احترام کرتی تھیں، ان کے عہد میں بھوپال کے واعظ شہر آپ ہی تھے اور کوئی عالم مسجد جامع میں آپکی اجازت کے بغیر وعظ نہیں کہہ سکتا، اس کے معاوضہ کے لئے بیگم صاحبہ موصوفہ نے

کئی بار کہا مگر آپ نے قبول نہ فرمایا،

کچھ زمانہ کے بعد آپ مدرسہ سلیمانیہ کے نائب مہتمم مقرر ہوئے اور مولانا محمد بشیر صاحب سہسوانی کے پنشن لینے کے بعد بیگم صاحبہ نے آپ کو مدرسہ سلیمانیہ کا مہتمم اور ریاست کے جملہ مدارس کا افسر کر دیا،

لوازمات علم کے ساتھ محاسن اخلاق کے بھی منبع تھے اور نہایت وجیہ، بہت سے ہندو آپ کی زیارت کے لئے پیاسے رہتے اور بعض بعض تو آپ کے حسن سیرت و صورت کی وجہ سے آپ کو دیوتا کہتے،

تحصیل علم سے فراغت کے بعد ہی سے سلسلہ تدریس بھی قائم ہوا جو تا زیست جاری رہا، تفسیر و حدیث کے علاوہ کتب علوم و فنون بھی پڑھاتے تھے، آپ کے تلامذہ اساتذہ بنتے گئے، مثلاً شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ صاحب مہتمم دار العلوم ندوہ لکھنؤ، مولوی حبیب اللہ صاحب مرحوم چاندپاری، مولوی اسد اللہ صاحب مولوی فتح اللہ سابق مہتمم مدرسہ سلیمانیہ (بھوپال)، و مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث مدرسہ رحمانیہ دہلی،

آخر میں آپ کا منصب ریاست بھوپال کی طرف سے مقرر ہو گیا تھا، اور وہیں رہتے تھے، چنانچہ وہیں جسد عنصری اور روح کا انفصال ہوا، عمر ۷۰ سال کی تھی تکیہ شاہ بجت میں مدفون ہوئے،

آپ کے صرف ایک بیٹے مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جے راجپوری ہیں جو مشہور عالم، نامور مورخ، صاحب تصانیف کثیرہ مثلاً تاریخ الامت، تاریخ نجد، تاریخ القرآن وغیرہ ہیں اوائل عمر سے سلسلۂ اہلحدیث میں منسلک تھے مگر اب آخر میں اس سے رشتہ توڑ لیا ہے آپ کا خیال ہے کہ

"قرآن ہدایت کے لئے کافی ہے اور حدیثیں دین نہیں ہیں بلکہ تاریخ دین ہیں میں اہل قرآن کے فرقہ میں بھی داخل نہیں کیونکہ میں اسوۂ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یقینی اور دینی سمجھتا ہوں بخلاف اہل قرآن کے جو عمل متواتر کے قائل نہیں ہیں۔"

(اقتباس از تحریر جناب مولانا حافظ محمد اسلم صاحب)

ممدوح کے اس خیال کا نتیجہ ظاہر ہے کہ حدیث حجت شرعی نہیں' اور یہ بھی مسلمہ ہے کہ "اہل قرآن" کے سوا دوسرے تمام فرقے کسی نہ کسی صورت میں حجیت حدیث کے قائل ہیں' چہ جائیکہ جماعت اہلحدیث' جس نے حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قرآن کریم کے بعد حجت قطعیہ سمجھتے ہوئے اپنا انتساب بھی حدیث ہی سے کیا'

محمد سلیم پھریاوی

(عدد مسلسل ۱۰۹) متوفی ۱۳۲۴ھ = ۱۹۰۶ء (عدد ۴۳)

مولد موضع پھریا (نواح اعظم گڑھ) ابتدائی کتابیں مولد ہی میں پڑھیں' معقول مفتی محمد یوسف فرنگی محلی سے' حدیث قاضی شیخ محمد مچھلی شہری سے جن کی خدمت میں ایک مدت تک ملازم رہے' اور یہیں سے اتباع سنت کا عشق غالب آیا' مرحوم حافظ عبداللہ غازی پوری کے رفقاء میں سے تھے اس لئے جب کبھی حافظ صاحب ادھر آتے تو آپ ہی کے پاس قیام فرماتے اور ہمیشہ کسی نہ کسی مسئلہ پر گفتگو بھی ہوتی۔

آپ کا خیال تھا کہ طاعونی حلقہ سے فرار مراد ہے اس اقلیم سے نکلنا جس میں وہ مقام (طاعونی) واقع ہو یعنی حدیث "واذا وقع بارض وانتم فیہا فلا تخرجوا فرارا منہا" میں جو ارض کا لفظ واقع ہے، اس سے مراد اقلیم ہے، نہ کہ وہ بستی جس میں طاعون پھیل چکی ہو

اس پر ہر وقت بحث کے لئے آمادہ رہتے تھے، حتیٰ کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری "صاحب تحفۃ الاحوذی" نے اس مسئلہ کی تردید میں ایک رسالہ خیر الماعون لکھا، جس کا جواب آپ نے بھی دیا، مگر رسالہ پر اپنے نام کی بجائے مولوی محمد عبداللہ مئوی کا نام لکھا،

علوم عربیہ کی تکمیل کے بعد وکالت کا امتحان پاس کیا، اور اعظم گڑھ ہی میں بڑی شان سے پریکٹس کرنے لگے، جسے بعد میں ترک کر دیا گھر کی زمینداری کی نگرانی شروع کر دی اس کے باوجود تجارت سے بھی شغف تھا

اس عہد میں اعظم گڑھ کے نواح میں آپ کا کتب خانہ مغتنمات سے تھا۔ اور آپ کے وقت کا زیادہ حصہ جمع و تدوین کتب میں بسر ہوتا جس میں کتب حدیث و شروح کی مقدار زیادہ تھی نہایت خوش اخلاق اور مہمان نواز تھے جب تک اعظم گڑھ میں رہے مہمانوں کو کھانا کھلا کر خوش ہوتے، تاریخ وفات "انہ فی الآخرۃ لمن الصالحین" ہے۔
۱۳۲۴ھ

خدا بخش اعظم گڑھی

(عدد مسلسل ۱۱۰) متوفی ۱۳۳۳ھ = ۱۹۱۵ء (عدد ۵)

اعظم گڑھ کے مضافات میں قصبہ مہاراج گنج جو کبھی زمانہ میں تجارت کا مرکز تھا، آپ کا مولد ہے مگر مرحوم نے بدوِ شعور سے اعظم گڑھ میں کچھ اس پامردی سے اقامت اختیار کی، کہ مولد سے کوئی واسطہ ہی نہ رہا۔

ابتدائی تعلیم مولد میں ہوئی۔ ۱۸۹۰ء میں پہلے مولوی فیض اللہ صاحب مئوی کی خدمت میں رہے مگر ہنسہ بہار میں مولانا علیم الدین حسین (شاگرد میاں صاحب) سے پڑھا۔

تکمیل قاضی صاحب مچھلی شہری سے کی، قاضی صاحب اتباع سنت کا نمونہ تھے، جس کی وجہ سے شاگرد بھی مثالی نمونہ بن گئے "وکذالک الایمان اذا دخل بشاشتہ فی القلوب" (الحدیث) اس علم و تبحر کے باوجود عمر گرانمایہ ایک تحصیل اسکول کی مدرسی میں ختم کر دی، انشا فارسی میں یدطولیٰ حاصل تھا، زود نویسی اور خط نسخ و نستعلیق دونوں پر ایسی دسترس کہ اپنے اقران و امثال پر فائق سمجھے جاتے، صرف ایک رسالہ "رفع الیدین علی الصدر" اپنی یادگار علمی اور دو صاحبزادے چھوڑے

عبدالعزیز روانوی

(عدد مسلسل ۱۱۱) متوفی ۲۴ صفر ۱۳۳۶ھ = ۱۰ دسمبر ۱۹۱۷ء (عدد ۶)

مولوی اسد اللہ جنہیں علامہ شبلی مرحوم سے اُن کے عہد اول میں تقلید پر ردو قدح کا فخر حاصل ہوا، ضلع اعظم گڑھ موضع رواں کے رہنے والے تھے صاحب ترجمہ اُن کے فرزند ہیں جن کی ولادت رجب ۱۲۹۲ھ میں ہوئی والد نے اپنے فرزند کی بسم اللہ حافظ عبد اللہ صاحب غازی پوری سے شروع کرائی، جو اُس وقت مدرسہ "چشمۂ رحمت" غازی پور میں مرجع انام تھے، کچھ کتابیں پڑھنے کے بعد جونپور مولوی ہدایت اللہ خاں سے منطق و فلسفہ اور بعض دیگر درسیات پڑھیں وہاں سے مدرسہ جامع العلوم کانپور پہنچے، اس زمانہ میں یہاں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مدرس تھے اُن سے بقیہ درسیات واصول و فقہ وغیرہ پڑھ کر "تارۂ آخری" غازی پور عود کیا حدیث واصول اور تفسیر کی تکمیل حافظ عبد اللہ صاحب غازی پوری سے کی، اس زمانہ میں معقولات وادب کی آخری کتابوں پر نظر ثانی مولوی عبد الرحمٰن بقا غازی پوری سے کی، ان سب کے بعد حضرت میاں صاحبؒ سے استفادہ کیا، اور سند و اجازہ حدیث حاصل ہوا،

اور بعد تکمیل حافظ صاحب غازی پوری کی خواہش پر کچھ مدت مدرسہ احمدیہ آرہ میں مولوی محمد صاحب (الارشاد) (شاہجہان پوری) کے ارشاد پر چندے شاہجہان پور میں اور جماعت اہلحدیث مئو پور کی استدعا پر آخر وہاں کے مدرسہ مدرسہ میں جا بیٹھے آئے، اور یہیں سپرد خاک ہو گئے

مسائل پر بہت نظر تھی، حافظ قوی اور ذہن رسا تھا، مناظرہ میں اپنے حریف پر غالب آنا گویا اختیاری تھا، اور ان مختصات کے معترف آپ کے استاد حافظ صاحب غازی پوری بھی تھے، مطالعہ میں انہماک کی وجہ سے خورد و نوش میں کوئی حسن و سلیقہ نہ تھا، سفر و حضر دونوں میں کتب بینی جاری رہتی، اخلاق حسنہ کا نمونہ اور شرم و حیا کے مجسمہ تھے، کہ وطن کے لوگ بھی جن کی وجہ سے رطب اللسان رہے۔

بہت سے شاگرد چھوڑے، مگر مولوی عبدالسلام اعظمی، مولوی برہان الدین مولوی عبدالمجید مولوی عبدالحمید کے سوا باقیوں کے نام معلوم نہ ہو سکے، کتابیں بھی لکھیں، مگر عسرت کی وجہ سے کوئی کتاب طبع نہ ہو سکی

اسد اللہ رونوی

(عدد مسلسل ۱۱۲) متوفی ۱۳۳۹ھ = ۱۹۲۱ء (علاوہ)

مدرسہ چشمۂ رحمت مئو میں حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری سے پڑھا، حدیث میاں صاحب سے پڑھی، وکالت کا امتحان پاس کر کے چندے یہی ذریعہ معاش رہا، صرف زمینداری کی آمدنی پر اکتفا کر لیا، اپنے شفیق استاد مرحوم غازی پوری کے ایسے جاں نثار تھے کہ جس زمانہ میں مولوی شاہ امانت اللہ (شیخ المبتدعین) نے کھسیا کر حافظ صاحب پر کئی مقدمات دائر کر رکھے تھے، آپ اپنے استاد کے ہر حال میں معاون رہے آئے، اسی بزرگ کو آپ نے مناظرہ کا چیلنج بھی دیا، غرض حافظ صاحب کی حمایت میں ان کی خوب کرکری کرتے رہے،

مولانا شبلی نعمانی مرحوم جس زمانہ میں جامد طرز تھے اور ابھی عنفوان عہد ہی تھا

کہ مولانا سلامت اللہ جیراجپوری سے مسئلہ تقلید پر الجھ پڑے، اور رسالہ بازی شروع کردی ان کے مقابلہ کے لئے مولوی اسد اللہ ہی نکلے (مولانا شبلی مرحوم موضع بندول کے رہنے والے تھے جو موضع جیراجپور سے ملا ہوا ہے) ان بحثوں کا یہ اثر ہوا کہ ممدوح تقلید کے جمود سے نکل آئے، مرحوم یوں بھی ذہین اور طباع تھے، طبیعت میں ظرافت بھی تھی، بات ہمیشہ پتے کی کہتے، جس سے سامع پر اثر پڑے بغیر نہ رہتا،

تین فرزند مولوی عبدالعزیز مولوی عبدالوحید مولوی عبدالحمید چھوڑے، اول الذکر ۱۳۱۳ھ میں فارغ التحصیل ہو چکے تھے کہ مرض دق میں مبتلا ہو کر راہی ملک عدم ہوئے، مولوی عبدالوحید بھی طعمۂ اجل ہو گئے آخر الذکر بقید حیات موجود ہیں تصنیف کوئی نہیں چھوڑی،

محمد شکر اللہ

(عدد مسلسل ۱۱۳) متوفی ۱۳۱۵ھ = ۱۸۹۷ء (عدد ۸)

مولد موضع میرٹھ (ضلع اعظم گڑھ) خاندان صدیقی جملہ درس نظامی مولانا مفتی محمد یوسف فرنگی محلی سے پڑھا، تکمیل کے بعد؟

اعظم گڑھ میں رہے، سلسلہ درس کے ساتھ وعظ و تذکیر سے بھی اہل وطن کو فائدہ پہنچایا کچھ مدت بعد بریلی کالج میں پروفیسری (فارسی و عربی) پر چلے گئے مگر وہاں بھی یہ شغلہ جاری رہا، مولوی محمد احسن سے تحریری مناظرہ ہوا، جس کی ابتدا یوں ہوئی کہ پہلے صاحب ترجمہ نے وجوب تقلید پر ۶۔ اعتراض لکھ کر ممدوح کی خدمت میں

بھیجے جن کا جواب آنے پر اصل سوال اور جواب الجواب کو "مناظرۃ الحنفی بالحنفی" کے نام سے چھپوایا یہ رسالہ بہت دلچسپ ہے ایک اور رسالہ "ہدایت الشفیق" ہے یہ بھی نانوتوی (ممدوح) کے اس رسالہ کا جواب ہے جو آپ نے "میاں صاحب" کے رسالہ "الحق الحقیق" کے جواب میں لکھا، اسی طرح ایک رسالہ "العجالہ فی ازالۃ الازالہ" ہے اور یہ "ازالۃ الشکوک برد تقویۃ الایمان" کے جواب میں ہے جس میں مولانا فخر الدین صاحب الہ آبادی کے اُن اعتراضات کا جواب ہے جو موصوف نے تقویۃ الایمان پر کئے،

شمس العلما محمد حفیظ اللہ

(عدد مسلسل ۱۱۴) (عدد ۹)

بروایت مولوی ابو نُعیم عبدالحکیم صاحب قصوری

"نام محمد حفیظ اللہ کنیت ابو الفضل تاریخ پیدائش نومبر ۱۸۴۷ء مولد بندی گھاٹ ضلع اعظم گڑھ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کی تربیت میں پائی، جب تعلیم قرآن مجید اور فارسی کی متوسطات تک ہو چکی تو غازی پور میں جناب مولانا احمد حسین صاحب سے تعلیم حاصل کر کے درسیات فارسی کے آخر تک پہنچے، عربی صرف و نحو مختلف مقامات میں پڑھی، شرح جامی و شرح تہذیب تک مختلف اساتذہ سے پڑھتے رہے جب متوسطات عربی سے فارغ ہو کر انتہائے عربی میں قدم رکھا تو میر زاہد ثلث سے لے کر آخر نصاب کتب عربیہ معقول و منقول فروع و اصول مع احادیث مولانا محمد عبدالحی لکھنوی سے تکمیل کی اور مولانا سید نذیر حسین سے صحاح کی سند حاصل کی، مولانا محمد عبدالحی صاحب لکھنوی سے علاوہ درس نظامی کے شرح تذکرہ علامہ سید شریف جرجانی علم ہیئت میں

اور شرح عقائد جلالی محقق دوانی اور حاشیہ جدیدہ و قدیمہ علامہ شیرازی محقق دوانی کی کچھ حصہ الٰہیات شفا کا غیر مسلسل درس ان سے حاصل کیا' فارغ التحصیل ہونے کے بعد ابتداءً قصبہ کاکوری کے ایک مدرسہ میں جو وہاں کے رؤسا نے قائم کیا تھا جس میں عربی اور انگریزی داخل تھی پڑھانا شروع کیا' جب حضرت مولانا عبدالحی علالت مرض میں مبتلا ہوئے تو کاکوری سے طلب فرما کر اپنی جگہ پر مامور فرمایا تاکہ باہر سے آنے والے طلباء اور مولانا کے عزیز خاص مفتی محمد یوسف کو کتب درسیات کی تعلیم دیں چنانچہ آپ تعلیم دیتے رہے اور طلبہ آپ کے فیض سے استفادہ کرتے رہے' پھر کامل دو برس کے بعد مدرسہ عالیہ رامپور سے آپ کی طلب ہوئی' اور وہاں کے مدرس اول اور پرنسپل مقرر ہوئے اور ۹ برس تک متواتر درس دینے کے بعد اس کی ضرورت پیش آئی کہ ندوۃ العلماء دارالعلوم قائم کیا جائے چونکہ ابتداءً ندوہ سے مولانا حفیظ اللہ صاحب ممبر تھے' اس وجہ سے اراکین انتظامیہ کی رائے ہوئی کہ آپ کے ہاتھ سے مدرسہ کھولا جائے نیز یہ وجہ بھی تھی کہ آپ مدرسہ عالیہ سے جس کا زمانہ دو برس کا تھا' اہل لکھنؤ سے تعلقات اور مولفت قائم تھی اور خاص خان بہادر جناب منشی اطہر علی صاحب مرحوم کاکوروی سے زیادہ ارتباط تھا' اسی وجہ سے خاص کر موصوف کو دارالعلوم قائم کرنے کے لئے بلایا گیا' کیونکہ ابتدائی قیام دارالعلوم کا خان بہادر جناب منشی اطہر علی صاحب مرحوم اور منشی احتشام علی صاحب مرحوم کی کوشش سے ۱۸۹۸ء بماہ جون قائم ہوا' ان دونوں صاحبوں کو قیام دارالعلوم میں بہت دخل تھا' اور ابتدائے قیام سے ۱۹۰۵ء تک مولانا موصوف ہی مدرس اول اور پرنسپل تھے' اسی ۱۹۰۵ء کے وسط میں بماہ اگست گورنمنٹ کی طلب پر ڈھاکہ مدرسہ محسنیہ میں مجبوراً جانا پڑا' کیونکہ گورنمنٹ نے

مدرسہ کے پرنسپل کو بھیجا تھا کہ اپر انڈیا سے کوئی فاضل جید تلاش کر کے لاؤ تا کہ ڈھاکہ عربی کالج کے مدرس اول کئے جائیں، ڈھاکہ میں ۱۹۰۹ء سے لے کر اپریل ۱۹۲۱ء تک رہ کر خود ڈھاکہ کی جدید یونیورسٹی میں بعہدۂ پروفیسری نامزدگی ہوگئی تھی، چونکہ ایک ہی جگہ دو گورنمنٹ کی ملازمت ناممکن تھی، لہٰذا کالج ڈھاکہ سے ۵۰ روپیہ پنشن ہوگئی، یکم اکتوبر سے لے کر اگست کی ابتدا تک آپ کو حج کا موقعہ ملا (ایام تعطیل میں) ۲۸ اپریل ۱۹۲۱ء کو آپ بمبئی سے روانہ ہوئے، شعبان کی ۲۲ تھی اور عدن میں رمضان کا چاند ہوا، چنانچہ اوائل رمضان میں آپ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے، اور ایک ماہ قیام کر کے ۱۰ شوال کو مدینہ طیبہ کی طرف مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنے کے شوق میں روانہ ہوئے پندرہ دن میں وہاں پہنچے، اور مسجد نبوی علی صاحبہ التحیۃ والسلام کے جوار میں مکان اقامت مل گیا، وہاں سے واپسی کے بعد کافی وقت مکہ معظمہ میں قیام کرنے کا ملا، اور یوم الترویہ کو احرام حج باندھ کر منیٰ اور مزدلفہ میں قیام کرتے ہوئے جبل عرفات کے میدان میں داخل ہوئے اور عبادت مسنونہ اور فریضہ ادا کرتے ہوئے حج سے فارغ ہوگئے، اور حج سے واپس آنے پر دارالعلوم ندوہ کے ناظم اور ارکین بضد مُصر ہوئے اور مولانا موصوف سے کہا کہ آپ کے ہاتھ کا قائم شدہ دارالعلوم برباد ہو رہا ہے، یا تو یہاں قیام فرمایئے اور باقاعدہ اسے چلائیے یا عزت سے اُس کا جنازہ اُٹھا کر دفن کر دیجئے، اس جملہ نے آپ کے دل پر یہ اثر کیا کہ بجائے ۴۰۰ روپیہ ماہوار پروفیسری کے ۱۵۰ روپیہ ماہوار کی پرنسپلی اور اول مدرسی قبول کی، ہر چند تار اور خطوط ڈھاکہ سے آتے رہے، لیکن آپ نے جانا منظور نہیں کیا، اور ۱۰، ۱۱ برس قیام کر کے ضعف پیری اور ضعف بصر کی وجہ سے دارالعلوم کو الوداع کہا، اور خانہ نشین ہوگئے

تصنیفات اپنے استاذ حضرت مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی کی سوانح عمری
میں رسالہ "کنز البرکات لمولانا ابی الحسنات" بزبان عربی لکھا جو مولانا کے
اول شائع کردہ فتاویٰ کے اخیر میں چھپا ہوا مجلد ہے، اور "تصریح الاخلاک" کا حاشیہ
مطبع مجتبائی دہلی میں چھپا ہوا اب تک موجود ہے۔

از مبارک پور

حافظ عبدالرحیم مبارکپوری

(عدد ۱۰)
(عدد مسلسل ۱۱۵) متوفی ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ ماہ ستمبر ۱۹۱۲ء

منشاء و مولد قصبہ مبارک پور، قاضی امام الدین جونپوری سے حفظ تجوید دونوں حاصل کیں، جن میں اس حد تک کمال حاصل ہوا کہ مبارک پور اور نواحی کا جو شخص حفظ کے بعد قرآن آپ کو سنا نہ لیتا اوحافظ نہ سمجھا جاتا، اس اعتبار سے علاقہ کے تمام حافظ آپ کے شاگرد تھے، صرف ونحو و دیگر علوم مولوی محمد فیض اللہ اور ملا محمد حسام الدین سے پڑھے حدیث قاضی شیخ محمد مچھلی شہری سے، جن کی وجہ سے سند "مسلسل بالاولیتہ" و سند مناولہ (بلوغ المرام) اور سند اتحاف الاکابر جو کہ قاضی صاحب کے امتیازات تھے، آپ کو بھی حاصل ہوئیں، قاضی صاحب کی شاگردی شوق اتباع سنت کا سبب بھی ہوئی، اس راہ میں گوناگوں مصائب کا سامنا

بھی ہوا ثمرۃ تو مبارک پور میں عمل بالسنۃ کی رسم (حسنہ) آپ کی وجہ سے جاری ہوئی گو، صرف ونحو فارسی اور حفظ بتجوید تمام پڑھاتے رہے، اپنی یادگار ایک ایسا ولد صالح چھوڑ گئے جس نے جماعت اہلحدیث کے لئے وہ علمی نقش قائم کیا، جو انشاء اللہ قیامت تک نہ مٹ سکے گا، جناب مولوی عبدالرحمن مبارک پوری صاحب "تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع الترمذی" کو کون نہیں جانتا، جو میری زبان قلم اس کی توضیح کرے

وصف رخسارۂ خورشید زخفاش مپرس

کہ دریں آئینہ صاحب نظراں حیرانند

یہ سطور حوالۂ قلم ہو چکی تھیں کہ نحستۃ مولوی عبدالرحمن طعمۂ اجل ہو گئے، انا للّٰہ

عبدالسلام مبارکپوری

(عدد مسلسل ۱۱۶) متوفی ۱۰ رجب ۱۳۴۲ھ = ۲۳ فروری ۱۹۲۴ء (عدد ۱۱)

مولد و منشأ قصبہ مبارک پور، سن ولادت ۱۲۸۲ھ، والد کا نام میاں خان محمد جو خاندانی موحد عامل بالحدیث تھے، ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کے اساتذہ و شیوخ یہ حضرات ہیں یعنی مولوی عبدالرحمن صاحب مبارک پوری صاحب "تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع ترمذی" حافظ صاحب غازی پوری، قاضی محمد مچھلی شہری، شیخ حسین عرب یمنی اور حضرت میاں صاحبؒ، اور علم طب مختلف اساتذہ سے پڑھا،

تکمیل کے بعد مختلف مدارس میں برسوں بلکہ تادم زیست پڑھاتے رہے یعنی صادق پور پٹنہ کے مدرسہ میں ۱۵ سال مئو میں ۳ سال، ضلع گونڈہ کے بونڈھیال نامی موضع میں ۴ سال، آخر دار الحدیث رحمانیہ دہلی میں تشریف لائے اور دہلی ہی میں گھنٹہ گھر کے سامنے ایک بدلگام گھوڑے کے نیچے دب کر واصل بحق ہوئے، اس حادثہ پر مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے جو سطور لکھیں اُن سے مرحوم کی ثقاہت کا اندازہ ہوسکتا ہے؛

"آہ! مولانا عبدالسلام مرحوم! مولانا موصوف صحیح معنوں میں ایک عالم علوم کے مدرس تھے، مدرسین کی تلاش میں جب نظر پڑتی تو آپ پر ہی پہلے پڑتی"

ملخصاً از اخبار اہلحدیث امرتسر بابت ۳۰ رجب المرجب ۱۳۴۲ھ)

اور عام جماعتی کاموں کے لئے بھی پیش پیش تھے، اخبار اہلحدیث امرتسر میں جو سلسلہ تراجم علمائے اہلحدیث شروع ہوا (یعنی ۳۰ اگست ۱۹۱۸ء لغایت ۱۸ اگست ۱۹۲۲ء) اس میں تقریباً ۲۰ علما کے سوانح شائع ہوئے جن میں سے ثلث کے قریب صاحب ترجمہ کے مساعی کا نتیجہ ہیں؛

تصانیف میں سیرۃ البخاری اُردو اور کتاب التمدن (مدنیت اسلام پر) کے ۲ حصے شائع ہوچکے ہیں اور ایک حصہ غیر مطبوعہ ہے، تصوف میں بھی ایک جامع رسالہ لکھا، جو ابھی تک طبع نہیں ہوسکا؛

صاحب اولاد تھے، ۳ صاحبزادے چھوڑے، جن میں سے ایک مولوی عبیداللہ صاحب (مدرس رحمانیہ دہلی) ہیں، جن کا ترجمہ آگے چل کر آپ کے ملاحظہ سے گزرے گا، دوسرے مولوی عبدالرحمٰن ان کا ترجمہ بھی ملے گا۔ اور تیسرے امور خانہ داری میں مصروف،

عبدالرحمٰن مبارکپوری "صاحب تحفۃ الاحوذی"

(صد مجلس ۱۱۷) متوفی ۱۶ر شوال ۱۳۵۳ھ = ۲۲ر جنوری ۱۹۳۵ء (زعد ۱۲)

ابن مولانا حافظ عبدالرحیم، مولد ومنشا مبارک پور کنیت ابوالعلیٰ آپ کے والد مرحوم قاضی شیخ محمد مچھلی شہری کے شاگرد تھے، انہی سے خاندان میں عمل بالحدیث شروع ہوا، صاحب ترجمہ نے ابتدائی کتب مولوی خدابخش اعظم گڑھی اور مولانا حاجی محمد سلیم (پھریاوی) سے پڑھیں مولوی عبدالرحمٰن صاحب جیراج پوری اور مولوی محمد فیض اللہ مئوی کے سامنے زانوئے ادب تہ کیے" حضرت حافظ صاحب غازی پوری سے ادب و معانی ہیئت تفسیر حدیث فقہ اور معقولات پڑھے، حدیث جناب میاں صاحب، حضرت شیخ حسین عرب یمنی سے اور شیخ الدکے استاد علم و عمل شیخ محمد مچھلی شہری سے سند "مسلسل بالاولیہ" اوائل بلوغ المرام واربعین سنداً وقتاً، فراغ کے بعد اپنے مسکن (مبارک پور) ہی میں مسند تدریس کو مزین فرمایا، درس کی شہرت سُن کر دور دور سے طلبا کھچے چلے آئے، کچھ مدت مدرسہ احمدیہ آرہ کو رونق بخشی، مدرسہ بلرام پور کے فروغ کا سبب بنے مدرسہ گونڈہ کو اپنے قدوم سے سرفراز فرمایا مدرسہ کولو ٹولہ کلکتہ کے لئے باعث زیب و زین رہے آئے مدرسہ میاں صاحب دہلی میں پڑھایا، تلامذہ کا کیا حد و حساب ان میں سے چند حضرات کے نام پر اکتفا کافی ہوگا یعنی

مولوی عبدالسلام مرحوم مبارک پوری وابنہ مولوی عبیداللہ مدرس حال

دارالحدیث رحمانیہ دہلی) مولوی نذیر احمد صاحب، مولوی محمد بشیر، مولوی عبدالصمد (از مبارکپور) مولوی نعمت اللہ (بنگالی) مولوی ابو محمد عبدالجبار کھنڈیلوی، شیخ تقی الدین الہلالی المراکشی، سابق ادیب اول ندوۃ العلما لکھنؤ، شیخ عبداللہ

سنن ابی داؤد کی مشہور عربی شرح عون المعبود فی شرح ابی داؤد (مولانا شمس الحق ڈیانوی) کے ادارہ میں آپ بھی مصنف کے شریک تھے، اس جماعت میں قاضی یوسف حسین خان پوری ہزاروی، اور مولوی محمد شاہ جہاں پوری بھی تھے مگر مولانا شمس الحق کو سب سے زیادہ اعتماد آپ پر تھا مو خرالذکر سے کچھ اصحاب سے اگر سہو ہو جاتا تو اس کی اصلاح شارح رحمۃ اللہ آپ سے کراتے،

فن حدیث میں آپ کا رتبہ معمولی نہ تھا، جیسا کہ آپ کی تصانیف سے ظاہر ہے مولانا شوق نیموی، حنفی، نے نصرۃ تقلید میں کیا کیا نہ کیا، کہ اسی شوق میں بلوغ المرام فی ادلۃ الاحکام کے نہج پر حدیث کی ایک کتاب "آثار السنن" لکھ ڈالی جس میں اپنے شعار تقلید، کی حدیثیں چن چن کر بغیر تمیز غث و ثمین بھر دیں صاحب ترجمہ نے شوق صاحب کی اس ندرت پر توجہ فرمائی اور ایک ضخیم کتاب "ابکار المنن فی تنقید آثار السنن" لکھی، جس سے شوق صاحب کی تمام کاوشوں کا پتہ چل گیا،

کتاب الجنائز (اردو میں) جس میں تجہیز و تکفین کے مسائل ہیں، خیر الماعون اردو طاعون زدہ مقامات کے ترک کے مسئلہ پر لکھی اور ان سب سے آخر میں "تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع الترمذی" عربی میں لکھی، یہ جامع الترمذی کی جامع شرح ہے، اور اس کا اظہار کچھ ضروری نہیں، کہ ہندوستان میں جامع الترمذی کے حواشی اور شروح سب کے سب حضرات مقلدین کے معمل بنے ہوئے تھے،

جن کے توسط سے ترمذی جیسی کتاب کو فقہ حنفی کے تابع کرلینا ایک نظر کا کھیل تھا اور یہی ہوا بھی، چنانچہ اسی زمانہ میں علمائے تقلید کی طرف سے ترمذی کی دو شرحیں نکلیں، پہلی العرف الشذی علی جامع الترمذی (مولانا محمد انور شاہ مرحوم دیوبندی) یہ مختصر ہے، دوسری الطیب الشذی فی شرح الترمذی مولوی اشفاق الرحمٰن مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی کی طرف سے، یہ مطول ہے، پس "تحفۃ الاحوذی" نصرۃ عمل بالحدیث کے لئے ہے، جس میں شروح احادیث کے عام طرز کا تتبع ہے، ان سب پر مصنف کی فطری جودت طبع کے مطابق کہیں کہیں ایسے لطائف بھی مذکور ہیں، جو مرحوم کا عام گفتگو میں لب ولہجہ تھا، یہ کتاب عون المعبود (فی شرح ابی داؤد) کی طرح ۴ ضخیم جلدوں میں ہے اور چاروں چھپ چکی ہیں، مرحوم نے تحفۃ الاحوذی کے مقدمہ کی بنا بھی ڈالی جو قریبا لاختتام تھا کہ اپنی زندگی کا خاتمہ کر بیٹھے، اس مقدمہ کو اب آپ کے لائق شاگرد مولوی عبدالصمد صاحب مبارکپوری، یا مولوی عبیداللہ صاحب مبارک پوری (جو تحفۃ الاحوذی میں آپ کے معاون رہ چکے ہیں) پورا کریں گے انشاء اللہ

فتاویٰ نذیریہ (جو حضرت شیخ الکل میاں صاحب دہلوی کی طرف سے ۲ جلد میں شائع ہوا ہے، کے منتشر اوراق صاحب عون المعبود نے آپ کے حوالے کردیئے تھے، جنہیں مرحوم نے اس صورت میں مرتب فرماکر شائع کیا، اسی طرح اپنے عالی منزلت استاذ حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ بھی آپ ترتیب دے رہے تھے کہ موت سے سابقہ آپڑا، تصانیف میں بعض غیر مطبوعہ رسائل بھی ہیں، جن کی اشاعت کی توقع کس امید پر کی جاسکتی ہے!

راقم مؤلف سال گزشتہ ۔ا کتوبر ۱۹۳۵ء میں ۔ پہلی مرتبہ باریاب خدمت ہوا جبکہ آپ دہلی (دارالحدیث رحمانیہ) میں بقصد معالجہ چشم قیام فرماتے تھے۔ آپ کے حسن اخلاق کا مرقع اس سے کم کسی خاکہ میں کھینچنا پسند نہیں کرسکتا کہ "مرحوم موجودہ علما میں سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے" اس پر بھی آپ کا اجلال و اکرام ایسا کہ گویا شیخ الشیوخ مسند علم پر رونق فرما رہے ہیں اور اُن کا یہ مرتبہ تھا ہی'

آنکھوں پر عمل جراحی کے لئے دہلی تشریف لائے تھے اپریشن کے دوران میں صاحب فراش ہوکر مراجعت فرمائے وطن ہوئے اور قبر میں جا سوئے'

مولانا عبداللہ صاحب ندوی مدرس (دارالحدیث رحمانیہ دہلی) نے آپکی وفات پر ذیل کا مرثیہ لکھا'

رثاء المحدث الکبیر ابی العلی عبدالرحمٰن المرحوم

یا سابقا ساحۃ الآثار والعمل ۔۔۔ قد کنت مرأ کمثیا فاعتری السقم

فجر ہو تادعا موت العلوم وما ۔۔۔ یذیب قلبا ہو الضرار والالم

تبا لہ انہ لم یبق من نسم ۔۔۔ شرف فتبکی لہ الاقوام والامم

ابا العلی قد غمت الناس قاطبۃ ۔۔۔ لا سیما لبنی العلم نبری الیتم

تبکی علیک البواکی وھی دامیۃ ۔۔۔ حتی یقاسی الشجی القرطاس والقلم

لم تبکنی واصدایا داعی السنن ۔۔۔ بفرقۃ بل تنوح العرب والعجم

محافل العلم تبکی وھی جامدۃ ۔۔۔ منابر العود ترثی وھی تنغم

البحر فی قلق والعرش فی حرک | والفلک فی شجن والحل والحرم
حلت بنا حادثات لا تعد بہا | اصاب شباننا التشییب والھرم
اشدہا مضضا ذا الحادث الخطر | لاجلہ قد تمشی فی الوری العدم
واللہ ضیع بہا عالم العلم والادب | بضیعہ وذری الاخبار منہدم
احکام شرع جمیعا حافظ ذکر | کانہ جبل التذکار والعلم
ابو العلی کان فردا فی محاسنہ | عن وصفہا لا وربی یقصر القلم
کانت لنا ذاتہ کالشمس طالعۃ | بالامس فالیوم فیہا کیف تنعدم
الموت فاجئہ واللہ قاتلہ | فالعین باکیۃ والقلب مضطرم

فما نجدہ ومانبکی فہو جللٌ
علی حوادثنا فالہ مع منسجم[1]

اور مولوی ابوالنعمان عبدالرحمن صاحب مئوی الاعظمی نے مندرجہ ذیل قطعات تاریخ لکھے

"تاریخ محمود عبدالرحمٰن مبارک پوری"
۱۳۵۳

کنتُ محزوناً کئیباً | حبارنی نبار کثیبٌ
قلتُ تاریخیہ حقاً | وانا فیہ مُصیبٌ
غاض ماءُ الزھد ھمّاً | فاظ مولانا الادیب
۱۳۵۶ | ۱۳۵۳

دیگر

چون شنیدم حال موتِ ابی العُلٰی | مضطرب شد قلب محزون گفت آن
بہر تاریخ وفاتش آمدہ | بیہقی وقت حالا رفت آہ
۱۳۵۳

[1] رسالہ محدث دہلی اپریل ۱۹۳۵ء ص ۱۲ [2] اخبار اہلحدیث امرتسر ۳ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ

اگرچہ "تحفۃ الاحوذی" جیسی جلیل القدر تصنیف جناب کی یادگار ابدالاباد تک قائم رکھنے کے لئے (ان شاء اللہ العزیز) کافی ہے، لیکن اگر صلبی اولاد کا سلسلہ بھی ہوتا تو شاید بدل ہو سکتا،

جنازہ پر زائرین کا ہجوم علاقہ بھر میں اپنی نظیر تھا، بلا تفریق مشرب تمام فرق اسلامیہ شامل تھے، قصبہ مئو سے جو مبارک پور سے چوتھا ریلوے اسٹیشن ہے، زائرین سے بھری ہوئی ٹرین آئی اور راہ میں کسی اسٹیشن پر نہ رکی، کہ مبادا زائرین نماز سے محروم رہ جائیں،

تلامذہ مولوی عبید اللہ مبارک پوری، مولوی ابو النعمان عبد الرحمن مئوی الاعظمی حکیم الٰہی بخش مبارک پوری، مولوی محمود صاحب، مولوی سلیمان صاحب مئوی، مولوی حکیم عبد الرزاق صادق پوری، مولوی عبد الرحمن (گونڈہ) مولوی جعفر علی (ٹونک) مولوی اصغر برادر زادہ صاحب ترجمہ، مولوی حکیم محمد بشیر مبارک پوری، مولوی عبد الحکیم جین پور، مولوی محمد شریف (مصنف نسیم الکلام وغیرہ)

تصانیف

مطبوعہ

(۱) تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی
(۲) شفاء الغلل فی شرح کتاب العلل
(۳) ابکار المنن تنقید آثار السنن
(عربی — بریکٹ میں بائیں جانب پہلی تین کے لئے)
(۴) تحقیق الکلام فی وجوب القراءۃ خلف الامام (اردو)

غیر مطبوعہ

(۱) مقدمہ تحفۃ الاحوذی (عربی)
(۲) الدر المکنون فی تائید خیر الماعون (اردو)
(۳) ارشاد الہائم الی اظہار ابہام (اردو)
(۴) الوشاح الابریزی فی حکم الدواء الانکلیزی (اردو)

(۵) خیر الماعون فی منع الفرار من الطاعون
(۶) المقالۃ الحسنیٰ فی سنیۃ المصافحۃ بالید الیمنیٰ
(۷) نور الابصار (فی ثبوت اقامۃ الجمعۃ فی القریٰ)
(۸) ضیاء الابصار } فی تائید نور الابصار
(۹) تنویر الابصار }
(۱۰) القول السدید فی ما یتعلق بتکبیرات العید
(۱۱) کتاب الجنائز
(۱۲) اعلام اہل الزمن تبصرۃ آثار السنن
} اُردو

(۵) الکلمۃ الحسنیٰ فی تائید المقالۃ الحسنیٰ
(۶) رسالہ در حکم دعاء بعد صلوٰۃ مکتوبہ (ناتمام)
(۷) رسالۂ عشر (ناتمام)
} اُردو

عبید اللہ مبارکپوری

(عدد مسلسل ۱۱۸) (عدد ۱۳۶)

آپ محرم ۱۳۲۷ھ ہجری میں پیدا ہوئے فارسی کی مروج کتابیں اور عربی شرح جامی قطبی شرح وقایہ تک اپنے والد مولوی عبد السلام صاحب مرحوم سے پڑھیں بقیہ تعلیم مدرسہ رحمانیہ میں پانچ سال تک رہ کر مختلف اساتذہ سے جو ان دنوں مدرسہ میں موجود تھے پوری کی معقولات مولانا غلام یحییٰ کانپوری سے حدیث مولانا احمد اللہ صاحب سے ادب مولوی حافظ عبد الرحمٰن صاحب سے پڑھا اوائل جامع ترمذی مقدمہ ابن الصلاح سراجی مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری سے بھی پڑھی آپ مدرسہ رحمانیہ میں اپنی جماعت میں ہمیشہ اوّل آتے رہے ۱۳۴۵ھ میں فارغ ہونے کے بعد شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ رحمانیہ نے آپکو مدرسہ میں مدرس مقرر فرمایا۔ احباب کو معلوم ہے مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری شرح ترمذی کی تکمیل سے پہلے مکفوف البصر ہو گئے تھے آپ کو شرح کی تکمیل میں ایسے لائق عالم کی اعانت

کی ضرورت تھی جو فنون حدیث سے خاص مناسبت اور ادب سے ذوق رکھتا ہو اور جو آپ کو اس اہم کام میں خاطر خواہ مدد دے سکے مولانا مرحوم نے اس کام کے لئے صاحب ترجمہ کو منتخب فرمایا چنانچہ مولانا مرحوم کے اشارہ پر شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ رحمانیہ نے صاحب ترجمہ کو اُس تنخواہ پر جو آپ کو مدرسہ میں ملتی تھی مبارک پور بھیج دیا وہاں آپ نے مولانا مرحوم کی خدمت میں دو سال تک بطور معاون رہ کر شرح ترمذی کی آخری دو جلدوں کی تکمیل کی اس کے بعد مہتمم مدرسہ نے آپ کو عہدۂ تدریس پر واپس بلا لیا اُس وقت سے آپ اب تک مدرسہ میں تدریس و تعلیم میں مشغول ہیں صاحب ترجمہ کو فنون حدیث کے ساتھ خاص ذوق اور مناسبت ہے اور شرح ترمذی کی تکمیل کے سلسلہ میں مولانا ممدوح کی دو سالہ خاص رہنمائی کے باعث تصنیف و تنقید کا خاص سلیقہ حاصل ہو گیا ہے'

عُبیدالرحمٰن بن عبدالسلام مبارکپوری

(عدد مسلسل ۱۹) (عدد ۱۴)

مولانا عبدالسلام مرحوم سابق الذکر علمائے اعلام سے تھے خداوند عالم نے آپ کو ۳۔ فرزند عطا کئے ایک مت اہل ہو کر دنیا میں الجھ کر رہ گئے دوسرے مولوی عبیداللہ صاحب (مدرس دارالحدیث رحمانیہ دہلی) ہیں جن کے تفقہ فی الحدیث کا اس نو عمری میں یہ عالم ہے کہ جب درس حدیث پر بیٹھتے ہیں تو سند و متن دونوں کے عقدے کھول کر رکھ دیتے ہیں یعنی کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا اور فقاہت حدیث کے رازہائے سربستہ آشکارا کرتے جاتے ہیں یہ فیضان ان کے عالی قدر باپ مولانا عبدالسلام مرحوم کی دعاؤں سے حاصل ہوا۔ اور مولانائے ابوالعلیٰ عبدالرحمٰن علیہ الغفران مبارک پوری کی اس نظر کرم سے نصیب ہوا جس کی طفیل جناب عبیداللہ صاحب تحفۃ الاحوذی

(شرح جامع الترمذی) میں مولانا عبدالرحمٰن مرحوم کے ساتھ شریک کار رہے

شاہدان از جلوۂ رخسار رنگین دمبدم

زاہدان را رخنہ با اندر دلِ دین کردہ اند

اور مولانائے عبدالسلام صاحب کے تیسرے فرزند ارجمند یہ (مولوی عبدالرحمٰن صاحب) ہیں جو اس سال (شعبان ۱۳۵۵ھ میں دار الحدیث رحمانیہ سے فارغ ہوئے آپ کا ماجرائے تحصیل علم اس طرح سے ہے کہ مدرسہ فیض عام مئو (ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ) میں ۳ سال پڑھا مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں تمام صوم از قسم ادب، معانی، فقہ و معقولات اور حدیث پڑھے مگر خاندانی ذوق کے مطابق ہنوز تمام علوم میں کمی نظر آئی تو دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے ۔ دین درجہ میں داخل ہوئے دو سال اور پڑھ کتب فنون و حدیث و تفسیر کی ازسرِ نو تجدید کی یہاں آپ کے اساتذہ یہ حضرات تھے

فنون میں مولانائے سکندر علی و مولانا شریف اللہ صاحب اور حدیث و تفسیر میں شیخ الحدیث مولانائے احمد اللہ صاحب پرتاب گڑھی دہلوی دار الحدیث رحمانیہ کے امتحان میں حدیث میں اوّل آئے اور مندرجہ ذیل انعامات حاصل کئے یعنی تیئس روپیہ، ایک گھڑی ایک نجدی جبہ، ایک سنہری عقال اور سب سے بڑا انعام یہ کہ اسی سال سے مہتمم صاحب نے آپ کو دار الحدیث (رحمانیہ) کی خدمت کے لئے منتخب فرما لیا۔ وللہ درّ ما قال

ہمہ آہوان صحرا سرِ خود نہادہ بر کف

بہ اُمید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

حکیم محمد بشیر بن عبد المجید بن حافظ عبد الرحمٰن بن عبد الوہاب

(عدد مسلسل ۱۲۰) (عدد ۱۵)

خود نوشتہ حالات

"۱۹ / اکتوبر ۱۹۰۷ء بروز چہار شنبہ کو قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوا کلام مجید، اردو، فارسی، حساب وغیرہ "مدرسہ دار التعلیم" مبارک پور میں پڑھا کتب علوم آلیہ عربیہ اور بعض کتب حدیث حضرت مولانا ابو العلیٰ عبد الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ محدث مبارک پوری سے پڑھیں زاں بعد بایما حضرت مولانا مرحوم ۱۳۴۱ھ میں بغرض تکمیل درس نظامیہ "مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ" دہلی میں داخل ہوا اور اکثر کتب حدیث حضرت مولانا الحاج احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمانیہ سے اور کتب اصول حدیث، اصول فقہ، فقہ، حضرت مولانا عبد السلام صاحب رحمہ اللہ مبارک پوری سے اور بعض کتب اصول فقہ، تفسیر حضرت مولانا عبد الغفور صاحب بندولی اعظمی سے اور کتب ادب عروض اور ترجمتین حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب مرحوم نگر نہسوی سے اور اکثر کتب منطق، فلسفہ، ریاضی، ہیئت وغیرہ حضرت مولانا غلام یحییٰ صاحب مدرس الحال "مدرسہ الہیات" کانپور سے اور بعض کتب بلاغت، مناظرہ، اقلیدس حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب آروی سے اور بعض متفرقات دوسرے اساتذہ سے جیسے مولانا احمد صاحب مئوی ومولانا ابو طاہر صاحب بہاری مرحوم ومولانا عبد الوہاب صاحب آروی وغیرہم سے پڑھیں اور الحمد للہ مدرسہ کے تمام امتحانوں میں اچھے نمبروں سے پاس ہوتا رہا ، شعبان ۱۳۴۶ھ کو مدرسہ سے علاوہ جبہ ودستار اور نقدی انعام کے سند تکمیل

عنایت فرمائی گئی اور شیخ الحدیث نے اپنا اجازہ مرحمت فرمایا بانی مدرسہ رحمانیہ جناب شیخ حاجی عطاء الرحمٰن صاحب رئیس اعظم دہلی نے اپنے مدرسہ میں میری ملازمت کے لئے متعدد مرتبہ اپنا خیال ظاہر فرمایا مگر تحصیل طب کے ارادے نے مجھے انکار کرنے پر مجبور کر دیا از ان بعد اسی سال "تکمیل الطب کالج" لکھنؤ میں طب پڑھنے کے لئے داخل ہوا۔ علاوہ طب و سرجری (عمل بالید) کے سائنس بھی معتد بہ حاصل کیا..... میرے اساتذہ میں جناب حکیم عبد الحفیظ صاحب مرحوم اور ان کے خلف جناب حکیم حافظ عبد المجید صاحب اور جناب حکیم عبد اللطیف صاحب وائس پرنسپل "طبیہ کالج" علی گڑھ اور جناب شفاء الملک حکیم و ڈاکٹر عبد الحمید خاں صاحب اور جناب حکیم عبد الحلیم صاحب خلف الرشید جناب حکیم عبد العزیز صاحبؒ و جناب ...... تربینی پرشاد صاحب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں اور ۱۳۴۸ھ میں کالج مذکور سے سرٹیفکیٹ حاصل کیا اور اپنے وطن میں کامیاب مطب کرتا رہا اہل مئو کے اصرار سے کچھ دنوں تک "مدرسہ عالیہ" مئو میں بھی پڑھایا بایما حضرت مولانا مبارک پوری مرحوم ۱۳۵۴ھ سے حضرت سیدنا و مولانا سید نذیر حسین میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کے مدرسہ واقع پھاٹک حبش خاں دہلی میں پڑھا رہا ہوں" (مؤلف اور اس شوال ۱۳۵۶ھ سے دار الحدیث رحمانیہ میں تشریف لے آئے ہیں)

نذیر احمد املوی

(عدد مسلسل ۱۲۱) (عدد ۱۶)

ابن شیخ عبد الشکور بن شیخ جعفر مرحوم جن کا خاندان اطراف میں معزز و موقر ہے سن ولادت ماہ فروری ۱۹۰۶ء = ذالحجہ ۱۳۲۳ھ مولد موضع املو (ملحق قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ)

مبارک پور اور سرائے میر کے "مدرسۃ الاصلاح" میں پڑھنے کے بعد دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں تشریف لائے، ہر امتحان میں اول رہے، اور سال آخر میں تمام مدرسہ میں اولیت و اولویت کی وجہ سے انعام میں صحیح بخاری اور للعٰہ روپیہ نقد انعام سے سرفراز ہوئے۔ یہ تکمیل ۱۵ شعبان ۱۳۵۰ھ کو ہوئی، اور اُسی سال مدرسہ (مذکور) میں مدرس کی حیثیت سے نور الانوار و رشیدیہ تک کے اسباق آپ کے سپرد ہوئے۔

جناب عطاء الرحمٰن صاحب مالک و مہتمم دار الحدیث رحمانیہ (دہلی) جو مردم شناسی اور خیر اندیشی کے سراپا سے مزین ہیں آپ کی ذہانت و ذکاوت کی وجہ سے آپ کو مدرسہ کی تنخواہ حسب معمول پر مشہور عالم معقول مولانا فضل حق صاحب کی خدمت میں رام پور بھیجا، مگر یہاں ریاضی کا سلسلہ نہ ہونے کی وجہ سے بدایوں چلے گئے اور مولانا عبدالسلام مرحوم سے جو ان جملہ علوم میں فرد یگانہ تھے ریاضی و معقولات کی وہ کتابیں پڑھیں جو رحمانیہ کے نصاب سے باہر تھیں یہاں سے سند فراغ کے بعد رحمانیہ میں اپنی آسامی پر واپس تشریف لے آئے اور اب تک پڑھاتے ہیں۔

اسی وجہ سے تو جناب میاں عطاء الرحمٰن صاحب (ممدوح الصدر) کو آپ پر یہاں تک اعتماد ہے کہ اعظم گڑھ و نواحی کے طالب علم اگر زمانہ تعطیلات (رسالانہ) میں آپ سے داخلہ کا سرٹیفکیٹ حاصل کر لیں تو کافی ہے۔



علمائے مئو

(مرحومین)

۱	ملّا حسام الدین	۶	سلیم اللہ
۲	خلیل الرحمٰن	۷	عبد الشکور
۳	فیض اللہ	۸	عبد القادر
۴	سعد اللہ (واعظ)	۹	ابو المکارم (محمد علی)
۵	عبد اللہ (واعظ)	۱۰	ابو المعانی (محمد علی)

۱۱ عبد الغنی بن ملا حسام الدین

(موجودین)

۱۲ احمد بن ملّا حسام الدین	۲۰ مصطفیٰ بن عبد الرحیم	۲۸ سعید احمد بن محمد علی
۱۳ سلیمان بن داؤد	۲۱ عبد الجبار بن سعید الدین	۲۹ حکیم عصمت اللہ
۱۴ نور محمد بن اسمٰعیل	۲۲ محمد اسد اللہ بن نعمت اللہ	۳۰ قاری عبد السبحان
۱۵ عبد اللہ شائق } الاخوین	۲۳ محمد بن عبد الرحیم	۳۱ قاری عبد الستار
۱۶ مظفر احمد	۲۴ محمد عظیم بن حافظ احمد	۳۲ محمد نعیم
۱۷ احمد ناظم مدرسہ فیض عام	۲۵ عبد الوحید بن عبد الرب	۳۳ محمد خلیل
۱۸ ابو النعمان (عبد الرحمٰن)	۲۶ بشیر اللہ بن عبد الغنی	۳۴ محمد جمیل
۱۹ حکیم محمد سلیمان	۲۷ محمد نعمت اللہ بن حافظ نور محمد	

مئو؟

یعنی مئوناتھ بھنجن

مئو ضلع اعظم گڑھ کا ایک قصبہ ہے اور اپنے علمی برکات کی وجہ سے ممتاز اقران مولانا سخاوت علی جون پوری جو اپنی خاندانی روایات علم و عمل کے ساتھ خلافت امیر المومنین السید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے سراپا سے بھی مفتخر تھے انہی کا فیضان یہاں بتوسل مولانا محمد فیض اللہ علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ) پہنچا مولانا فیض اللہ صاحب سے ملا حسام الدین (مئوی متوفی ۱۳۱۸ھ) نے پڑھا اب یہ نعمت عام ہونے لگی کہ ادھر جناب مولوی ابو المکارم محمد علی مرحوم بن مولانا فیض اللہ صاحب دولت علم سے مالا مال ہوئے ایک طرف ملا حسام الدین کے صاحبزادۂ گرامی مولانا احمد صاحب (جو ابھی تک سایہ افگن ہیں) فارغ التحصیل ہو گئے جن سے مئو علم کا مامن بن گیا، نواحی کے لاتعداد حضرات مئو ہی سے تکمیل کر کے نکلے، اور ساکنین مئو تو علوم دینیہ سے اس قدر مستفیض ہوئے کہ تحصیل علم آج بھی یہاں شرافت انسانی کا تلازمہ سمجھی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس قصبہ میں علما کی اس قدر کثرت ہے کہ اس کے لیے کتاب میں ایک علحدہ موضوع قائم کرنا پڑا، اور ابھی بے شمار حضرات نے باوجود متواتر یاد دہانی کے اپنے تراجم بھیجنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی

اس وقت یہ فیضان مدرسہ فیض عام کی طفیل جاری ہے جہاں ۱۱ مدرسین اور فوقانی و تحتانی جماعتوں میں بقدر ۳ سو کے طلبا ہیں نصاب درس نظامی باضافہ حدیث و تفسیر اور صدر المدرسین جناب مولانائے احمد صاحب ہیں

فی الحال دار التعلیم جامع مسجد اہل حدیث ہی کے ملحقہ دو رویہ کمرے ہیں جو اس ضرورت

کے لئے تعمیر ہوئے اور مدرسہ کی جدید عمارت زیر تعمیر ہے مدرسہ کی ملکیت میں ایک عالی شان دو منزلہ عمارت کرایہ پر دی جاتی ہے اور اسی کی آمدنی سے (غالباً) جدید عمارت کا فنڈ حاصل کیا جاتا ہے مدرسہ کے ناظم مولانا احمد صاحب ہیں جو مشہور فرم محمد گرہست کے منصرم ہیں اور دولتِ دنیا کے ساتھ نعمت علم سے بھی مستفید۔

علمائے مئو

(مرحومین)

ملا حسام الدین

متوفی ۱۳۱۰ھ
۱۸۹۳ء

(عدد مسلسل ۱۲۲)

(عدد ۱)

جناب مستطاب مولانا (ملائے) حسام الدین علیہ الرحمہ اُن خوش نصیب لوگوں سے تھے جن کے بعد اُن کے تینوں عمل باقی رہے یعنی صدقۃ جاریۃ علم ینتفع بہ ولد صالح یدعو لہٗ پس صاحبزادگان گرامی میں سے مولوی عبدالغنی صاحب مرحوم اور مولانا احمد صاحب دونوں فارغ التحصیل ہوئے اوّل الذکر کو اپنے ہاتھوں لحد میں سلاتے گئے اور مولانا احمد صاحب (ابقاہ اللہ) ابھی سایہ افگن ہیں جن کے لاتعداد شاگرد ہیں ملا حسام الدین صاحب خود ان اعلام سے تھے جن کا تذکرہ رہتی دنیا تک باقی رہے گا (انشاء اللہ) آپ نے علوم و فنون کا اکثر حصہ مولانائے

فیض اللہ مئوی شاگرد مولانا سخاوت علی جون پوری سے پڑھا۔ اور کچھ مولوی محمد عباس صاحب چڑیا کوٹی (وظیفہ خوار ریاست بھوپال دکن) سے تکمیل کے بعد مئو ہی میں بحب ارشاد استاذ گرامی مولانا فیض اللہ سلسلہ تدریس قائم فرمایا اور مدرسہ کا نام مدرسہ اسلامیہ رکھا، اور اسی شغل میں عمر گرامایہ ختم کر دی

مرحوم قناعت کا نمونہ تھے کہ جب مدرسہ اسلامیہ قائم فرمایا تو اس زمانہ میں باہر سے بھاری مشاہروں پر طلبی ہوئی مگر آپ نے سب کو پائے استغنا سے ٹھکرا دیا۔ تدریس کے بعد ذکر اذکار میں مشغول رہتے تھے۔ کم سخن تھے سادہ لباس زیب تن فرماتے آپ کے علم کا وقار خود مئو میں اس قدر تھا کہ یہاں سے کوئی فتویٰ آپ کے دستخطوں کے بغیر جاری نہ ہوتا فقہ اور حدیث دونوں پر ایک سی نظر تھی اپنے استاذ مولانا فیض اللہ صاحب سے چار برس پہلے انتقال فرمایا

خلیل الرحمن ابن حافظ عبداللہ

متوفی ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء

(عدد مسلسل ۲۲۳) (عدد ۲)

مولانا ابوالمعالی محمد علی مرحوم مئوی جن کا تذکرہ آگے آتا ہے آپ کے برادر عم زاد تھے تعلیم و تعلّم کے لئے ہر سفر و حضر میں دونوں بھائی دوش بدوش رہے ابتدائًا اپنے والد ماجد حافظ عبداللہ صاحب سے پڑھا اور مولانا فیض اللہ مرحوم مئوی سے معقولات پڑھیں حدیث حضرت شیخ الکل دہلوی سے پڑھی، فراغ کے بعد چند دن گڑھوا ضلع مرزا پور اور مدرسہ مدھو پور ضلع سنتھال میں مدرس رہے یہاں سے طب کا شوق لے کر لکھنو پہنچے، اور

بیمار پڑ گئے، آخر یہی بیماری موت کا بہانہ بنی مرحوم حسن سیرت و صورت دونوں میں بے مثل تھے ردِ تقلید میں ایک رسالہ لکھا

محمد فیض اللّٰہ

متوفی ۱۳ ربیع الاوّل ۱۳۱۶ھ
۱۲ اگست ۱۸۹۸ء

(عدد مسلسل ۱۲۴) (عدد ۳)

مولد و وطن قصبہ مئو ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد جون پور مولوی سخاوت علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اُستاد نے بہت جلد اپنے تیز فہم شاگرد کو پرکھ لیا بےحد شفقت اور محبت سے پیش آئے جملہ علوم و فنون کی کتابیں آپ سے پڑھیں اگرچہ مولوی سخاوت علیؒ کے سفر حجاز کے زمانہ میں کچھ مدت آپ نے مولوی عبدالحلیم لکھنوی مرحوم (جو ان دنوں نواب صاحب باندہ کے مدرسہ میں پڑھاتے تھے) سے پڑھا مگر یہ گویا "دراج" تھا ورنہ تمام کتابوں کی تکمیل جون پور سے ہوئی

تکمیل کے بعد مئو واپس تشریف لائے جو اس وقت ایک سرے سے شرک کی سرزمین بنی ہوئی تھی گھر گھر غازی میاں کا جھنڈا اور حسین کا تعزیہ رکھا جاتا تھا آپ نے وعظ کہنا شروع کیا سامعین نہایت خاموشی سے سنتے اور اثر قبول کرتے قصبہ سے شرک کا استیصال ہونے لگا اتنے ہی میں بطور رہ گذر مولوی گل محمد نامی حنفی بزرگ جامع مسجد میں آنکلے انھوں نے رفع الیدین کے خلاف وعظ کہا صاحب ترجمہ نے آپ سے گفتگو کی کامیابی تو پوری ہوئی مگر عوام چونکہ ابھی بالکل "حدیث السن" تھے پھر بدک گئے

نوبت باہمی تکرار تک پہنچی اور آخر کار ان اہل حدیثوں کو مسجد ہی سے نکال دیا گیا اب جمعہ علیحدہ ہونے لگا یہ ۱۳۰۱ھ کا زمانہ ہے اور حافظ عبداللہ غازی پوری سے پہلے کے واقعات جس کے بیان سے مقصد یہ ہے کہ مئو میں توحید کا بیج انہی کے ہاتھوں بویا گیا جس کی آبیاری بعد میں ہوتی گئی

اس کے بعد اعظم گڑھ کے مدرسہ میں تشریف لے آئے درس تدریس جاری ہوا فیض علم وصحبت سے وہ وہ عالم پیدا ہوئے کہ جن کی یاد رہتی دنیا تک باقی رہے گی علامہ شبلی مرحوم کو کون نہیں جانتا جو آپ کے شاگرد تھے مولوی ابو الحسنات عبدالغفور ملا حسام الدین وغیرہم نے بھی آپ سے پڑھا ملا حسام الدین کی کتابیں ختم ہو چکیں تو انہیں مئو میں درس جاری کرنے کا حکم دیا جس کی تعمیل فوراً ہوئی جیسا کہ ملا صاحب کے ترجمہ میں مذکور ہے

صاحب ترجمہ اعظم گڑھ کے علاوہ علی گنج سیواں اور دانا پور پٹنہ میں بھی مدرس ہو کر رہے حتیٰ کہ دانا پور ہی میں رحلت فرمائی مرحوم صاحب باطن بھی تھے علم ظاہر کے ساتھ یہ خوبی بھی عوام پر اثر کا سبب ہوئی غرباء سے محبت اور امراء سے وحشت تھی چار صاحبزادے یکے بعد دیگرے راہی ملک بقا ہو گئے جن کے آخر میں مولوی ابو المکارم محمد علی کا کوس رحلت بجا آپ کے شاگردوں میں سے مولوی ابو الحسنات عبدالغفور مرحوم دانا پوری نے آپ کی سوانح عمری قلمبند کی تھی مگر یہ کتاب طبع نہ ہوئی تھی کہ خود مؤلف ہی کو پیام اجل آ پہنچا



محمد سعد اللہ واعظ

(عدد مسلسل ۱۲۵) متوفی ۲۹ شعبان ۱۳۲۱ھ = ۱۸ نومبر ۱۹۰۳ء (عدد ۴)

مولد ومنشا مئو، والد کا نام حکیم رکن الدین ابتدائی کتابیں والد مرحوم اور میاں ولی اللہ سے پڑھیں، درسیات ملا حسام الدین، مولوی محمد فیض اللہ سے اور حدیث میاں صاحب دہلوی سے، جن کی خدمت میں ایک مدت تک رہے، ممدوح کو بھی آپ سے گونہ محبت ہو گئی، حتی کہ جب کبھی کوئی صاحب مئو کی طرف سے دہلی آتے تو میاں صاحب مولوی سعد اللہ کی خیریت ضرور دریافت فرماتے۔

تکمیل کے بعد کچھ مدت بھوپال میں قیام رہا، یہ زمانہ مولوی سلامت اللہ مرحوم جے راجپوری کا تھا جب کہ آپ والیہ بھوپال کی طرف سے شہر کے "میر واعظ" تھے، بھوپال کے "میر واعظ" کی جادو بیانیاں! جو سنتا رام ہو جاتا، جہیر الصوت تھے، آواز میں لوچ، اور بیان میں تسلسل، یہی پرتو مولوی ابوالحسن (صاحب ترجمہ) پر پڑا

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا
بلبلیں سُن کر میرے نالے غزلخواں ہو گئیں

مئو میں آکر بھوپال ہی کے طرز کا وعظ شروع کیا مگر یہاں کتاب و سنت کی حکومت بھوپال جیسی نہ تھی، امتحان شروع ہو گیا، ہمراہیوں سمیت مسجدوں سے نکالے گئے اور جمعہ وجماعت پھر جنگل میں پڑھنے لگے، جیسا کہ ان سے پہلے مولوی شکر اللہ کے زمانہ میں دستور تھا

عبداللہ واعظ

(عدد مسلسل ۱۲۶) متوفی ۱۳۲۱ھ = ۱۹۰۳ء (عدد ۵)

سن ولادت ۱۲۵۸ھ مولد و منشا قصبہ مئو محلہ کھیر باغ' مولوی فیض اللہ مئوی' ملا حسام الدین مولوی علیم الدین حسین نگرنہسوی (بہاری) سے جملہ علوم معقول و منقول پڑھے' علم کے ساتھ عمل کے بھی بڑے شیدائی تھے' ایک مرتبہ بعض کوتاہ اندیش مقلدین نے آمین بالجہر پر ذرا زیادہ سختی کی' آپ نے جامع مسجد جانا ترک کر دیا' اور ایک علٰحدہ مسجد بنوا ڈالی' جہاں تبلیغ و تدریس کا بھی التزام کیا' کچھ مدت نگرنہسہ (بہار) میں مدرس رہے' آخر کار وطن واپس تشریف لے آئے اور ۶۳ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا' کتاب کوئی نہیں لکھی' مگر اولاد جتنی چھوڑی سب اہل علم اور دین دار' ازاں جملہ مولوی حافظ عبدالعزیز صاحب آپ کے ولد صالح ہیں'

سلیم اللہ

(عدد مسلسل ۱۲۷) متوفی ۱۳۲۴ھ = ۱۹۰۶ء (عدد ۶)

مولد و منشا مئو' والد کا نام میاں محمد صادق' جملہ علوم و فنون ملا محمد حسام الدین مولوی محمد فیض اللہ مئوی' اور حافظ صاحب غازی پوری سے پڑھے' حدیث و تفسیر میاں صاحب دہلوی سے بھی پڑھی' تکمیل کے بعد ہمیشہ علم کی ترویج میں ساعی رہے' کچھ مدت مطبع نولکشور لکھنؤ میں مصحح اعلیٰ رہے' ایک عرصہ تک مدرسہ صدیقیہ مئو میں مدرسی کی'

صاحبِ اولاد تھے مگر کوئی بھی اپنے باپ کا جانشین نہ ہو سکا'

عبدالشکور بن حاجی محمد صدیق بن حاجی نور احمد

متوفی سنہ ۱۳۲۹ھ / سنہ ۱۹۱۱ء

(عدد مسلسل ۱۲۸) (عدد ۷)

مولانا سلیم اللہ و ملا حسام الدین اور جناب حافظ عبد اللہ صاحب غازی پوری سے کتب علوم و فنون اور بعض منقولات پڑھیں حدیث و تفسیر حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین صاحب محدث دھلوی سے پڑھی فراغ کے بعد اگرچہ اپنی وسعت کاروبار زمینداری کی وجہ سے تدریس پر پورا وقت صرف نہ فرما سکے مگر اس پر بھی شغل کے طور پر کچھ نہ کچھ تعلیم و تعلم رہا ہی آتا اولاد نرینہ میں مولوی ابوالحسن مرحوم تھے جو فراغ کے قریب پہنچ کر لحد میں جا سوئے اب جناب ابوالحسن صاحب کے دو نو عمر صاحبزادے ہیں جو اپنے آب و جد کا ترکہ علم حاصل کرنے میں ساعی ہیں واجعلہ رب رضیا ان صاحبزادوں کے نام معلوم نہ ہو سکے۔

ابوالفیاض عبد القادر

نور اللہ مرقدہ بانوار تمام

سنہ ۱۳۳۱ھ

(عدد مسلسل ۱۲۹) (عدد ۸)

مولد و منشا مئو، والد کا نام شیخ عبد القدوس ولادت ۱۲۷۹ھ تعلیم کا ماجرا یہ ہے کہ کتب صرف و نحو اور منطق وغیرہ مولہ ہی میں ملا حسام الدین اور مولوی ابوالمکارم محمد علی سے پڑھیں، علوم متعارفہ کی تکمیل مولانا فیض اللہ صاحب سے کرنے کے بعد حضرت میاں صاحب

کی خدمت میں حاضر ہوئے تحدیث اگرچہ اس سے پہلے بھی مولوی محمد طاہر سیلہٹی اور مولوی عبدالکریم پنجابی سے پڑھ چکے تھے دہلی سے رخصت ہونے کے بعد خلافت نامہ واجازت اورادو وظائف مولوی سید ضیاء النبی (رائے بریلوی) سے حاصل کئے، مولانا قاضی شیخ محمد مچھلی شہری سے سند مناولہ (بلوغ المرام) و سند مسلسل بالاولیۃ اور سند اربعین اور سند اتحاف الاکابر للشوکانی حاصل کی

زمانہ تدریس

۸ برس مدرسہ اسلامیہ مئو میں ۳ سال مدرسہ کاشی ناگ پور میں اور ۳ سال مدرسہ احمدیہ آرہ میں پڑھایا آرہ ہی میں قاضی مچھلی شہری سے فخر تلمذ حاصل ہوا

تالیفات

سوانح عمر بن عبدالعزیز اموی، حل المغلقات فی بحث الطلقات، تفریح الجنان باحکام قیام رمضان، عمدۃ الکلام فی رد عمل درۃ النظام الروضۃ الناظرہ فی علم المناظرہ وغیرہ لکھیں

آسن سول (بنگال) ۱۳۲۱ھ میں رحلت فرمائی ایک لائق جانشین مولوی ڈاکٹر محمد نذیر کو چھوڑا، جو پریکٹس کے ساتھ تدریس وغیرہ کا مشغلہ بھی رکھتے ہیں

مولوی ابوالنعمان عبدالرحمٰن صاحب مئوی نے ذیل کے مادۂ تاریخ وفات نکالے،

"نیک خلق جنت ایوان" "معظم خلد آشیاں" نور اللہ مرقدہ با نوار تام

۱۳۲۱ھ ۱۳۱۹ء ۱۳۲۱ھ

ابو المکارم محمد علی

(عدد مسلسل ۱۳۰) متوفی ۷ رجب ۱۳۵۲ھ - ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء (عدد ۹)

سن ولادت ۱۳۰۸ھ، والد کا نام مولوی محمد فیض اللہ،

مولد و منشا مئو، ابتداءً مختلف معلمین سے پڑھنے کے بعد مولانائے ملا حسام الدین مرحوم مئوی کی خدمت میں باریاب ہوئے حافظ عبداللہ غازی پوری سے پڑھا، اور میاں صاحبؒ کے درس میں رہ کر آپ سے سند و اجازۂ حدیث حاصل کیا، غرض پورا درس نظامی پڑھا، طب کی طرف توجہ ہوئی جو مولانا حکیم سید عبدالحفیظ دہلوی سے پڑھی، اور اس فن میں بھی کمال حاصل کیا،

تکمیل کے بعد مکان پر تشریف لے گئے، صاحب جائداد و املاک تھے، کبھی تجارت کا مشغلہ کرلیا، تو خیر ورنہ اتنی ضرورت نہ تھی، یہ زمانہ حضرت نواب صدیق حسن خاں مرحوم کی علم پروری کا تھا، اسی دور میں کسی مقلد نے نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے پر ایک رسالہ لکھا جس کا جواب آپ نے ''المجن المحمدیہ'' سے دیا، نواب صاحب کے ملاحظہ سے جب آپ کا یہ رسالہ گزرا، ازراہ قدر دانی ننگے ماہوار وظیفہ مقرر فرما دیا اسی طرح مولانا ظہیر احسن شوق نیموی (مقلد) سے تحریری مباحثہ ہوا، اور خوب خوب داد کلام دی، قلم کی آبیاری کے ساتھ آپ نے مال و زر سے بھی مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا، اہل حدیث مساجد کی تعمیر میں نمایاں حصہ لیا، صلبی یادگار کئی بیٹے اور صاحبزادیاں چھوڑیں، مئو میں ان کے دم سے جماعت کی خوب رونق تھی، مولوی ابو النعمان عبدالرحمٰن صاحب الاعظمی (مئوناتھ بھنجن) نے اپنی خداداد جودت طبع سے آپ کی وفات کے یہ مادہ ہائے تاریخ نکالے یعنی

(۱) بتاریخ الحق (۲) صاحب فضل ابوالمکارم

۱۳۵۲ھ ۱۳۵۲ھ

این محمد علی منظم حال کردے عمر خود بنعمت وفضل

۱۳۵۲ھ

منہدم شد اساس ہمت وفضل

۱۹۳۳ء

مرحوم نے کئی ایک پختہ مسجدیں بنوائیں گویا یہ اُن ذوق (ایمانی) ہو گیا تھا،

تصانیف

زینۃ الجیش بخلافۃ القریش (مع) البحث القوی عن سیرۃ النبی پہلا رسالہ حدیث خلافتہ قرشیت پر بحث اور دوسرا "مولانا شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی کی جلد اوّل کی چند باتوں پر بحث" (صفحات ۹۰) تقریرات محققانہ بجواب سوالات دوگانہ ہنگامہ خلافت میں لکھی گئی اس کا مفاد مسلمانانِ ہند کو ہنود کی مراسم میں ادغام سے منع ہے (صفحات ۴۸)

الجواب الاصوب عن مسئلۃ الخطبۃ بغیر لسان العرب، خطبہ کے صرف عربی زبان میں جواز پر (صفحات ۸۰)

النجات السنیۃ عن المقالۃ المرضیۃ، مولوی عبدالبر مرحوم پٹنوی کے رسالہ کہ بکرے کی قربانی میں صاحب خانہ اور اس کے گھر کے تمام لوگ اگرچہ تعداد میں ایک سو ہوں شریک ہو سکتے ہیں اس دعویٰ کے رد میں اس بحث کو اپنے ایک اور رسالہ کے آخر میں بھی پھیلایا ہے (صفحات ۳۲)

تمدۃ القائلون فی الرد علی خیر الماعون حدیث" اذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ

میں ارض سے مراد بستی نہیں بلکہ ملک ثابت کیا ہے (صفحات ۱۶)

الجواب[1] السدید عن مقالات اہل التقلید مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی مرحوم کے بعض فتاویٰ تقیید تقلید پر رد و قدح (صفحات ۲۴)

التعقیب[2] الحسن علی المولوی ظہیر الحسن شوق نیموی یعنی مولوی ظہیر الحسن نے اپنی مشہور مدونہ "آثار السنن" میں جو گویا بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام کے طرز پر حنفیانہ غلو میں لکھی تھی اس کے ساتھ ساتھ "التعلیق الحسن" بھی لکھی جس کا مضمون نام سے ظاہر ہے مولانا ابوالمکارم نے "التعقیب الحسن" سے شوق صاحب کی اس کتاب کا تعیقب کر لیا (یہ رسالہ عربی میں ص ۸۲ پر ہے بتقیطع ۲۶×۲۰)

الجواب[9] الاسنیٰ عن مسئلۃ المصافحۃ بالید الیمنیٰ "اس کے ساتھ دو رسالے اور ملحق ہیں المباحث[10] العلیۃ المتعلقۃ بالابحاث السینۃ اور اقامۃ[11] الدلائل علی سماع علقۃ عن ابیہ وائل" (صفحات ۱۶)

عمدۃ[12] التحقیق فی اثبات الضحایا الی آخر ایام التشریق، اضحیۃ الضحیٰ صرف ایام تشریق تک کے ثبوت میں، یہ گویا مولانا محمد بشیر صاحب سہسوانی کے فتویٰ کا جواب ہے اور مولانا ممدوح کا دو فتویٰ بھی آخر رسالہ ص ۱۲ پر چھاپ دیا ہے (صفحات ۱۶)

التحقیق[13] الحسن فی اثبات القمیص فی الکفن (صفحات ۱۶)

الدھن[14] الازہر فی منافع الدھن الاحمر" اپنے تجربات سے حاصل شدہ تیل بنام "روغن احمر" کے فوائد پر اس رسالہ میں مرحوم نے اپنے سوانح حیات بھی لکھے ہیں (اور یہ ۱۴ رسالے مولف نے بھی دیکھے)

دقائق[15] الاسرار (سینہ پر ہاتھ باندھنے کی تحقیق) اور مسئلہ مذکورہ ہی کی تائید

میں ایک رسالہ "لوامع الانوار" ہے "الجنن المحمدیہ" زیرناف ہاتھ باندھنے کی روایت پر نقد "قرات المؤمنین" مولود و قیام کے رد میں "تدقیق الاصفیا" مسئلہ حرم اضحیہ میں "الکوکب الدری" نماز قضا عمری کے رد میں "الاجوبۃ الفاخرہ" مختلف مسائل کی تردید میں "القول المحل" مسئلہ رفع یدین میں شوق نیموی کا رد "مطلع القمرین" مسئلہ مذکورہ میں شوق نیموی کا رد "المذہب المختار" مسئلہ جمعہ فی القریٰ میں شوق نیموی کا جواب "الخیر الکثیر" مسئلہ نکاح نابالغی میں"

محمد علی (ابو المعالی)

(عدد مسلسل ۱۳۱) متوفی ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۴ء (عدد ۱۰)

والد کا نام میاں حسام الدین[1] مرحوم، مولد و وطن مئو، سن ولادت ۱۲۸۹ھ درسیات اپنے والد اور مولوی محمد فیض اللہ (مئوی) سے پڑھیں، حدیث حضرت میاں صاحب سے تکمیل کے بعد دانا پور (بہار) میں مدرس رہے، کچھ عرصہ بعد بنگال میں ایک جمعیۃ کے ماتحت وصول چندہ کا کام شروع کیا، جسے آخر عمر تک نہایت دیانت سے ادا کیا۔ اس دوران میں اگر تالیف و تصنیف کی فرصت ملی تو موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا، چنانچہ "صید البحر الرائقہ المھداۃ" و "اظہار الفوات" وغیرہ مفید رسالے لکھے، غرض ہر حال و شان میں علمی مشاغل جاری رہے

---

[1] مشہور عالم مئو ملا ئے حسام الدین کے ہم نام مگر غیر از مؤلف

عبدالغنی بن ملّا حسام الدین

(عدد مسلسل ۱۳۲) المتوفی ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء (عدد ۱۱)

سن ولادت ۱۲۹۲ھ (تقریباً) ابتداءً اپنے والد ماجد سے پڑھا ان کے ارتحال پر اپنے برادر بزرگ مولانائے احمد صاحب اور مولوی سلطان احمد مئوی سے، یہاں تک تعلیم تا بہ کتب متوسطات پہنچ چکی تھی اس کے بعد مدرسہ احمدیہ آرہ میں حافظ صاحب غازی پوری اور مولانا عبدالمنان بقاؔ (غازی پوری) سے کتب علوم و حدیث و تفسیر تا بہ آخر پڑھیں، اور تکمیل کے بعد ۱۰، ۱۲ برس تک مدرسہ فیض عام مئو میں پڑھایا یہاں کی جامع مسجد اہل حدیث کے خطیب رہے منکسر مزاج اور کم سخن تھے (یہی حال آپ کے برادر بزرگ مولانا احمد صاحب کا ہے) خدمت خلق و ایثار تھا کہ کبھی کسی سفارش پر انکار نہ کیا گویا ان کی پیش نظر لغت میں لفظ "نہ" کا پتہ تک نہ تھا اب تک دنیا یاد کرتی ہے مرض استسقا لاحق ہوا اور جان لے کر گیا اولاد میں ۲۔ صاحبزادے مولوی عبداللہ اور مولوی بشیر اللہ ہیں اول الذکر امور خانہ داری میں انہماک کی وجہ سے سند فراغ حاصل کرنے سے قاصر رہ گئے اور ثانی الذکر کا ترجمہ آگے منقول ہے

علمائے مئو

موجودین

احمد بن ملّا حسام الدین

(عدد مسلسل ۱۳۴) (عدد ۱۲)

جناب مستطاب ملا (مولانا) حسام الدین علیہ الرحمۃ کے دو صاحبزادے تھے ایک مولوی عبدالغنی جن کا ترجمہ علمائے مرحومین میں درج ہوچکا ہے دوسرے صاحب ترجمہ ہیں آپ کا سن ولادت ۱۲۹۰ھ (تقریباً) ہے، ابتدائی کتب صرف ونحو (اور فارسی) تا بہ شرح جامی اپنے والد ماجد سے پڑھ کر مدرسہ جامع العلوم کان پور میں ۴ سال تک کتب فنون پڑھیں اس وقت یہاں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور مولوی محمد اسحٰق ہرزدوانی اصحاب مسند تھے جن سے آپ نے استفادہ کیا، کان پور کے زمانہ تعلیم میں خود کافیہ اور شرح تہذیب وغیرہ پڑھاتے رہے یہاں سے مدرسہ احمدیہ آرہ (بہار) چلے آئے جہاں حافظ عبداللہ غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے آپ سے کتب ذیل (سبقاً) پڑھیں یعنی صحیح مسلم، صحیح بخاری (نصف اوّل) جامع الترمذی حمداللہ رسالہ میرزاہد، حماسہ، سبعہ معلقہ وغیرہ تک، اب (دہلی) حضرت میاں صاحب مرحوم کے درس میں حاضر ہوئے آپ سے ابو داؤد اور صحیحین سبقاً پڑھیں اور بقیہ کتب صحاح کے اطراف

سنا کر سند و اجازہ حاصل کیا ترجمہ قرآن مجید اور جلالین (کامل) بھی میاں صاحب سے پڑھی پھر دیوبند چلے گئے شرح چغمینی الشمس بازغہ اور رسالہ میرزاہد پڑھے بعض کتب درس نظامیہ مولانا محمود الحسن مرحوم سے بھی پڑھیں اور جامع الترمذی کی سماعت بھی ممدوح سے کی، غرضیکہ ۱۳۱۹ھ تک فراغ حاصل کر لیا،

اس کے بعد ؟ (یعنی ماجرائے تدریس)

اپنے استاد گرامی جناب حافظ صاحب (غازی پوری) کی خواہش پر "مدرسہ محمدیہ" محلہ کلیانی (مظفر پور بہار) میں دو سال تک مدرس رہے یہاں اپنے اہل وطن کی استدعا پر مگر بااخذ اجازت از جناب حافظ صاحب ممدوح مدرسہ فیض عام مئو میں تشریف لے آئے جہاں سے ایک مرتبہ اور صرف دو سال کے لیے دار الحدیث رحمانیہ دہلی میں تشریف لے گئے مگر اس کے بعد ہمیشہ کے لئے اپنے مدرسہ (فیض عام مئو) کے لئے گویا زندگی وقف ہے مدرسہ فیض عام جس میں اس وقت مدرس ہیں ان میں صدر مدرسین صاحب ترجمہ ہیں تلامذہ کا احصا ناممکن ہے مختصر یہ کہ حضرات اہل علم (مئو) میں سے جن (حضرات) کے تراجم اس کتاب میں منقول ہیں اُن سے آپ کے وسعت حلقہ تلامذہ کا اندازہ ہو سکتا ہے

آپ نے جس طرح تمام کتب بالاستیعاب پڑھیں اسی طرح پڑھانے میں بھی جملہ علوم پر مساوی دسترس حاصل ہے اولاد میں ایک صاحبزادہ مولوی احسان اللہ مرحوم تھے جنھیں اُن کے عین عالم شباب میں اپنے ہاتھوں لحد میں سُلا دیا اب مرحوم احسان اللہ کے تین صاحبزادے ہیں، میاں حبیب الرحمٰن (درجہ سابعہ میں پڑھتے ہیں) میاں فیض الرحمٰن (درجہ ثالثہ میں) اور میاں عطاء الرحمٰن ابھی کم سن ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے

اجداد کے نقش قدم پر چلائے! (آمین)

سلیمان بن داؤد

(عدد مسلسل ۱۳۴) بروایت مولانا ابو النعمان عبدالرحمٰن آزاد مئوی (عدد ۱۳)

سن ولادت ۱۲۹۴ھ اساتذہ میں ملا (مولانائے) حسام الدین (مئوی) حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا عبدالرحمٰن بقا غازی پوری و مولانا احمد حسن مدرس جامع العلوم کان پور اور حضرت میاں صاحب علیہم الرحمۃ ہیں بعد تکمیل دار التکمیل مظفر پور بہار میں پڑھایا مدرسہ بونڈیہار ضلع بستی اور مدرسہ عالیہ مئو میں بھی مدرس رہے، صاحب اولاد ہیں

ابو الفیاض نور محمد بن محمد بن اسمٰعیل

(عدد مسلسل ۱۳۵) (عدد ۱۴)

سن ولادت (تقریباً) ۱۳۰۳ھ یعنی اس وقت ۴۰ برس کی عمر ہے) کتب فارسی میاں ولی اللہ و میاں صاحب رمضان (مرحومین مئوبیتین) سے اور درسیات حضرت ملا (مولانائے) حسام الدین مغفور سے پڑھیں مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور میں رہ کر جناب حافظ عبداللہ صاحب (غازی پوری) سے بھی پڑھا، سند و اجازۂ حدیث حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ دہلوی سے حاصل ہوا میاں صاحب کے ہاں سے یہ خلعت علم ۱۳۲۰ھ میں، نصیب ہوئی سند مسلسل بالاولیۃ جناب مستطاب قاضی محمد شہری رحمۃ اللہ علیہ سے ملی جب کہ ممدوح الصدر دہلی تشریف لے گئے تھے، اور یہ زمانہ بھی

سنہ ۱۲۹۶ھ ہی کا تھا، (اور رجب کا مہینہ تھا) جیسا کہ راقم الحروف نے قاضی صاحب مرحوم کی عطا کردہ سند میں خود پڑھا، اور قاضی صاحب ہی سے "بلوغ المرام" بھی پڑھی اور یہ اُس زمانہ کا تذکرہ ہے جب ممدوح (قاضی مچھلی شہری) اپنے زمانہ ملازمت میں بہ ہمراہ مسٹر........ دورہ پر مئوناتھ بھنجن قیام فرما ہوئے،

مدرسہ موضع کونٹر (جس کا نام اب گیان پور ہے) ضلع مرزا پور میں ۱۵۔ سال تک پڑھایا یہاں سے بسعیٔ حافظ صاحب غازی پوری ڈیانواں (بہار) تشریف لے گئے۔ یہاں صاحب عون المعبود کے صاحبزادہ گرامی حکیم محمد ادریس کو ایک سال تک پڑھایا اسی طرح اپنے مقامی مدرسہ فیض عام میں بھی ایک سال پڑھایا جس کی بدولت بے شمار حضرات نے آپ سے استفادہ کیا جیسا کہ قارئین نے اکثر علمائے مئو کے تراجم میں پڑھا ہو گا

اولاد میں ۲۔ صاحبزادے ایک تو اپنی عمر عزیز اپنی خواہشوں کی نذر کر چکے ہیں دوسرے فارسی اور قدرے عربی پڑھنے کے بعد متاہل ہو چکے ہیں یعنی دونوں میں سے اپنے نامور باپ کے علم و مسند کا کوئی بھی اہل نہیں ہو سکا،

ممدوح نے ایک کتاب "فریاد مظلوم"، مثنوی لکھی ہے جس میں مئو کے تاریخی ہنگامہ گاؤ پرستی کا دلخراش تذکرہ ہے، جب میں ۱۳۰۰ھ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو آپ صاحب فراش تھے، بہت معمر، بہت لاغر، آہ! اس حالت میں کب تک جئیں گے!

بسر اوقات کے لئے فرم "محمد گرہست" سے دس روپیہ ماہانہ نذرانہ پیش ہوتا ہے،

مئو میں تاجران پارچہ سلک میں ایک فرم محمد گرہست کے نام سے ہے، یہ حضرات

اہل حدیث اور متمول مخیر ہیں جیسا کہ اس وظیفہ سے معلوم ہوتا ہے اس کے منصرمین میں مولانائے احمد صاحب ناظم مدرسہ فیض عام بھی ہیں خدا تعالیٰ برکت فرمائے،

عبداللہ (شائق) بن محمد اسمٰعیل بن حاجی عبدالقادر بن عبداللہ

(عدد مسلسل ۳۶۱) (عدد ۱)

جن کی تاریخ ولادت ۱۰ ذالحجہ ۱۳۰۹ھ یوم سہ شنبہ – ۵ جولائی ۱۸۹۲ء ہے

اساتذہ فارسی میں مولانائے احمد صاحب و مولانا سلطان احمد علوم میں مولانائے احمد مذکور الصدر مولانا اسحاق بردوانی مولانا مقبول حسین مولانا عبدالرشید کانپوری و شاہ عین الحق پھلواروی مولانا عبدالنور مظفرپوری حافظ عبدالمنان بقا وجناب حافظ صاحب (غازی پوری حدیث و تفسیر میں حافظ صاحب غازی پوری و مولانائے احمد ممدوح و حضرات دیوبند ہیں اور مولوی فاضل کلاس بھی پاس ہیں یہ فراغ (کلی) ۱۳۲۱ھ میں ہوا اور اس وقت عمر رواں کی ۱۹ ویں منزل تھی، اسی کم سنی میں لاہور ———— مدرسہ مسجد چینیاں والی میں (بایما کے حافظ صاحب غازی پوری) مدرسی پر تقرر ہوا جہاں طلبا اپنے استاد سے عمر میں بڑے قدمیں لمبے دلالت میں ممتیز تھے، زمانہ اگرچہ مولانائے عبدالواحد صاحب غزنوی مرحوم کا تھا مگران تعارضات میں وہ بھی توافق نہ فرما سکے اور طلبا نے برملا کہہ دیا کہ ہم ایسے کم سن سے نہیں پڑھ سکتے، یعنی

من خراب کجا و صلاح کار کجا
بہ ایں تفاوت رہ کجا است از تا بہ کجا

آخر انہی کوتاہیوں کے ہاتھوں لاہور چھوڑنا پڑا، اس کے بعد کچھ مدت جمال پور (مونگیر) بہار کے

مدرسہ ہدایت الاسلام میں پڑھا آخر ۱۳۳۶ھ میں اپنے مولد (مئو) ہی میں تشریف لے آئے اور مدرسہ فیض عام میں تقرر ہوا، جہاں اب تک تمکین حاصل ہے، درس نظامیہ کا آخری حصہ پڑھاتے ہیں یا بعض کتب احادیث مثلاً صحیح مسلم وغیرہ،

آپ کے خاندان میں اور حضرات بھی دولت علم سے بہرہ مند رہے ہیں، حاجی عبدالقادر مرحوم (آپ کے دادا) کے بھائی میاں محمد داؤد وکیل تھے اور فارغ التحصیل یہ بزرگ خطاطی میں ید طولیٰ رکھتے تھے، میں نے اپنے زمانہ ورود (مئو) میں مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک ورق صفحہ ۳ و ۴ دیکھا جس کا خط اصل کتاب (مطبوعہ) سے سرمو مختلف نہ تھا متن، بین السطور، حاشیہ سب میں اصل خط سے مشابہت تھی اسی طرح وکیل صاحب کے ہاتھ کے کتابوں میں پیوند لگے ہوئے بھی دیکھے جو قدیم علماء کے نصاب علم کا جزو تھا

صاحب ترجمہ (جناب شائق) سیاست میں صحیح کانگریسی عقیدہ پر ہیں اور آج ہی سے نہیں بلکہ عہد خلافت سے آپ کا یہی میلان تھا، چنانچہ جب ملک میں خلافت کا دور قائم ہوا، تو آپ نے مسند تدریس چھوڑ کر علم خلافت ہاتھ میں لے لیا

بیان میں طلاقت ہے، اور تحریر میں ندرت، جس کا اندازہ اس خطبۂ استقبالیہ سے ہو سکتا ہے، جو آپ نے (۱۳۴۵ھ) کے جلسہ سالانہ (آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس) منعقدہ مئو میں پڑھا، اس کے ساتھ ہی آپ کا ایک قصیدہ عربیہ بھی ہے اُردو میں بھی شعر کہتے ہیں، اور شائق تخلص فرماتے ہیں، پہلے حضرت شمشاد لکھنوی سے مشورہ سخن لیتے تھے، نگران کے مرحوم ہونے کے بعد اس کی ضرورت نہ رہی حتیٰ کہ اب دوسروں کی غزلوں پر اصلاح دیتے ہیں،

تصانیف

انہماک تدریس کی وجہ سے کیا لکھ سکتے تھے، اس پر بھی "الاثار المتبوعہ لرد الاعلام المرفوعہ" اپنے مقامی حریف مولانا حبیب الرحمٰن صاحب حنفی کی کتاب "الاعلام المرفوعہ" کے رد میں لکھی یہ طبع ہو چکی ہے (صفحات ۱۵۲) اور ایک "کتاب الصلاۃ" لکھی مگر یہ ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔

ظفر احمد بن محمد اسمٰعیل بن حاجی عبد القادر بن عبد اللہ

(عدد مسلسل ۱۳۷) (عدد ۱۶)

تاریخ ولادت ۲۱ شعبان ۱۳۲۸ھ (۲۶ ستمبر ۱۹۱۰ء) یوم دوشنبہ جناب مولانا عبد اللہ صاحب شائق (سابق الذکر) کے برادر خورد ہیں، اردو اور فارسی مولانا نور محمد صاحب اور کتب علوم اور حدیث و تفسیر اپنے برادر بزرگ جناب شائق و مولانا عبد الرحمٰن و مولانا احمد صاحب (مئویاں) سے پڑھیں شعبان ۱۳۵۰ھ میں سند فراغ حاصل کی، زمانہ تعلیم میں جماعت میں ہمیشہ اوّل رہے، بعد فراغ تحصیل طب کا خیال پیدا ہوا تو لکھنؤ تشریف لے گئے، لیکن بعض موانع کے ہاتھوں بغیر تکمیل واپس چلے آئے (مولانائے شائق) آپ کے برادر بزرگ ہمہ تن مصروف از تدریس و تبلیغ اور فنا فی القوم رہے آنے کی وجہ سے کسی کو گھر کا منصرم بھی ہونا تھا تو اس تقسیم میں یہ قرعہ ان کے نام پڑا اور ذلك تقدیر العزیز الحکیم۔



احمد (ناظم مدرسہ فیض عام)

(عدد مسلسل ۱۲۸) (عدد ۱۷)

موصوف نے اپنا ترجمہ مرحمت نہیں فرمایا، یہ سطور اُس مختصر ملاقات کا نتیجہ ہیں جو ایک موقعہ پر نصیب ہوئی، عمر تقریباً ۵۰ سال، علوم میں منتہی، مسائل سے آگاہ، حواشی کتب تک سے واقف، گفتگو میں نرمی، اخلاق میں وسعت، معاملت میں دقیقہ رس، خلوص و کرم کا نمونہ غرض علم ودین اور دولت سب میں ممتاز، غالباً مدرسہ فیض عام مئو میں بھی پڑھا (ہوگا) اس مدرسہ کے ناظم بھی آپ ہیں، اور یہ بھی آپ کے حسن سلیقہ کا کرشمہ سمجھئے کہ مدرسہ فیض عام کی مالی حالت اس قدر قابل اطمینان ہے کہ وہ کسی خارجی چندہ کا محتاج نہیں، آپ مشہور فرم "محمد گرہست" کے منصرم ہیں یہ فرم اپنی شان تجارت میں ممتاز تر ہے، سلک کا کاروبار ہوتا ہے اور وسیع پیمانے پر،

ابو النعمان عبدالرحمن آزاد

(عدد مسلسل ۱۲۹) (عدد ۱۸)

سن ولادت ۱۲۹۵ھ والد کا اسم گرامی حافظ عبدالرزاق، ابتدائے تعلیم انہی سے ہوئی، ملا محمد حسام الدین مرحوم کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے، جن کے ارتحال کے بعد ان حضرات سے استفادہ کیا یعنی حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری، مولانا عبدالرحمن بقا (غازی پوری) مولانا اشرف علی تھانوی، اور مولانا احمد حسن (مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور) حضرت میاں صاحب کی خدمت میں باریاب ہوئے، اور ایک سال تک پڑھا، سند و اجازۂ حدیث سے فائز المرام ہوئے، غرض جملہ معقول و منقول سبقاً پڑھنے کے بعد ۱۳۱۴ھ میں دربھنگہ..... میں

مدرس ہوئے، یہاں سے کچھ مدت بعد بحسب طلب جناب العلامہ شمس الحق ڈیانوی مدرسہ آسن سول بنگال تشریف لے گئے، پھر مدرسہ دارالہدیٰ کلکتہ میں تقرر ہوا اسی دوران میں مئو میں پلیگ رونما ہوا، جس سے آپ کے بعض الاخوان اور بیٹے موت کی گود میں جا سوئے، ان صدمات کی وجہ سے آپ گھر ہی کے ہو رہے، یہاں بھی سلسلہ تدریس سرگرمی سے جاری رکھا بعض کتابیں لکھیں مگر ناتمام رہ گئیں (یعنی تفسیر القرآن اور طبقات ابن سعد) اور شرح قصیدہ بانت سعاد غالباً مکمل ہو گئی فرائض میں ایک فارسی رسالہ ۱۳۳۲ھ میں "بحر الفرائض" لکھا فن شعر و شاعری میں بھی درک حاصل ہے خصوصاً استخراج مادہ ہائے تاریخ پر طبیعت خوب لڑتی ہے، جیسا کہ اس کتاب کے اکثر حضرات (متوفین) کے مادہ ہائے تاریخ وفات سے ظاہر ہے، میری اس حقیر کوشش (کتاب ہذا) کا تاریخی نام تراجم علمائے اہل حدیث یعنی ہندی علمائے اہل حدیث کی مکمل سوانح عمری بھی آپ ہی کی وقت نظر کا نتیجہ ہیں، یہ نام اس لئے تبدیل کرنا پڑا، کہ حالات کی ناسا عدت ۱۳۵۳ھ میں طبع کتاب میں مانع رہی، اس وقت ایک صاحبزادہ عزیز عبدالحی سلمہ اللہ الحی دنیوی زندگی کا سہارا ہے راقم مولانا کی زیارت کے ساتھ اس ولد صالح کے دیدار سے بھی فائز ہوا، شاید ۱۵ برس کی عمر ہو گی، خدا تعالےٰ عمر و علم و دولت میں برکت عطا فرمائے آمین،

حکیم محمد سلیمان بن محمد سلیم بن عبدالکریم

(عدد مسلسل ۱۴۰) (عدد ۱۹)

سن ولادت (تقریباً) ۱۳۱۶ھ مولد و منشا مئو، ابتداءً سات برس تک مدرسہ فیض عام (مقامی) میں پڑھا کہ اس دوران میں مولانائے احمد (صدر المدرسین) دار الحدیث

رحمانیہ دہلی میں تشریف لے گئے، اس صورت میں یارانِ طریقت کے لئے بجز اس کے کیا چارہ تھی کہ ''قبلہ نما'' کو نہ چھوڑتے چنانچہ آپ نے بھی دہلی کے لئے شد رحال فرمایا اور دار الحدیث رحمانیہ کا نصاب کامل پڑھ کر سند فراغ حاصل کی، اور رحمانیہ ہی میں مدرسی پر تمکین یاب ہوئے یہاں ۵ سال تک پڑھایا یہیں سے حصول طب کا شوق دامنگیر ہوا جو آپ کو لکھنو مدرسہ ''تکمیل الطب'' لے پہنچا جہاں سے سند طب حاصل کی اور وطن تشریف لے آئے، مطب کرتے ہیں اور اپنے دستِ شفا سے عوام کو فائدہ پہنچاتے ہیں، محمود ن پورہ مئو میں سکونت ہے تصانیف چھ ہیں جن میں سے ۳۔مطبوع اور ۳ غیر مطبوع ہیں، مطبوع ۹ مختار حق (۱۳۴۹ھ میں طبع ہوئی)، ۱۰ احسن الکلام فی رد الاعلام تحفۃ الاحبہ بجواب تحقیق الخطبہ ....، اور غیر مطبوع یعنی کتاب الصلوٰۃ الصیانۃ من الرین الذی ہو فی اصول نور العینین ومعرفۃ الخطب فی غیر لسان العرب شاید صاحب اولاد بھی ہوں گے ہی کہ اس وقت تک چہل سال عمر عزیز ''دش'' گذشت

مصطفٰے شمیم بن عبدالرحیم

(عدد مسلسل ۱۴۱) (عدد ۲۰)

سن ولادت ۱۳۲۳ھ الہ آباد یونیورسٹی میں امتحان منشی کامل پاس کیا، اور مدرسہ فیض عام مئو میں تکمیل کی، اساتذہ میں جملہ حضرات اخیار مدرسہ فیض عام ہیں یعنی صدر المدرسین جناب مولانا ثناء احمد و مولانا عبداللہ شائق و مولوی عبدالرحمٰن و حکیم عصمت اللہ، شاعری میں بھی مدخلیت ہے

عبدالجبار بن حاجی سعید الدین بن حاجی فتح دین

(عدد مسلسل ۱۴۲) (عدد ۲۱)

آپ زمیندار ہیں، مئو کے علاوہ ضلع غازی پور میں بھی زمینداری ہے، غرض خوش گذران ہیں (الحمد للہ) اور مئو کے عام رجحان کی بنا پر علوم عربیہ اور فن تجوید پر کافی دسترس ہی فن تجوید قاری عنایت اللہ صاحب اعظم گڑہی کے علاوہ مدرسہ قراۃ القرآن (کان پور) میں حاصل کیا اور درس نظامیہ وحدیث وتفسیر مدرسہ فیض عام مئو میں، آپ کے اساتذہ علم وفن میں مولانا احمد صاحب ومولانا عبداللہ شائق ومولوی عبدالرحمٰن وحکیم مولانا عصمت اللہ صاحب (مئویاں مدرسین مدرسہ فیض عام) ہیں، عمر ۴۲ سال اور سکونت محلہ باغیچہ میں ہے

محمد اسد اللہ بن حاجی نعمت اللہ بن لال محمد

(عدد مسلسل ۱۴۳) (عدد ۲۲)

مدرسہ فیض عام (مئو) کے سند یافتہ ہیں اور اساتذہ میں یہ حضرات ہیں یعنی قاری مولٰنا نور محمد صاحب ومولوی عبدالرحمٰن سے پڑھی، اور علوم آلیہ (عربیہ) ومنقول ان حضرات سے، یعنی مولوی عبدالعلی صاحب سعد، مولانا حکیم ابوالمرتضیٰ عصمت اللہ صاحب، مولوی عبدالرحمٰن صاحب، مولانا عبداللہ شائق والا ستاد جناب مولانا احمد صاحب مدرس مدرسہ فیض عام

محمد بن عبدالرحیم بن ولی محمد بن محمد اسحاق

(عدد مسلسل ۱۴۴) (عدد ۲۳)

عمر رواں کا ۲۴ واں سال ہے ابتداً مدرسہ فیض عام (مئو) میں پڑھا دارالحدیث سیالکوٹ پنجاب (مولانا محمد ابراہیم صاحب کا مدرسہ) کے لئے شد رحال کیا تکمیل دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں کی، پس ان اعتبارات سے آپ کے بعض شیوخ علم یہ حضرات ہیں یعنی مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مولانا احمد اللہ (شیخ الحدیث رحمانیہ دہلی) (ومن دون ذلکما) غرض درس نظامیہ وجملہ معقول ومنقول کی تکمیل حاصل ہے بعد فراغ کچھ مدت مدرسہ فیض عام (مئو) میں پڑھایا، اب اپنا کاروبار کرتے ہیں

محمد عظیم اللہ بن حافظ احمد بن حافظ احمد اللہ بن حافظ عبدالرحمٰن

(عدد مسلسل ۱۴۵) (عدد ۲۴)

سن ولادت ۱۳۱۳ھ اور ۱۳۲۳ھ میں ابتدائی تعلیم شروع ہوئی اور ۱۳۳۵ھ میں فراغ اپنے مولد ومسکن (قصبہ مئو) ہی میں پڑھا، ساتذہ میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں مولانا نور احمد (مئو) شاگرد حضرت میاں صاحب دہلوی مولانا احمد صاحب صدر مدرسین (مدرسہ فیض عام) مولوی عبداللہ صاحب شائق اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں ان حضرات سے استفادہ کیا (یعنی) مولوی جمیل احمد و مولوی ظہور الحق و مولوی ذکریا و مولوی ظریف احمد سے (قارئین!) آپ نے صاحب ترجمہ کے سلسلہ نسب میں دیکھا کہ ۴ پشت تک ہر شخص حافظ بھی ہے اسی طرح آپ کی والدہ ماجدہ بھی حافظہ

تھیں، مگر یہ تعجب ہے کہ آپ (مولانا ابو الوفا صاحب) اس طرف توجہ نہ فرما سکے،

تصانیف

کشف الظلام من روایۃ الاعلام، ایک دیوبندی عالم کے رسالہ "الاعلام المرفوعہ فی الطلقات المجموعہ" کا جواب ہے (مسئلہ مابہ النزاع تطلیقات ثلاثہ ہے صفحات ۲۰۰) اس کے بعض حصے اخبار "اہل حدیث گزٹ" دہلی میں چھپ چکے ہیں العروۃ الوثقیٰ تردید شرک و بدعت میں ہیج الکعبا بہ صحابہ کرام کے تمسک بالسنۃ اور ان کے طریقہ استدلال میں فن خطاطی میں بھی مشق ہے میں نے آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک عربی تحریر دیکھی بہت خوشخط ہیں

عبدالوحید بن عبدالرب بن حاجی محمد اسحاق بن محمد

(عدد مسلسل ۱۴۶)

(عدد ۲۵)

سن ولادت ۱۳۳۸ھ فارسی مولانا نور محمد مئوی سے پڑھی کتب معقول و منقول مولانا احمد و مولوی عبداللہ شائق و مولوی حکیم عصمت اللہ و مولوی عبدالرحمٰن و مولوی ابوبکر صاحب (مئویان اساتذہ مدرسہ فیض عام مئو) سے پڑھیں اور مدرسہ عالیہ دیوبند میں مولانا مولوی قاری محمد طیب صاحب و مولانا نافع گل صاحب و مولانا جمیل احمد صاحب سے بھی پڑھا، اور مدرسہ دار العلوم مئو (ہی) میں مولوی عبدالوحید سنبھل پوری و مولانا اسلام الحق صاحب گوپا گنجی سے پڑھا، الغرض جملہ کتب معقول و منقول پڑھیں

بشیر اللہ بن عبدالغنی بن ملا حسام الدین

(عدد مسلسل ۱۴۴) (عدد ۲۶)

بعمر ۲۴ سال، از ابتدا تا بہ آخر نصاب درس (نظامی) وحدیث وتفسیر مدرسہ فیض عام مئو میں پڑھیں آپ کے اساتذہ میں آپ کے عم محترم مولانائے احمد صاحب وجناب مولانا عبداللہ صاحب شائق ومولوی عبدالرحمٰن صاحب ہیں

مولوی بشیر اللہ صاحب اس وقت (جمادی الاخریٰ ۱۳۵۶ھ میں) جب کہ راقم الحروف مئو گیا، درجہ ثامنہ (آخری جماعت) میں تھے اور فراغ میں دو ماہ باقی تھے، اب تک تکمیل ہو چکی ہوگی، با میری کتاب میں صرف یہی صاحب ہیں جن کا ترجمہ میں نے علیٰ علمٍ ان کے فراغ سے کچھ پہلے درج کر دیا ہے، مگر

دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

جناب مستطاب ملا (مولانائے) حسام الدین کے پوتے مولانا عبدالغنی مرحوم (سابق الذکر) کے نورِ نظر، استاذ مئو مولانائے احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ فیض عام مئو کے برادر زادہ، خود دستارِ علم سے ملبوس آخر کیا مضائقہ ہے

یہ کہاں جائیں گے ساقی تیرے میخانے سے
عہد شیشے سے ہے پیمان ہے پیمانے سے

امید ہے کہ بعد فراغ اپنے آبا و اجداد کی مسند پر تمکن حاصل کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ

محمد نعمت اللہ بن حافظ نور محمد

(عدد مسلسل ۴۸ا) (عدد ۲۷)

عمر شریف کا ۲۳ واں سال ہے، کتب فارسی مولوی سلیم اللہ صاحب مصحح مطبع نولکشور لکھنؤ سے پڑھیں صرف ونحو وفقہ واصول فقہ ومنطق وفلسفہ اور ادب ونسائی وتفسیر وفرائض مولوی امان اللہ صاحب شاگرد مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی سے پڑھے بعض آخری کتب علم وفنون مولوی عبدالرحمٰن جے راج پوری اعظم گڑھی سے اور حدیث مولانا احمد صاحب سے مئوی سے، منطق کا کچھ حصہ مولوی سلیم صاحب منطقی شاگرد مولانا عبدالوہاب صاحب بہاری سے پڑھے، اور سلسلۂ تعلیم ہی میں سیّد علی جواد صاحب مجتہد بنارسی کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے، طب مولانا محمد حسین لکھنوی اور حکیم محمد جعفر صاحب بنارسی سے پڑھی،

سعید احمد بن محمد علی

(عدد مسلسل ۹ ۴ا) (عدد ۲۸)

عمر ۲۵ سال (سن ولادت ۱۳۳۱ھ تقریباً) اساتذہ میں جناب مستطاب مولانا احمد صاحب (مئوی صدر مدرس مدرسہ فیض عام) ومولانا عبداللہ شائق مئوی ہیں اور دہلی مدرسہ علیہ میں مولوی عبدالسلام صاحب بستوی سے بھی پڑھا، ہاں ابتدائی کتب مولوی عبدالعلی صاحب مئوی اور مولوی بخش اللہ صاحب گوپا گنجوی سے پڑھیں، غرض اسی طرح پورا درس نظامی اور حدیث وتفسیر سب کچھ پڑھا، اس وقت

مدرسہ محمدیہ موضع کھیدپورہ (اعظم گڑھ) میں مدرس ہیں

ابو المرتضیٰ عصمت اللہ بن محمد اسمٰعیل بن ولی اللہ بن محمد اسحاق بن محمد ابراہیم

(عدد مسلسل ۱۵۰) (عدد ۲۹)

سن ولادت ۱۳۱۸ھ ماہ رجب المرجب یوم چہار شنبہ فارسی وعربی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ واقع جامع مسجد اہل حدیث قایم پورہ مئو ضلع اعظم گڑھ اور مدرسہ قدسیہ واقع کلکتہ میں حاصل کی بعد ازاں ۱۳۳۵ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور پہونچا اور وہاں صرف ایک سال تک تعلیم حاصل کی اس کے بعد ۱۳۳۶ھ میں فن معقول حاصل کرنے کے شوق میں مدرسہ یوسفیہ ریاست مینڈھو ہاتھرس پہنچا اور وہاں مدرسہ مذکور میں داخل ہو کر پڑھنا شروع کیا مگر چند ہی ماہ کے بعد غیر مقلد اور اہل حدیث ہونے کے جرم میں محرم ۱۳۳۷ھ میں وہاں سے وطن واپس آنا پڑا اس کے بعد شوال ۱۳۳۷ھ میں مدرسہ دار الحدیث واقع شہر سیالکوٹ صوبہ پنجاب پہونچا اور وہاں دو سال تک متواتر جناب استاذی مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب فاضل سیالکوٹی کی خدمت اقدس میں رہ کر جملہ علوم وفنون معقول ومنقول سوائے چند کتب حدیث حاصل کیا اس کے بعد مدرسہ رحمانیہ کے بانی جناب شیخ حاجی عبد الرحمن صاحب مرحوم کا گرامی نامہ مولانا کی خدمت میں پہونچا کہ مدرسہ کی تعمیر مکمل ہو چکی لہذا آپ مع طلبائے مدرسہ دار الحدیث تشریف لائیے چنانچہ شوال ۱۳۳۹ھ کو مولانا موصوف اپنے وطن سیالکوٹ سے اور میں اور میرے ہمراہی طلبا اپنے اپنے وطن سے دہلی

مدرسہ رحمانیہ میں پہونچے اور ہم لوگوں سے مدرسہ مذکور کی ابتدا ہوئی اس لحاظ سے ہم لوگ جملہ طلبائے مدرسہ رحمانیہ میں السابقون الاولون کے مصداق ہیں مگر ہم لوگوں کی بدقسمتی کہئے کہ کسی وجہ سے مولانائے موصوف ڈیڑھ ڈھائی ماہ رہ کر اپنے وطن واپس چلے گئے اور آپ کے بعد مدرسہ میں تعلیم کا معقول انتظام نہ ہو سکا اس لئے میں بھی اپنے وطن مئو واپس چلا آیا اس کے بعد جب سنہ ۴۰ھ میں مدرسہ رحمانیہ کا نظام تعلیم درست ہو گیا تو میں پھر اسی سال مدرسہ مذکور میں پہونچا اور بقیہ کتب حدیث کا دورہ ختم کر کے اپنی تعلیم کو مکمل کیا اور سنہ ۴۱ھ میں سند فراغ لے کر اپنے وطن واپس آیا۔ فللہ الحمد

ذکسار کے اساتذہ میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں، یعنی مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مولانا ابوطاہر بہاری مولانا عبدالغفور جے راج پوری مولانا عبدالوحید سنبھلی مولانا ماجد علی جون پوری، مولانا محمد عرفان ہزاروی مولانا عبدالحق سنبھلی، مولانا سلامت اللہ صاحب ... مولانا محمد اسحاق آروی، مولانا محمد احمد صاحب مئوی،

مدرسہ رحمانیہ سے فراغ کے بعد اسی سال یعنی سنہ ۱۳۴۱ھ ماہ شوال میں اپنے مقامی مدرسہ فیض عام میں مدرس ہو گیا ۹۔ برس تک خدمات تعلیم سرانجام دیں، مگر کسی وجہ سے علیحدہ ہونا پڑا طب کے لئے مدرسہ فیض عام سے علیحدہ ہو کر بغرض تحصیل طب یونانی سنہ ۴۹ھ میں لکھنؤ چلا گیا وہاں پہونچکر جناب شفاء الملک حکیم عبدالحبیب صاحب دریابادی اور جناب حکیم محمد تقی صاحب لکھنوی اور جناب مولانا حکیم حافظ سید طلحہ صاحب پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور سے فن طب حاصل کرنا شروع کیا اور ایک سال کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد سنہ ۱۹۳۱ء میں تکمیل الطب کالج لکھنؤ کا

امتحان سالانہ پرائیویٹ دے کر ۱۹۳۲ء میں کالج مذکور میں داخل ہوا، اور جب طبی تعلیم بالکل مکمل ہو چکی تو ۱۹۳۴ء میں وطن واپس آیا اور خدا کے بھروسہ و توکل پر مطب شروع کیا، جس میں بکثرت مریض آتے ہیں، یہی ذریعہ معاش ہے۔ اللّٰھم بارک لنا

اس زمانہ میں خاکسار نے چند مجرب دوائیں ایجاد کیں جن کے نام یہ ہیں ۔

۱۔ روغن اکسیر درد، اس کے متعلق جناب مولانا ڈاکٹر حکیم سید عبدالعلی صاحب بی۔ ایس سی، ایم، بی، بی، ایس ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے یہ سارٹیفکٹ عنایت فرمایا

"حکیم عصمت اللہ صاحب کا روغن اکسیر درد میں نے اکثر مریضوں کو دلوایا ہے مختلف قسم کے دردوں میں بہت مفید ثابت ہوا"

"عبدالعلی یکم جنوری ۱۹۴۳ء"

اس کے سوا، روغن سبز، سرمہ مقوی بصر، سرمہ جرب الاجفان بھی نہایت عمدہ مجربات ہیں (فالحمد للہ)

تصانیف، عمدۃ البیان فی جواز خطبۃ الجمعۃ بکل لسان اور الاحکام المشروحہ فی بیان الطلقات المجموعہ ہے، کثرت کار و ہجوم افکار کی وجہ سے ادھر توجہ نہ ہو سکی، پہلی کتاب مولانا ابوالمکارم محمد علی صاحب مرحوم کی ایک لغزش کی اصلاح ہے، اور دوسری مولوی حبیب الرحمٰن حنفی (مئوی) کے ایک رسالہ کے رد ہے (خود نوشتہ)

قاری عبدالسبحان بن حاجی محمد اسمٰعیل بن حاجی ولی اللہ بن اسحاق

(عدد مسلسل ۱۵۱)

(عدد ۳۰۰)

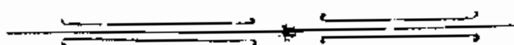
سن ولادت ۱۳۲۲ھ قرآن مجید حافظ عبدالرحمٰن مئوی سے حفظ کیا، اور تجوید قاری

خلیل الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ فیض عام (مئو) سے پڑھی، کتب درسیہ اپنے برادر بزرگ مولوی عصمت اللہ صاحب و مولوی عبدالرحمٰن صاحب و مولوی عبداللہ صاحب شائق اور مولانا احمد صاحب اساتذہ مدرسہ فیض عام مئو سے پڑھیں صحیحین کا کچھ حصہ شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب محدث دہلوی سے دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں پڑھا، الغرض جامع معقول و منقول ہیں، بعد فراغ مدرسہ فیض عام (مئو) ہی میں حسبۃً للہ پڑھاتے ہیں، اور ذریعہ معاش تجارت ہے اور آپ کے ذکر کے بعد جن حضرات کا ترجمہ منقول ہے وہ اور آپ سب ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں یعنی مولوی قاری عبدالستار صاحب و مولوی محمد نعیم صاحب و مولوی محمد خلیل صاحب و مولوی محمد جمیل صاحب جیسا کہ ان حضرات کے اسمائے آبا و اجداد سے معلوم ہو سکتا ہے اور سابق الذکر مولوی عصمت اللہ صاحب

قاری عبدالستار بن حاجی عبدالقادر بن حاجی ولی اللہ بن اسحاق

(عدد مسلسل ۱۵۲) (عدد ۲۱)

سن ولادت ۱۳۲۶ھ حفظ قرآن کے بعد فن تجوید قاری خلیل الرحمٰن سے حاصل کیا کتب درسیہ حکیم مولوی عصمت اللہ و مولوی عبدالرحمٰن و مولانا عبداللہ شائق و جناب مولانا احمد صاحب مدرسین مدرسۂ فیض عام مئو سے پڑھیں، دہلی بھی تشریف لے گئے حدیث کا کچھ حصہ شیخ مولانا احمد اللہ صاحب سے دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں پڑھا، اور وہیں تکمیل فرمائی



محمد نعیم بن عبداللہ بن حبیب اللہ بن اسحاق

(عدد مسلسل ۱۵۳) (عدد ۳۲)

سن ولادت ۱۳۴۲ھ مدرسہ فیض عام (مئو) کے فارغ، دہلی بھی استفادہ کے لئے گئے جہاں حدیث تبرکاً شیخ الحدیث (مولانا احمد اللہ صاحب) دار الحدیث رحمانیہ (دہلی) سے پڑھی اور مئو کے اساتذہ علم و فن میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں یعنی مولانا احمد صاحب (صدر المدرسین مدرسہ فیض عام) و مولانا عبداللہ شائق صاحب و مولوی عصمت اللہ صاحب، شغل معاش تجارت ہے، اور اس فن میں فرد یگانہ ہیں، مئو ہی میں ایک بہت بڑے کارخانہ (سلک) کے مالک ہیں خداوند عالم برکت عطا فرمائے

محمد خلیل بن عبدالحق بن حبیب اللہ بن اسحاق

(عدد مسلسل ۱۵۴) (عدد ۳۳)

سن ولادت ۱۳۳۱ھ مدرسہ فیض عام (مئو) کے فارغ ہیں اور اساتذہ میں مولانا احمد صاحب صدر مدرسین، مولانا عبداللہ صاحب شائق اور مولوی عصمت اللہ صاحب ہیں دہلی کا سفر بھی کیا حدیث تبرکاً شیخ الحدیث دار الحدیث رحمانیہ دہلی میں جناب مولانا احمد اللہ صاحب سے پڑھی اپنے برادر بزرگ مولوی محمد نعیم صاحب کی شراکت میں تجارت کرتے ہیں



محمد جمیل بن عبد الحق بن حبیب اللہ بن اسحاق

(عدد مسلسل ۱۵۵)

(عدد ۳۴)

سن ولادت ۱۳۳۲ھ مدرسہ فیض عام (مئو) کے سند یافتہ اور ان حضرات سے مستفیض یعنی مولانا احمد صاحب و مولانا عبد اللہ شائق و مولوی عصمت اللہ مئویان مدرسہ مذکور میں (حسبۃً للہ) پڑھاتے ہیں، شغل معاش تجارت (مسلک) ہے۔

محمد عبد الصمد بن محمد اکبر بن علی بن الشیخ مومن بن الشیخ فقیر اللہ مبارکپوری

(عدد مسلسل ۱۵۶)

(عدد ۱۷ کے بعد از مبارک پور ص ۱۴)

ولادت رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ، ابتدائی فارسی و عربی مولانا عبد السلام مرحوم کے برادر خورد مولوی احمد علی اور مولوی علی اصغر برادر زادہ مولانائے عبد الرحمٰن سے اور آخری کتب علوم و فرائض مولانا عبد السلام و مولانائے عبد الرحمٰن صاحبان (مذکورین) مبارکپوری سے پھر دہلی دار الحدیث رحمانیہ میں داخل ہوئے مگر وہ دین رحبہ میں آکر بیمار پڑ گئے امتحان میں شامل نہ ہو سکے، مدرسہ فیض عام مئو میں درس نظامیہ حدیث و تفسیر کی تکمیل فرمائی اور قبل ازیں مولانائے ابو سعید شرف الدین دہلوی و مولانا ابراہیم سیالکوٹی سے بھی پڑھا تکمیل کے بعد ان مدارس میں تدریس فرمائی، مدرسہ عربیہ اسلامیہ ہرسوا (بہار) دار التعلیم مبارک پور احمدیہ سلفیہ دربھنگہ محمدیہ بیوریہ، اور تالیفات رسالہ حسن النظر بجواب کشف الستر، تذکرۃ الاخوان بمنع شرب الدخان تزئین حدیث و تائید حدیث بجواب تنقید حدیث ہیں، آخری کتاب حافظ محمد اسلم صاحب جے راج پوری کی اس تلبیس جدید کے رد میں ہے جس سے حجیت حدیث سے انکار ہے "قبس القرار" اور مولانا مبارکپوری کی از باب بعض کے بعد کتاب تحفۃ الاحوذی اور مقدمہ میں تین سال تک ممدوح کے شریک کار رہے

علمائے غازی پور

مرحومین

۱۔ محمد اسحاق فخر

۲۔ عبدالمنان بقا

۳۔ استاذ الاساتذہ حافظ عبداللہ

علمائے غازی پور

(مرحومین)

حافظ محمد اسحاق فخر

(عدد مسلسل ۱۵۷) متوفی ۲۰ رصفر ۱۳۳۷ھ = ۲۵ رنومبر ۱۹۱۸ء (عدد ۱۰)

ابن مولوی رحمت علی (اور مولانا عبد الرحمٰن وفاؔ غازی پوری کے حقیقی بھانجے تھے) درسیات نصف تک مولانا وفاؔ مرحوم سے پڑھ چکے تھے کہ انگریزی کا شوق دامنگیر ہوا، سکول میں ۸ درجہ تک پہنچے، اور پھر عربی کی طرف عود کیا، مدرسہ احمدیہ آرہ میں جاکر اپنے دوسرے ماموں مولانا عبد المنان نقاؔ اور جناب حافظ عبد اللہ صاحب غازی پوری سے تکمیل کی اور سند و اجازہ حاصل ہوا،

اس قدر ذہین تھے، کہ ایک مرتبہ کسی ہم نشیں طالب علم نے آپ کو فرائض نہ جاننے کا طعنہ دیا یہ پنجشنبہ کا روز تھا، اسی وقت سراجی از خود پڑھنا شروع کی دوسرے روز جمعہ تک تمام کتاب ختم کر ڈالی، اس کے بعد جب بھی فرائض کی چیستان سامنے آئی، چشم زدن میں سلجھا ڈالی

تکمیل کے بعد مدرسہ احمدیہ آرہ ہی میں چندے مدرس رہے یہاں سے مکان پر تشریف لے آئے، اور وہیں طلبا کو پڑھاتے رہے، مقامی ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی پر تقرری منظور کر لی، مگر تمام عزت وشان کے ساتھ ایسے سادہ لباس میں رہتے کہ جس کی وجہ سے اجنبی آپ کے علو مرتبت کا اندازہ نہ کر سکتا،

شعر وسخن کا چسکا بچپن ہی سے تھا، پہلے اپنے ماموں حضرت بقا (ممدوح الصدر) سے مشورہ سخن لیتے، بعد میں تمنا لکھنوی سے اور عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے،

حسن اخلاق کا یہ عالم تھا کہ ہر مذہب وعقیدے کے لوگ دولت خانہ پر حاضر ہوتے اور آپ خود تقدیم سلام فرماتے

انفلوئنزا سے انتقال ہوا اور روضہ شاہ جنید میں استراحت فرما ہوئے

حافظ عبدالمنان بقا

(عدد مسلسل ۱۵۸) متوفی ۱۳۳۷ھ = ۱۹۲۰ء (عدد ۲)

آفتاب علم وعمل جناب العلامہ حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری (علیہ الرحمہ) کے ہمشیرہ زاد، مولد غازی پور، سن ولادت ۱۲۹۲ھ، حفظ قرآن کے بعد جملہ درسیات اپنے قابل فخر برادر بزرگ مولانائے حافظ عبدالرحمن وفا مرحوم سے پڑھیں، ادب میں شغف زیادہ تھا، کہ "سبعہ معلقہ" "حماسہ" اور متنبی کے اکثر قصائد نوک زبان تھے اسی انہماک کا ثمرہ سمجھئے کہ خود بھی عربی میں فی البدیہہ اشعار کہہ لیتے چنانچہ جب دہلی مدرسہ ریاض العلوم میں (آپ) مدرس تھے تو ایسے علیل ہوئے کہ جان کے لالے پڑ گئے

زندگی سے مایوس ہو کر اپنا مرثیہ لکھ ڈالا یعنی

ملیک الناس خالق کل شئی ۔۔۔ کفی باللطف عنک لنا وکیلا
بامرک جئت فی الدنیا وفیہا ۔۔۔ بفضلک کنت فی رباً جلیلا
فلا احصی ثناء علیک ربی ۔۔۔ ولو کان المؤید جبرئیلا
وانی لم ابل عن المعاصی ۔۔۔ وعشت لسوء اعمالی جمولا
وقد فرطت فی الطاعات جہلا ۔۔۔ وحینا لم اخف یوماً ثقیلا
فلم اعمل علی غیر اعتذار ۔۔۔ کثیر الصالحات ولا قلیلا
دعائی ان تجاملنی فانی ۔۔۔ اردت الیک مولائی الرحیلا
ذنوبی دنست روحی وقلبی ۔۔۔ فصیرنی نغفران غسیلا

وقد ارخت قبل الموت موتی
اتیتک رب راجیاً الجزیلا

مگر حیات مستعار کے ابھی چند سال باقی تھے اور اگر مقطع کے مصرعہ اولیٰ "وقد ارخت قبل الموت موتی" میں تعمیہ کر کے "بقلب الحزن ارخت لموتی" کیا جائے تو مادہ وہی نکلے گا کہ جس سن میں آپ نے ارتحال فرمایا یعنی ۱۳۳۷ھ

مدرسہ احمدیہ آرہ کے سالانہ جلسہ پر عربی قصیدہ پڑھا، جس کی داد دوسرے حضرات کے علاوہ حضرت الاستاذ "صاحب تفسیر القرآن بکلام الرحمن" مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی دی، آپ کے قصائد عربی و فارسی طبع ہو چکے ہیں،

مرحوم اپنے فرائض کے پابند وظائف کے مواظب اور نمازمیں قانت تھے وفات پر مولوی ابوالنعمان عبدالرحمن صاحب مئوی نے عربی میں قصیدہ اور فارسی میں مادہ

تاریخ وفات نکالا۔

قصیدہ

ارغب حدیث لربک الرحمٰن　　فلہ البقا وکل شیٔ فان
ذو قدرۃ لا زال یفعل مایشا　　لو ما کان یسئل وھو ذو سلطان
النفس ان رضیت قضاء ملیکھا　　ربحت والا فھی فی خسران
الناس قد فقدوا اذکیا فاضلاً　　متفرد الامثال والاقران
قد کان بحرا فی العلوم اصولھا　　وفروعھا ومدرسا لا ثانی
اثنی علیہ الناس خیرا کلھم　　والا تلک الاشہاد للرحمٰن
قد عاش فی الدنیا تقیا زاہدا　　متمسک الاخبار والقرآن
فاللہ یرحمہ ویکرم نزلہ　　واھلہ کرما بخیر جنان
اتاہ رب العالمین بفضلہ　　ما یشتہیہ بجنت الرضوان

لما سألت الناس عام وفاتہ
قالوا "لہ الفردوس خیر مکان"
۱۳۵۳۷

رخت بستہ چوں زیں سرائے فنا　　ماحی بدع حامی سنت
بہر سال رحیل آں مخلص　　گفت آزاد رفت در جنت
۱۳۵۳۷

استاذ الاساتذہ حافظ عبداللہ

(عدد مسلسل ۱۵۹) متوفی ۲۱ صفر ۱۳۳۷ھ = ۲۶ نومبر ۱۹۱۸ء (عدد ۳)

جن کی ذات پر علم کو فخر اور عمل کو ناز تھا، تدریس جن کے دم سے زندہ تھی، اساتذہ جن پر اس قدر نازاں کہ حضرت شیخ الکل جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے

"میرے درس میں دو عبداللہ آئے ہیں ایک عبداللہ غزنوی دوسرے عبداللہ غازی پوری"

(حضرت السید عبداللہ صاحب غزنوی کی نورانی صورت اور ملکی سیرت کا نقشہ اُن کے محل پر ہے)

جناب مستطاب استاذ الاساتذہ مولانا حافظ عبداللہ صاحب علیہ الرحمۃ کی ذات مستجمع الصفات جن مغتنمات میں سے تھی، اُس کا یہ بالکل مختصر مرقع ہے، کہ آپ جس زمانہ میں مدرسہ احمدیہ آرہ میں تھے، روزانہ بانکی پور تشریف لے جاتے درس قرآن میں وکلا اور بیرسٹر حاضر ہونا اپنے لئے سعادت سمجھتے، تدریس کی ہمہ گیری کا کیا ذکر جس درس سے مولانائے محمد سعید بنارسی جیسے کامل الفن مستفیض ہوئے، مولانا عبدالنور صاحب (حاجی پوری مظفر پوری) جیسے ماہر نکلے، حضرت شاہ عین الحق جیسے صاحب علم وعمل نے جن سے استفادہ کیا، مولانا عبدالسلام مرحوم (مبارک پوری) جیسے بزرگ نے جن کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے، مولٰنا عبدالرحمٰن (مبارک پوری) صاحب تحفۃ الاحوذی" نے جن سے اکتساب کیا،

ایسے متبحر عالم کی تو مستقل سوانح حیات لکھنا چاہیے تھی، چہ جائیکہ ان اوراق میں ان کے متعلق چند اشارات پر اکتفا کر لیا جائے،

مرحوم کا مولد قصبہ مئو (ضلع اعظم گڑھ) ہے، اور سن ولادت ۱۲۶۰ھ ہے والدین بے حد نادار تھے، اس لئے کم سنی میں محنت و مزدوری بھی کرتے اور حفظ قرآن بھی، گویا

ہے مشق سخن جاری اور چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

حافظہ قوی تھا، ۱۲ سال کی عمر تک قرآن حفظ کر لیا، فارسی اور عربی کی کتابیں مولوی قائم مئوی سے ہی پڑھیں، یہی زمانہ ہنگامہ غدر کا تھا، جس کی وجہ سے تمام اطراف و اکناف ہند کے شرفا در بدر مارے مارے پھرے اسی لپیٹ میں آپ کے والدین بھی آگئے، جنھوں نے مئو چھوڑ کر غازی پور میں پناہ ڈھونڈی، سکون کے بعد غازی پور ہی کے مدرسہ "چشمۂ رحمت" میں داخل ہوئے، مولوی رحمت اللہ صاحب لکھنوی سے بقیہ درسیات پڑھیں، ذہن رسا تھا، یہ دور کتب سرسری نظر میں دیکھ ڈالا اور خود فرمایا کرتے، کہ "اس دور میں شرح جامی، قطبی، کتب اصول، اور منطق کے چند اوراق پڑھے وہی کافی ہو گئے"،

اس کے بعد "مدرسہ امام بخش" (جونپور) میں پہنچے، مفتی محمد یوسف مرحوم لکھنوی، مدرس اعلیٰ تھے جو آپ کی ذہانت پر خوش رہے اور جملہ علوم رسمیہ سے جلدی فراغ حاصل ہوا اور حدیث جناب میاں صاحبؒ سے پڑھی،

تکمیل کے بعد غازی پور میں اس علم و فن کی تدریس و تلقین میں منہمک

ہوئے، جو اساتذۂ فن و بادیان تقلید نے آپ کے ذہن نشین کر رکھا تھا برسوں اسی دھن میں رہے، نہ معلوم کس قدر طلبا آپ سے تقلیدی مذہب سیکھ کر دو ٹے ہوں گے! اسی زمانہ میں مولوی علی نعمت عظیم آبادی اور مولانا محمد سعید بنارسی، چند اور طلبائے اہلحدیث کے ساتھ داخل درس ہوئے

ادھر عمل بالسنۃ کی برکتوں سے دل و دماغ دونوں بشاش، اُدھر تقلید کی نحوست سے قوت فکر تک معطل

بزم جاں میں اپنے اپنے کام پر ہیں حسن و عشق
اُن کے چہرے پر تبسم میرے دل میں ارتعاش

بات سے بات نکلنے لگی، ایک ایک مسئلہ پر گفتگوئیں، ایک طالب علم کی بحث ختم نہیں ہوئی کہ دوسرا منتظر بیٹھا ہے، مولوی علی نعمت سوال پر سوال کر رہے ہیں کہ (مولانا) محمد سعید نے مناقضہ شروع کر دیا

نہیں معلوم کن کن مسئلوں پر بحث ہوتی ہے
ملے گا آج پیر خانقاہ سے پیر میخانہ

یہ بحثیں آخر رنگ لائیں چنانچہ بنفسہ (مولانا حافظ عبداللہ صاحب) فرماتے ہیں

"یہ لوگ فقہ حنفی پر مناقشات کرتے، اور تحقیق کا پہلو ڈھونڈتے ہیں اس سے پہلے کئی بار فقہ و اصول فقہ پڑھا چکا تھا، پہلے تو میں اسی قدیم روش کے مطابق جیسے کوئی اُدھار کھائے بیٹھا ہو، خواہ نخواہ ہر ایک مسئلہ، ہر ایک بات، ہر ایک اصول کا اگرچہ وہ تحقیق سے گرا ہوا ہو، جواب دیتا رہا، پھر میں نے سوچا کہ جو بات تحقیق سے گری ہوئی ہے، خواہ نخواہ اس کی تائید کرنا یہ تو عقل و عدل دونوں سے

بعید ہی، اور احادیث سے متعلق یہ کر دیا کہ یہ خواقع کے موافق ہو اور یہ حنفیوں کے
جیسا کہ عام دستور ہی، نہایت غلط طریق ہی، اور یہ اصولی لوگ بھی ہمارے جیسے
غیر معصوم تھے، اور انہی نصوص سے جو ہمارے سامنے موجود ہیں، ان اصول کو مستنبط
کرتے، علاوہ بریں یہ اصول بھی اس لئے بنائے گئے ہیں، کہ ان سے کام لیا جائے
پس ان خیالات کی وجہ سے خود بخود تقلید سے کنارہ کشی اور علم حدیث کی طرف
توجہ ہوتی گئی ہے[1]

"انہی دنوں میں میں نے یہ خواب دیکھا، کہ ایک مقام میں اژدہام کثیر ہی، لوگ بکثرت
چلے جا رہے ہیں، اور مصافحہ کے لئے اس قدر اژدہام ہی، کسی نے کہا سیدنا حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف رکھتے ہیں لوگ آپ سے شرف مصافحہ
حاصل کر رہے ہیں میں نے دیکھا، کہ ایک شخص اس اژدہام سے باہر نکلا، میں نے پوچھا
کیا تم نے شرف مصافحہ حاصل کر لیا ہی؟ اُس نے کہا، ہاں! میں نے کہا مہربانی
سے وہ اپنا ہاتھ مجھے دے دو، میں بھی مشرف ہو جاؤں، اور برکت حاصل کروں
اُس نے ہمت دلائی، اور کہا کہ واسطہ کی کیا ضرورت ہی تم خود ہمت کر کے آگے
بڑھو اور اژدہام سے دل میں کچھ بھی ہراس نہ لاؤ، بلا واسطہ شرف مصافحہ حاصل
کرو، چنانچہ اس کی ہمت دلانے پر میں آگے بڑھا، اور جناب سیدنا محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلا واسطہ مصافحہ اور برکت حاصل کی، اس پر میں نے
اُس شخص کا جس نے ہمت دلائی تھی، شکریہ ادا کیا، اور مجھے نہایت مسرت
حاصل ہوئی، بیدار ہوا، تو وہی مسرت وہی سماں دل میں باقی تھا،"

---

[1] اخبار اہلحدیث امرتسر ج ۱۷ ص ۱۶۷ بروایت مولانا عبدالسلام مرحوم مبارکپوری

اس خواب کی تعبیر میں نے یہ سوچی کہ اللہ سبحانہ نے مجھے بذریعہ اس خواب کے متنبہ فرمایا ہے کہ عمل بالسنۃ اور علم حدیث اور تحقیق مسائل کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور خواہ مخواہ کی تقلید سے پرہیز کرنا چاہیئے"

اس سابقت سے جو کچھ پیش آیا اس کا تذکرہ یوں فرمایا کرتے

"جب عمل بالسنۃ شروع کیا تو میں ان دنوں کوتوالی کی مسجد کا امام تھا۔ شہر میں بڑی عزت تھی کہ مدرسہ "چشمۂ رحمت" میں مدرس بھی تھا۔ مغرب کی نماز میں مسجد بازار کے اندر واقع ہونے سے بڑا اژدہام ہوا کرتا، میں نے نماز میں بلند آواز سے آمین پکاری تمام مقتدی میرے پیچھے سے ہٹ گئے اور مجھے سخت سُست بولنے لگے۔ مگر میں نے اپنی نماز اسی اطمینان سے ختم کی، اگرچہ لوگوں نے زباں درازیاں کیں، مگر کوئی ضرر نہ پہنچا سکا، جناب مولوی رحمت اللہ صاحب بانی مدرسہ "چشمۂ رحمت" (مذکور) بڑے سنجیدہ اور تجربہ کار آدمی تھے، جب تک وہ حیات رہے برابر میری تائید فرماتے رہے"

ترک تقلید و اختیار سنت کے لئے ان مکاشفات کے بعد آپ حضرت میاں صاحبؒ کے درس میں شامل ہوئے، جہاں سے تفسیر و حدیث کی تکمیل کے بعد اسی مدرسہ "چشمۂ رحمت" غازی پور کے مدرس اعلیٰ کے رتبہ پر پھر فائز ہوئے (یا مدرسہ "چشمۂ رحمت" آپ کے مدرس اعلیٰ ہونے سے ممتاز ہوا) "چشمۂ رحمت" آپ کے مدرس اعلیٰ ہونے سے وہ سرچشمہ بن گیا کہ صدہا کوس سے طلبا اپنی تشنگی علم بجھانے کے لئے پہنچے یہ وہ زمانہ تھا، جب ہندوستان میں دیوبند اور فرنگی محل (لکھنؤ) صرف دو درسگاہیں مشہور تھیں، مگر چشمۂ رحمت غازی پور کی آبیاری بھی کم مفید نہ تھی،

اسی زمانہ میں لکھنؤ میں صاحب مسند اعلیٰ مولانا ابو الحسنات عبد الحی مرحوم کا فیضان جاری ہے، ادھر غازی پور میں حافظ صاحب کا "چشمۂ رحمت" ابل رہا ہے علم کے پیاسوں کے لئے کیسے اچھے موقع تھے!

اس جگہ یہ لطیفہ بیان کرنا بے محل نہ ہوگا جو مولانا عبد الحی مرحوم اور صاحب ممدوح کے درمیان دربارۂ رفع الیدین ہوا، اور جو سند اً جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی سے منقول ہے فرماتے ہیں،

"میرے برادر معظم حافظ صاحب کے تلامذہ میں ہیں، اُن کا بیان ہے کہ فاضل لکھنوی مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی نے ایک بار جناب حافظ صاحب سے پوچھا کہ آپ نے رفع الیدین عند الرکوع و عند رفع الراس من الرکوع کیوں اختیار کیا؟ جناب حافظ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا، مولانا آپ بھی پوچھتے ہیں! یہ سُن کر مولانا عبد الحی صاحب بالکل خاموش ہو گئے"[1]

خندۂ غیر کی پرواہ نہ تھی مجھ کو کوئی
تم بھی ہنستے ہو میرے حال پہ رونا ہے یہی

صاحب ترجمہ طلبا کو بڑے خلوص و محبت سے پڑھاتے اگر ان میں کسی کا سبق ناغہ ہو جاتا تو شب کو پڑھا دیتے، بسا اوقات مدرسہ سے گھر آتے بھی یہ کمی پوری فرما دیا کرتے، چنانچہ ایک طالب علم کو "صدرا" کا اکثر حصہ اسی طرح پڑھایا،

مولوی ابو النعمان عبد الرحمن مئوی سے روایت ہے "میں نے عرض کیا کہ جناب نے صدرا، قاضی مبارک اور ہدایہ کتنی مرتبہ پڑھائی ہوں گی فرمایا یاد

---

[1] اخبار اہلحدیث امرتسر جلد ۱۷ ص ۱۶۸

تو نہیں ہی مگر ۳۰، ۴۰ مرتبہ سے کم کیا پڑھائی ہوں گی

علامہ مولانا شمس الحق صاحب "عون المعبود" نے چند علما کے مجمع میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ "میرے کتب خانہ میں ایک بہت پرانی کتاب منطق کی تھی عبارت کی پیچیدگی کے ساتھ مسائل منطقیہ کا بیان کچھ اس طرز سے تھا کہ بظاہر کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا جناب حافظ صاحب اتفاق سے ڈیانواں تشریف لائے میں نے وہ کتاب دکھا کر کہا کہ یہ تو چیستان معلوم ہوتی ہے، حافظ صاحب نے کتاب کے چند ورق لوٹنے کے بعد فرمایا، کچھ نہیں مسائل وہی ہیں، عبارت ذرا پیچیدہ ہے اس کے ساتھ ہی آپ نے بعض مضامین کا مطلب عام فہم الفاظ میں بیان فرما دیا"

مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں برسوں درس دیا، مگر شہر میں عوام کے رگ و ریشہ میں تقلید پیوست ہو چکی تھی، شمس العلما مولانا ابو الخیر کے والد مولوی شاہ امانت اللہ صاحب راہ رواں جادۂ سنت کے راستہ میں روڑے اٹکانا اپنی ودیعت سمجھتے تھے جس کی وجہ سے منجملہ دوسرے مصائب کے مساجد تک موحدین سے چھن گئیں آخر مولانا نے عبد العزیز رحیم آبادی اور مولانا حافظ ابو محمد ابراہیم صاحب آروی کے اصرار پر مدرسہ احمدیہ آرہ کی قیادت منظور فرمائی جہاں ۲۰ سال تک یہ چشمہ رحمت جاری رہا، مگر جس وقت بانی مدرسہ (احمدیہ آرہ) مولانا حافظ محمد ابراہیم اپنی عمر مستعار مالک حقیقی کے سپرد کر چکے تو حافظ صاحب (غازی پوری) کا قیام بھی آرہ میں نہ رہ سکا، دہلی کے خدایان کتاب و سنت جو بمصداق

دیر سے منتظر ہوں میں بیٹھ نہ یوں حجاب میں
تاروں کی چھاؤں ہے در آ میرے دل خراب میں

چشم براہ تھے آپ کو دہلی لے آئے، یہاں آ کر بھی وہی لیل و نہار، وہی پرانا طریق —
یعنی ترویج کتاب و سنت کہ

صبح سے شام تلک ہاتھ سے چھٹتا نہیں جام
چاہیئے اپنا تخلص کرے جامی ساقی

حوض والی مسجد (نئی سڑک) میں درس قرآن اس شغف سے شروع ہوا کہ احناف تک شریک ہونے لگے، تشنگان علم دوسری کتابیں پڑھ کر اپنی پیاس بجھانے لگے، اس قیام میں بے شمار حضرات نے آپ سے استفادہ کیا، دہلی میں ۸ سال قیام رہا، معمولات تدریس یہ تھے کہ صبح حوض والی مسجد (نئی سڑک) میں درس قرآن دیتے، ظہر تک مدرسہ ریاض العلوم (نزد جامع مسجد) میں اور بعد ظہر مدرسہ علیجان (متصل گھنٹہ گھر) میں پڑھاتے ترجمہ کے وقت قاری قرآن کی سعادت مولانا محمد یونس صاحب پرتاب گڑھی (دہلوی) کو نصیب ہوتی، علم کی یہ آبیاری ہو رہی تھی کہ لکھنؤ میں آپ کے عزیز خان بہادر ڈاکٹر عبدالرحیم موت کے پنجے میں پھنس گئے، جن کی تعزیت کے لئے آپ لکھنؤ تشریف لائے، اور خانگی معاملات میں ایسے اُلجھے کہ دلی والوں کا نصیبا ہمیشہ کے لئے سو گیا،

لکھنؤ کو بھی اپنے فیضان سے محروم نہ رکھا، ندوۃ العلماء کے جید طالب علم جن میں کچھ شامی طلاب بھی تھے، پڑھنے آتے، مگر لکھنؤ کا یہ سفر آپ کی عمر کا عہد آخر تھا، کہ یہیں واصل بحق ہوئے، نماز جنازہ شیخ محمد خلف شیخ حسین یمنی نے پڑھائی،

مادۂ تاریخ وفات مولانا ابو النعمان عبدالرحمٰن آزاد مئوی (الاعظمی) نے عجب حال و بموافق غربت نکالا، یعنی

"اصاب الغریب" و "فاز الغریب"
۱۳۳۷ھ ۱۳۳۷ھ

جماعت اہلحدیث نے آپ کے انتقال پر بہت صدمہ محسوس کیا۔ ۱۹۱۸ء کے اخبار اہلحدیث امرتسر میں آپ کے بے شمار نوحے و مرثیے شائع ہوئے، ان سب میں زیادہ مؤثر الفاظ بنفس نفیس مولانائے ابوالوفا ثناء اللہ صاحب (مدیر) کے قلم سے نکلے ہیں

"آہ! عبداللہ، میری آنکھوں نے تیرے جیسا کامل عالم نہیں دیکھا سننے میں تو بہت آئے، آہ! ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ"

(اخبار اہلحدیث امرتسر)

حافظ صاحب مرحوم کے دیکھنے والے ابھی تک جماعت میں کئی اصحاب باقی ہیں جو مولانائے امرتسری ممدوح کے ان الفاظ کی صداقت کے بدل قائل ہیں

تصانیف آبراء اہل الحدیث والقرآن، منطق (اردو) فصول احمدی (صرف میں) التنحو (نحو میں) مقدمہ صحیح مسلم (عربی زبان میں) تسہیل الفرائض علم میراث میں، مگر ان میں سے بعض ابھی تک غیر مطبوع ہیں،

تلامذہ مولانا علی نعمت پھلواروی بہاری، مولانا محمد سعید بنارسی، حضرت شاہ عین الحق پھلواروی، مولوی محمد اسمٰعیل رسول آبادی (جونپوری) الشفیقین مولٰنا عبدالرحمٰن وفا و حضرت مولانا عبدالمنان بقا (آپ کے حقیقی بھانجے) مولانا عبدالنور صاحب حاجی پوری (مظفر پوری) مولوی عبدالوہاب بیغمبرپوری (جو ایک مدت کانپور تجارت کرتے رہے اور اب بمبئی اسی سلسلہ میں تشریف فرما ہیں) مولوی عبدالستار کلانوری (دہلوی) مولانا حافظ محمد صدیق صاحب ساکن مُرول (علاقہ ترہت بہار) آپ ایک مدت انجمن دعوۃ و تبلیغ پونہ میں منصب تبلیغ پر فائز رہے، مولانا محمد اصغر صاحب

چھپروی (بہاری) سابق مدرس دارالحدیث رحمانیہ دہلی مولانا پیر وارث حسن شاہ (کوڑہ جہان آبادی) ۔ مشہور صاحب مسند خلافت طریقۃ حنفی المشرب ۔ مولانا عبدالسلام مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری، مولانا ابو النعمان عبدالرحمٰن صاحب آزاد مئوی الاعظمی، مولانا ابو بکر محمد شیث صاحب جونپوری ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، جناب السید محمد داؤد صاحب غزنوی ابن امام صاحب حضرت السید عبدالجبار الغزنوی (امرتسری)، مولانا ابو طاہر مرحوم سابق مدرس دارالحدیث رحمانیہ دہلی، مولانا محمد اسحاق آروی، مولوی محمد الدین جونپوری، مولانا فضل الرحمٰن صاحب پروفیسر مدرسہ عالیہ کلکتہ،

اضافہ

مسئلہ زکوٰۃ پر ایک کتاب (اردو) میں دارالمصنفین اعظم گڑھ میں حال ہی میں پہنچی ہے، صاحب الادارہ جس کی طباعت کا انتظام فرما رہے ہیں (بروایت جناب السید سلیمان صاحب ندوی ابقاہ اللہ)

علمائے بستی

(مرحومین)

(۱) عبدالوہاب

(موجودین)

۲۔ عبدالصمد بن سلطان

۳۔ عبدالرحیم بن کرم اللہ

۴۔ عبدالغفور

۵۔ عبدالجلیل

۶۔ ابو شحمہ

۷۔ عبدالسلام

۸۔ عبدالقدوس

۹۔ حکیم عبدالحق

۱۰۔ عبدالرحمٰن

علمائے بستی

(مرحومین)

عبدالوہاب

(عدد مسلسل ۱۶۰) متوفی ۱۳۴۲ھ = ۱۹۲۴ء (عدد ۱)

قصبہ بانسی ضلع بستی کے قدیم خانوادہ اہلحدیث کے ممبر تھے، پورا انصاب نہیں پڑھا، مگر کام وہ کر گئے کہ جس سے اکثر منتہی محروم رہ گئے، اطراف واکناف کے رہنے والے اب تک مرحوم کو یاد کرتے ہیں، اور روتے ہیں، وعظ میں شیرینی تھی کہ جس سے مقلدین وامامیہ کی بستیاں حلقۂ سنت میں شامل ہو گئیں، ہر ایک مشرب سے مناظرہ کے لئے علائے عام تھی، شیعی وحنفی مناظرین کے علاوہ مسیحی منادین اور آریہ اپدیشکوں کے بالمقابل بھی صف آرا ہوتے، اور ہمیشہ غالب رہتے افسوس ہے کہ اس نوجوان نے بلاغ زندگی کی ۳۴ بہاریں دیکھیں، اور کنج لحد میں جا سوئے،

اولاد میں حکیم مولوی عبدالحق جن کا تذکرہ آگے آتا ہے

علمائے بستی

موجودین

عبد الغفور

(عدد مسلسل ۱۹۱) (عدد ۲)

بن جعفر خاں (پٹھان) مولد قصبہ بسکوہر (ضلع بستی) ابتداً مولوی منصور علی خاں شاہجہاں پوری سے پڑھا، تکمیل مدرسہ عالیہ دیوبند (سہارنپور) میں کی، ادب و علوم مولوی اعجاز علی و مولوی ابراہیم صاحب بلیاوی سے اور حدیث مولانا انور شاہ مرحوم سے پڑھی، اور تکمیل کے بعد مختلف مقامات یعنی قصبہ بسکوہر قصبہ اتری بازار مقام جھنڈے نگر (نیپال) میں پڑھانے کے بعد اب عرصہ تین سال سے رحمانیہ دارالحدیث دہلی میں مصروف تعلیم ہیں، عربی میں فی البدیہ قصائد لکھتے ہیں



عبدالصمد بن سلطان

(عدد مسلسل ۱۶۲) (عدد ۳)

مولد موضع ٹھاکر پور، سلسلہ تعلیم میں یہ سند بھی کافی ہے، کہ صاحب ترجمہ ہماری جماعت کے مشہور ادیب جناب العلامہ عبدالعزیز المیمنی راجکوٹی کے رفقائے سبق سے ہیں، یوں سنہ ۱۱ اساتذہ ذیل سے تکمیل علوم معقول و منقول فرمائی، یعنی علامہ محمد بشیر سہسوانی و ڈپٹی نذیر احمد خانصاحب و مولانا عبدالجبار عمر پوری اور مولوی محمد اسحاق منطقی دہلوی اور مولوی عبدالوہاب ملتانی صدری دہلوی اور مولوی عبدالوہاب نابینا دہلوی اور شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب محدث دہلوی سے،

تصانیف میں، خروج النسا الی العیدین، اثبات الجمعۃ فی القریٰ اور ایک کتاب علم صرف میں ہے، اس وقت عمر ۵۰ سال ہے (افسوس ہے کہ آپ کے مفصل حالات معلوم نہ ہو سکے)

عبدالرحیم بن کرم اللہ

(عدد مسلسل ۱۶۳) (عدد ۴)

سکونت و مولد موضع گنگھریہ ہے، مدرسہ اسلامیہ یوسف پور میں پڑھنے کے بعد مئو ناتھ بھنجن (اعظم گڑھ) میں مولانا ابوالنعمان عبدالرحمن صاحب کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے، مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں پڑھا، بالآخر دار الحدیث رحمانیہ دہلی میں داخل ہوئے، اور درجہ سات و درجہ آٹھ یعنی امتحان تکمیل یہاں سے پاس کیا اور اس وقت

مدرسہ موضع بھٹ پورہ ضلع بستی میں مدرس ہیں آپ کے اساتذۂ حدیث میں شیخ الحدیث مولانائے احمداللہ صاحب محدث پرتاب گڑھی ہیں،

عبدالجلیل بن تعلقدار

(عدد مسلسل ۱۶۴) (عدد ۵)

مولد و سکونت موضع ششہنیار یاست الیدا پور مختلف مدارس یعنی مدرسہ اسلامیہ یوسف پور (بستی) اور موضع اونچہرہ کے مدرسہ میں پڑھنے کے بعد دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں داخل ہوئے، ۵ سال تک یہاں پڑھا، اور ۱۳۵۵ھ میں سند فراغ حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں مولانا عبیداللہ مبارکپوری و مولوی نذیر احمد املوی (اعظم گڑھی) اور شیخ الحدیث مولانا احمداللہ صاحب پرتاب گڑھی دہلوی وغیرہ ہیں، عمراس وقت ۲۵ سال ہے گھر کے خوشحال ہیں وہ تنکدہ پر قیام ہے اور انصرام زمینداری میں مصروف ہیں۔

ابو شحمہ عبدالرحمن بن سرفراز خاں

(عدد مسلسل ۱۶۵) (عدد ۶)

سکونت موضع سیاٹو پور ریاست نیور۔ اسکول میں پڑھنے کے بعد عربی پر توجہ ہوئی، ۴ سال تک مدرسہ فیض عام مئو میں پڑھا، یہاں کے اساتذہ میں مولانائے احمد اور مولانا عبداللہ شائق قابل ذکر ہیں، اب دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے ۶۔ ویں درجہ میں داخل ہوئے، اور ۱۳۵۶ھ (شعبان) میں سند فراغ حاصل کی، نیک دل، نیک نیت، نیک خصلت نوجوان ہیں عمر ۲۰ سال علم کی بجائے کنیت سے مشہور اور امید ہے کہ ضرور ترویج علم دین فرمائیں گے

عبدالسلام

(عدد مسلسل ۱۶۶) (عدد ۷)

مولد موضع بشن پور ضلع بستی سن ولادت ۱۳۲۹ھ، والد کا نام یاد علی صاحب ابتدائی تعلیم میاں عبدالرحمٰن سے ہوئی، درس نظامی کی تکمیل مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں کی، حدیث مولوی احمد اللہ صاحب دہلوی سے مدرسہ رحمانیہ میں پڑھی مولوی حسین احمد صاحب مہاجر مدنی کے حلقہ درس میں بھی دورۂ صحاح پڑھا طب مدرسہ تکمیل الطب، لکھنؤ میں پڑھی، پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا، سن ۱۳۵۰ھ سے مدرسہ حاجی علیجان دہلی میں حدیث و علوم پڑھاتے ہیں، اسلامی توحید، اسلامی صورت، اسلامی پردہ نامی کتابیں لکھی ہیں اور ابن ماجہ کی شرح عربی میں لکھ رہے ہیں

عبدالقدوس

(عدد مسلسل ۱۶۷) (عدد ۸)

سن ولادت ۱۳۲۲ھ، مولد قصبہ بانسی درس نظامی مدرسہ جامع العلوم و مدرسہ الٰہیات کانپور میں پورا کیا، جس کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی میں "دبیر کامل" کا امتحان پاس کیا، سلسلہ تدریس میں علی گڑھ موتی مسجد کے مدرسہ اہلحدیث میں ڈیڑھ سال تک مدرس رہے، مدرسہ محمدیہ اونچی مسجد کانپور میں بھی ۲ سال تک پڑھایا، اب اپنے مولد میں ایک مدرسہ جاری کر رکھا ہے، آپ کے آبا و اجداد اہلحدیث تھے، بانسی کے مشہور محدث مولوی محمد اسحٰق صاحب مرحوم آپ کے نانا ہوتے ہیں

حکیم عبدالحق بن عبدالوہاب

(عدد مسلسل ۱۶۰) (عدد ۹)

متوطن بانسی (آپ کے والد مولوی عبدالوہاب مرحوم کا ترجمہ درج ہوچکا ہے) درس نظامی کی تکمیل مدرسہ جامع العلوم کانپور میں کی، فن قرأت قاری عبدالرحیم صاحب سے سیکھا، طب لکھنؤ میں پڑھی، اپنے مولد میں مطب کرتے ہیں دینی کاموں میں بھی دلچسپی ہے، جس کی وجہ سے ماحول پر کافی اثر ہے، عام رجحانات سیاسیات کی طرف ہیں

عبدالرحمٰن بن محمد یعقوب

(عدد مسلسل ۱۶۹) (عدد ۱۰)

وطن موضع دوکم آپ کے اساتذہ علم حدیث میں مولانا محمد بشیر سہسوانی، حافظ صاحب غازیپوری، شیخ حسین عرب اور میاں صاحب سے صحیحین سبقاً پڑھے اور کتب اربعہ کی سند اطراف سنا کر حاصل کی، تکمیل کے بعد میاں صاحب ہی کے مدرسہ (دہلی) میں مدرس رہے کچھ مدت مدرسہ جھنڈے نگر نیپال میں چندے مدرسہ یوسف پور ضلع بستی میں، ۱۹۰۳ء سے رلاے بریلی کے "مدرسہ محمدیہ" میں قیام ہے یہ مدرسہ آپ ہی نے قائم فرمایا، ابتداءً میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس (دہلی) سے کچھ امداد ہوتی رہی مگر اب صرف آپکی سعی و کوشش پر مدار ہے، واللہ لا یضیع اجر المحسنین آپکے بریلی قیام فرما ہونے سے پہلے یہاں اہلحدیث کی پود بھی کچی سی تھی، جسے آپ کی شبانہ روز کی آبیاری نے اتنا سرسبز و شاداب کر دیا کہ اب یہاں ایک لہلہاتا ہوا چمن نظر آتا ہے اس سلسلہ میں مبتدعین سے بارہا مقابلہ و مقدمہ بازی ہوئی، مگر آپکے خلوص سے فتح ہمیشہ اہل حق کی طرف رہی

علمائے پیلی بھیت

(مرحومین)

ا۔ ابوالارشاد محمد دبکادی

علمائے پیلی بھیت

(مرحومین)

ابوالارشاد محمد دبکاوی

(عدد مسلسل ۱۷۰) متوفی ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء (عدد ۱)

جن کے عہد آخر کی زہرہ گداز داستانیں اہل محفل نے برسوں (اخبار اہلحدیث امرتسر کی زبان سے سُنیں) یہ بزرگ ۱۲۷۰ھ میں مقام دبکا ضلع پیلی بھیت میں پیدا ہوئے، اساتذہ علم وفن میں مولانا محمد سعید بنارسی، مولانا ابراہیم آروی، مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی، حضرت میاںصاحبؒ اور نواب صدیق حسن خاں (رحمہم اللہ تعالیٰ) ہیں، نواب صاحب سے ابن ماجہ، ترمذی اور صحیح مسلم پڑھی، جن کی سند ۱۰ اخر شعبان ۱۲۸۹ھ میں دستخطی حضرت عالیجاہ مرحمت ہوئی، اور میاںصاحب سے ۱۲۸۱ھ میں تحصیل کر چکے تھے،

تکمیل کے بعد کچھ عرصہ بھوپال رہے (غالباً) نواب صاحب کی وفات کے بعد اپنے وطن موضع دبکا چلے آئے، یہاں ایک "مدرسہ چشمۂ فیض" جاری کیا جو ۸ برس

تک قائم رہا، مگر آخر آپس ہی کے اختلاف کی وجہ سے ٹوٹ گیا،

اہل بدعات نے اس قدر تکلیفیں دیں، کہ اہل و عیال کو ہمراہ لے جا کر جہاں بھی سکونت اختیار کی وہیں یہ جماعت درپے آزار ہو گئی، اس دربدری کی وجہ سے بالکل بے مایہ ہو گئے، اور آخر عمر نہایت عسرت میں بسر ہوئی،

تلامذہ مولوی دین محمد نو مسلم (ساکن شاہجہاں پور ضلع میرٹھ) مولوی ابو یحییٰ محمد عبد اللہ شجاع پوری مولوی محمد عبد اللہ عرف عبد القادر خانصاحب (قائم گنج ضلع فرخ آباد) مولوی حکیم عبد الرحمٰن ساکن نسانو ضلع پیلی بھیت، وغیرہ ہیں،

چند مختصر رسالے بھی لکھے جن میں سے بعض چھپ گئے، اور بعض کے مسودے قلت سرمایہ کی وجہ سے آپ کے صاحبزادہ (محمد عبد اللہ متعلم طبیہ کالج دہلی مارچ ۱۹۲۴ء) کی تحویل میں ہیں، ان میں سے "تحفۃ الاخوان بالاحادیث والقرآن" قابل قدر ہے کاش یہ کتاب شائع ہو جاتی،

کثیر الاولاد تھے، مگر ۲ لڑکوں اور ۶ لڑکیوں میں سے صرف ایک صاحبزادہ (مذکور الصدر) اور ۳ صاحبزادیاں باقی رہ گئی ہیں،

علمائے شاہجہانپور

(مرحومین)

از ابو یحییٰ محمد صاحب "الارشاد الی سبیل الرشاد"

علمائے شاہجہاں پور

(مرحومین)

ابو یحییٰ محمد

(عدد مسلسل ۱۷۱) متوفی ۱۳۳۸ھ = ۱۹۲۰ء (عدد ۱)

مولد و منشا شاہجہاں پور والد کا نام مولوی کفایت اللہ (م ۱۳۳۱ھ) جو کہ عامل بالحدیث اور عالم بزرگ تھے حدیث ابتدائی علوم انہی سے پڑھے، صرف منطق کے لئے رام پور گئے، مولوی ارشاد حسین مجددی ۔م ۱۳۱۱ھ ۔ سے پڑھا، یہ بزرگ غالی مقلد تھے کہ میاں صاحب کی کتاب "معیار الحق" کا جواب "انتصار الحق" تک لکھا، پس صاحب ترجمہ بھی آپ کے فیضان صحبت سے حنفی ہو گئے، اور کچھ ایسے نرالے کہ اہلحدیث پر تبرا کرنے میں اپنی نجات سمجھتے، حتی کہ اپنے والد تک کو گمراہ کہتے، اور اُن سے مباحثہ کے لئے ہمہ وقت کمر بستہ رہے آتے، تا آنکہ کہیں مولوی محمد بدر الحسن بھسوانی سے ٹکر ہو گئی شب کو کھانا کھانے کے بعد تقلید شخصی پر گفتگو شروع ہوئی مولانا بدر الحسن صاحب نے فرمایا کہ "جن کو غیر مقلد مشہور کیا جاتا ہے حقیقۃً وہ مقلد ہیں اور

جن کا دعویٰ تقلید شخصی یعنی حنفی ہونے کا ہے وہ غیر مقلد ہیں مولوی محمد صاحب مرحوم نے اس کی تصریح چاہی، مولانا نے فرمایا، کہ تقلید شخصی دو قسم پر محمول ہے (۱) تقلید قولی (۲)، تقلید فعلی شق اول کو ترجیح ہے شق ثانی پر شکل اول کے مطابق تمام اہلحدیث حنفی ہیں اس واسطے کہ حضرت امام ابوحنیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے "اترکوا قولی بخبر الرسول" دوسرا قول "واذا صح الحدیث فھو مذھبی" ان دونوں قولوں کے مطابق اہلحدیث سچے حنفی ہیں اور مقلدین مشہورہ کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے اور باعتبار شکل ثانی کے بھی اہلحدیث ہی سچے حنفی ہیں اس واسطے کہ تیجہ وچہلم وقیام میلاد وتقبیل الابہامین گیارہویں وعرس، قوالی، تعزیہ داری وغیرہ وغیرہ، حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فعلاً ثابت نہیں، لہذا وہ اہلحدیث نہیں کرتے اور مقلدین مشہورہ چونکہ ان بدعات کے مرتکب ہیں لہذا ان کا حنفیت کا دعویٰ کرنا بلا دلیل ہے اور تقلید شخصی کی تعریف بھی اہلحدیث ہی میں پائی جاتی ہے، کہ جمیع امور شرعیہ میں صرف جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو اپنا ایمان اور واجب العمل جانتے ہیں، اس کے خلاف زید عمرو بکر کے قول وفعل کو نہیں مانتے بخلاف مقلدین مشہورہ کے کہ بعض مسائل میں امام صاحب کے مقلد ہیں شادی وغمی میں رسم ورواج کے مقلد ہیں، عرس وقوالی میں پیرزادوں کے مقلد ہیں تعزیہ داری میں تیمور لنگ کے مقلد ہیں پھر تقلید شخصی کہاں رہی کلمہ تو پڑھتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور منسوب ہوتے ہیں امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف، اگر حنفی شافعی وغیرہما ہونا جزو ایمان ورکن اسلام ہے تو پھر "آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ" میں لفظ "ائمہ" کو بڑھانا چاہیئے

اور اعلان کر دیا جائے۔؀

صاحب ترجمہ اس تقریر سے کچھ ایسے متاثر ہوئے، کہ تقلید سے توبہ کر لی اور مولوی بدر الحسن صاحب سے صحیح بخاری کی سند و اجازہ حاصل کیا، حضرت میاں صاحب کی خدمت میں باریاب ہو کر حدیث مکرر پڑھی سند و اجازہ شیخ حسین عرب یمنی سے بھی حاصل ہوا، دہلی میں کچھ مدت درس بھی دیا، مسائل مختلفہ پر کتابیں بھی لکھیں، جن میں سے "الارشاد الی سبیل الرشاد" رد تقلید میں بے مثل کتاب ہے، گویا اسے اُن کے زمانہ ما سبق کا ردعمل کہیے، یہ کتاب نایاب ہو گئی تھی، مگر اواخر ۱۳۵۲ھ میں دفتر اہلحدیث امرتسر نے اسے دوبارہ طبع کرا دیا ہے جماعت میں اس کتاب کی اس قدر عظمت ہے کہ بنفسہ مصنف علام کتاب کی نسبت سے پہچانے جاتے ہیں، مختصر یہ کہ "معیار الحق" (مؤلفہ حضرت میاں صاحبؒ) کے بعد "الارشاد" کا دوسرا درجہ ہے

اور ــــ ؟

"الارشاد" کا جو نسخہ خود مصنف مرحوم نے ــ ۱۳۱۹ھ میں ــــ مطبع انصاری دہلی میں چھپوایا تھا، اس کے آخر میں یہ اشتہار درج ہے

"اعلام

قابل توجہ جمیع اہلحدیث کثرہم اللہ

ہم ایک کتاب تراجم اہلحدیث میں مرتب کرنا چاہتے ہیں اور کچھ مواد جمع بھی کر چکے ہیں اس کتاب میں صرف ہندوستان جس میں پنجاب بنگال افغانستان

؀ از اخبار اہلحدیث امرتسر بابت ۲۹ صفر ۱۳۲۹ھ

وغیرہ بھی شامل ہیں کے علمائے اہلحدیث کے تراجم لکھنے کا ارادہ ہے، جو قریب کے زمانوں میں گزرے یا اب موجود ہیں، ہم اپنے ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اس کار خیر میں مدد دے کر ماجور بنیں گے، جہاں تک اُن سے تلاش ہو سکے تحقیق کر کے صحیح حالات علمائے اہلحدیث کے ہم کو لکھیں جو اہل علم خود اپنے تراجم سے ہم کو مطلع فرما کر معزز فرمائیں گے وہ نہ صرف ہم کو ممنون بنائیں گے بلکہ دین اسلام کو بھی فائدہ پہنچائیں گے

تنبیہ یہ تراجم ہم کو رمضان ۱۳۲۱ھ کے اندر اندر پہنچ جانے چاہئیں جو بعد اس کے وصول ہوں گے غالبؔ کتاب میں شائع نہ ہو سکیں گے ضمیمہ میں شائع کرنے پڑیں گے

راقم ابو یحییٰ محمد از شاہجہاں پور ر ویلکھنڈ محلہ قارین''

یہ کتاب (یقیناً) نہیں چھپی نہ اُس کے مسودہ کا ماجرا معلوم ہو سکا، ولیکن خدا کی شان تو دیکھئے کہ آج ۲۵ برس بعد اُسی نام کی کتاب (تراجم اہلحدیث) اور اُسی کنیت سے مکنی (ابو یحییٰ) ایک اور شخص لکھ رہا ہے، تشابہت کے اس اظہار پر مجھے مطعون نہ کیجئے گا، کہ

چوں صوفیاں بحالتِ رقصند در سماع
ما نیز ہم بشعبدہ دستے بر آوریم

فللہ الحمد من قبل و من بعد، مرحوم نے شاہجہاں پور ہی میں وفات پائی،

مولف مسودہ کی تلاش میں شاہجہاں پور گیا مگر وہ تلف ہو چکا تھا۔ اور ان دنوں میاں محمد یحییٰ صاحب جو نہایت خوشحال زندگی بسر کر رہے تھے وفات پا چکے ہیں۔ [illegible]

علمائے فیض آباد

(موجودین)

۱۔ محمد یوسف شمس

علمائے فیض آباد

(موجودین)

محمد یوسف شمس

(عدد مسلسل ۱۰۲) (عدد ۱)

بن نواب محل صاحب بن نواب آغا محمد بن نواب اعزالدین حیدر بن نواب سراج الدین حیدر بن نواب شجاع الدولہ والی اودھ وعلم فیض آباد

تاریخ ولادت ۱۷/ ذالحجہ ۱۳۰۰ھ، شیعی گھرانے میں پیدا ہوئے اور اس نوابی خاندان میں جن کی صولت وسطوت کا ڈنکا انگریزوں کے آنے تک بھی چار دانگ عالم میں بجتا رہا، وتلک الایام نداولہا بین الناس،

اساتذہ میں پہلے معلم ایک شیعہ میاں جی، دوسرے بھی شیعہ عالم حتی کہ تیسرے استاد حکیم محمد مرزا بھی اسی جماعت کے فرد تھے ان "اصحاب ثلاثہ" کے سوا مولوی حکیم سید مشتاق علی صاحب دیوبندی سے پڑھا، قرآن کریم حفظ کیا، علم تجوید بھی حاصل

کیا اور فن مناظرہ میں مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی سے استفادہ کیا' آپ کی خدمت میں باریابی سے پہلے اگرچہ آبائی مذہب سے دست بردار ہو چکے تھے مگر ابھی عمل بالحدیث سے کوسوں ——— دور یعنی بریلوی[1] عقیدہ پر تھے بتدریج عمل بالحدیث تک پہنچے جس پر "قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا" کی مانند قائم ہیں اور جماعت اہلحدیث کے بڑے سرگرم رکن' ۱۹۰۸ء سے ماہانہ رسالہ "اہل الذکر" جاری کیا' جواب تک کئی وقفوں کا شکار ہو چکا ہے' مگر اس کی زندگی سے انکار نہیں کیا جا سکتا' اس وقت بھی اس کے آوازہ "ہو حق" کی توقع ہے

---

[1] بریلوی عقیدہ ہمارے اس زمانہ کی ایک نئی پیداوار سمجھنا چاہیے' یہ جماعت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی مدعی ہو مگر "دیوبندی مقلدین" (اور یہ بھی بجائے خود ایک جدید اصطلاح ہی یعنی تعلیم یافتگان مدرسہ دیوبند اور ان کے اتباع انہیں "بریلوی" کہتے ہیں' بات یہ ہے کہ رائے بریلی یوپی میں ایک حنفی عالم مولوی احمد رضا خاں ابھی ابھی گزرے ہیں' یہ صاحب رسوم فاتحہ خوانی' چہلم' برسی' گیارھویں' عرس' تصور شیخ' قیام میلاد' استمداد بہ اہل اللہ یعنی بہ غیر اللہ (مثلاً یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ) اور گیارھویں کی نیاز وغیرہ سب کے مجوز و موید تھے' اس وجہ سے سلسلہ دیوبند (دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور) کے مقلدین احناف نے انہیں احاطہ تقلید سے باہر کر کے "بریلوی" کے خطاب سے موسوم کیا' اسی طرح ان حضرات (بریلوی) نے دیوبندی عقیدہ کے مقلدین کو انہی مسائل کے انکار کی وجہ سے تقلید مطلق سے نکال کر غیر مقلد اور وہابی کے نام سے موسوم کیا' اس وقت دونوں جماعتیں باہم برسرپیکار اور دونوں ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق میں مسابق ہیں (مؤلف)

مولانا محمد یوسف صاحب شعر بھی کہتے ہیں، جن میں قومی نظمیں پر لطف ہوتی ہیں اس پر پڑھنے کا طرز، ایک سماں بندھ جاتا ہے، راقم الحروف کو اس "استماع" کا اتفاق (حسن) آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے بعض سالانہ جلسوں پر ہوا" اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے، کہ آپ کی انہی برجستہ نظموں اور ان کے حسن مقال پر بانیٔ کانفرنس اہلحدیث سید القوم مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے آپ کو "حسان" کے خطاب سے سرفراز فرمایا،

حالت ہے فقیرانہ میری وہ شہ خوباں
چاہے تو فقیرانہ سے شاہانہ بنا دے

چہ جائیکہ مولانا ممدوح (صاحب امرتسری) کی شکر بیانی نے بجائے خود تمام مسلمانان ہند کو حلاوت اندوز کر رکھا ہے،

تفسیر محمدی مصنفہ مولانا محمد صاحب جوناگڑھی (دہلوی) کی تقریب اشاعت پر یہ مسدس لکھی،

مسدس

ساقیا بادۂ عرفاں سے چھکا دے مجھ کو — جام اک کوثر قرآں کا پلا دے مجھ کو
ہے یہی خیر کثیر اس کی دلا دے مجھ کو — دے وہ مے جو مرے مولا سے ملا دے مجھ کو

دہر میں نہر لبن نہر عسل ہے تو یہ ہے
حق کے متوالوں کا اک حسن عمل ہے تو یہ ہے

وصف قرآں میں قلم ہو کے ہے سربسجود — حسن قرطاس پہ پڑھتے ہیں فرشتے بھی درود
روشنائی ہے کہ ہے دیدۂ رشک ہر مشہود — ہر سطر میں صفِ اصحاب محمد کی نمود

ہیں حروف جتنے انہیں دائرۂ نور رکھو
جتنے نقطے ہیں اُنہیں مردمکِ حور رکھو

نورِ قرآن حقائق کی ضیا دیتا ہے — دہر کو جلوۂ انوارِ ہُدیٰ دیتا ہے
اس کا جلوہ جسے اللہ دکھا دیتا ہے — اُس کا دل روشنیٔ ارض و سما دیتا ہے

حق کی مشکوٰۃ ہے مصباحِ ہدایت ہے یہ
دافعِ ظلمتِ جہل اور غوایت ہے یہ

بحرِ مواج معارف و معانی ہے یہ — جس کا ثانی نہیں وہ سبع مثانی ہے یہ
موجِ تسنیم ہے کوثر کی روانی ہے یہ — جس کا ہر قطرہ ہے موتی وہی پانی ہے یہ

آبرو جس سے ہے دنیا کی وہی آب ہے یہ
بے بہا کہیئے جسے گوہرِ نایاب ہے یہ

خلق میں خالقِ عالم کی ہے حکمت یہ کتاب — اُسکے بندوں میں ہے مصرف اسکی شریعت یہ کتاب
منبعِ فیض ہے اللہ کی نعمت یہ کتاب — ساری دُنیا پہ ہے اک بارشِ رحمت یہ کتاب

حق نمائی کا ہے آئینۂ شفاف یہی
دینِ بیضا کے معالم کا ہے کشّاف یہی

اس کی تعلیم کو آیا وہ معلّم وہ حکیم — رُشد و حکمت سے بھری جسکی تھی ساری تعلیم
جسکی ہر بات ہر اک کام تھا الہامِ عظیم — جسکی تقویم سے اقوم ہوا یہ دینِ قویم

سنّتِ طاہرہ سے خلق کی تطہیر ہوئی
اُس کی ہر بات سے قرآن کی تفسیر ہوئی

علمِ برحق کا معلّم تھا وہی رُشد مآب — فقہِ دینی سے مزیّن تھے سب اُسکے اصحاب

بادشہِ نور کا تھا سارے جہاں پردہ سحاب — اسکے شاگرد ہوئے ابرِ کرم سے سیراب

نورِ سنت ہی کا اصحاب کے آثار میں ہے
اصل قرآن کی تفسیر انہیں انوار میں ہے

یوں تو قرآن کی دُنیا میں ہیں صدہا تفسیر — رنگ ہر گل کا جُدا بو کی جدا ہے تعبیر
پر احادیث سے آثار سے ہے جس کا خمیر — ہے وہی خیر کثیر از قلمِ ابن کثیرؒ

جس کی ہر بات پہ آثار و سنن سے تنویر
کُل تفاسیر میں ہے ایک یہ تفسیر جلیل

شرح اور بسط میں اوروں سے نرالی ہے یہ — رکھتی ہر بات میں اک مطلب عالی ہے یہ
آیت و سنت و آثار میں عالی ہے یہ — فصل اجمال ہے ابہام سے خالی ہے یہ

آیتوں ہی سے ہر آیت کی ہے تفصیل اس میں
اُس پہ آثار و احادیث سے تکمیل اس میں

مدرکِ حق ہے جمالی و کمالی تفسیر — حق تو یہ ہے کہ ہے اکبر ہی تفسیر کبیر
کیوں نہ ہو اسکے مصنف تھے امام ابن کثیر — حافظ و حجت اماماں شریعت کے امیر

الغرض نور کے سانچے میں ڈھلی ہے یہ کتاب
حاملِ وحیِ خفی اور جلی ہے یہ کتاب

پر تھی اس مہرِ عرب کی عربی ہی میں دھوم — اسکے انوار سے اُردو کی زباں تھی محروم
نورِ دیں کا ہے دہلی میں جو مہتابِ علوم — نام ہمنامِ نبیؐ کس کو نہیں ہے معلوم

ہے محمد وہی جو راہِ محمدؐ پہ رہے
جان اور دل سے فدا سُنتِ احمد پہ رہے

اُن کی تقریر بھی دلچسپ ہے تحریر بھی خوب
اُن کا اندازِ تکلّم ہے دلوں کو مرغوب
اُن کا اخبار ہے دینداروں کو دل سے محبوب
اور تصانیف سے اُسکی ہوا باطل مرعوب

شورِ حق اُس کا ہر اک نعرۂ مستانہ ہے
اہلِ باطل کے لئے موت کا بیعانہ ہے

ہے محمد کے لئے شمس کی دل سے یہ دُعا
یا ربّ اس عالمِ حقگو کو ہر اک شر سے بچا
فضل سے اپنے اسے نوح کی کر عمر عطا
دین کے کاموں میں مصروف اسے رکھ تو سدا

اس کی تصنیف سے دُنیا میں اُجالا کر دے
اس کے حسّاد کا منہ خلق میں کالا کر دے

(اخبار محمدی)

اب تک یہ کتابیں آپ کے قلم سے نکل کر طبع ہو چکی ہیں یعنی النور المبین (ردِ مولود و گیارہویں وغیرہ میں) اثباتِ آمین، آفتابِ تحقیق (مثنوی ہے امام ابوحنیفہ شیخ عبد الوہاب نجدی اور شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی کے حالات پر) تکفیر المبتدعین، قاعدہ قرآنیہ، دین کی پہلی کتاب سے دین کی پانچویں کتاب تک (اردو میں بچوں کی دینیات کا سلسلہ) کلیہ فارسی، کفر شکن (آریوں کے .. اسوالات کے جواب) مقلدین کی قطع الوتین، کتاب الایمان، مجمع (حدیث کی کتاب الطہارۃ حصہ اوّل) ردّ اکذیب لہابیہ، براہین شمسیہ (مقلدین کے رد میں) ہدایۃ السنی (رد منکر نماز نبی) جوہرِ بے بہا در رد اہل بہا (بابیوں ایرانیوں کے رد میں) تاریخ شیعہ، شیعوں کے فرقوں اور اُن کے بانی (عبداللہ ابن سبا) کے حالات میں (وغیرہ) ان کے سوا اور بھی کتابیں لکھیں، جن میں سے کچھ گم ہو گئیں اور بعض ابھی زیرِ ترتیب ہیں،

علمائے رام پور

(مرحومین)

۱۔ السید حیدر علی } الشقیقین
۲۔ والسید محمد علی }
۳۔ ملا نواب
۴۔ سید مفتی بشیر الدین
۵۔ عبداللہ خاں
۶۔ جعفر علی خاں
۷۔ سید محمد شاد

علمائے رام پور

(مرحومین)

السیّدین الشقیقین الخلیفتین السید حیدر علی و السید محمد علی

(۱)

السید حیدر علی بن سید عنایت علی

(عدد مسلسل ۱۴۳) متوفی ۱۶ ذوالحجہ ۱۲۷۷ھ (عدد ۱)

خلیفۃ امیر المومنین الکرام السیّد احمد رحمہ اللہ تعالٰی

مولد رام پور علوم و فقہ رام پور ہی میں مولانا عبدالرحمٰن قہستانی اور مولوی محمد حیانی سے پڑھے' آخر الذکر سے شرف مصاہرت بھی نصیب ہوا' نواب احمد علی خاں والی ٹونک کے عہد آخر میں ٹونک وارد ہوئے دربار سے انسلاک ہوا' اور عزت و شان کی زندگی بسر ہونے لگی' ٹونک میں سلسلہ تدریس بھی

قائم فرمایا، اور مطب بھی، علوم میں بے مثل اور طب میں دستِ شفا حاصل تھا اور نواب وزیرالدولہ مرحوم آپ کے شاگرد تھے،

مولانا فضل امام بن مولانا فضل حق خیرآبادی نے اپنے والد مرحوم کی تقلید میں سیدنا شاہ محمد اسمٰعیل شہید (دہلوی) کی تصانیف پر اعتراضات کئے، تو ان کی مدافعت کے لئے سید صاحب (مولانا حیدر علی) آگے بڑھے جیسا کہ صاحب "الیانع الجنی" (حنفی مصنف) لکھتے ہیں

"ولہ مع شیخنا ابی العلاء الفضل بن الفضل الخیرآبادی مباحثات فی شان اسمٰعیل یحییا بطون مونفا تہما بدرت منہ عند البحث بوادرہا العلماء"

(بحوالہ ابجد العلوم ص ۹۱۷)

ترجمہ

(ان کے ہمارے شیخ (ابوالعلاء، فضل امام بن فضل حق خیرآبادی کے ساتھ (شاہ اسمٰعیل کے متعلق مباحثے ہوتے رہے اور سید صاحب ہمارے شیخ کی تصانیف کا رد کرتے رہے)

اس پر حضرت والاجاہ نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں:۔

"قلت والحق ان الحق فی تلک المباحثات بید السید لا بید الشیخ کما یظہر من الرجوع الی کتبہما عند نظر الانصاف وقد رایت اکثرہا ولم ارہ السید کما رایت الشیخ"

(ابجد العلوم ص ۹۱۷)

ترجمہ

(مگر میری رائے میں ان مباحثوں میں سید (حیدر علی) حق پر تھے نہ کہ

شیخ (ابوالعلا فضل امام) جیسا کہ ان ہر دو حضرات کی تصانیف پر نظر انصاف ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے)

سید صاحب کے مولفات میں رسالہ اثبات رفع الیدین فی المواضع الاربعۃ من العقود" (فارسی) جسے آپ نے مولوی سید محبوب علی دہلوی کے ایک فارسی رسالہ کے رد میں لکھا،

دوسری تالیف صیانۃ الاناس عن وسوسۃ الخناس (اردو میں) عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کسی ایسے ہی مفتری کے استیصال میں لکھا ہوگا، واللہ اعلم

اور مولوی محبوب علی صاحب بھی جہاد کوہستان میں حضرت الامیر السید احمد کے ہمراہ شریک جہاد تھے، مگر بعض اختلاف کہ جن کا ذکر آگے آتا ہے کے بہانہ سے عین محاذ سے لوٹ آئے، اور دہلی آکر ان حضرات (مجاہدین) کے جزاختصاصات کے خلاف مورچہ قائم کردیا، حتیٰ کہ جب غازیوں کے ستھراؤ سے جماعت کا شیرازہ بکھر گیا تو یہ بندگوار یعنی سید محبوب علی اُن کے اتباع کے مسلک لزوم بالسنۃ کی مخالفت پر اُتر آئے، چنانچہ سید حیدر علی صاحب کا رسالہ "اثبات رفع الیدین" مولوی سید محبوب علی صاحب کے انہی مغالطات کے جواب میں ہے،

اور مولوی سید محبوب علی:

دہلی کے باشندے عالم اکمل جہاد میں غازیوں کے شریک آپ کا سفر یہ سید احمد صاحب کے لشکر سے پیچھے پیچھے تھا جب کہیں راہ میں دراینوں نے

روک لیا مولوی محبوب علی صاحب اس سے سخت برافروختہ ہوئے، امیرالمومنین کو لکھا کہ کفار سے پہلے ان کلمہ گو کافروں سے جہاد کیجیے، مگر سید صاحب اس پر کہاں راضی ہو سکتے تھے، ادھر مولوی صاحب بات کے کچے، مگڑتی ہی گئی کہیں سید صاحب کے نظام مطبخ پر اعتراضات کرنے لگے، اس پر بھی لاجواب ہوئے تو سید صاحب کی قیادت پر معترض ہوئے، جس پر سید احمد صاحب نے فرمایا، کہ

"اگر آپ کے نزدیک میں لائق اس کام کے نہیں ہوں تو خود آپ کہ سید اور عالم اور مہاجر جامع جمیع صفات ہیں اس بار گراں کو اٹھایا کریں آپ امام اور میں آپ کا تابعدار ہوں، مجھ کو کچھ سرداری اور ریاست کرنی منظور نہیں ملکہ اس کا انصرام منظور ہے، اب آپ ہی اس کا انصرام کریں" تواریخ عجیبہ ص ۱۰۷۔

مگر کوئی بات کارگر نہ ہوئی، آخر کئی سو غازیوں کو ورغلا کر اپنے ہمراہ دہلی لے آئے، اور یہاں پہنچ کر اس سلسلہ کے خلاف ہنگامہ برپا کرتے رہے تا آنکہ شاہ محمد اسحاق، و شاہ محمد یعقوب صاحب کی سعی سے یہ فتنہ فرو ہوا،

(مفاد از تاریخ عجیبہ ص ۱۰۸)

تردید تقلید

سید حیدر علی صاحب آخر الذکر رسالہ (صیانۃ الناس عن وسوسۃ الخناس) میں فرماتے ہیں:۔

"ایک شخص معین کی تقلید پر اگر کوئی ادلہ شرعیہ اربعہ سے ہو تو لاؤ ذکر کرو

جو شخص تقلید ایک شخص کی لازم اور واجب کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے"
ایک فارسی فتوی میں فرماتے ہیں :-

"وہم چنیں تقلید گاہے شرک ہم مے باشد و آں قول غیر حضرت شارع
است در دین بے آنکہ ادعا کی از قول شارع داند موافق تحقیق
ایں امام اجل چنانکہ حدیث عدی بن حاتم نیز مشعر بآن است"

اضافہ و استدراک

بروایت سید شرف الدین ٹونکی استاذ فارسی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی
مولانا محمد جیلانی نے خود پڑھا کر آپ کو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی
کی خدمت میں بھیجا، جہاں سیدنا شاہ محمد اسمٰعیل شہید کے ہمراہ پڑھا، شاہ عبدالعزیز
صاحب فرمایا کرتے "میرے ان تین شاگردوں میں ہر ایک علیحدہ علیحدہ خصوصیت
رکھتا ہے، اسمٰعیل کو اللہ نے دین کے لئے پیدا کیا، عبدالرحیم[۵] صفی پوری کو دنیا
کے لئے اور حیدر علی کو دین و دنیا دونوں کے لئے پیدا کیا"

شاگرد

مولوی امام الدین کشمیری و مولوی احمد علی سیماب خلف سید محمد علی ذآپ کے

---

[۵] "مولوی عبدالرحیم صفی پوری ابن عبدالکریم صفی پوری دانشمند متبحر در علوم ادبیہ حظے وافر داشت از تصانیف او شرح قصیدہ سبعہ معلقہ و غایۃ البیان فی علم اللسان در بیان قواعد صرفیہ والمسالک المسیہ فی القواعد النحویہ و ضرورۃ الادیب فی المونث السماعی و منتہی الارب فی کلام العرب ترجمہ قاموس در چہار جلد مشہور اند تاریخ وفاتش معلوم نشد" (تذکرۂ علمائے ہند ص ۱۱۹)

برادر خورد) و نواب سید صدیق حسن خاں رئیس بھوپال و مولوی برہان الدین ٹونکی و مولوی بزرگ علی مارہروی و سید عبد الرزاق (شوہر سیدہ سعادت بی دختر صاحب ترجمہ) مولوی سید انعام اللہ بریلوی (شوہر سیدہ سکینہ بی، دختر صاحب ترجمہ) اور ان کے صاحبزادہ سید حمید الدین

اولاد

۳ صاحبزادی یعنی سعادت بی سکینہ بی نجیبہ بی اور ۲ صاحبزادگان عالی یعنی یحییٰ میاں و ذکریا میاں

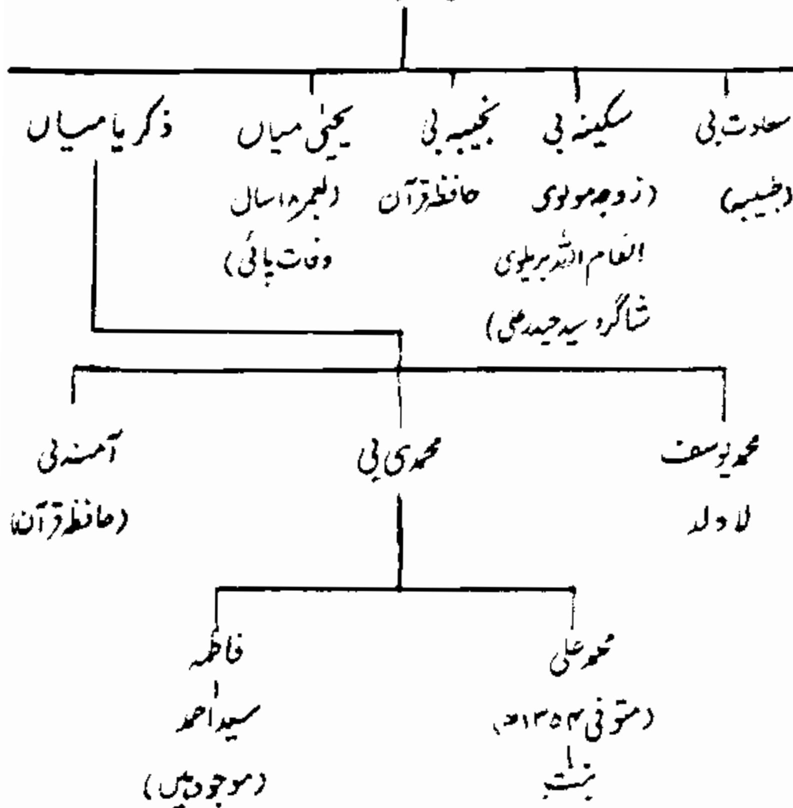
ان میں سعادت بی طبیبہ تھیں، اور اپنے والد گرامی قدر سے فیضیاب علوم طب و بعض کتب احادیث، عموماً عورتوں کا معالجہ فرماتیں اور کبھی معاوضہ قبول نہ کرتیں بچیوں کو پڑھاتیں بقیہ اوقات تلاوت و عبادت میں گزارتیں،

اور نجیبہ بی؟

بے حد کریم النفس تھیں جو مہمان آگیا جب تک اس نے چاہا قیام پذیر رہا خود کبھی جانے کا اشارہ نہ فرماتیں، غریب لڑکیوں کی شادی اپنے صرف سے کر دیتیں آخر عمر تمام وقت عبادت میں گزارا

ذکریا میاں؟ ۱۹۰۹ء میں تمام اہل و اطفال کو ہمراہ لیکر حج کے لئے گئے، اور واپسی پر اندور میں داعی اجل کو لبیک کہا، شیخ حسین عرب یمنی کو آپ ہی ہندوستان لائے تھے، آپ کی اولاد کا سلسلہ جاری ہے جس میں اس وقت میاں حکیم سید احمد منشی فاضل، اسپیشل مجسٹریٹ قابل ذکر ہیں

شجرہ اولاد و احفاد



(ب)

وسید محمد علی (بن سید عنایت علی)

خلیفۂ امیر المومنین الکرام السید احمد رحمہ اللہ تعالےٰ

(عدد مسلسل ۱۷۴) متوفی ۱۲۵۸ھ = ۱۸۴۲ء (عدد ۲)

اُن مردانِ خدا سے ہیں، جن کی گردنیں امام جہاد سید احمد (مجدد ۱۳ ویں صدی) کے ربقۂ بیعت سے مزین ہوئیں سرحد کے اس خونیں محاذ پر امیر المومنین کے دوش بدوش لڑے جہاں فتح و مذلت اور حق و باطل کا امتیاز ہو کر رہا، اور جس معرکہ نے علمائے حق کو بندگان ہوا و ہوس سے متمیز کر دکھایا۔

عین ہنگامہ کارزار میں سید محمد علی اور صاحب ولایت سیدنا ولایت علی صادق پوری کو امیر المومنین نے ہندوستان لوٹ جانے کا حکم دیا جس سے دونوں صاحب مایوس ہو گئے کہ جہاد کی برکات کے سامنے وعظ و تذکیر کے ثواب کیا حقیقت رکھتے ہیں، مگر جب امام نے فرمایا، کہ

"ہم آپ کو تخم کر کے اُٹھاتے ہیں"

تو دونوں حضرات قدرے مطمئن ہو کر معاودت فرمائے ہند ہوئے، مولانا ولایت علی صاحب نے دکن (حیدر آباد) پر توحید و سنت کا علم لہرایا اور سید محمد علی صاحب نے مدراس پہنچ کر وحدانیت کا ڈنکا بجایا، قیام ہوا مولوی عبد الرب خلف مولانا عبد العلی کا مدرسہ تھا، وعظ شروع ہوئے گھر گھر یہی ذکر ہی ہزاروں بندگان خدا نے شرک و بدعت سے توبہ کیا

ایک روز نواب محمد خاں عالم خاں تہور جنگ دس مصاحبوں کے جھرمٹ میں تحقیقِ حالات کے لئے حاضر ہوئے، مگر یہاں آکر پہلی ہی نبردِ عشق میں پاؤں ایسے زخمی ہوئے کہ گویا

نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے

شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے، اب تک ان نواب صاحب کی محفلِ سرود کا یہ عالم تھا کہ ایک کمرہ صرف آلاتِ موسیقی کے لئے مختص ہو مزامیر و معازف کے انواع و اقسام اور اربابِ موسیقی کی تعداد کہاں تک ہوگی، نواب صاحب (مرحوم) ایسے متاثر ہوئے کہ ان جملہ آلات کو توڑوانا شروع کرادیا، بعض شوقین خریدنے پر مصر ہوئے، مگر آپ نے

ایں خرقۂ بے معنی غرقِ مئے ناب اولیٰ

کے مطابق سب کو چکنا چور کرا کے پھنکوا دیا،

ان نواب صاحب کی والدہ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھیں اور کچھ عرصہ گزرا کہ اُنھوں نے رویا میں اپنے جدِ بزرگوار حضرت شاہ جیلانؒ سے بیعت کی درخواست کی، مگر جناب نے اپنی بجائے ایک نوجوان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ان کی بیعت کرنا، اس رویا کے بعد جب بیگم صاحبہ کسی بزرگ کی بیعت کرنا چاہتیں تو کسی حیلہ سے پہلے اُنہیں دیکھ لیتیں مگر وہ شکل نظر نہ آتی، آخر اسی رویا کی بنا پر سید محمد علی صاحب کی دعوت بھی کی گئی، بیگم صاحبہ نے پردہ سے دیکھا تو وہی شکل پائی جو رویا میں دیکھی تھی اور بصد عجز و نیاز بیعت سے مشرف

ہوئیں

زمانہ قیام مدراس کے واقعات بہت طویل ہیں مختصر یہ کہ جب لوگ جوق در جوق حلقہ توحید میں شامل ہونے لگے تو شیدایان بدعت و دلدادگان شرک کی روزی کے لالے پڑ گئے، آخر ان "اکائین السحت" نے گورنمنٹ سے درخواست کی کہ مدراس میں سید صاحب کے مخالفوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے مبادا ان کو زخم جسم پہنچے، بہتر ہو آپ کو حفاظت کے ساتھ یہاں سے رخصت کر دیا جائے، اس پر گورنمنٹ نے ازرہ کرم آپ کو حفاظت ہی کے ساتھ مدراس سے کلکتہ پہنچا دیا (۱)

میرے دل کا خوں کریں گی میرے خوں کا ہو گا پانی
یہ نوازشیں بظاہر یہ عنایتیں زبانی

مدراس میں داخلہ محرم ۱۲۴۵ھ میں ہوا اور رخصت ۱۲۵۲ھ میں

دوران سفر حج بیت اللہ بنارس میں نزول اجلال فرمایا، کلکتہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے عزت بخشی اور جہاں بھی قیام فرمایا وعظ کہا، اور جہاں بھی وعظ کہا، جوق در جوق لوگ بیعت سے مشرف ہوئے، بنارس میں ایک صاحب اقتدار بزرگ خلیفہ عبدالرحمن موحد لکھنوی مقیم تھے اُن سے ملے لزوم بیعت کا تذکرہ ہوا، اُنہوں نے بھی اس میں اپنی شمولیت کو فخر سمجھا، اور یہ بیعت جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہوتی، نہ کہ تحصیل زکوٰۃ و تقرر ائمہ مساجد کے لیے جیسا کہ آج ان پاکوں کے نام لیواؤں کے طریق ہیں، ان "مدعیان بے خبر" سے "عشق زیر پردہ نہ بیاموز" کا ناگفتنی راز کیسے کہا

جائے "لہم قلوب لا یفقہون بہا"

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کی آگ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یہاں تک جو کچھ مذکور ہوا یہ اُس شہید راہ اسلام کی روئداد عمل کا ضروری اقتباس ہے، اب آپ کے اکتساب علم و حسب کا ماجرا لکھا جاتا ہے، اور اسی پر خاتمہ ذکر احوال مقدس ہے۔

"مولوی سید محمد علی مولوی حیدر علی رام پوری کے بھائی تھے سید احمد صاحب کے خلیفہ، حقیقی بھانجے تھے، فارسی کے شاعر تھے باغ رحمت بزبان فارسی ان کی تصنیف سے چھپ گئی ہے، نواب محمد علی خان بہادر والی ٹونک نے طبع کرائی تھی، چہل حدیث کا ترجمہ ہے، الہ آباد انتقال فرمایا۔"[1]

اضافہ و استدراک

بروایت سید شرف الدین صاحب ٹونکی استاذ فارسی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

اولاد

سیدہ عائشہ بی بی یہ خاتون سید شرف الدین صاحب (فصیح دیا سی استاذ فارسی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) کی نانی ہوتی ہیں، اس سلسلہ عالیہ میں سید اسمٰعیل صاحب کی ترجمہ علمائے ٹونک میں ہے گا، اور قابل ذکر افراد میں سے ایک نوجوان سید محمد صاحب ایم اے (ٹونکی) لیکچرر مسلم یونیورسٹی ہیں۔

سیدہ عائشہ بی بی حضرت السید احمد (امیر المومنین) بریلوی سے بیعت تھیں،

---

[1] تذکرہ کاملان رام پور ص ۳۶۱

فرمایا کرتیں میری ۷ برس کی عمر میں سید صاحب نے مجھے گود میں بٹھایا، زبان مبارک میرے منہ میں دی اور دعائیں دیں، آپ ہی کی برکت تھی کہ سیدہ جو دعا اللہ سے کرتیں قبول ہوتی،

قرآن کریم تجوید کے ساتھ پڑھتیں اور کتاب اللہ کے مطالب پر دسترس بھی حاصل تھی،

(شجرہ اولاد و احفاد)

سید محمد علی

عائشہ بی بی شمس النساء | صغری بی بی | بانو بی | کلثوم بی | احمد علی سیماب | ابراہیم | عبدالعزیز

(عائشہ بی بی شمس النساء کی اولاد:)

سیدہ بی بی سید محمد ٹونکی ایم اے مسلم یونیورسٹی اسکول کی والدہ | شرف الدین (استاذ فارسی جامعہ طبیہ دہلی) | عبید اللہ (متوفی ۱۳۴۶ھ) | خالد (متوفی ۱۳۴۷ھ) | اسمٰعیل (ان کے حالات کتاب میں موجود ہیں)

ملا نواب

(عدد مسلسل ۱۷۵) سن ولادت ۱۲۸۴ھ ۱۸۶۷ء سن وفات ۱۳۰۹ھ ۱۸۹۱ء (عدد ۳)

مولد و منشا موضع لوآبی (علاقہ پشاور) والد کا نام سعد اللہ خاں قوم افغان آپ کی والدہ سیدانی تھیں اور اجداد احمد شاہ ابدالی کے عہد میں ادھر آکر آباد ہوئے مرحوم کا پورا نام نواب خاں تھا جزو آخر انکسارًا حذف فرما دیا

عربی و فارسی کی ابتدائی کتابیں وطن ہی پڑھیں، سن رشد کو پہنچے تو زمیداری چھوڑ کر اودھ تشریف لے آئے، مدت تک لکھنؤ اور رام پور پڑھتے رہے مولانا فضل حق مرحوم خیرآبادی سے منطق و فلسفہ پڑھا، اور دہلی رہ کر حکیم امام الدین خاں سے طب، جن کے بعد حکیم مسیح الدولہ لکھنوی سے بھی تجدید کی دربار اودھ سے عطیات خسروانہ سے سرفراز ہوئے، اور ملا نواب خاں کا خطاب عطا ہوا کہ جس کی وجہ سے ہمیشہ "ملا" کے لقب سے ملقب رہے خالص پور (اودھ) کے ایک شریف خاندان کے ہاں شادی ہوئی، اگرچہ دینیات میں اکمل تھے مگر دنیا کے سامنے خود کو ہمیشہ ایک طبیب کی حیثیت سے پیش کیا

مولانا فضل حق خیرآبادی کی سعی و سفارش سے نواب سید کلب علی خاں مرحوم والی رام پور کے استاد مقرر ہوئے، جس کی وجہ سے زندگی بھر نواب صاحب آپ کے کفیل رہے آئے، نہر زبیدہ (حجاز) کی مرمت پر سوا لاکھ روپیہ نواب صاحب نے آپ کی تحریک پر صرف کیا

رام پور سے بھوپال تشریف لے گئے، یہ زمانہ نواب سکندر بیگم[1] صاحبہ کا تھا دربار طبیبوں میں ملازم ہو گئے، وہیں سے ہجرت کا عزم کیا، جس کی بڑی مشکل سے اجازت ملی، اور ۱۸۵۹ء میں بادبانی جہاز کے ذریعہ مکہ معظمہ حاضر ہوئے ۱۸۶۳ء میں نواب سکندر بیگم حج کے لئے گئیں اس کے بعد ۱۸۷۱ء میں نواب کلب علی خاں گئے دونوں نے واپسی کے لئے اصرار کیا مگر آپ نے ہجر کو ترک نہ کیا

مکہ معظمہ کے علما آپ کو متکلم مانتے مرحوم نے اواخر عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا، ذات باری کے صفات بیان کرتے تو روتے جاتے، اور آخر الامر یہ کہ مولد النبی ہی میں ۸۰ سال کی عمر میں بعارضہ خناق رحلت فرمائی ۵ صاحبزادے چھوڑے، جن میں حکیم مولوی محمد اسمٰعیل ایک لائق طبیب کی حیثیت سے حجاز میں بھی والد کی خدمت میں حاضر رہے اور اب کچھ عرصہ ہوا کہ وفات پا چکے ہیں

---

[1] نواب سکندر بیگم صاحبہ نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کے بطن سے تھیں ۱۲۳۳ھ سن ولادت ہے شادی نواب محمد جہانگیر خاں سے ہوئی، صرف ایک صاحبزادی نواب شاہجہاں بیگم مرحومہ آپ کے بطن سے تھیں، ۵۲ سال کی عمر پائی اور ۱۲ رجب ۱۲۸۵ھ کو رحلت فرمائی (از بیگمات بھوپال)

سید مفتی بشیر الدین

(عدد مسلسل ۱۷۶) متوفی ۱۳۰۹ھ = ۱۸۹۱ء (عدد ۴)

"مولد و منشا شاہجہاں پور محلہ عنبرزئی، والد کا نام سید عبد اللہ عرف ننھے میاں جو سید عبد الرزاق خلف اکبر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے نواب سید احمد علی بہادر کے عہد میں رام پور آئے، اور مفتی شرف الدین اور مولوی حیدر علی سے تمام علوم پڑھے نسبت بیعت شاہ مشیر علی خلف سید غلام علی رزاقی سے تھی، صاحب تقویٰ بزرگ تھے، آخر دم تک ریاست رام پور میں مفتی عدالت فوجداری رہے، اور نہایت دیانت سے اس خدمت کو سر انجام دیا، کوچہ فرنگن میں رحلت فرمائی اور سرائے دروازہ کے باہر مناشاہ کے تکیہ میں دفن ہوئے"[۱]

عبد اللہ خاں

(عدد مسلسل ۱۷۷) متوفی ۱۳۲۵ھ = ۱۹۰۷ء (عدد ۵)

"ولد حافظ اکبر خاں اصل میں خان پور کے رہنے والے تھے بعد غدر رام پور آئے، ابتداء میں تعلیم فارسی کے لئے غلام حسین خاں جمعدار صدر کے پاس ملازم رہے پھر میاں محمد شاہ محدث م ۱۳۲۸ھ سے صحاح ستہ ختم کیں عامل بالحدیث

---

[۱] از تذکرہ کاملان رام پور۔

تھے مرتے وقت تک حدیث ہی کا شغل رہا ۱۳۲۵ھ کے قریب انتقال ہوا
اور پنڈادی صاحب کے مزار میں دفن ہوئے محمد راج دوارہ میں رہتے تھے۔

جعفر علی خاں ابن مولوی اکبر علیخاں

(عدد مسلسل ۱۷۸) متوفی ۱۳۲۵ھ = ۱۹۰۷ء (عدد ۶)

(بروایت مولوی محمد حیات صاحب قصوری عامل بالحدیث تھے)

"اکوزئی حاجی خیل ساکن محلہ پھلوارد چوک محمد سعید خاں کتب درسیہ
مولوی محمد نور مولوی نور النبی سید میاں حسن شاہ محدث مولوی محمد حسن امروہی
سے پڑھیں اپنے والد سے بھی علوم پڑھے مرتے وقت تک سوائے درس تدریس
کے کوئی مشغلہ نہ تھا، نہایت قانع متقی پرہیزگار اور سادہ مزاج تھے ان کے
اتقاکی کثرت سے لوگ ان کو وہابی کہتے تھے، چوک محمد سعید خاں کی مسجد میں
جماعت اور نماز کا اہتمام ان کی برکت سے ہوا تقریباً کل محلہ ان کے فیض سے
نمازی ہوگیا، نماز کے اوقات سنت نبوی کے مطابق تھے صبح کی نماز اندھیرے
میں ہوتی تھی، مگر ان کی برکت سے جس قدر نمازی اس مسجد میں ہوتے تھے شہر
کی کسی مسجد میں نہیں ہوتے تھے اگر کوئی شیرینی لاکر فاتحہ دلانا چاہتا تو کبھی
فاتحہ نہیں دیتے تھے لوگ سخت و سست کہتے تھے، مگر کبھی کسی کو جواب ترش
نہیں دیا بشیر علی خاں جوان بیٹا کلکتہ گیا لیکن حالت میں کوئی تغیر نہ ہوا

سلے از تذکرہ کاملان رامپور

ریاست رام پور میں جو مقام ٹانڈا ہے[۵۱] اس میں تمام بنجاروں کو نماز و روزہ کا پابند کردیا مدرسہ عالیہ رام پور میں ملازم تھے ۵۰ سال کی عمر میں انتقال کیا، ایک فرزند ڈاکٹر مختار علی خاں ڈپٹی ڈسٹرکٹ ڈاکٹر زندہ اور متقی ہیں۔ مختار علی خاں کے فرزند نے علوم عربیہ اور فارسی کی خوب تکمیل کی ہے[۵۲]

سید محمد شاہ بن سید میاں حسن شاہ محمد بن سید شاہ محمد

(عدد مسلسل ۱۴۸) متوفی ۲۳ر شعبان ۱۳۳۸ھ = مئی ۱۹۲۰ء (عدد ۷)

(جو بروایت مولوی محمد حیات صاحب قصوری عامل بالحدیث تھے)

"——— ساکن محلہ زینہ عنایت خاں رام پور میں تقریباً ۱۲۵۸ھ میں پیدا ہوئے ابتدا میں اپنے والد سے صرف نحو اور فارسی کی کتابیں پڑھیں اور مینا بازار اور ظہوری شیخ احمد علی صاحب سے پڑھیں، فقہ حنفیہ کی کل کتابیں ابتدا سے آخر تک اپنے والد سے پڑھیں بعض کتب اصول فقہ مولوی عزیز اللہ ولایتی اور بعض اپنے والد سے پڑھیں، کتب تفسیر و صحاح ستہ و مشکوٰۃ و حصن حصین اور موطا امام مالک بھی والد سے پڑھیں کچھ معقول کا استفادہ مولوی معظم شاہ ولایتی شاگرد مفتی سعد اللہ سے کیا، قصیدہ بردہ، حرز یمانی، اسماء بدریین حزب البحر اور دیگر وظائف اپنے والد کو سنائے اور اجازت

---

۵۱ ٹانڈا، بنجاروں کی بستی ہے، ان میں کا ایک حصہ اہل حدیث ہے (مؤلف)

۵۲ منقول از تذکرہ کاملان رام پور

حاصل کی"

"دلائل الخیرات کی اجازت قاضی عبدالسلام بدایونی سے (جو مولوی شمس الاسلام کے والد تھے) پائی' سفر و حضر میں کبھی اپنے والد کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوئے' اولاً قادریہ طریقہ میں اپنے والد ہی سے ذکر و شغل سیکھا' اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارت کا شوق غالب ہوا۔" تو اجمیر' دہلی' آگرہ ' گنگوہ' کرنال' لکھنؤ' جون پور' بنگالہ' نارنول' گلبرگہ دکن وغیرہ جملہ اہل اللہ کے مزارات پر شد رحال کرتے گئے"

مگر اب تک حدیث نہ پڑھی تھی جیسا کہ آگے مذکور ہے

"آخر اسی دوران میں مولوی کرامت علی جونپوری خلیفہ حضرت سید احمد بریلوی کی خدمت میں دو مہینے رہنے کا اتفاق ہوا' جہاں سے خلافت عطا ہوئی اور شوق عمل بالحدیث پیدا ہوا' اسی اثنا میں خواب دیکھا کہ جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر خرما کا درخت ہے' جس سے آپ خرمے توڑ رہے ہیں' غیب سے ندا آئی' کہ آپ تو سیدہ (فاطمۃ الزہرا) کے درخت سے خرمے توڑ رہے ہیں' جس کی تعبیر آپ نے یہ کی کہ جامع مسجد کی سیڑھیوں سے شاہ عبدالعزیز صاحب کا خاندان مراد ہے' اور خرمے کے درخت سے میرے والد' اسی دن سے شوق حدیث کی تکمیل اور اشاعت کا خیال غالب آ گیا"

صاحب "تذکرہ کاملان رام پور" نے آپ کے اساتذہ حدیث کا ذکر نہیں کیا' مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس خواب کے بعد آپ نے حدیث اپنے والد بزرگوار سید میاں حسن شاہ محدث مرحوم سے پڑھی جو حضرت الصدر الحمید

مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی مہاجر مکی کے شاگرد اور خود عالی پایہ محدث تھے

"جس زمانہ میں نواب محمد علی خاں بہادر والی ٹونک بحالت معزولی بنارس میں مقیم تھے شاہ صاحب نے ان کے متصل ایک مسجد میں جا کر قیام کیا، نواب صاحب نے فرمایا ہمارے لڑکے عبدالوہاب خاں کو حدیث پڑھایا کرو آپ نے مسجد میں پڑھانا قبول فرمایا، موطا امام مالک حصن حصین، مشکوۃ اور شمائل ترمذی پڑھا کر وطن تشریف لائے، تو خواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب کی زیارت ہوئی، آپ سے عرض کیا کہ نواب ٹونک کے صاحبزادے کو بنارس پڑھانے آیا کرتا ہوں گو وہ مسجد میں پڑھتے ہیں مگر یہ امر مجھے شاق ہے، آپ دعا کیجئے کہ اپنے مکان پر پڑھایا کروں شاہ (عبدالعزیز) صاحب نے فرمایا اچھا اور ہاتھ بلند فرما کر دعا کی اس خواب کے بعد آپ بنارس نہیں گئے اور مکان پر رہنے لگے"

"مولوی عبدالحق خیر آبادی کی تحریک سے نواب خلد آشیاں نے آپ کا تعلق مدرسہ میں کر دیا، نواب صاحب کے بعد مدرسہ میں انگریز اور حکام آنے لگے مگر آپ دوران سبق میں کسی کی تعظیم نہیں کرتے تھے اس لئے بعض حکام نے آپ کو اپنے مکان پر حدیث پڑھانے کی اجازت دی"

"۵ برس تک رات دن حدیث ہی کا ذکر رہا اور یہی فکر رہی، اپنی ضرورتوں کو تنگ کر کے نہایت عمدہ ذخیرہ کتابوں کا جمع کر لیا تھا طلبا کا ہجوم رہتا تھا بہت سے طالب علم فیضیاب ہو کر چلے گئے آپ کے شاگرد

میں مولوی منور علی محدث حافظ وزیر محدث حافظ عبد الوہاب حسان میاں نزاکت علی ملا عظیم الدین بنگالی مولوی محمد رضا خاں مرحوم حافظ محمد عمر خاں، مولوی عبد الکریم ولایتی مدرس حیدر آباد دکن مولوی مجاہد الدین سلہٹی مولوی عبد الواحد ولایتی مولوی عبد الغنی قاضی زادہ سورتی، مولوی شرافت اللہ اور شاہ صاحب کے فرزند میاں محمد شاہ محدث معروف ہیں، ان کے علاوہ بھی سیکڑوں نے نا تمام کتابیں پڑھیں صورت سے نور مجسم معلوم ہوتے تھے اخلاق نہایت وسیع حلم میں بے مثل، امور خیر میں ساعی رہتے تھے اور اپنے ملنے والوں کی ہر طرح مدد فرماتے"

"تصانیف میں "بحر العلوم شرح عین العلوم" (اردو میں) بحسب حکم نواب محمد علی خاں لکھی اور ۱۳۰۲ھ میں طبع ہوئی ۶۸۰ صفحے ہیں"

"۲۲ شعبان ۱۳۳۸ھ کے روز انتقال فرمایا بغدادی صاحب کے چبوترہ پر دفن ہوئے، مولانا جلیل نے یہ تاریخ کہی اور مزار پر کندہ کرائی"

ثبت بر لوح مزارش کن جلیل

وارث دیں رسول دوسرا[۱]"

۱۳ ھ ۳۸

---

[۱] از تذکرہ کاملان رام پور

علمائے اودھ

(مرحومین)

۱۔ خرم علی بلہوری
۵۔ منظر علی کاکوروی

۲۔ رجب علی امروہی
۶۔ فرید الدین خاں کاکوروی

۳۔ سید حسین احمد ملیح آبادی
۷۔ مرزا حسن علی محدث لکھنوی

۴۔ محمد علی (صدر پوری) ملیح آبادی
۸۔ عبدالحلیم شرر "

علمائے اودھ

خرم علی (بلہوری)[1]

(عدد مسلسل ۱۸۰) متوفی ۱۲۶۰ھ = ۱۸۴۴ء (عدد ۰)

ولی اللّٰہی خانوادۂ (دہلی) کے شاگرد تھے اور ابتداءً روش عام کے مطابق غالی مقلد کہ بقول صاحبؒ تذکرہ علمائے ہند منع قراءۃ فاتحہ خلف الامام پر رسالہ لکھا، مگر جب قسمت نے یاوری کی اور اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ کی مصاحبت نصیب ہوئی تو اتباع سنت کا رنگ چڑھ آیا (اور اسی پر خاتمہ ہوا) اس غلبہ نے آپ کی زبان سے وہ شعر محبت حدیث رسولؐ میں نکلوائے کہ جنہیں ہندوستان کے پرانے اہلحدیث شوق سے پڑھا کرتے، یعنی

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے ۔۔۔ در دانہ درج مصطفیٰ ہے
صوفی عالم حکیم دینی ۔۔۔ کرتے رہے اس کی خوشہ چینی
بابا کے یہاں سے کون لایا ۔۔۔ جس نے پایا یہیں سے پایا
یہ شاہ راہ محمدی ہے ۔۔۔ گنجینۂ راز احمدی ہے

---

[1] قصبہ بلہور نواح لکھنؤ میں ہے

مشعل افروز راہ سنت
برہم زن بیخ و شاخ بدعت

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و کردار

جب اس سے تو نقل کیا ہے
یاں وہم و خطا کا دخل کیا ہے

اب زیادہ تو مجھ سے کر نکل کل
خورشید کے آگے کیا ہے مشعل

بالفرض خدا ہے مرد کامل
اس نے تھا کیا کہاں سے حاصل

وہ بھی اسی در کا اک گدا تھا
گو غوث دا امام و مقتدا تھا

ملفوظ بہت ہیں تو نے دیکھے
ملفوظ محمدی کو اب لے

ناحق تجھے اور کچھ ہوس ہے
قرآن و حدیث تجھ کو بس ہے

حق ہو گا حدیث خواں سے خرم
ارشاد رسول فخر عالم"

دلوں توحید و اتباع سنت پر دوسری نظم

"خدا فرما چکا قرآں کے اندر
میرے محتاج ہیں پیر و پیمبر

نہیں طاقت سوا میرے کسی میں
کہ کام آوے تمہاری بیکسی میں

جو خود محتاج ہووے دوسرے کا
بھلا اس سے مدد کا مانگنا کیا

خدا سے اور بزرگوں سے بھی کہنا
یہی ہے شرک یارو اس سے بچنا

خبر قرآن میں ہے یہ محقق
نہ بخشے گا خدا مشرک کو مطلق

معاذ اللہ جسے اس نے نہ بخشا
مقرر وہ جہنم میں پڑے گا

اگر قرآن کو سچ مانتے ہو
تو پھر تم منتیں کیوں مانتے ہو

. . . .

بیان شرک میں کہتے ہو مرد ک
کہ منکر ہیں بزرگوں سے بلا شک

ارے لوگوں زباں اپنی کو روکو | بزرگوں سے نہیں انکار ہم کو
خدا لعنت کرے اُس روسیہ پر | کہ جس کے دل میں ہو بغض پیمبر
جسے ہو بغض آل مصطفےٰ کا | خدا اُس کو کرے دو زخ کا کندا
جسے اصحاب حضرت سے ہو انکار | رہے ہر دم خدا کی اُس پہ پھٹکار
جسے کچھ بغض ہو ٹُرے اولیا سے | ہمیشہ ابر لعنت اُس پہ برسے
اب اتنا اور بھی سُن لیجئے حضرت | جو حق پر نہ چلے اس پر ہے لعنت
ہمارا کام سمجھانا ہے یارو | اب آگے چاہے تم مانو نہ مانو

تو اپنے حال میں کچھ سوچ خرمؔ
زباں اب بند کر و اللہ اعلم (در رسالہ نصیحۃ المسلمین ص ۳۲)

راقم مؤلف نے یہ چند شعر اس لئے نقل کر دیے ہیں کہ ان بزرگوں کے یہ توحیدی نغمے ان آسودگانِ خوابِ استراحت کے کانوں میں پہنچ جائیں جن کو اتنا احساس بھی نہ رہا کہ آج بعض دوسرے اسلامی فرقوں میں جو توحید کا ترانہ آلاپا جا رہا ہے، وہ انہی کے ترنم کی صدائے بازگشت ہے

اور بقول صاحب تذکرہ علمائے ہند "در قلع بدعت و احیائے سنت مے کوشید[1]،" اس سعادت سے اس حد تک مستند ہوئے کہ امیر المومنین سید احمد صاحب شہید کے خلفا کے مرتبہ پر فائز ہوئے

---

[1] ص ۵۶

نواب ذوالفقار بہادر (باندا) کی خواہش پر "ردالمختار" کا اردو ترجمہ کیا کتاب النکاح، کتاب الحج، کتاب الاذان تک پہنچے تھے کہ داعی اجل کو لبیک کہا، جس کو آپ کے بعد مولوی محمد احسن صاحب نانوتوی نے آپ کے ورثا سے بعد ادائے حق تالیف لے کر مکمل کیا اور "غایۃ الاوطار" کے نام سے ۱۲۷۴ھ طبع کر دیا۔

ان کے سوا "مشارق الانوار" کا ترجمہ اور "آداب الحرمین" و رسالہ "نصیحۃ المسلمین" (جس کی نظم اوپر نقل ہو چکی ہے) آپ کی تصانیف سے ہیں، اور ایک "رسالہ جہادیہ" ہے جس کی اشاعت کی اجازت نہیں

رجب علی (امروہہ)

(عدد مسلسل ۱۸۱) متوفی ۱۲۷۰ھ = ۱۸۵۴ء (عدد ۲)

"ساکن بریلی، ابتداءً کتب فروشی کرتے، عامل بالحدیث تھے، اور قاضی عوض علی کے مخلص دوست، فرمایا کرتے، کہ مریدی میں کیا دھرا ہے؟ جو کتاب و سنت سے ثابت ہے وہی کافی ہے اتفاق سے ایک روز قاضی صاحب کے ہمراہ، حضرت شاہ رحمن بخش چشتی شاگرد شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ "مولانا یہاں کیا دھرا ہے خدا کے فضل و کرم سے آپ تو کتاب و سنت پر عامل ہیں" ندامت سے سر جھکا لیا آپ نے توجہ فرمائی ایک کیفیت ان پر طاری ہو گئی، یہ معلوم ہوتا تھا کہ مکان میں آگ لگ گئی ہے کچھ دیر بعد سنبھلے، استدعائے

بیعت کی"، "یہ اتباع سنت اور رد بدعت میں بے نظیر تھے اور آخر عمر کے حصہ میں استغرق تام حاصل تھا، مگر آخر دم تک درس حدیث و قرآن میں مصروف رہے، مزار احاطہ درگاہ حضرت شاہ راناولی میں ہے" سلہ

سید حسین احمد (ملیح آبادی)

(عدد مسلسل ۱۸۴) ولادت ۵ ربیع صفر ۱۲۰۱ھ وفات ۱۴ رمضان ۱۲۷۵ھ عدد ۳

"دبن شاہ علی احمد (بن شاہ علی امجد) یہ بزرگ سرہند سے ملیح آباد قیام فرما ہوئے اور یہیں مولانا حسین احمد مرحوم متولد ہوئے، ان حضرات سے استفادہ کیا، حکیم محمد صادق فیض آبادی۔ مولوی ظہور اللہ لکھنوی، مولوی عبدالرحیم (دکلکتہ) مرزا حسن علی محدث صغیر (لکھنوی یحیٰی گنج یہ بزرگ خود بھی عامل بالحدیث تھے) مولوی سید مخدوم لکھنوی مولوی نورالحق لکھنوی، شیخ محمد عمر محدث مکی، مولوی حیدر علی سندیلوی، شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی"

بار تکمیل کے بعد خود کو تدریس و تلقین کے لئے وقف فرما دیا، بدیں وجہ تصنیف کی طرف کم توجہ ہوئی رسالہ جواز قرآۃ فاتحہ خلف الامام در رسالہ در بیان بیعت و شرح رسالہ مولوی رفیع الدین دہلوی در بیان وحدۃ وجود و چند رسائل در تصوف و حلیہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھے، ۱۴ رمضان ۱۲۷۵ھ

کو وفات پائی اور موضع دودھیا (متصل ملیح آباد) اپنے والد کے جوار میں دفن ہوئے[1]"

اور ان حضرات نے آپ سے استفادہ کیا، مولوی[2] حکیم علی حسین خاں رام پوری، حافظ[3] محمد شوکت علی صدیقی سندیلی، مولوی خادم علی سندیلوی صاحب تاریخ جدولیہ، مولوی[4] محمد علی صدپوری (ملیح آباد) حکیم مشتاق علی[5] و حافظ وجیہ الدین (کاکوروی) و مولوی فخر الدین[6] احمد الہ آبادی (متوفی ۱۳۰۳ھ) اللّٰھم اغفرلھم

محمد علی صدرپوری (ملیح آبادی)

(عدد مسلسل ۱۸۳) متوفی ۱۵ رجب ۱۲۸۹ھ - ۱۹ ستمبر ۱۸۷۲ء (عدد ۴)

"ابن شیخ رمضان علی ساکن موضع صدرپور، مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی سے کتب تفسیر و حدیث قراءۃً و سماعۃً پڑھیں اور مولوی بشارت اللہ بہرائچی سے شرف بیعت بطریق مروج حاصل ہوا"

"شاعری میں "محمد" تخلص فرماتے جب تک زندہ رہے اشاعت سنت و اضاعت بدعت میں کوشاں رہے[1]" ظاہر و باطن دونوں سے تقوی

---

[1] از تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۵۰، ۱۵۱ [2] تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۵۵-

[3] تذکرہ علمائے ہند فارسی ص ۸۸ [4] " ۲۰۳ [5] از مشاہیر کاکوری ص ۲۰۴ و ۱۷۰ [6] علمائے ہند ص ۱۶۱ [1] تذکرہ علمائے ہند۔

ظاہر ہوتا ہے ۱۲۵۸ھ میں بزمانہ امیر الدولہ ٹونک وارد ہوئے شاہزادوں کے اتالیق مقرر ہوئے اور نواب محمد علی خاں مرحوم کے عہد۔ (۱۵ رجب ۱۲۸۹ھ) میں ٹونک ہی میں سپرد خاک ہو گئے

مولوی محمد حسن نے ذیل کا قطعہ وفات پر لکھا

دریغا کہ آن عالم حق پرست — محمد علی فضل و دانش انیس
زعیش جہاں دل بہ پرداختہ — بگردید با ملاء اعلیٰ جلیس
محمد حسن، صوری و معنوی — رقم کرد تاریخ طرز نفیس۔

بفردوس رفت آن معلی جناب
زماہ رجب نصف لیل الخمیس

مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں،

آثار محشر در احوال قیامت، دلبر واعظین، تسر الناظرین (در نکاح بیوگان) مثنوی نظیر در قصص بزرگان، ہدیۃ الاخیار، قصہ عاد اولی و آخری ترجمہ حقیقت الاسلام (قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم، نصاب گوہر (منظوم) سلک گوہر مصدر الغوص۔ مفتاح المخازن، درج جواہر، عناقید الاثمار کنز المصادر (مثنوی تحفۃ الاخیار) مثنوی تحفۃ الاصحاب، قصائد در حمد و نعت، رکاز الہدایت در فقہ، مثنوی عبرت افزا قصہ زن دیندار عابدہ [1]،،

---

[1] تذکرہ علمائے ہند ص ۲۰۳، ۲۰۴

مظہر علی (کاکوروی)

(عدد مسلسل ۱۸۴) متوفی ۴ ر جمادی الاولی ۱۲۸۱ھ = ۲۵ ر نومبر ۱۸۶۴ء عدد ۵)

"قدمائے کاکوروی میں ایک بزرگ عالم و عامل صوفی باصفا،

"نصیر الملتہ والدین مولانا شاہ محمد کاظم قلندر (م ۱۲۲۱ھ) ابن حضرت شاہ محمد کاشف چشتی رحمۃ اللہ تعالے تھے صاحب ترجمہ مولانا حافظ شاہ مظہر علی (بن شیخ غالب علی بن شیخ غلام صفی) شاہ محمد کاظم قلندر کے نواسے تھے"

"سن ولادت (تقریباً) ۱۲۱۲ھ حافظ قرآن عالم و فاضل متشرع شافعی المذہب خوش اوقات درویش صفت متوکل و زود نویس تھے۔ انہوں نے علوم رسمیہ کی تکمیل مولوی عبد الحق ابن مولوی فضل اللہ نیوتنوی سے کی۔ پھر دہلی جاکر حدیث کی سند مولانا محمد اسحاق مہاجر نواسہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے کی۔ بیعت و اجازت و خلافت ان کو حضرت سید احمد مجاہد رائے بریلوی سے تھی اہل قصبہ کے اکثر لوگ نیز اطراف کے ان کے مرید بھی تھے اس جوار سے کسی رئیس نے کچھ زمین مع چند درخت ان کی گذر اوقات کے لئے نذر بھی کی تھی حکیم بخشش علی کاکوروی بھی ان کے مخلص عقیدتمند تھے"۔

"وفات ان کی بتاریخ ۴ر جمادی الاولی روز شنبہ ۱۲۸۱ھ مطابق ۲۵ر نومبر ۱۸۶۴ء ہوئی قبرستان تکیہ شریف میں دفن ہوئے"۔

قطعۂ تاریخ وفات مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی نے لکھا

جناب مولوی مظہر علی را | کہ پابند شریعت بود ہر مو
ز ماہ پنجمیں بست دیکم روز | بیوم شنبہ آمد جذبۂ ہو
زتن رست و بحق پیوست آخر | ندا آمد، بگو مظہر علی کو"

مقتبس از مشاہیر کاکوری ص ۲۰۸ (۱۲۸۱ھ)

مؤلف صاحب مشاہیر کاکوری نے آپ کو شافعی المذہب جو بتایا، تو صرف اس حسن ظن کی وجہ سے ہے جو عوام کو مذاہب اربعہ سے ہے، ورنہ جو شخص شاہ محمد اسحاق صاحب سے حدیث پڑھے اور سید احمد صاحب بریلوی کی امامت کا ربقہ گردن میں ڈالے، پھر رفع الیدین اور وضع الیدین علی الصدر بھی کرے تو ایسا شخص شافعی ہوگا یا اہل حدیث؟ اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ

فرید الدین خاں (کاکوری)

(عدد مسلسل ۵۰۱) متوفی ۱۱ر محرم ۱۳۳۵ھ ۸ر نومبر ۱۹۱۶ء (عدد ۶)

"مولانا حاجی فرید الدین خاں محدث ابن مولوی مسیح الدین خاں بہادر میر منشی گورنر جنرل وسفیر شاہ اودھ بمقام لندن بہ غرہ ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ ۱۲۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔ منشی امیر حسن خاں بسمل نے تاریخ ولادت لکھی ہے

چوں آمد جواں طالعے در وجود | کہ تا حشر بادہ گرد سال او

زدل خواستم حال میلاد گفت   جواں آمدہ بخت و اقبال باد

۱۲۵۹ھ

یہ بدو شعور سے بہت صالح شائستہ منکسر المزاج درویش منش قناعت پسند تھے واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کے یہاں سے ان کو خانی کا خطاب اور سات سو روپیہ ماہوار کا فرمان عطا ہوا چنانچہ واجد علی شاہ کے عہد سلطنت تک ماہوار مذکور برابر ملتا رہا، ۵ مواضعات مثل کسمورہ، سکرا شاہ پور وغیرہ ان کی جاگیر و قبضہ میں رہے اور خود سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اودھ نے اپنے ہاتھ سے ملبوس خاص یعنی خلعت ہفت پارچہ مرحمت فرمایا تھا اور قیصر باغ میں بہر پریخانہ طلب اور ہم کلامی سے بھی سرفراز فرمایا تھا بادشاہی حکم سے یہاں قصبہ کاکوری میں بالائے قلعہ نہایت عمدہ محل سرائے ان کے لئے بنائی گئی، جو اب تک موجود ہے۔ اور بحیثیت نفاست و خوبی اس قصبہ میں بے مثل

انہوں نے کتب درسیہ متوسطات تک مولوی حافظ محمد حسین ساکن ٹڈا گاؤں ضلع بارہ بنکی تلمیذ رشید حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر اور اپنے والد ماجد اور دونوں حقیقی چچا مفتی ریاض الدین و مولوی حافظ وجیہ الدین اور حضرت شاہ علی اکبر قلندر و مولوی شاہ واجد علی قلندر و مولانا احمد علی مغفور سے پڑھیں اور کچھ تبرکاً حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر سے پڑھا، پھر مفتی ریاض الدین مغفور کے ساتھ رام پور جاکر مولوی سعد اللہ مراد آبادی اور مولوی حسن شاہ محدث رام پوری سے تکمیل تمام کی اور احادیث کی سند بھی حاصل کی وہاں نواب کلب علی خاں

سے کے دربار میں رسوخ پیدا کیا تھا انہیں کے ساتھ مترجمی کے عہدہ پر مامور ہو کر حرمین شریفین گئے، وہاں کے شیوخ سے اجازت حاصل کی۔ بڑے عالم و عامل بالحدیث تھے بجز درس و کتب بینی و مطالعہ کتب حدیث اور کوئی شغل نہیں رکھتے تھے۔"

"اُن کو جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مبشرہ میں اپنا خادم بھی فرمایا تھا۔ چنانچہ یہ خود فرماتے تھے کہ میں نے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ کے ساتھ حضرت انس بن مالک ہیں آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا کہ یہ بھی میرا خادم ہے"

"اُن کی تصانیف سے اربعین امام نووی کی بسیط شرح اردو موسومہ بہ الفلاح المبین دو جلدوں میں موجود ہے اس کے علاوہ اور بھی چند رسائل مختلف مباحث پر ناتمام ہیں۔"

علم حدیث و دیگر علوم کی اجازت ان کو علاوہ مولوی سعد اللہ و مولوی حسن شاہ محدث کے حضرت مولانا شاہ نقی علی قلندر، نیز اپنے والد ماجد: مولوی مفتی ریاض و مولوی حافظ وجیہ الدین و مولنا فضل الرحمن گنج مرادآبادی و مولانا آل احمد ابن مولانا محمد امام ابن علی نعمت محدث پھلواروی سے بھی تھی۔ چنانچہ سب طرق کی تحریری اجازت انہوں نے حضرت شاہ مولانا حبیب حیدر قلندر مدظلہ کو عطا فرمائی اور ایک اپنا ثبت (نوشتہ) بھی دیا جس میں سب اسناد تحریر کیے ہیں اور "نظم الدارری فی اسانید الفرید الاحقر"، اس کا نام ہے۔ محرر سطور رہ

بھی بہت شفقت فرماتے کتاب حصن حصین پڑھا کر مجھے اجازت دی،
بخاری شریف قریب قریب ان کو حفظ تھی۔ حافظہ بہت قوی تھا،
تصنیف و تالیف میں مثل اپنے والد ماجد کے مسودہ و مبیضہ نہیں کرتے
تھے بیعت ان کو حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی
ثروت ظاہری کا یہ حال تھا کہ نانہال و ددھیال میں سب لوگ امیر کبیر
تھے مگر یہ اپنے مشغلہ علمی میں معروف رہے"

"وفات ان کی بتاریخ ۱۱ ماہ محرم الحرام روز چہارشنبہ ۱۳۳۵ھ
ہوئی اور پیش صحن مسجد بالائے قلعہ کاکوری میں متصل اپنے محل سرا کے دفن ہوئے"
"از مشاہیر کاکوری"

مرزا حسن علی محدث (صغیر ہاشمی)

(عدد مسلسل ۱۸۶) متوفی ۱۲۲۶ھ (عدد ۷)

سب سے زیادہ لکھنؤ میں جن بزرگ نے اس فیض کو عام کیا، اور خود
فرنگی محل تک نے ان سے رجوع کیا، وہ مرزا حسن علی محدث لکھنوی ہیں اس
نام کے اس وقت لکھنؤ میں دو بزرگ تھے۔ ایک محلہ یحییٰ گنج میں رہتے اور دوسرے
محلہ محمود نگر میں، پہلے "صغیر" اور دوسرے کبیر کہلاتے تھے۔ یہاں مقصود
یحییٰ گنج کے مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی ہیں جو مولانا شاہ عبدالعزیز
صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب کے شاگرد تھے۔ اور

آگر علم حدیث کی ترویج و تدریس میں کوشاں رہے۔ علمائے فرنگی محل نے بھی ان سے علم حدیث کا فیض حاصل کیا اور اسی وقت سے لکھنؤ کی درسگاہوں میں علم حدیث کا رواج ہوا۔ نصیر الدین حیدر کے زمانہ (۱۲۴۳ھ میں) وفات پائی۔ ان کے شاگرد مولانا محمد علی صدر پوری فتح آبادی ہیں۔ جو اخیر میں نواب ٹونک کے ملازم ہو گئے تھے۔ توحید و سنت کی اشاعت اور رسوم و بدعت کے ابطال میں بڑی کوشش کی۔[1]

سادات علوی تھے۔ خود کو ہاشمی بتاتے۔ ملقب بہ میرک جمال الدین[2] اور معروف بہ مرزا تھے۔ تلامذہ میں متذکرہ صدر حضرات کے سوا ان بزرگوں نے بھی آپ سے پڑھا۔ یعنی مولانا ابو الخیر معین الدین المشہور الکرڈی مولوی خادم علی سندیلی مؤلف تاریخ جدولیہ۔ مولانا شاہ محمد سعید محلہ تمو ہیہ صادق پور (پٹنہ) مولوی سید اولاد حسن والد ماجد حضرت نواب صدیق حسن خاں والی بھوپال اور مولانا حسین احمد ملیح آبادی شاہ عبد الرزاق فرنگی محلی لکھنوی[3] مولوی نسیح الدین کاکوروی[4]

صاحب تذکرہ علمائے ہند نے آپ کو شافعی لکھا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں اودھ میں اس گروہ کا نام تک نہ تھا۔ یوں بھی اوائل میں اہلحدیثوں کو عوام شافعی کہتے تھے۔ آخر عمر میں مرض استسقاء لاحق ہو گیا۔ اور اسی سے وفات پائی

---

[1] رسالہ معارف اعظم گڑھ جلد ۲۲ ص ۵

[2] صاحب "تاریخ جدولیہ" مولوی خادم علی سندیلی نے آپکا نام "جمال الدین محمد" لکھا ہے کتاب مذکور ص ۱۰۲ [3] معارف جلد ۲۲ ص ۷ ص ۱۱ بحوالہ اغصان ربعہ ص ۱۱۰ [4] اشاریہ کاکوروی

ص ۴۰۰

رسالہ تحفۃ المشتاق فی النکاح والصداق۔ برہان الخلافۃ۔ فتاویٰ (بزبان فارسی مشتمل برمضمون عمل بالحدیث) تصانیف چھوڑیں۔

عبدالحلیم شرر

(عدد مسلسل ۱۰۷) متوفی جمادی الاخری ۱۳۴۵ھ دسمبر ۱۹۲۶ء (عدد ۸)

خاندان مولوی عبدالحلیم شررؔ نسباً شیخ ہاشمی وعباسی ہیں۔ اور سلسلہ امین الرشید سے ملتا ہے ان کا خاندان دولت عباسیہ کے عہد میں عرب سے آکر عراق میں آباد ہوا۔ پھر ارض عراق کو چھوڑ کے ہرات میں آیا۔ اس کے بعد سلطان محمد تغلق کے عہد میں ہندوستان آیا اور سلطنت مغلیہ کے دور میں جب نئے نئے ایرانی امرار کا دربار شاہی میں رسوخ ہوا تو یہ خاندان وادی گنگا میں آکر سکونت پذیر ہوگیا اُن دنوں یہ لوگ مشائخ اور علماء کی شان سے اضلاع جونپور و اعظم گڑھ میں اقامت گزیں تھے جہاں اُن کو ایک باوقعت جاگیر بھی ملی تھی۔ مولانا کے پردادا مولوی نظام الدین صاحب نے قصبہ کرسی کے خطیب صاحب کی بیٹی سے عقد کرکے کرسی کی سکونت اختیار کرلی اور چونکہ خطیب صاحب کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے وہی خدمت خطابت کے وارث ہوئے۔

مگر چند ہی روز بعد مسٹر مارٹن جن کے نام کو لکھنؤ میں مارکین کی کوٹھی یاد دلا رہی ہے مولوی نظام الدین کے شاگرد ہوئے اور اُن سے عربی وفارسی

شروع کی مارٹن صاحب اُن کا نہایت ادب کرتے تھے اور اُن کے ساتھ اُن کا ایسا اچھا برتاؤ تھا کہ مولوی نظام الدین صاحب مع اہل و عیال کے لکھنؤ میں آ کر سکونت پذیر ہو گئے چنانچہ مولانا کے والد حکیم تفضل حسین صاحب مارکین کی کوٹھی ہی میں پیدا ہوئے۔

مولوی نظام الدین صاحب سے اور مشہور شاعر ملک الشعرا مرزا رفیع سودا سے بہت کچھ ربط و ضبط تھا۔ چنانچہ ایک دن سودا ایک خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے ایک چھوٹے سے سوراخ سے شعاع آفتاب نکل کے فرش پر پڑ رہی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ دری پر گویا کوئی موتی پڑا ہوا ہے۔ مولوی صاحب نے سودا سے کہا "اس وقت کوئی فی البدیہہ شعر سنایئے" مرزا رفیع نے دھوپ کی چتی پر نظر ڈال کر ذرا فکر کی اور یہ شعر سنایا

عرصۂ دنیا میں اپنا تنگ کیا کاشانہ ہے
پرتوِ خورشید یاں موتی کا جیسے دانہ ہے

مولانا شرر کے والد حکیم تفضل حسین صاحب کا عقد اپنے ایک قریبی رشتہ کے ماموں منشی قمر الدین صاحب کی صاحبزادی سے ہو گیا جو روسا و شرفائے قصبہ کرسی میں سے تھے۔ لیکن امجد علی شاہ اور واجد علی شاہ کے عہد میں ایک بڑی معزز خدمت پر مامور تھے اور دربار شاہی میں بہت اثر رکھتے تھے۔

مولانا کے والد حکیم تفضل حسین صاحب بڑے قابل اور فاضل لوگوں میں تھے عربی کی تعلیم اعلیٰ درجہ کی تھی فارسی میں یگانۂ عصر تھے۔ طب مشہور طبیب لکھنؤ حکیم محمد ابراہیم صاحب سے پڑھی تھی غدر کے پانچ چھ برس بعد

اپنے خسر منشی قمر الدین صاحب کے تعلقات کی وجہ سے وہ بھی کلکتہ پہنچے اور سلطان عالم واجد علی شاہ کی ملازمت اختیار کی۔

ولادت و ابتدائی تعلیم مولانا شرر سنہ ۱۸۶۰ء میں شہر لکھنؤ کے محلہ جھوائی ٹولہ میں تکیہ پیر غیب کے متصل اپنے خاندانی مکان میں پیدا ہوئے اور پانچ برس کی عمر میں اپنے نانا کے بھائی مولوی محمد حفیظ الدین صاحب سے جو کٹرہ بزن بیگ خاں میں رہتے تھے اور فارسی و عربی کے مسلم الثبوت اساتذہ میں شمار کیے جاتے تھے الف بے شروع کی لیکن مکتب میں بیٹھے تین سال کے قریب زمانہ گزر گیا اور پارہ عم سے زیادہ ترقی نہ کر سکے تعلیم کی اس شکست رفتاری نے سات ہی آٹھ برس کی عمر میں اُنہیں وطن سے نکال کے کلکتہ پہنچایا جہاں والد کے کنار عافیت سے دور رہ کے طالب علمی کی تخفیف اور غربت کی مصیبت کم سنی ہی میں برداشت کرنی پڑی۔

کلکتہ کا قیام اور تعلیم والد بزرگوار نے جب دیکھا کہ لکھنؤ میں تعلیم کی پوری نگرانی نہیں ہو سکتی تو سنہ ۱۲۸۲ھ سن سنہ ۱۸۶۶ء میں انہیں اپنے پاس کلکتہ میں بُلا لیا۔ وہاں مٹیا برج میں آپ کا قیام منشی سلطان بہادر کے مکان پر تھا جو دربار شاہی کے ایک بڑے بارسوخ رکن تھے۔ وہیں مولانا شرر کو بھی قیام کرنا پڑا۔ حافظ الٰہی بخش صاحب وہاں ایک بزرگ تھے اُن سے قرآن ختم کیا اور والد بزرگوار سے ابتدائی کتابیں پڑھتے رہے یہاں تک کہ دو سال میں شرح مائۃ عامل اور گلستان

بوستاں ختم کیں! اور شاہزادہ مرزا جہاں قدر بہادر کے اُستاد ملا باقر سے کتب ہدایۃ النحو، کافیہ اور شرح ملا جامی کو ختم کیا۔ اور منشی عبد اللطیف صاحب مرحوم سے جو بڑے صاحب علم خوشنویس تھے، شرح وقایہ اور خطائی کی تعلیم پائی (اُن دنوں مٹیا برج میں سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی (جو فی الحال حیدرآباد میں نظام کالج کے پروفیسر ہیں[1])

بعض شاہزادوں کی تعلیم پر مامور تھے۔ مولانا نے معقولات کی ابتدائی درسی کتابیں قطبی و میبذی تک اُنہیں سے پڑھیں اور اسی زمانہ میں مولوی محمد حیدر صاحب سے انگریزی شروع کی اور ادب عربی کی بھی دو ایک کتابیں پڑھیں۔ اسی کے قریب زمانہ میں حکیم محمد مسیح صاحب مرحوم سے طب کی دو ایک کتابیں مطالعہ کیں اور چند روز مطب کیا! اُن دنوں معمول تھا کہ ہمیشہ سال دو سال بعد لکھنؤ میں آکر پانچ چھ ماہ رہتے تھے یہاں کے قیام میں بھی اکثر اساتذہ سے پڑھا۔ چنانچہ پہلے مولوی محمد یحییٰ صاحب سے پھر مولوی عبد الباری صاحب سے درمیانی درجہ کے کتب معقول پڑھیں،

شہزادوں سے خصوصیت اور محلاتِ شاہی میں آمد و رفت

اب مولانا کی عمر تیرہ چودہ برس سے زیادہ ہو گئی اور کلکتہ میں ان کو شہزادوں کی صحبت میسر تھی مرزا احمد علی بہادر مرزا اکام بخش بہادر اور مرزا محمد جلال بہادر سے خصوصیت تھی۔ اُن سے اس قدر

[1] مگر اب رحلت فرما چکے ہیں۔ مؤلف

تعلقات بڑھ گئے تھے کہ شاہزادوں کو بغیر ان کے اور ان کو بغیر اُن کے چین نہ پڑتا تھا تعلیم کے سوا جو وقت ملتا اُنہیں کی صحبت میں صرف ہوتا تھا بعض شاہزادوں سے اس قدر گہرے تعلقات ہو گئے تھے کہ زنانخانے تک میں اُن کی آمدورفت تھی۔ اور درحقیقت مولانا کے لئے زباندانی کا پہلا مدرسہ یہی صحبت تھی کیونکہ اس زمانہ کا لکھنؤ لکھنؤ نہیں رہا تھا جس میں زبان اُردو کا نشوونما ہو سکتا۔ بلکہ اب اُس کا قائم مقام مٹیا برج اور مٹیا برج میں بھی خاص محلات شاہی تھے۔

ملازمت اور سلسلہ تعلیم بدستور

تقریباً ۱۸۷۵ء میں جب کہ مولانا شرر کی عمر پندرہ سال کی تھی اپنے نانا کی خدمت پر مامور ہو کر ملازمین شاہی میں شامل ہو گئے اور اُن کے نانا ترک ملازمت کر کے لکھنؤ چلے آئے۔ اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ یہ مولانا کی پہلی ملازمت ہے مگر وہاں کی ملازمت میں کسی قسم کی پابندیاں نہ تھیں اس لئے مولانا بدستور طالب علم بنے رہے اور سلسلہ تعلیم برابر جاری رہا۔ چونکہ ابتدائی کتابیں ختم ہو چکی تھیں اس لئے مولانا نے مرزا محمد علی صاحب مجتہد العصر کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ اور اُن سے ملا حسن۔ قاضی مبارک اور حمد اللہ پڑھا۔ اسی زمانہ میں ایک بڑے متبحر عجمی عالم، میرزا ہدایت اللہ شیرازی مٹیا برج میں خاص منشی سلطان بہادر کے مکان پر مقیم تھے۔ اُن کو مولانا کی غیر معمولی ذکاوت و ذہانت دیکھ کر اُن سے بے حد اُنس ہو گیا تھا اور خود اُنھوں نے اپنے شوق سے

مولانا کو مُلّا صدرا کی شرح ہدایت الحکمت پڑھائی۔

خراب صحبت اور بدوضعی

لیکن باوجود اس اعلیٰ تعلیم کے شاہزادوں کی صحبت میں حد سے زیادہ منہمک ہو جانا اور اُن کے رنگ اُن کی وضع، قطع اور اُن کے مذاق کو پوری طرح اختیار کر لینا ایسی باتیں تھیں کہ ہر طرف سے اُنہیں بدوضعی کے الزام دیے جانے لگے اور ہر شخص کا یہ خیال قائم ہو گیا کہ مولانا کی اخلاقی حالت اِس قدر خراب ہو چکی ہے کہ اب اصلاح کی کوئی اُمید نہیں یہ حالت دیکھ کر مولانا کے پدر بزرگوار حکیم تفضل حسین صاحب بہت پریشان ہوئے چنانچہ مولانا کو یکایک سنہ ۱۸۶۶ء میں لکھنؤ بھیج دیا اور اِس طرح بھیجا کہ اُنہیں اپنے دلی دوستوں اور خاص شاہزادوں سے رخصت ہونے کا بھی موقع نہ ملا اور پھر ان کو کلکتہ جانا نصیب نہ ہوا۔ مدتوں اُنہیں اپنے کلکتہ کے دوستوں سے دوبارہ ملنے کی حسرت رہی

واپسی لکھنو

لکھنؤ آکر مولوی عبدالحی صاحب سے تمام کتب درسیہ پڑھیں بلکہ بعض کتابیں جو مولوی محمد علی صاحب سے دیکھ چکے تھے دوبارہ مطالعہ کیں۔ ازاں بعد مفتی میر عباس صاحب سے دیوان حماسہ اور مقامات حریری کو ایسے ذوق وشوق سے پڑھا کہ مفتی صاحب کو اُن سے ایک خاص محبت ہو گئی تھی۔

شادی

اثنائے تعلیم میں ہی مولانا کی شادی ان کے حقیقی ماموں حکیم سعد الدین احمد صاحب کی صاحبزادی کے ساتھ سنہ ۱۸۷۸ء میں ہو گئی مگر ذوق علم میں اس سے کچھ کمی نہ آئی۔ مولانا کو تاریخی واقعات کی

جستجو کا فطری شوق تھا ایک واقعہ اس بارہ میں قابل لحاظ ہے لہٰذا اس کو درج کیا جاتا ہے۔ (و لیکن ناقل نے اُسے کر حذف کر دیا)

ملازمت مولوی حامد حسین صاحب

مولوی حامد حسین صاحب (شیعہ مجتہد) کا معمول تھا کہ تاریخ و سیر اور حدیث اہلسنّت کی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور ان میں جو عبارتیں اپنے اغراض متاظرہ کے لئے مفید نظر آتیں اُن پر نشان بنادیتے۔ کئی کاتب مقرر تھے جو اُن عبارتوں کو کتاب اور صفحات کے حوالے سے الگ الگ کاغذوں پر نقل کرتے رہتے تھے۔ مولانا شرر اگرچہ سُنّی المذہب تھے اور مولوی حامد حسین صاحب کی اس کوشش کو یقینی طور پر دل سے پسند نہ کرتے ہوں گے مگر شوق علم اُنہیں وہاں لے گیا اور محض نایاب و بے نظیر کتب احادیث کے مطالعہ کے شوق میں مولوی صاحب موصوف کی ملازمت اختیار کی اور تقریباً دو ڈیڑھ سال تک اُن عبارتوں کی جو کاتب لکھتے تھے مقابلہ کرکے تصحیح کرتے رہے

دہلی بغرض حصول تعلیم جانا

مولوی نور محمد صاحب ملتانی جو مولانا عبدالحی کے شاگردوں میں تھے اُن سے علم حدیث میں شرح نخبہ پڑھ کر جامع ترمذی شروع کی اور چند ہی روز میں حدیث کی تعلیم کا ایسا شوق ہوا کہ گھر میں کسی کو خبر کئے بغیر ۱۸۷۹ء میں یک بیک دہلی جا پہنچے۔

سر سید سے ملاقات

اس زمانے میں سر سید کا شہرہ ہو رہا تھا اگرچہ مرحوم پر ہر طرح سے گالیاں پڑ رہی تھیں اور شاذ و نادر ہی

اُن کا کوئی مدح خواں نظر آتا تھا لیکن مختلف حالات اور کارناموں نے سرسید کو ایک ایسا عجیب غریب شخص ثابت کر دیا تھا کہ مخالف و موافق ہر شخص کے دل میں ان کی صورت دیکھنے کا ضرور شوق تھا چنانچہ مولانا شرر بھی دہلی جاتے وقت خاص ان سے ملنے کے شوق میں علی گڑھ کے اسٹیشن پر اُتر پڑے سید صاحب سے جا کر ملے۔ اور دل پر اُن کی باتوں کا کچھ ایسا اچھا اثر لے گئے کہ اُن کے ساتھ ایک اُنس پیدا ہو گیا دہلی میں چند روز قیام کیا ہوگا کہ اتفاقاً مسدس حالی نظر سے گزرا جو دیگر طلبا کی نظر میں کھٹکتا تھا مگر مولانا شرر کو اُس کو پڑھتے ہی سید صاحب سے بجائے اُنس کے گرویدگی پیدا ہو گئی۔ دہلی میں مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث سے حدیث شروع کی اور ڈیڑھ سال میں صحاح ستہ۔ موطا امام مالک اور تفسیر جلالین ختم کر کے لکھنؤ واپس آئے

تصنیفات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے

قیام دہلی کے زمانے میں عرب کے شہر اثیر کے دو طالب علموں کے ذریعہ سے مولانا کو محمد بن عبدالوہاب نجدی کا رسالہ التوحید دستیاب ہوا جو اس قدر پسند آیا کہ فوراً اُس کا ترجمہ کر ڈالا۔ اور مولوی تلطف حسین صاحب بہاری مولف) نے اس کو چھپوا کر شائع بھی کر دیا اس طریقہ سے مولانا نے تصنیف و تالیف کی دنیا میں پہلا قدم رکھا۔

اودھ اخبار میں مضامین لکھنا

دہلی سے واپس آکر مولانا کو فکر معاش ہوئی۔ مولوی عبدالحی صاحب کی سفارش

سے آپ منشی نولکشور کے یہاں گئے وہ بڑے مردم شناس آدمی تھے اُنہوں نے مولانا سے چند سوالات کئے اور اُس کے بعد کہا: "صیغۂ تصحیح آپ کے لئے مناسب نہیں (جس کی سفارش مولوی عبدالحی صاحب نے کی تھی) اُس میں نہ کہ آپ کسی قسم کی ترقی نہ کر سکیں گے اگر ممکن ہو تو آپ اودھ اخبار میں مضامین لکھا کیجئے"

اودھ اخبار کی اسسٹنٹ ایڈیٹری

مولانا نے اِس سے پیشتر مختلف اخباروں میں مضامین لکھے تھے اور منشی احمد علی کسمنڈوی مرحوم کی صحبت میں اکثر مضمون نگاری کی تھی اُنہیں کی تجویز سے شرر کا تخلص اختیار کیا تھا اور دو چار غزلیں بھی کہی تھیں گو ان سے تلمذ نہ تھا اور جو کچھ کہتے تھے اُس پر حیدر آباد بھیج کر اپنے بڑے استاد مولوی علی حیدر صاحب نظم طباطبائی سے اصلاح لیا کرتے تھے لیکن اخبارات کی دنیا اور مضمون نگاری کی طرف اُن کو منشی احمد علی کسمنڈوی ہی نے کیا تھا غرض جس وقت منشی نولکشور صاحب نے یہ مشورہ دیا ہے وہ مضمون نگاری سے ناآشنا نہ تھے۔ جواب دیا کہ "آپ کوئی سبجکٹ بتائیں میں اس پر مضمون لکھ کر پیش کرتا ہوں اگر آپ پسند کریں تو میں اودھ اخبار کی خدمت کے لئے حاضر ہوں"۔ منشی صاحب نے ایک سیاسی مضمون بتا دیا اور مولانا شرر نے دوسرے ہی دن اودھ اخبار کے لئے دو صفحوں کا ایک مضمون لکھ کر پیش کیا جسے منشی صاحب نے بہت پسند کیا اور ۱۸۸۰ء میں تیس روپیہ ماہوار پر اودھ اخبار کا اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر کیا

اب مولانا کو جوہر طبع دکھانے کا نیا میدان ملا تھا۔ برابر مضامین لکھنا شروع کئے لیکن اُن کے مضامین زیادہ تر علمی، خیالی اور فلسفیانہ مذاق کے ہوتے تھے یہ مضامین مسلسل دو سال تک نکلتے رہے اور ملک میں ہر طرف اُن کی ایسی دھوم مچ گئی کہ اُسی وقت سے مولانا کے لٹریچر کا شہرہ ہو گیا اور بڑے بڑے پرانے لکھنے والے چونک پڑے اودھ اخبار کے فائل میں آج بھی وہ مضمون موجود ہیں اور بتا رہے ہیں کہ محض اُن مضمونوں کی وجہ سے اس زمانہ کا اودھ اخبار کس قدر نمایاں امتیاز رکھتا ہے روانی طبع کی یہ حالت تھی کہ مولانا صرف چار یا پانچ روز میں بیٹھ کے اتنے مضمون لکھ دیتے کہ مہینہ بھر تک اودھ اخبار میں شائع ہوتے رہتے اور اُن مضمونوں کے عنوان اس قسم کے ہوتے تھے کہ وہ چاہے کتنے ہی دنوں بعد چھپتے پرانے نہ سمجھے جاتے

ان مضامین میں ایک مضمون "روح" پر مولانا کے قلم سے نکلا تھا۔ اس کو پڑھ کر سر سید احمد خاں نے منشی نولکشور کو اس مضمون کا ایک خط بھیجا کہ "اودھ اخبار میں "روح" پر جو مضمون چھپا ہے بہت اعلیٰ درجہ کا ہے میں اپنی تفسیر میں اس کے چند خیالات کو لینا چاہتا ہوں۔ لہٰذا اُن صاحب سے جن کا وہ مضمون ہو مجھے اخذ کرنے کی اجازت دلوا دیجئے"، منشی نولکشور نے مولانا سے دریافت کر کے سید صاحب کو اُنکی خواہش کے مطابق اجازت دے دی

رسالہ محشر کا اجراء

اسی زمانے میں مولوی محمد عبدالباسط صاحب کے نام سے مولانا نے ایک ہفتہ وار رسالہ نکالا جس کا نام "محشر" تھا اس میں اول سے آخر تک کل مضامین مولانا ہی کے قلم کے ہوتے تھے "محشر" رنگین اور شاعرانہ مذاق کا پرچہ تھا جس میں بہت سی نازک قسم کی خیال آرائیاں ہوتی تھیں ایک زمانہ تک اس میں "زمانہ کا جائزہ" کے عنوان سے ایک نرالے مضمون کا سلسلہ جاری رہا۔ اُردو میں یہ نیا اور اچھوتا رنگ تھا۔ سب لوگوں نے عموماً اور انگریزی خوانوں نے خصوصاً ان مضامین کو پسند کیا

"رفیق ہند" میں راجہ بلی کے نام سے پادری رجب علی صاحب اکثر مضامین لکھتے تھے راجہ بلی نے ایک بار لکھا کہ جو رنگ "محشر" کا ہے صرف عاشقی اور شاعری کی دنیا کے ساتھ مخصوص ہے اگر ایڈیٹر محشر کو دعویٰ ہے تو ان دو چار سبجکٹوں پر اسی رنگ میں مضامین لکھیں جو ہم بتاتے ہیں۔ اور اُنہوں نے چند سبجکٹ بھی شائع کر دئے جن میں ایک تو "روح" تھا ایک یہ کہ "ہندوستان کے لئے استمراری بندوبست مناسب ہے یا میعادی" اور اسی قسم کے اور بھی کئی عنوانات تھے مولانا نے ان سب عنوانوں پر اپنے اسی رنگ میں نہایت پُرزور مضامین لکھ کر محشر میں شائع کئے جن کو دیکھ کر لوگ عش عش کرنے لگے اور راجہ بلی نے خاموشی سے داد قبولیت دی

حیدر آباد کا قیام اور اودھ اخبار سے قطع تعلق

دو سال بعد منشی نولکشور نے مولانا کو خاص نامہ نگار بنا کر ریاست حیدر آباد دکن بھیجا

جس کی وجہ سے "محشر" بند ہو گیا۔ وہاں نواب محسن الملک نے مولانا شرر کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور بعض اوقات اس بات کا شوق بھی دلایا کہ وہ حیدر آباد کی ملازمت اختیار کر لیں۔ لیکن مولانا نے اس امر کو وضعداری کے خلاف سمجھا

اتفاقاً اخبار ہزار داستان کے مالک نے یہ سمجھ کر کہ مولانا شرر ان کے پرچہ کے ایڈیٹری قبول کر لیں گے۔ اپنے سابق ایڈیٹر سے قطع تعلق کر لیا اور مولانا پر ہر طرف سے زور ڈلوایا کہ وہ اخبار مذکور کی ایڈیٹری قبول کر لیں مولانا اس شرط پر راضی ہوئے کہ واپس لکھنو جا کر اور وہ اخبار سے قطع تعلق کر دیں مگر مطبع کے حسابات کا تصفیہ نہیں ہونے پایا تھا کہ ہزار داستان بند ہو گیا اور مولانا کو حیدر آباد جانے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔

ناول نگاری

ادھر اخبار سے قطع تعلق کرنے کے بعد مولانا شرر نے پرائیویٹ طور پر اپنی انگریزی کی قابلیت بڑھانا شروع کی۔ اور اچھی اور کافی استعداد بہم پہنچائی۔ اسی زمانے میں مولانا نے اپنا پہلا ناول "دلچسپ" لکھا جسے منشی نثار حسین صاحب مالک "پیام یار" نے چھپوایا اور اُس کو ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ دوسرا حصہ لکھنے کے ساتھ ہی پہلے حصہ کا دوسرا ایڈیشن چھاپنے کی ضرورت ہوئی اس کے بعد مولانا نے درگیش نندنی کا ترجمہ انگریزی سے اُردو میں کیا یہ بھی خوب مقبول ہوا۔

دلگداز کا اجراء

۱۸۸۶ء کے آخر میں مولوی بشیر الدین صاحب مالک اڈیٹر "البشیر" اٹاوہ سے لکھنؤ میں

اتفاقیہ ملاقات ہوگئی اُنہوں نے مولانا کو مشورہ دیا کہ وہ ایک مختصر ادبی رسالہ جاری کریں اور مولوی بشیر الدین نے پانچ روپیہ پانچ رسالوں کی قیمت اُسی وقت پیشگی ادا کئے کیونکہ یہ تجویز تھی کہ لیسے رسالہ کی قیمت صرف ایک روپیہ عہ سالانہ ہو انہیں روپیوں سے مولانا نے دلگداز کا اشتہار شائع کیا اور اشتہار کے شائع ہوتے ہی کثرت سے درخواستیں اور قیمتیں آنا شروع ہوگئیں اور اسی آمدنی سے جنوری ۱۸۸۷ء سے "دلگداز" شائع ہونا شروع ہوگیا دلگداز میں اُس وقت صرف شاعرانہ وعاشقانہ خیالی مضامین ہوتے تھے یا کبھی کبھی تاریخی مضامین نکل جاتے تھے اور سال رواں کے ختم تک اس کے دو ہزار خریدار ہوگئے تھے"۔

ملخصاً از "سیر المصنفین"

بروایت جناب حکیم محمد عبد اللطیف صاحب فلسفی وائس پرنسپل طبیہ کالج علی گڑھ[۵۱]

"مولانا کے بعض ناول شرر[۵۲] لکھنوی نے قدرے تصرفات کے ساتھ اپنے نام سے شائع کر دیئے جس پر مرحوم نے اُن پر دس ہزار روپے کی نالش دائر کر دی مقدمہ چلتا رہا۔ آخر عرضی دعوے کے ایک قانونی سقم کی بنا پر مولانا بطور گواہ طلب ہوئے۔ اصل واقعہ میں کسی قدر جھوٹ کی آمیزش ضروری تھی اور اسی پر ڈگری کا مولانا کے حق میں فیصلہ ہونا لازمی مگر مرحوم کو کذب سے خدا واسطے کی دشمنی تھی، دوستوں نے بھی ہر چند زور ڈالا مگر راضی نہ ہوئے۔ اور

---

۵۱ حکیم صاحب ممدوح لکھنؤ کے مشہور طبیب خاندانِ عزیزیہ سے ہیں اور مولانا شرر کے شرف مصاحبت اور فخر جوار سے مفتخر ۵۲ یہ بزرگ ہندو تھے۔ اور تخلص آپ کا بھی شرر ہی تھا

اسی پر نالش خارج ہو کر فریق مخالف کے خرچہ کی ڈگری ادا کرنا پڑی'
اور ایسا مخیر شخص اس قسم کے جھوٹ سے کیونکر ملوث ہوسکتا تھا۔ قرابت داروں
اور دوستوں کی مالی اعانت دن رات کا مشغلہ تھا۔ ۲ سو روپیہ ماہوار حیدرآباد
دکن سے وظیفہ ملتا۔ اسی قدر رسالہ "دلگداز" اور تصانیف کی آمدنی تھی، مگر آئے
دن قصبہ کرسی (جو مولانا کا وطن قدیم تھا) اور نواحی کے قرابت دار اپنی اپنی
ضروریات کی فریادیں لے آتے۔ اور مولوی صاحب یہ بارہ سو روپیہ اگلے
مہینے سے پہلے صرف کر دیتے' اور کچھ معمولی رقمیں نہ دیتے' بلکہ سو سو' دو دو سو روپیہ
تک کی حاجت روائی کرتے'
اور ظاہر ہے کہ جب دیہات کا کوئی باشندہ شہر میں سکونت اختیار کر لے
پھر خدا تعالےٰ اُسے مال و نعمت سے بھی بہرہ ور فرمائے اس پر وسعت اخلاق
کی دولت سے بھی مستفید ہو' تو نواحی کے رہنے والوں کی جو ضروریات شہر سے وابستہ
ہوتی ہیں۔ اُن کی وجہ سے شہر میں اُن کا تانتا لگا رہتا ہے۔ پھر مولانا عبدالحلیم صاحب
جیسا متواضع اور کریم النفس' مہمانوں کو اجازت رخصت ہی نہ ملتی، روپیہ سے
اعانت کرتے، سفارشوں سے مداوا فرماتے' حسن اخلاق اور مدارات سے
دلجوئی کرتے۔

محاسن اخلاق آپ کے محاسن اخلاق میں سب سے نمایاں پہلو اُس مروت
کا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے ملنے والوں میں سے اعلیٰ و ادنیٰ کے ساتھ
مساوی برتاؤ کرتے' احمد نگینہ فروش ایک معمولی آدمی تھا۔ آئے دن قرضداروں
کو پیچھے لگا لاتا۔ اور مولانا کے سر لاڈالتا پہلے آپ تنبیہ فرماتے' پھر اُس کا قرض

ادا کرتے، یہی احمد بلکہ ہر ایسا معمولی درجہ کا دوست اگر رؤسا و علماء کے مجمع میں بھی مولانا اُسے اپنے پاس آتے دیکھ لیتے تو ضرور اپنے قریب جگہ دیتے چنانچہ ایک دفعہ راجہ محمود آباد اور مرزا ہادی رسوا بیٹھے تھے، یہی احمد نگینہ فروش آ گیا۔ فرمایا۔ آؤ بھئی احمد! اور اُسے اپنے قریب جگہ عنایت فرمائی،

حسن اخلاق میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے، کہ دوستوں کی غیبت میں کبھی خود نہ اُن کی بُرائی کرتے نہ اوروں سے سننا گوارا کرتے

علوم میں یہ تبحر تھا کہ میں اکثر مسائل طب پر آپ سے گفتگو کرتا۔ اور اس کا ہمیشہ آرزومند رہا کہ مولانا کبھی تو میرے سوال کے جواب میں عاجز آ سکیں مگر تعجب ہے کہ طب میں عدم مزاولت کے باوجود بھی کبھی اور کسی مسئلہ میں اُن کی طرف سے سہو علم نہ پایا۔ حتی کہ میں نے اپنی طبی تصنیف "ہماری سائنٹفک طب یونانی" میں کئی مسائل میں مرحوم سے استفادہ کیا (یہ کتاب چھپ چکی ہے)

سات زبانوں میں ماہر تھے، عربی۔ فارسی۔ ہندی۔ انگریزی۔ جرمن، فرنچ۔ اطالین (سنسکرت کا بھی مطالعہ فرما رہے تھے) اور اردو تو خود ان کی دست نگر تھی اس قسم کے ہفت زبان عالم کے کتب خانہ کا کیا شمار۔ رہائش کا مکان معمولی۔ مگر کتابوں کی کثرت حد سے فزوں تر،

حدیث میں نظر مولانا کی حدیث میں نظر کا یہ شہرہ تھا، کہ علما آپ سے اس فن میں استفادہ کے لئے حاضر ہوتے۔ چنانچہ لکھنؤ کے ایک علمی خاندان کے بزرگ ..... نے فن حدیث پر جو مشہور کتاب .... لکھی ہے اس میں اکثر افادات مولانا شامل کئے ہیں

الغرض مولانا جامع العلوم بزرگ تھے۔ اور تحریر و تصنیف کا وقت رات کے ایک بجے سے لے کر تابہ فجر ہوتا۔ بعد تناول وطعام و ادائے فریضہ سو جاتے اور صبح نو بجے جاگ اٹھتے۔ اس وقت کا معمول خاص یہ تھا کہ فوراً ٹھنڈے پانی کے نل کے نیچے جا کر غسل فرماتے، اس کے لئے موسم کا استثنا نہ تھا

ارتحال آپ کا معمول تھا کہ بعد نماز مغرب میرے برادر بزرگ حکیم عبدالمعید صاحب کے ہاں تشریف لاتے، یہ صحبت نو بجے شب تک رہتی۔ آخر انہی راتوں میں سے ایک رات اپنے دامن میں وہ صبح قیامت لے کر آئی کہ جس میں ہم سب ——— مولانا کے فیضان صحبت سے محروم ہو گئے، شب کو ۸ بجے آپ کو اچانک ہچکی شروع ہو گئی، ہم لوگوں نے دولت خانہ پر پہنچایا۔ بخار شروع ہو گیا۔ ساتھ ہی زبان میں لکنت اور حواس میں اختلال آتا گیا۔ پھر آخر ایک ہفتہ کے بعد قبر میں جا سوئے، وقت رحلت ۴ بجے صبح ہے ۶۷ سال عمر پائی،

اولاد میں ۲ صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ میاں محمد صدیق صاحب ہیں، جو دفتر رسالہ اردو اورنگ آباد میں ملازم ہیں،

آپ کے مشہور ناول "دربار حرام پور کے اسرار" کی وجہ تصنیف سب پر عیاں ہے، مگر اشاعت سے پہلے اس کے لئے دس ہزار روپیہ کا لالچ دلایا گیا، تاکہ مولانا اسے شائع نہ کریں مگر آپ نے پائے استغنا سے ٹھکرا دیا

"دربار حرام پور کے اسرار" کے سلسلہ میں آپ کو گوناگوں تکالیف کا سامنا ہے، اس ناول کی اشاعت کے بعد اس کے ہیرو نے اپنے ایک خاص عمدہ دار معتمد کو چار اور شہ زور پہلوانوں کے ساتھ مولانا شرر کے قتل کے لئے

لکھنؤ بھیجا، مگر کلکٹر بریلی کو معلوم ہو گیا۔ اس نے فوراً چاپلنگ صاحب کلکٹر لکھنؤ کو تار دیا کہ فلاں شخص مع اور پہلوانوں کے ساتھ مولانا شرر کو قتل کرنے کے لئے لکھنؤ آ رہے ہیں، کلکٹر مولانا کا شاگرد تھا اُس نے اطلاع کی، آپ کوٹھی پر تشریف لے گئے، تمام ماجرا بیان کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ میں انتظام کیسے کر سکتا ہوں، اس پر پولیس کے سپاہی آپ کی حفاظت کیلئے متقرر ہوئے، جو شب کو مکان پر چوکیداری کرتے، اور جب مولانا سیر گشتی کے لئے تشریف لے جاتے تو ایک سپاہی مشایعت میں رہتا، مولوی صاحب کا معمول یہ تھا کہ سرِ شام گھر سے نکلتے آگے آگے ملازم لالٹین لے کر چلتا اپنے معمولات کے مطابق دوستوں کے ہاں مجلسیں ہوتیں اور شب کو ایک بجے واپس تشریف لاتے، یہ عادت اُس خوف میں بھی نہ چھٹ سکی، مگر شب بھر سپاہیوں کا جو پہرہ چھت پر رہتا، موسم گرما میں پردہ کی تکلیف کی وجہ سے ناقابل برداشت ہو گیا۔ مولانا کلکٹر کے پاس گئے۔ اور شکایت کی، کہ آخر ہم لوگ کب تک اس مصیبت میں رہیں گے۔ اس پر چاپلنگ صاحب (کلکٹر) نے ریاست ..... کے رزیڈنٹ کو تار دیا کہ ..... صاحب نے مولانا شرر کے پیچھے جو آدمی لگا رکھے ہیں۔ اگر شرر کا بال بھی بیکا ہوا۔ تو اس کے ذمہ دار آپ کے نواب صاحب ہوں گے، تب جا کر اُن شہ زوردں کو لکھنؤ سے واپس بلایا گیا،

جناب شرر نے زبان اُردو کی جو خدمت کی، اُس کے احسان سے دنیائے ادب کبھی سبکدوش نہ ہو گی جن اہل قلم حضرات نے اردو میں ناول نویسی

کی طرح ڈالی۔ مرحوم اُن کی صف اول میں نظر آتے ہیں، آج جبکہ فن ناول نویسی منازل ارتقاء طے کرچکا ہے، مگر آپ کے ناول اب بھی اسی دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں جس سے اُن کے زمانہ تصنیف میں پڑھے جاتے ہیں۔ پھر یہ ناول محض فسانہ نہیں، بلکہ فسانوں میں اسلامی تاریخ اور مسلمان بہادروں کے کارنامے ہیں جنہیں عوام کا تاریخ کے خشک عنوان سے پڑھنا ناگوار سا تھا۔ اس لئے آپ نے انہیں قصہ کی چاشنی سے یوں لذیز تر بنا دیا کہ جب پڑھئے لطف دوبالا

مرحوم ادب عربی سے آگاہ تھے علوم و فنون کی تمام کتابیں پڑھی تھیں، منقولات حدیث و تفسیر و فقہ کے عالم تھے۔ اور اس میں شک نہیں، کہ وہ اگر مذہبی مسند پر متمکن ہوتے تو محفل کو دنگ کر دیتے۔ آخر اُن کے اُستاد حدیث جناب میاں صاحب (سید نذیر حسین محدث دہلوی) انہیں داؤد ظاہری کے لقب سے یاد فرماتے ولیکن، اُنہوں نے تحدیث کو چھوڑ کر یہ رنگ کیوں اختیار کر لیا؟

جب مسلمانوں کے اقبال و دولت کے ساتھ اُن کے خصائص بھی مٹنے لگے خود بے خبر اور اغیار طعنہ زن، تاریخ کے اوراق اُن کی بہادری غریب پروری اور نصفت شعاری کے واقعات سے مزین، مگر سننے والے طرز کہن سے بیزار۔ اب اگر اُنہوں نے

عجمی خم ہے تو کیا مے تو حجازی ہے میری
نغمہ ہندی ہے تو کیا لے تو حجازی ہے میری

کے مطابق ذوق محفل کو ملحوظ رکھتے ہوئے یوں داستان غم بیان کردی، تو یہ بھی توقت کی ضرورت تھی،

تاریخ وسیر پر آپ نے ۴۰ کتابیں لکھیں جن کے مطالعہ سے ہر مذاق برابر کا حظ حاصل کر سکتا ہے

ایک خاص نکتہ نظر سے یہ کتابیں قابل قدر ہیں، یعنی تاریخ اسلام، جویائے حق، خاتم المرسلین، تاریخ خلافت، تاریخ سندھ، صقلیہ میں اسلام، عرب قبل از اسلام، مسیح و مسیحیت، تاریخ یہود، ابوبکر شبلی، ثانی اثنین، ذوالنورین، ابوالحسنین، وغیرہ آخر الذکر ۳ کتابیں اُس مسلم اکاڈیمی کے جلسہ میں پڑھی گئیں، جسے مرحوم نے اپنے اسلامی درد کی وجہ سے قائم کیا، اور اب تک زندہ ہے یہ تینوں کتابیں تحریری لیکچر تھے، جنہیں آپ نے ۳ جلسوں میں پڑھا، راقم نے حرفاً حرفاً اُن کا مطالعہ کیا، خلافت صدیقی، عہد عثمانی اور امامت مرتضیٰ علی کے واقعات اور ان کے نتائج جس ندرت کے ساتھ ان لیکچروں میں تحریر ہیں دوسری کتابوں میں کم ملیں گے، شیعہ حضرات کی آپ پر برہمی منجملہ کتاب سکینہ بنت حسین، اور حسن بن صباح کے ان لیکچروں کی وجہ سے بھی ہے جس پر آپ کے عقائد کی پختگی نے "ادائے ناز پہ اک درِ تازیانہ" کردیا،

آپ کا مرتبہ معاصرین میں ممتاز تھا۔ کہ اُردو کے اخبار و رسالے شرر کے مضامین کو اپنا مایۂ ناز سمجھتے یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی ہی میں آپ کے مضامین کے مجموعے چھپنا شروع ہو گئے، تصانیف کی تعداد بقدر ۸۰ کے ہے (اور اُن کتب کو نظر انداز کر دیا گیا ہے) جو آپ کے ماہانہ رسالہ دلگداز سے مقتبس ہیں،

تاریخ میں تاریخ بغداد، تاریخ اسلام، حروب صلیبیہ، خاتم المرسلین، تاریخ خلافت، تاریخ سندھ (۲ جلدیں) صقلیہ میں اسلام، عرب قبل از اسلام، عصر قدیم، مسیح و مسیحیت، تاریخ یہود، ابوبکر شبلی، فسانۂ قیس، جنید بغدادی، حسن بن صباح، خواجہ معین الدین چشتی، ملکۂ زنوبیہ، سکینہ بنت حسین، شیریں ملکہ عجم، صد پارۂ دل، ثانی اثنین، ذوالنورین، ابوالحسنین، قرۃ العین، مخدرات، سیر علمائے اغانی صاحب، امام ابوالحسن اشعری، ولادت سرور عالم، (رسالہ امام ابن جوزی کا ترجمہ) جویائے حق، (حالات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم) حلیۃ العذرا، اسلام کا قانون الحکم الرفاعیۃ، (معرفت میں) معاشرت، سرسید کی دینی برکتیں، معیار زندگی، ہندوؤں کا اردو سے تعلق، ہندوستان کی موسیقی، سفرنامہ امام شافعی، معتزلہ، ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ

ناول (تاریخی) الفانسو، ایام عرب، بابک خرمی، حسن انجلینا، ملک العزیز ورجنا، منصور موہنا، زوال بغداد، رومۃ الکبریٰ، فتح اندلس مفتوح فاتح (فرانس میں عربوں کے داخل ہونے کی تاریخ کے ساتھ...) شوقین ملکہ (دوسری صلیبی لڑائی) طاہرہ، (ایک پاکدامن عفیفہ کی سرگزشت) علمائے ہند و حجاز و مصر کے اجتہاد کا فرق عزیزہ مصر، فلورا فلورنڈا، فردوس بریں، قیس و لبنیٰ، لعبت چین، مقدس نازنین، ماہ ملک، مینا بازار، نیکی کا پھل، (آخری تصنیف) یوسف و نجمہ کامل،

ناول (خیالی)، دلچسپ (سب سے پہلا ناول) دلکش، آغا صادق کی شاعری، حسن کا ڈاکو دربار حرام پور کے اسرار، بدر النسا کی مصیبت، خوفناک محبت، غیب داں دلہن، ڈاکو کی دلہن،

منظومات | اسیری بابل، زمانہ اور اسلام، شب غم، شب وصل، شہید وفا، میوہ تلخ،



علمائے بریلی

(موجودین)

سید ابوالحسن علی ابن سید عبدالحی ناظم ندوۃ العلما

(عدد مسلسل ۱۸۸) (عدد ۱)

(خود نوشتہ حالات)

"علی نام ابوالحسن کنیت والد کا نام سید عبدالحی (مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء و مصنف تصانیف کثیرہ) راقم کے نانا حضرت شاہ سید ضیاء النبی صاحبؒ تھے جو مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی مرحوم اور دوسرے مشاہیر کے شیخ طریقت اور اپنے زمانہ کے مشہور بزرگ و مرشد تھے راقم الحروف کا تعلق سید احمد صاحبؒ کے خاندان سے ہے۔ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ میں ولادت ہوئی، ۹ برس کی عمر میں والد کا انتقال ہوگیا اور بڑے بھائی مولوی حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب بی ایس سی ایم بی بی ایس ناظم ندوۃ العلماء کی نگرانی

وشفقت میں پرورش پائی، صرف ونحو وادب درسیات کی تعلیم شیخ خلیل بن محمد بن شیخ حسین الیمانی استاد نواب صدیق حسن خاں سے پائی جنہوں نے نہایت شفقت وتوجہ سے تعلیم دی راقم ان کا نہایت ممنون رہے ۱۹۲۹ء کو جب میری عمر ۱۵-۱۶ سال کی تھی فاضل ادب لکھنؤ یونیورسٹی کا امتحان دیا اور درجہ اول میں کامیاب ہوا، دوسرے سال فاضل حدیث کا امتحان پاس کیا لیکن اب اس پر نادم ہے ۱۹۲۹ء سے اس نے دار العلوم ندوۃ العلماء میں دو سال مولانا حیدر حسن خانصاحب شیخ الحدیث دار العلوم ندوہ سے حدیث کی کتابیں اور کتب صحاح تحقیق سے پڑھیں اور شیخ محمد تقی الدین الہلالی سابق ادیب اول دار العلوم ندوۃ العلماء ودحال استاد یونیورسٹی جرمنی سے ادب وانشاء وتفسیر میں استفادہ کیا،

اس کے بعد چند مہینے دار العلوم دیوبند میں مولانا حسین احمد صاحب کی خدمت میں اور لاہور میں مولانا احمد علی صاحب سے درس قرآن میں باقاعدہ شریک رہا اور امتحان میں امتیاز سے کامیاب ہوا،

سنہء یا سنہء میں سید احمد صاحبؒ کے تذکرہ پر ایک مضمون عربی میں لکھا جو پہلے المنار مصر میں پھر ایک مستقل رسالہ کی صورت میں مصر سے شائع ہوا (بنام "ترجمۃ السید الامام احمد بن عرفان" مولف) سنہء میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں معلم کی حیثیت سے تقرر ہوا، اور اس وقت سے تفسیر حدیث وادب کے اسباق پڑھاتا ہے، سنہء میں سید صاحبؒ اور ان کی جماعت خلفاء کی مبسوط تذکرہ التذکرہ کے نام سے تقریباً .. صفحہ لکھا،

(مرحومین)

سید عبدالحی (ناظم مدرسہ ندوۃ العلماء لکھنؤ)

بن فخر الدین بن عبد العلی بن علی محمد بن اکبر شاہ بن محمد شاہ تا بہ آخر (سادات حسنی و حسینی) عدد مسلسل ۱۸۹) متوفی ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ ۲ فروری ۱۹۲۳ء (عدد ۲)

آپ کے اجداد میں ایک بزرگ سید قاضی احمد تھے۔ اور ان کا تکیہ خاندان نصیر آباد میں اقامت گزیں تھا کہ کسی معاملہ میں ایک فریق سے اختلاف ہو گیا۔ قاضی احمد مرحوم نے دوران مخاصمت میں کہیں یہ کہہ دیا کہ "یہی خدا رسول کا حکم ہے" اس جملہ پر فریق ثانی بہت برہم ہوا اور جواب میں یہاں تک کہہ ڈالا "کہ میں خدا اور رسول کا حکم کوئی چیز نہیں سمجھتا" اور اس فتنہ نمایائے تقلید میں یہ جملہ معمولی سا تھا مگر قاضی صاحب اس کے تحمل سے قاصر تھے۔ نصیر آباد سے ترک اقامت فرما کر رائے بریلی میں سکونت پذیر ہو گئے اور اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی صاحب ترجمہ (مولانا السید عبد الحی مرحوم) ہیں۔

آپ کا مولد رائے بریلی تاریخ ولادت ۱۸ رمضان ۱۲۸۶ھ ہے۔ اور ان حضرات سے استفادہ کیا یعنی رائے بریلی میں رہ کر فارسی منشی محمد علی طبیق سے۔ ابتدائی عربی شاہ عبد السلام سے، مبادی صرف و نحو شاہ ضیاء النبی سے، اور رائے بریلی میں اپنے پھوپھا مولوی سید سعید الدین صاحب کی توجہ سے مڈل تک انگریزی بھی پڑھی پھر اب الہ آباد وارد ہوئے اور مولانا محمد حسین صاحب سے استفادہ کیا۔ فتح پور ہسوہ

رہ گئے تو مولانا نور محمد سے پڑھی یہاں سے کچھ مدت بھوپال قیام رہا یہ زمانہ نواب صدیق حسن خانصاحب کی علم پروری کا تھا یعنی ۱۲۹۲ھ مگر اس عہد قیام میں پڑھنے کا اتفاق نہ ہوا۔ بلکہ اس کے بعد دوبارہ تشریف فرمائے بھوپال ہوئے جیسا کہ آگے ذکر آتا ہے۔

لکھنؤ تشریف لے آئے اور یہاں ان حضرات کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے، یعنی مولانا سید امیر علی صاحب (ملیح آبادی) مولوی الطاف حسین صاحب نائب اخوند مولانا فضل اللہ صاحب اور مولانا محمد نعیم اللہ صاحب فرنگی محلی سے کتب درسیہ پڑھیں۔ اب (دوبارہ) بھوپال رونق فرما ہوئے۔ مگر اس زمانہ میں نواب صدیق حسن خانصاحب طعمہ اجل ہو چکے تھے یعنی ۱۳۰۹ھ میں مگر بساط علم ہنوز قائم تھی۔ اس سفر میں ان حضرات سے پڑھا۔ یعنی بقیہ درسیات قاضی عبدالحق سے، ریاضی مولانا سید احمد دیوبندی سے۔ ادب شیخ محمد عرب اور حدیث حسین بن محسن عرب یمنی سے اسی طرح لکھنؤ آکر طب کی تکمیل فرمائی۔ اور اس وقت کے مشہور اساتذہ سے یہ فن حاصل کیا۔ الغرض تکمیل تام کے بعد ۱۳۱۲ھ میں واپس وطن (رائے بریلی) تشریف فرما ہوئے۔ لیکن حصول نسبت کے لئے گنگوہ پانی پت اور دہلی آئے۔ مولانا رشید احمد مرحوم و قاری عبدالرحمان علیہ الرحمۃ اور سید نذیر حسین صاحب (شیخ الکل) مغفور سے علیحدہ علیحدہ اجازہ حدیث و اوراد و اعمال حاصل کیا

تکمیل کے بعد؟

ف۱ یہ بزرگ اہلحدیث عقیدے پر تھے۔ اور علمائے اسلام سے ان کے حالات رسالہ "صبح سعادت" لاہور میں میری نظر سے گزرے۔ مگر سہو و تغفل کی وجہ سے نقل نہ کر سکا (مؤلف)

مختلف اصلاحات قومی و وطنی کے بعد ماہ شوال ۱۳۱۳ھ میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کی نظامت ہاتھ میں لی۔ اولاً ایک سال بلا طلب معاوضہ خدمت کی، مگر اسباب دنیوی کے فقدان کی وجہ سے معمولی مشاہرہ کے بغیر مفر نہ تھا۔ اسی طرح ۱۳۱۴ھ تا ۱۳۲۳ھ یعنی ۹ سال تک خدمت کی۔ مگر مشاہرہ کی قلت اور اور مصارف خانگی کی زیادتی کی وجہ سے آخر معاش کی وسعت ضروری تھی۔ اور ندوہ جو ہمیشہ مسلمانان ہند کی بے توجہی کا شکار رہا (اور اب تک) اس کے تحمل سے قاصر تھا۔ آخر ۱۳۲۳ھ میں آپ نے نظامت سے مستعفی ہو کر لکھنؤ ہی میں مطب جاری کیا۔ جس سے متعلقین کی کفالت میں ذرا سہولت ہو گئی، مگر ندوہ سے اب بھی تعلق خدمت قائم رہا یعنی اس زمانہ میں اس نظامت کو ۳ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

(۱) صیغۂ تعلیمات، اس پر مولانا شبلی مرحوم کا تقرر عمل میں آیا (۲) صیغۂ مال اس کے منصرم منشی محمد احتشام علی صاحب ہوئے (۳) اہتمام اور اس کی ذمہ داری مولانا عبد الحی (صاحب ترجمہ) کو تفویض ہوئی، مگر یہ بلا طلب معاوضہ تھی۔ الغرض اسی طرح کئی سال تک آپ نے ندوۃ العلماء کی خدمت میں عمر عزیز صرف فرما دی۔

اولاد میں دو صاحبزادہ گرامی (۱) سید عبد العلی حال ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور خلف اصغر سید ابو الحسن علی صاحب ثانی الذکر کے سوانح (خود نوشتہ) اس کتاب میں زیب دہ اوراق ہیں۔ اور اول الذکر بھی جو بعد میں حاصل ہوئے
آپ کو شاعری میں بھی شغف حاصل تھا کلام مختصر پذیر ہے۔

اردو

کشتۂ خنجر ادا ہیں ہم — ہدف ناوک قضا ہیں ہم
دل دیا پھر انہیں حسینوں کو — آپ اپنے لیے بلا ہیں ہم
سانس رکتی ہے دل دھڑکتا ہے — آج کس غم میں مبتلا ہیں ہم
آج تک ہم پہ کچھ نہ عقدہ کھلا — یعنی کس مرض کی دوا ہیں ہم
ہم تو آزاد رند میکش ہیں — کون کہتا ہے پارسا ہیں ہم"

دیگر

"دل مچلتا ہے ہم تو جائیں گے — کوئے جاناں کی خاک اڑائیں گے
کہہ کے افسانۂ دل پر غم — روئیں گے اُن کو بھی رلائیں گے
اُس کے کوچہ میں ہو گزر اپنا — ایسی قسمت کہاں سے لائیں گے
گرچہ ہے نالہ نارسا لیکن — آج اِک زور پھر لگائیں گے
لالہ رویوں کو دیکھ کے دل آزاد — داغ پر داغ ہم بھی کھائیں گے"

فارسی کا کلام بچپن کا ملتا ہے۔ تیرہ برس کے سن میں ایک مثنوی سوز دل لکھی تھی اس کے دو تین شعر یہ ہیں

"بسان چشم تو رنجور ہستم — ز صبر و تاب و طاقت دور ہستم
تن ویران ما آباد فرما — دل محزون ما را شاد فرما
خلاصی بخشش از مہجوری خود — سبک سازم ز غم از دوری خود
کہ درد عشق را درمان ہستی — تن پژمردۂ ما را جان ہستی"

ایک نعتیہ قصیدہ سے چند بیت ؎

خیر البریۃ راسہم و رئیسہم — ابن الکرام اخو الندیٰ السؤدد
رحب الذراع حنیف مجد سابغ — خذن الصلاح شقیق عز سرمد
نور الہدیٰ غوث الوریٰ غیث الندے — غرض المنی متمسک المستنجد
کہف الارامل عون قلب خائف — مولے البریۃ ملجاء المسترفد
المصطفی المختار من تمت بہ — نعم الملیک الواحد المتوحد
اوفی البریۃ ذمۃ و امانۃ — بصداقۃ و ثاقۃ و تودد
ذاک المتوج بالامانۃ و التقی — زانت کرامۃ مقام السودد

تصنیفات

(۱) "جنۃ المشرق و مطلع النور المشرق" یہ کتاب عربی میں ہے اور تین فنوں پر مشتمل ہے فن اول جغرافیہ ہند میں. فن ثانی تاریخ میں. فن ثالث خطط و آثار میں جغرافیہ کے حصہ میں قدیم و جدید تاریخی و مذہبی و تمدنی حیثیت سے ہندوستان پر نظر ڈالی گئی ہے اور ہر حیثیت سے یہ حصہ مالا مال ہے جتنی معلومات اس میں فراہم کی گئی ہیں وہ کہیں یکجا نہیں مل سکتی ہیں. تاریخ کے حصہ میں مسلمانوں کے عہد کی تاریخ مجتہدانہ انداز سے لکھی گئی ہے. ہندوستان کا کوئی اسلامی حکمران خاندان ایسا نہیں جو اس میں نہ ذکر کیا گیا ہو. اکثر تاریخی اغلاط جو شائع و ذائع ہو چکے ہیں اُن کی تصحیح کی گئی ہے. حصہ ثالث بالکل نئی چیز ہے. شاہان اسلام کے عہد میں ہندوستان میں جو جو ترقیاں ہوئی ہیں وہ سب اس میں بیان کی گئی ہیں مسلمانوں کے عہد کا تمدن و طرز معاشرت شاہان اسلام کے ہر ہر عہد کے رسوم اور معاشرت کی تبدیلیاں اُن کے محاصل و خراج و طریق حکمرانی وغیرہ

سب پر غایت استقصا کے ساتھ بحث کی گئی ہیں۔ بہت سے امور خیر مثلاً باغات واتھار و مدارس وجو ت وغیرہ جن پر اب تک پردہ پڑا ہوا تھا وہ بالتفصیل بیان کیئے گئے ہیں۔ جتنی معلومات اس باب میں یکجا مل سکتی ہیں وہ تاریخ کے متوسط درجہ کے کتب خانوں کی ورق گردانی سے نہیں مل سکتیں، یہ کتاب دار المصنفین اعظم گڑھ کے ذریعہ سے طبع ہو رہی ہے۔

(۲) "معارف العوارف فی انواع العلوم والمعارف" ۔ ۔ ۔ ۔
میں ہے اور اس لحاظ سے کہ اسے ہندوستان کے ساتھ تعلق ہے اپنے موضوع پر پہلی ہے علوم و معارف کی تاریخ پر کتاب الفہرست یا کشف الظنون کی ایسی اور کتابیں موجود ہیں۔ مگر ہندوستان میں مسلمانوں کے عصر میں علوم و فنون میں جو ترقیاں ہوئی ہیں وہ اب تک منضبط نہیں ہوئی تھیں۔ اس میں ایک مقدمہ ہے جس میں نصاب تعلیم کی تاریخ اور وقتاً فوقتاً اس میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں وہ سب بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد فنون ادبیہ نحو صرف اشتقاق لغۃ، بلاغۃ، عروض و قافیہ، انشاء، شعر، تاریخ، جغرافیہ، فقہ، اصول فقہ، حدیث، تفسیر، تصوف، کلام، مناظرہ، منطق، طبیعات، الٰہیات، ریاضی، طب وغیرہ علوم کی تاریخ اور ہندوستان میں اس علوم میں جو جو ترقیاں ہوئی ہیں اور جو جو تصنیفات کی گئی ہیں اور جن علما کے ہاتھوں یہ ترقیاں عمل میں آئی ہیں وہ سب بیان کی گئی ہیں۔

(۳) "نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر"۔ یہ کتاب بھی عربی میں ہے۔ اس کتاب میں پہلی صدی ہجری سے لے کر جب صحابہ کے بابرکت قدم ساحل ہند پر آئے چودھویں صدی تک کے ہندوستانی مسلمان مشاہیر کے حالات ہیں۔

"اس کتاب کی حسب ذیل جلدیں ہیں"

(۱) جلد اول۔ طبقہ اولیٰ اُن لوگوں کے بیان میں جو ہندوستان میں قرن اول میں آئے، طبقہ ثانیہ اُن لوگوں کے ذکر میں جو قرن ثانی میں آئے۔ طبقہ ثالثہ دبقیہ طبقات ثالث سے قرن سابع تک کے مشاہیر کے حالات ہیں"

(۲) "جلد ثانی در ذکر اعیان قرن ثامن (۳) جلد ثالث در ذکر اعیان قرن عاشر (۴) جلد رابع در ذکر اعیان قرن حادی عشر (۵) جلد خامس در ذکر اعیان قرن ثانی عشر (۶) جلد سادس در ذکر اعیان قرن ثالث عشر (۷) جلد سابع در ذکر اعیان قرن حاضر"

(۴) "تلخیص الاخبار" یہ کتاب آخر عمر کی تصانیف میں سے ہے اس کتاب میں احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمع کی ہیں حدیث کی کتابیں اور بھی ہیں مگر اُن میں یہ مجموعہ خاص وقعت رکھتا ہے۔ اس میں خاص کر وہ حدیثیں جمع کی گئی ہیں جن کا تعلق تہذیب اخلاق تزکیۂ باطن تدبیر منزل سیاست مدن وحسن معاشرت سے ہے۔ انسان کی مادی ترقی کے ساتھ ساتھ نئے نئے خیالات اور نئے نئے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس عصر میں جو مشکلات ایک مسلمان کو پیش آسکتی ہیں ان کا حل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال سے یہ کتاب کر سکتی ہے"

(۵) "منتہی الافکار فی شرح تلخیص الاخبار" یہ تلخیص الاخبار کی عربی میں شرح ہے

(۶) "تذکرۃ الابرار" یہ کتاب فارسی میں ہے اس میں مصنف مرحوم کے خاندان قطبیہ حسنیہ کے مشائخ و علما و مشاہیر کے تذکرے ہیں"

(۷) "یاد ایام" یہ کتاب اُردو میں مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی صدر الصدور

امور مذہبی حیدر آباد دکن کی فرمائش سے گجرات کے حالات میں لکھی تھی اور یہ کتاب ایجوکیشنل کانفرنس کی جانب سے شائع ہو چکی ہے۔ اس میں گجرات کی سیاسی تمدنی علمی تاریخ علماء و مشائخ و امراء کے حالات سلاطین اسلام کے کارنامے ان کی علم دوستی رعایا پروری اور ان کے ذریعہ سے ملک میں جو تمدنی و صنعتی ترقیاں ہوئی ہیں، وہ بیان کی گئی ہیں۔ اور اُس زمانہ کے تمدن طرز معاشرت اور مصنوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مصنف مرحوم کا ارادہ تھا کہ اسی طرز کی کتابیں ہندوستان کے اور صوبوں کے متعلق بھی لکھتے۔ چنانچہ "پورب" کے حالات میں ایسی ہی ایک کتاب لکھنی شروع کی تھی مگر چند صفحے لکھے تھے کہ پھر نوبت نہ آئی اور افسوس کہ یہ سلسلہ جس کا مواد مصنف مرحوم کے دماغ میں محفوظ تھا اور صرف قلمبند کرنا باقی تھا نا تمام رہ گیا۔ اگر یہ سلسلہ مکمل ہو جاتا تو اسلامی ہند کی تاریخوں میں سب سے بلند مرتبہ پر شمار کیا جاتا۔"

(۷) کتاب الغناء "یہ کتاب مبحث غناء پر عربی میں لکھی تھی یہ کتاب آخر عمر کی تصانیف میں سے ہے اور اپنے مبحث پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے مکمل ہے۔"

(۸) قرابادین "اس میں اپنے خاندانی نسخے جن کا خود بارہا تجربہ کر چکے تھے جمع کیے گئے ہیں یہ کتاب اس عاجز بے مایہ (سید عبدالعلی صاحب) کے لیے لکھی تھی، ان نسخوں کی قدر وہی لوگ جان سکتے ہیں، جنہیں ممدوح کی خدمت میں علاج کے لیے حاضر ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔"

(۹) "تحفۃ الاحباب" یہ کتاب اس سفر کی یادگار ہے جو ممدوح نے ۱۳۱۰ھ

میں علما و مشائخ سے مستفید ہونے کے لئے گیا تھا۔ اس کتاب سے اس اخلاقی و مذہبی زوال کا پتہ چلتا ہے جو اس تھوڑے عرصہ میں مسلمانانِ ہند کے اندر پیدا ہو گیا ہے"

(۱۰) "طبیب العائلہ" "یہ کتاب اُردو میں ہے عورتوں اور بچوں کی روزمرہ کی بیماریوں حفظانِ صحت کے طریقے اور ہیضہ طاعون جیسے مہلک اور تیز امراض کے علاج بیان کئے ہیں اس لئے یہ کتاب عملی حیثیت سے نہایت بیش بہا ہے اور اس طرز پر لکھی گئی ہے کہ معمولی پڑھے لکھے بھی بلا کسی خطرے کے اس سے نفع اُٹھاتے ہیں۔ اس کتاب میں وہی باتیں بیان کی گئی ہیں جو بار بار کی آزمائش سے صحیح ثابت ہو چکی ہیں۔ یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے۔"

(۱۱) "شرح سبعہ معلقہ" "یہ کتاب مصنف مرحوم نے عربی میں ایک شاگرد کی استدعا پر لکھی تھی مگر ناتمام رہ گئی۔"

(۱۲) "ریحانۃ الادب و شمامۃ الطرب" "یہ کتاب ممدوح نے ادب کے طلباء کے لئے لکھی تھی اس کے کئی حصوں میں سے بعض مکمل ہو چکے ہیں اور بعض ناتمام ہیں اس کتاب سے عربی ادب میں مصنف کا پایہ معلوم ہوتا ہے اس سلسلہ کے ذریعہ سے صرف و نحو کی تعلیم جدید استقرائی اصول سے دی جا سکتی ہے اور ادب عربی کی اتنی لیاقت پیدا ہو سکتی ہے کہ طالب علم بلا تکلف تقریر و تحریر پر قادر ہو سکتا ہے"

(۱۳) "اصلاح" "مسلمانوں کی اخلاقی حالت زار، نااتفاقیاں، خاندانی منافقات اعزہ و ہمسایوں اور عام مسلمانوں کے حقوق پر"

(۱۴) "تعلیم الاسلام" "یہ کتاب سلیس و آسان اُردو زبان میں لکھی گئی ہے اس میں ضروری ضروری مسائل جن کی ہر شخص کو ضرورت پڑتی ہے لکھے ہیں۔"

(۱۵) "نور الایمان" یہ اردو رسالہ بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے لکھا تھا۔
اس کتاب میں عقائد اسلام بیان کرنے کے بعد رسول اللہ صلعم کا حلیہ شریف
اور اخلاق و عادات بیان کئے ہیں"

(۱۶) "رسالہ در بیان سلاسل خانوادہ نقشبندیہ" یہ رسالہ میری نظر سے
نہیں گزرا۔ میرے ماموں مولوی سید ابوالقاسم صاحب مرحوم نے برکات
احمدیہ میں اس کو ذکر ان الفاظ میں کیا ہے" در بیان سلاسل خانوادہ نقشبندیہ
رسالہ ایست از برادر عزیز اللہ در سلالۃ الاکابر و خلاصہ ارباب المفاخر السید
عبد الحی رزقہ اللہ حظا وافرا من العلم والعمل و بارک لہ فیما اعطاہ و جمع ما فی الباب
کہ جمیع سلاسل ایں خاندان درآں جمع نمودہ گویا کہ دُررِ منثور را در سلک نظم
آوردہ و یا بحر زخار در کوزہ بند ساختہ دیدنی است و قابل ہزار تحسین و آفرین"

(۱۷) "تعلیقات علیٰ سنن ابی داؤد" یہ کتاب عربی میں ہے مگر ناتمام ہے"

(۱۸) "القانون فی انتفاع المرتہن بالمرہون" یہ رسالہ بھی عربی میں ہے
اور آخر عمر کی تصنیفات سے ہے"

(۱۹) "گل رعنا" مقدمہ میں اردو زبان کی تاریخ نہایت تحقیق سے لکھی ہے اس کے
بعد اردو شاعری کو مختلف دوروں میں تقسیم کرکے ہر دور کے باکمال شعرا کے حالات
لکھے ہیں جن سے اس زمانہ کی چلتی جاگتی تصویریں آنکھوں کے سامنے پھر جاتی
ہیں اس کے بعد ان کے کلام کا انتخاب دے دیا ہے مورخانہ تحقیق اور نقد سخن
دونوں حیثیتوں سے یہ کتاب اس فن کی بہترین تصنیف کہی جا سکتی ہے"

(ان میں سے کتب ذیل طبع ہو چکی ہیں یعنی (۱) تاریخ گجرات بنام یاد ایام (۲) گل رعنا (۳) تعلیم الاسلام
(۴) اصلاح - منقول از ترجمہ مصنف نوشتہ سید عبد العلی صاحب)

ڈاکٹر سید عبد العلی ناظم ندوۃ العلما لکھنؤ

از قلم سید ابو الحسن علی صاحب برادر خورد جناب ممدوح

(عدد مسلسل ۱۶۰) (عدد ۳)

مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبد العلی صاحب بی۔ ایس سی۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ناظم ندوۃ العلما مولانا سید عبد الحی کے بڑے صاحبزادے ہیں ۱۳۱۱ھ میں ولادت ہوئی، ددھیال (رائے بریلی) اور زیادہ تر ننھیال (ہسوہ فتحپور) میں خاندان کے بزرگوں کی تربیت میں رہے، جد محترم مولوی حکیم سید فخر الدین کی (جو اردو وفارسی کے زبردست انشا پرداز، بلند پایہ ادیب، اور شاعر ونساخ تھے)، نگرانی میں اردو فارسی اور خط کی پختہ مکتبی تعلیم حاصل کی اور اپنی خاندانی خصوصیتیں (اردو فارسی کی لیاقت اور خوشخطی) کم عمری ہی میں پیدا کرلیں، والد مرحوم خطوط کے ذریعہ سے تعلیم وتربیت کی ہدایتیں فرماتے رہتے تھے یہ خطوط ابھی محفوظ ہیں اور ان میں سے چند مہیش پرشاد صاحب مولوی فاضل ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ بنارس یونیورسٹی نے خطوط مشاہیر اردو میں شائع کردیئے ہیں بچپن ہی سے شائستگی ومتانت وسلامت فہم اور حسن انتظام نمایاں تھا، صرف ونحو پڑھنے کے بعد والد نے لکھنؤ بلا لیا، لکھنؤ آکر درسیات دار العلوم ندوۃ العلما کے اساتذہ سے تمام کیں مولانا شبلی صاحب مولانا سید علی صاحب زینبی، مولانا عبد الکریم سے منقولات، مولانا سلطان محمد صاحب کابلی سے ہیئت اور مولانا شیر علی صاحب سے ہندسہ اور کچھ کتابیں والد مرحوم

پڑھیں اور طب شروع کی شیخ حسین صاحب عرب سے حدیث کی اجازت لی، ۱۳۲۰ھ میں دارالعلوم دیوبند گئے اور دورۂ حدیث میں شریک ہوکر مولانا محمود حسن شیخ الہند سے ترمذی و بخاری اور مولانا انور شاہ صاحبؒ سے ابوداؤد و مسلم اور کچھ سبق حافظ احمد صاحب سے پڑھے دارالعلوم کا آخری امتحان دیا اور کامیاب ہوئے، لکھنؤ واپس آکر کرسچین کالج میں جماعت نہم میں داخل ہوئے، لوگوں کو حیرت تھی کہ مولوی عبدالعلی صاحب نے انگریزی کب اور کہاں پڑھی؟ ۱۹۱۵ء میں یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان سکنڈ ڈویژن میں پاس کیا، میٹرک میں آپ نے وہ مضامین لئے جو عربی خواں طلبہ کے لئے نسبتاً نامانوس ہوتے ہیں عربی میں آپ کو سہولت تھی مگر آپ نے سائنس لی، جو نیا مضمون تھا، قابل ذکر بات یہ ہے کہ کالج کی اور دارالعلوم دیوبند کی زندگی میں کوئی فرق نہ تھا، لباس وضع اور معمولات میں قطعاً کوئی تغیر پیدا نہیں ہونے پایا، وہی دہلی کا سلیم شاہی جوتہ، گاڑھے کا لباس اور کرتہ، اس وضعداری اور کیرکٹر کی وجہ سے کالج کے اساتذہ بہت احترام کرتے تھے، میٹرک کے بعد ایف، ایس، سی، بی سکنڈ ڈویژن میں پاس کیا اور کیننگ کالج میں داخل ہوکر ۱۹۱۹ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے امتیاز کے ساتھ بی۔ ایس سی پاس کی، کالج میں آپ اول اور یونیورسٹی میں آپ دوم رہے اور دو تمغے حاصل کئے کالج کی اس ناموافق فضا اور مخالف ماحول میں بھی آپ وہی رہے جو دارالعلوم دیوبند و ندوہ میں تھے، آپ کے اساتذہ آپ کا احترام کرتے اور ڈاکٹر کیمرن سابق وائس چانسلر لکھنؤ یونیورسٹی آپ کے مداح رہتے تھے، ۱۹۱۹ء و

۱۹۲۰ء کے درمیان آپ دہلی گئے اور مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے مطب میں چھ مہینے شریک ہوئے حکیم صاحب مریض کو دیکھنے جاتے تو آپ کو ساتھ لے جاتے، دہلی سے واپس آکر اسی سال لکھنؤ میڈیکل کالج میں داخل ہوئے اور پانچ سال مکمل تعلیم حاصل کرکے ۱۹۲۵ء میں ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کی ڈگری لی اور اپنے قدیم محلہ بازار جھاؤ لال میں مطب شروع کیا، آپ کا مطب قدیم و جدید کا جامع ہے ۱۹۲۶ء میں آپ نے مولانا خلیل عرب صاحب کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا، ابن سعود نے خاص طور پر ملاقات کی، اور دیر تک گفتگو کی

والد مرحوم کے انتقال کے بعد سے آپ ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے رکن رہے، تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نائب ناظم منتخب ہوئے اور کئی سال تک نواب علی حسن خاں مرحوم کا ہاتھ بٹاتے رہے، ۱۹۳۰ء کے قریب جناب نواب صاحب مرحوم نے استعفا دیا تو آپ بالاتفاق ناظم منتخب ہوئے، آپ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ پر ارکان ندوۃ العلماء کی مختلف الخیال جماعتوں کو اعتماد ہے اور آپ کو ان کا تعاون حاصل ہے،

زندگی کا یہ ایک مختصر خاکہ اور چند ضروری سنین ہیں، مگر سب سے اہم آپ کی یہ خصوصیتیں ہیں جن کی وجہ سے آپ "نوادر روزگار" میں شمار ہونے کے قابل ہیں۔

(۱) پہلی اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ جامع صفات [illegible] کئی حیثیتوں سے "مجمع البحرین" ہیں آپ علوم قدیمہ و علوم عصریہ کے جامع اور طب قدیم و طب جدید کے جامع [illegible]

البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان" میرے دوست مولوی
عبد السلام صاحب قدوائی نے ندوہ کے "مقاصد و طریق کار" میں صحیح
لکھا ہے کہ "ڈاکٹر صاحب ندوہ کے تخیل کی عملی تصویر ہیں" بہر صورت یہی
نہیں کہ آپ کو ان اصناف علوم میں صرف دخل ہے بلکہ آپ نے دونوں
کی اعلیٰ تعلیم مکمل و باضابطہ طریقہ پر حاصل کی، قدیم علوم میں ملک کے نامور
اساتذہ سے درسیات کی تکمیل کی، اور ایک عالم اپنے قدیم علوم کی جو زیادہ
سے زیادہ تعلیم حاصل کر سکتا ہے آپ نے حاصل کی دوسری طرف جدید علوم میں معتبر
و مشہور درسگاہوں میں باضابطہ تعلیم حاصل کی اور اعلیٰ ڈگریاں لیں۔ آپ
کی ایک تعلیمی خصوصیت یہ ہے کہ اپنے مکتب سے لے کر ندوہ و دیوبند اور
کالج و یونیورسٹی تک جو کچھ پڑھا نہایت اتقان کے ساتھ پڑھا، اس زمانہ
کی تعلیم اور ہر کام میں خامی، مختصر گری، اور عجلت کے جو عیوب ہیں ان سے
آپ محفوظ رہے

(۲) دوسری بے نظیر خصوصیت آپ کی استقامت اور وضعداری ہے
جس میں آپ نہ صرف انگریزی خواں مسلمان طلبہ کے لئے بلکہ مدارس
دینیہ کے عربی خواں طلبہ کے لئے بھی مثال و نمونہ ہیں ۱۰ برس کالج و
یونیورسٹی کی غیر اسلامی فرنگی اور یورپی فضا میں رہ کر بھی آپ میں
مطلق تغیر نہیں ہوا اور آپ کے لباس، وضع، سیرت، اخلاق و عادات
افکار و خیالات اور معمولات پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ مولانا عبد الماجد صاحب
مدیر صدق نے [illegible] علوم ندوۃ [illegible] کے

جلسہ میں آپ نے خطبہ استقبالیہ میں خوب کہا کہ " لوگ کہتے ہیں کہ انگریزی پڑھ کر عقائد میں تنزلزل کسی درجہ میں تو بہرحال آجاتا ہے اور باطن نہ سہی ظاہر تو سلامت رہنے ہی نہیں پاتا اس خیال کی واضح عملی تردید اگر مقصود اور اس باب میں شرح صدر اگر مطلوب ہو تو کوئی آکر یہاں اس مولوی صورت اور صوفی سیرت آپ کی زیارت کرے جس نے چار سال تک انگریزی کالج میں تعلیم پاکر بی۔ ایس۔ سی کی ڈگری لی سائنس کے بعض مضامین میں ساری یونیورسٹی میں امتیاز حاصل کیا، پھر متصل پانچ سال تک ساجو جی خشک بدر سائنس لے لے کر ایم، بی، بی، ایس کی سند حاصل کی اور آج اتنے بڑے ادارہ کی ذمہ داری اپنے سر لئے ہوئے ہے"

(۳) میرے نزدیک آپ کی ایک بڑی خصوصیت اور قابل رشک صفت یہ ہے کہ اپنے والد مرحوم کی اتنی تابعداری اور خدمت کی جتنی ایک تابعدار ملازم سے بھی ممکن نہیں!

اکثر ایسا ہوا ہے کہ آپ گرمی میں میڈیکل کالج سے (جو مکان سے بہت فاصلہ پر ہے) پیدل چل کر آئے ہیں اور اسی وقت معلوم ہوا ہے کہ چٹنی کے لئے پودینہ نہیں ہے تب آپ اسی وقت بازار گئے اور ڈھونڈھ کر لائے میں نے یہ واقعہ متعدد اشخاص سے سنا ہے کہ آپ میٹرک کا امتحان دے رہے تھے والد مرحوم کو خیال نہیں رہا اور آپ کو ایک معمولی ضرورت سے لکھنؤ کے باہر بھیجنا چاہا آپ فوراً تیار ہوگئے بعد میں والد کو خیال آیا تو منع کر دیا، والد مرحوم ہمیشہ آپ سے بہت خوش رہے اور دعا فرماتے رہے

لہ وفی انفسکم افلا تبصرون (الذریٰت)

میں سمجھتا ہوں کہ سب اسی کی برکت ہے"۔ نزہۃ الخواطر کی آٹھویں جلد میں والد مرحوم نے آپ کا تذکرہ لکھا ہے اور آخر میں یہ دعائیہ کلمات لکھے ہیں"

"فتح اللہ سبحانہ علیہ ابواب معارفہ وجعلہ من العلماء العاملین و رفع شانہ وبارک فیہ وجعلہ لی قرۃ عین بحولہ وطولہ ارجو اللہ تعالیٰ ان ینفعہ وینفع بہ ویجعلہ من عبادہ الصالحین ومن العلماء الناشرین للدین القویم"

سید ابوالخیر حسنی

نوشتہ سید ابوالحسن علی صاحب بریلوی

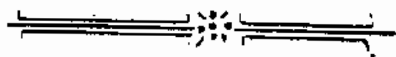
(عدد مسلسل ۱۹) سلسلۂ بریلی (عدد ۳)

سید عبداللہ صاحب کے بیٹے اور حضرت سید شاہ ضیاء النبیؒ کے جو اپنے وقت کے جنید و بایزید تھے اور مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی، مولانا کی صاحب والدہ مولانا ابوبکر محمد شیث صاحب فاروقی کے شیخ تھے) پوتے ہیں سنہ ۱۹۰۷ء میں ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے اور اپنی بے انتہا ذکاوت سے جلد امتیاز پیدا کر لیا، ایک مرتبہ جب آپ ابتدائی درجہ ہی میں پڑھتے تھے، ندوہ کے ایک جلسہ میں عربی میں برجستہ تقریر کی جس پر نواب ذوالقدر صاحب بہادر نے سو روپیہ پیش کیے، جو ندوہ کو دیدیے گئے

چند سال آپ علیحدہ مختلف اساتذہ سے پڑھتے رہے، شروع سے شعر وسخن کا ذوق تھا، لکھنؤ کے خاص اساتذہ فن سے اس شوق کی تکمیل کی اور خاص طور پر مرزا ثاقب قزلباش سے مشق سخن کرتے رہے اور جلد اچھے شعر کہنے لگے، اُردو کے آپ خوشگوار شاعر اور صاحب اسلوب ادیب ہیں، نثر پر آپ کو بڑی قدرت حاصل ہے اور لکھنؤ کے محاورات اور روزمرہ میں آپ فرد ہیں، ادب عربی میں بھی آپ کو اچھی دستگاہ ہے اور لغت و فنون ادب پر بڑا عبور ہے، سب سے بڑا امتیاز آپ کا یہ ہے کہ آپ نے سینکڑوں حدیثیں مع سند کے یاد کیں اور پورا موطا امام مالک اور صحیح مسلم کا ایک حصہ حفظ کر لیا، چنانچہ آپ کسی مسئلہ پر مسلسل احادیث مع اسناد سناتے ہیں

ایک کتاب "نوادر" بڑی محنت و قابلیت سے لکھی ہے جو تاریخ و ادب کا گنج گرانمایہ ہے، ۱۹۲۸ء میں حج ادا کیا مدرسہ فخریہ کے ناظر شیخ محمد اسحاق نے سند تعلیم دی، جس کے الفاظ یہ ہیں :۔

"ان مدرستنا الفخرية العثمانية لتفتخر بما حظيت من توجهات حضرت الفاضل الشيخ المولوي ابي الخير الكهنوي فانه في غضون المدة التي قد قضاها بمكة المكرمة كان يغشاها ويفيد طلابها في فني الحديث والتفسير فالمدرسة تحفظ لهذا المكرمة شاكرة حسن عنايته وكمال خلقه ورعايته وتدعوه سبحانه وتعالى ان يكثر من امثاله وينجحه في اعماله انه سميع قريب"



خلیل بن محمد عرب سابق پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی

نوشتہ سید ابوالحسن علی صاحب بریلوی

(عدد مسلسل ۱۶۲) (سلسلۂ لکھنؤ (عدد ۴)

مولانا محمد عرب صاحب سابق ادیب دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بیٹے اور امام عصر شیخ الاسلام حسین بن محسن انصاری یمانی کے نامور پوتے ہیں، بھوپال میں ولادت ہوئی، والد سے تعلیم شروع کی دادا نے احمد بن حنبل زماں قاضی محمد صاحب مچھلی شہری کے سپرد کیا، قران مجید حفظ کرنے کے بعد حدیث کی تعلیم شروع کی، لکھنؤ آکر مولانا سید امیر علی صاحب سابق مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء سے حدیث کی کتابیں اور والد سے ادب کی کتابیں پڑھیں اور تھوڑے ہی دنوں میں اپنی ذہانت علمی، ذکاوت طبع اور خصوصیات موروثی سے ملکۂ تام پیدا کرلیا، اور تدریس و تعلیم کے اہل ہوگئے، عرصہ تک مدرسہ عالیہ کلکتہ اور ڈھاکہ میں پڑھاتے رہے، اور جہاں رہے علمی و دینی فائدہ پہنچاتے رہے ۱۹۲۳ء یا ۱۹۲۴ء میں آپ لکھنؤ یونیورسٹی میں عربی کے لکچرر ہوئے اور دس برس سے زیادہ نہایت نیکنامی عزت اور فیض رسانی کے ساتھ اس عہدہ پر رہ کر صحت کی خرابی کی وجہ سے استعفا دیا،

آپ کی ذات اخلاص کا مجسمہ، اخلاق کا نمونہ، اشعار عرب کا دیوان، محاورات و نوادر و امثال کا منبع، آپ کا دولت خانہ طلبائے عربی کا مدرسہ اور اقامت گاہ دونوں کا کام دیتا تھا، مگر افسوس کہ چند سال سے آپ صحت کی خرابی کی وجہ سے اور بعض اسباب کی بنا پر یونیورسٹی سے علیحدہ ہوگئے ہیں اور اب گوشہ نشین ہیں،

علمائے مراد آباد

(موجودین)

حافظ عزیز الدین

(عدد مسلسل ۹۳)　　　　(عدد ۱)

خود نوشتہ

"مراد آباد میں خالص جماعت اہلحدیث کا مرکز رہ چکا ہے ڈپٹی امداد العلی صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر مراد آباد کی سرپرستی میں بڑے بڑے مشاہیر علما قیام پذیر رہے ہیں بعد اس دور کے جناب قاضی مولانا احتشام الدین صاحب مرحوم بڑے جید عالم صاحب تصانیف کثیرہ مثل اختیار الحق بجواب انتصار الحق تھے اور مولانا حکیم ہدایت العلی صاحب ایک فاضل جید نامور طبیب حاذق چند سال ہوئے جو گزر چکے،

یہ دونوں عالم حضرت میانصاحبؒ مرحوم دہلوی کے تلامیذ تھے موخر الذکر انجمن اہلحدیث مراد آباد کے صدر بھی تھے، علاوہ بریں چند موحدین خالص بزرگ ہستیاں مراد آباد میں تھیں جن سے فیوض و برکات تاحال نمایاں ہیں مثلاً مولانا سید عبد الرشید صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ شاہی مسجد اور مولانا حافظ عمدۃ الاذکیا محمد حسین صاحب مرحوم اور مولانا میرزا امام الموحدین سر آمد محققین حفیظ اللہ بیگ صاحب

مرحوم اور جناب حاجی محمد اکبر صاحب مرحوم اور مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم جو انجمن اہلحدیث کے مہتمم و مدرس بھی تھے حضرت میاں صاحبؒ مرحوم کے شاگرد بھی تھے۔

یہ احقر ناچیز بندہ عزیز عفی عنہ چاروں حضرات بابرکات کی خدمات سے مستفید رہا اور یہ حضرات دلی توجہ کے ساتھ متوجہ رہے چنانچہ سب سے پہلی کتاب تقویۃ الایمان آٹھ نو سال کے سن میں بغور و تامل پڑھ کر بحمد اللہ تعالیٰ گوہر مقصود ہاتھ آیا اور اس فیض کمل کی نسبت تام اور لذت تا این دم حاصل ہے والحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً

پھر حضرات علماء دیوبند میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہم اللہ سے حسن عقیدت رہی آپ نے مسائل اہلحدیث کے مسلک کی تائیدات فرمائیں اور مولانا اشرف علی تھانوی سلمہ اللہ سے بھی حسن عقیدت ہے علاوہ چند مسائل تقلیدی جو نصوص صریحہ کے خلاف ہیں بندہ کو آپ سے خلاف رہا اور اسی بنا پر مجھ سے ناراض ہیں، کہ مراد آباد میں انجمن اہلحدیث مدرسہ محمدیہ کا سن ۲۹ھ میں بمشورہ مولانا حمید اللہ صاحب مرحوم مرادی کے قیام ہوا چند اراکین و عہدہ داران تجویز ہوئے اکثر تحریرات و اشتہارات مجھ بندہ ناچیز کے نام سے شائع ہوئیں یہ بنا ء مخالفت حضرت مولانا تھانوی سلمہ اللہ کو پیدا ہوئی مگر آپ کو مقدس بزرگ مانتا ہوں

ہمارے محلہ کی مسجد جس کے سرپرست و متولیانہ خدمات ہمارے خاندانی حضرات نانا صاحب اور والد صاحب مرحومین کی سپردگی میں تھیں اُن کی حیات ہی میں مجھ بندہ ناچیز کی سپردگی میں رہی، اور اب تک ہے بحمد اللہ تعالےٰ جس کو عرصہ ۴۵ سال کا ہوتا ہے سن ۲۹ھ سے تسلط اہلحدیث ہوا جو انجمن و مدرسہ محمدیہ کا افتتاحی سال ہے پھر اُس کی توسیع بہتمام و کمال ہوئی مدرسہ کا اجراء سن ۳۰ھ تک رہا

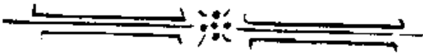
کانفرنس اہلحدیث بھی اٹھارہ روپیہ ماہوار ادا کرتی رہی۔ مگر حاسدوں خودغرضوں کی شرارت سے مدرسہ تنزل میں آگیا اب بحمد اللہ آمدنی مسجد اُس کی دکانات سے پندرہ سولہ روپیہ ماہوار ہے اور چند احباب مخلصین کی سعی سے کچھ کم ایک سال ہوتا ہے کہ ایک مدرس کا قیام ہے جن کو بیس روپیہ ماہوار ملتے ہیں دو چار طلبہ بیرونی جو دیگر مدارس میں بھی پڑھتے ہیں اسی انجمن و مسجد میں رہتے ہیں اور چند بچے پڑھتے ہیں انجمن میں بقدر ضرورت کافی مقدار میں کتب خانہ دینیہ بھی ہے جو وقف ہے جس سے تمام ضروریات پوری ہوتی ہیں فی الحال انجمن کے صدر جناب منشی انعام رسول صاحب سلمہ مراد آبادی ہیں انجمن سے مقامی ضروریات کے متعلق رسائل و تحریرات کا سلسلہ بھی جاری ہے جو مجھ بندہ ناچیز کی سپردگی میں رہا ہے اب تقریباً پانچ سال سے سلسلہ مضمون اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان مستقل طور پر حسب تجویز اراکین انجمن بارشاد جناب مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری سلمہ اللہ جاری ہے جو بحمد اللہ تکمیل کو مسودہ پہونچ چکا ہے اور اس کی اشاعت اخبار اہلحدیث میں جاری ہے اور حضرات خواص و عوام میں قبولیت کا درجہ رکھتا ہے کاش حضرات اہلحدیث جماعت اُس کی طرف کتابی صورت میں اشاعت کے لئے ملتفت ہوں تاکہ نفع اس کا عام حاصل ہو۔ فی الحال بجائے مولانا محمد حسین صاحب کے مدرس مولانا ہارون الرشید صاحب منشی کامل الہ آباد منشی فاضل و مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی لاہور ہیں“

محمد حسین ابن عبد اللہ نوگانوی

(عدد مسلسل ۱۹۴) (عدد ۲)

مولد و مسکن نوگانواں سادات اور ان حضرات سے پڑھا، یعنی مولوی عبد الرحمٰن بنگالی مدرس مدرسہ خندق میرٹھ اور مولوی احتشام احمد (موضع کوتانہ ضلع مظفر نگر پنجاب) اور مولانا حافظ عبد اللہ صاحب امرتسری مدیر اخبار تنظیم اہلحدیث اور مولانا عبد الوہاب صاحب آروی اور مولوی ابو الحنان (ابو الفضل) صاحب بہاری مدیر اخبار اہلحدیث گزٹ دہلی۔ الغرض تمام نصاب مروجہ علوم و منقولات از قسم حدیث و تفسیر کی تکمیل کی، اور بعد تکمیل مختلف مدارس مثلاً مدرسہ خندق میرٹھ اور مدرسہ اہلحدیث سبزی منڈی مراد آباد میں تدریس فرمائی، ابھی نوجوان ہیں،

شب قدر است و طے شد نامۂ ہجر
سلامٌ ہی حتّٰی مطلع الفجر



تاریخ طبع کتاب

از مولانا سید اقتدار احمد صاحب ساحر سہوانی

زد رقم چوں مولوی عبد الغنی[1] | حالت اعلام و براں تبصرہ
عالمانِ سنت دقرآن را | کرد از اخبارِ دنیا تخرجہ
شد چو مطبوعِ طبائع ایں کتاب | گفت ساحر سال "اوّ التذکرہ"

۱۳۵۶ھ

دیگر

تراجم علمائے حدیث و قرآن را | نوشت مولوی عبد الغنی ز فضل مغیث
غرض نبود ز تالیف این کتاب مگر | مراد بود کہ طیب جدا شود ز خبیث
چہ سال طبع نوشتہ بفضل رب ساحر | حیاتِ ثانیہ عالمانِ اہلحدیث

۱۳۷۶ھ

دیگر

جنابِ مولوی عبد الغنی ابو یحییٰ | نوشت تذکرۂ عالمان کہ ہست شگفت
زبانِ خامۂ ساحر بسالِ غیر حیزے | تراجم علمائے حدیث ہند۔ نوشت

۱۳۵۶ھ

[1] راقم مؤلف کتاب۔ امام خاں کا اصلی نام عبد الغنی ہے

سید ممتاز علی بن سید عابد علی

(عدد مسلسل ۱۹۵)

(عدد االبسلسلہ صفحہ ۱۰۸ی)

مولد موضع گسی تحصیل ڈمریا گنج، بعمر ۲۴ سال منجملہ اور اساتذہ کے بالآخر ندوۃ العلماء لکھنؤ میں سند فراغ حاصل کی۔ اس دوران میں استاذ حدیث مولانا حفیظ اللہ صاحب اعظم گڈھی سے حدیث پڑھی۔ الہ آباد یونیورسٹی سے امتحان فاضل ادب بھی پاس کیا۔ فراغ کے بعد موضع گرتھی ڈھیا (بستی) کو سکونت کی عزت بخشی۔ تبلیغ توحید و سنت شعار و دثار ہے قصبہ ہتور میں امامیہ (اثنا عشریہ) کی کثرت ہے مگر آپ کی تذکیر سے بے شمار امامیہ حلقۂ اہل سنت میں داخل ہو گئے۔ یہی نہیں بلکہ علاقہ میں کئی امام باڑے مسجدوں کی شکل میں متشکل ہوئے۔ کئی مندر بھی فرزندان اسلام کی عبادت گاہ بن گئے۔ طبیعت مناظرانہ ہے مگر زہد و تقویٰ میں بھی بے مثال ہیں۔ باوجودیکہ گھر اور مسجد کے درمیان نالہ پڑتا ہے مگر اس پر بھی برسات وغیرہ برسات میں تہجد کی نماز مسجد ہی میں پڑھتے ہیں۔ اس تقویٰ کی وجہ سے حکام ضلع احترام سے پیش آتے ہیں۔ تنعم دنیوی سے کم بہرہ ملا ہے مگر صبر کی دولت سے مالا مال ہیں۔ ضلع بستی کے ان مشہور علمائے اہل حدیث سے ہیں جن کی وجہ سے دوسرے اضلاع میں بھی جماعت کی دھاک بندھ گئی ہے۔ آپ کے ایک برادر حقیقی مولانا اقبال حسین صاحب ہیں اسی رنگ میں، یہی خصائص اور یہی حال و قال۔ (ان کا ترجمہ آگے آتا ہے) اولاد میں ۳ صاحبزادے عربی پڑھ رہے ہیں اور جملہ خصائص میں اپنے والد گرامی کا نمونہ ہیں

سید اقبال حسین بن سید عابد علی

عدد مسلسل ۱۹۶) عدد ۱۲)

مولد موضع کسمی اور مسکن ریوا۔ سابق الذکر مولانا ممتاز علی صاحب کے برادر خورد اور خصائص علمی وعملی میں اپنے برادر بزرگ کے معاون بمصداق (وَاجْعَلْ لِّي وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِي ۔ هٰرُوْنَ اَخِي ۔ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۔ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۔ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۔ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۔ الآیۃ) درس نظامی جل نصاب سے قدرے کم رہا۔ حدیث دہلی میں مولوی عبید اللہ مرحوم اٹاوی (مدرسہ زبیدیہ) سے پڑھی۔ طب میں بھی درک ہے اور یہی ذریعہ کفاف۔ اپنے برادر بزرگ کی طرح رنگ جلالی ہے۔ تبلیغ میں روز و شب انہماک۔ شعار اسلام کی عزت وحرمت نصاب زندگی۔ مہمان نوازی شیوہ۔ حسن ظاہری اور باطنی دونوں سے مزین۔ جفاکش ومحنتی

عبد الرزاق بن درباری بن بدل

(عدد مسلسل ۱۹۷) عدد ۱۳

مولد موضع ٹکریا دستصل بہلور تحصیل ڈمریا گنج) سن ولادت ۱۳۲۳ھ۔ آپ کے خاندان میں اور حضرات بھی نعمت علم سے متمتع ہیں مثلاً مولوی عبد الغفور صاحب بن رستی اور مولوی شکر اللہ صاحب بن حشمت اللہ اور مولوی عبد القدوس بن حشمت اللہ۔ اور بھی بعض حضرات تحصیل علم میں مصروف ہیں۔ صاحب ترجمہ نے اس طرح استفادہ علم کیا۔ ابتداءً مولوی لیسین صاحب (ساکن بونڈھار) سے از میزان تا شعب تابہ کافیہ پھر دہلی شد رحال فرمایا اور مولوی عبید اللہ مرحوم اٹاوی مدرس مدرسہ زبیدیہ (نواب گنج دہلی) کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے۔ دار الحدیث رحمانیہ (دہلی) کے ۸ درجوں میں سے ۷ تک پڑھا جس کے بعد مدرسہ سعیدیہ عربیہ (پنجکش دہلی) میں جناب مولانا ابو سعید شرف الدین صاحب سے ہدایہ آخرین۔ ترمذی۔ ابو داؤد اور صحیحین پڑھیں

اب مدرسہ مسجد فتحپوری دہلی میں پہنچے اور دو برس میں کتب اصول فقہ، فقہ منطق، معانی، کلام، فلسفہ، ادب پڑھی، الغرض مکمل درس نظامی پڑھا (سن فراغ ۱۳۵۵ھ) اور بعد فراغ دو سال تک اپنے وطن میں حسبۃً للہ تبلیغ کرتے رہے اور اب مدرسہ سعیدیہ عربیہ (مذکورۃ الصدر) میں پڑھاتے ہیں

شکر اللہ بن مولا

(عدد مسلسل ۱۹۸) عدد ۱۴

بروایت مولوی عبدالرزاق صاحب (ساکن بونڈھیار) مولد ومسکن موضع بونڈھیار (سن ولادت ۱۳۳۳ھ تقریباً) دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے فارغ شدہ ہیں۔ اور اساتذہ کرام میں یہ حضرات (مدرسین رحمانیہ) ہیں یعنی مولوی سکندر علی صاحب مولوی عبیداللہ صاحب مبارکپوری، مولوی عبدالرحمن مرحوم بہاری ثم پنجوی، مولوی اسرائیل صاحب وشیخ الحدیث مولانا احمداللہ صاحب محدث پرتاب گڈھی — اور بعد فراغ شہر مدراس کے ایک مدرسہ اہلحدیث (جسکا نام مستحضر نہیں ہوسکا) میں پڑھاتے ہیں

عبدالغفور بن رسی بن منور

(عدد مسلسل ۱۹۹) عدد ۱۵

مولد ومسکن موضع ٹکریا (متصل بہ بلور تحصیل ڈمریا گنج (سن ولادت ۱۳۳۳ھ تقریباً)

اساتذہ میں یہ حضرت ہیں کہ ابتداءً مولوی شکر اللہ صاحب (ساکن موضع جمنی متصل بہ قصبہ بانسی ضلع بستی) سے از میزان منشعب تا بہ کافیہ اور از شرح جامی تا بہ فقہ وکتب صحاح ستہ وغیرہ مولوی عبیداللہ مرحوم مدرس مدرسہ زبیدیہ نواب گنج دہلی سے پڑھیں۔ فراغ کے بعد شغل تبلیغ کرلیا (حسبۃً للہ) بسر اوقات کے لئے کاشتکاری اور قدرے زمینداری ہے۔ اور عمر کبرا ۲۱ واں سال

عبداللہ بن شکر اللہ بن اشرف علی

(عدد مسلسل ۲۰۰) (عدد ۱۶)

مسکن و مولد موضع جمنی اور حضرات اساتذہ کی ترتیب اس طرح سے ہے۔ اپنے والد ماجد سے مدرسہ دار الہدیٰ یوسف پور (بستی) میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب (ساکن دوگھ حال مدرس مدرسہ محمدیہ بریلی سے۔ یوسف پور ہی میں مولوی عابد علی سے تا بہ کافیہ و مشکوٰۃ وغیرہ اور مدرسہ ہدایت المسلمین موضع کرہی (بستی) میں مولوی ہدایت علی صاحب سے شرح جامی، شرح وقایہ، مرقاۃ، شرح تہذیب، حریری وغیرہ۔ اور مدرسہ مظہر العلوم کانپور میں مولوی حبیب الرحمٰن صاحب (بارہ بنکی) سے بعض کتب منطق۔ فقہ تا بہ ہدایہ۔ نور الانوار (فلسفہ میں) میبذی بعض کتب ادب اور جلالین۔ ۱۳۵۱ھ میں دہلی مدرسہ سعیدیہ عربیہ (پل بنگش) میں آئے اور مولانا ابوسعید شرف الدین صاحب محدث سے حسامی، توضیح تلویح، ہدایہ آخرین، سبعہ معلقہ، حماسہ، متنبی اور کتب صحاح ستہ و موطا امام مالک اور بیضاوی پڑھیں۔ اسی قیام میں فلسفہ کی کتابیں اور حضرات سے پڑھیں۔ غرض اسی طرح درس نظامیہ اور کتب حدیث میں ادراک حاصل کر لیا۔ اور فراغ کے بعد دہلی ہی میں مدرسہ سعیدیہ کی مسند تدریس پر تمکین حاصل ہوئی اس وقت دہلی میں قیام ہے۔

تمت رحمہ اللہ تعالیٰ

اعلام

فہرست تراجم علمائے حدیث ہند جلد دوم

جس کا مسودہ بحمد اللہ تعالیٰ تیار ہے۔ اور جس میں ان حضرات کے تراجم منقول ہیں،

اس دوسری جلد کے طبع ہونے سے پہلے ان حضرات کے سوا جن علما اکرام کے حالات

موصول ہوں گے شامل کئے جائیں گے، خط و کتابت کا مستقل پتہ

مقام و ڈاک خانہ سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ (پنجاب)

صوبجات؟

(۱) بہار (۲) بنگال (۳) دکن (۴) مدراس (۵) بمبئی (۶) راجپوتانہ

(۷) سندھ (۸) پنجاب (۹) سرحد

بسلسلۂ صاحب ولایت مولانا ولایت علی خلیفۂ امیر المومنین السید بریلوی

ازعلمائے صادقپور بہار (مرحومین) (۱) ولایت علی، (۲) عنایت علی غازی (۳) طالب علی، (۴) فرحت حسین، (۵) عبد اللہ، (۶) ہدایت اللہ، (۷) عبد الکریم (۸) محمد حسن ذبیح، (۹) عبد الرؤف، (۱۰) عبد الرحیم، (۱۱) نور الہدیٰ، وبسلسلۂ مولوی الٰہی بخش جعفری (مرحومین) (۱۲) الٰہی بخش، (۱۳) یحییٰ علی، (۱۴) احمد اللہ، (۱۵) فیاض علی، (۱۶) اکبر علی، (۱۷) حکیم عبد المجید، (۱۸) اشرف علی، (۱۹) عبد الحکیم (۲۰) رحمت اللہ، (۲۱) محمد یقین، (۲۲) عیسیٰ عرف امجد علی، (۲۳) محمد یوسف رنجور، (۲۴) عبد القیوم، (۲۵) محمد موسیٰ ــــ و از موجودین۔ (۲۶) حکیم عبد الخبیر،

وبسلسلۂ اولاد مولوی اولیا علی، مرحومین، حکیم ادارت حسین و (۲۸) محمد یعقوب، (۲۹) مولوی محمد اسحاق، وبسلسلہ محلہ نمو بیہ مرحومین، (۳۰) شاہ محمد حسین، (۳۱) شاہ محمد سعید

واز صوبہ بہار از مرحومین، (۳۲) عبد العزیز محدث اکبر پوری، (۳۳) عبد الغفور داناپوری، (۳۴) قاضی بخشش احمد بڑاکری، (۳۵) نعیم الدین حسین نگرنہسوی، (۳۶) ممتاز علیشاہ (۳۷) سید محمد اسحاق بڈوسری، (۳۸) ابو النصر عبد الغفار مہدانوی، (۳۹) نور احمد ڈیانوی، (۴۰) محمد زبیر عتیق ڈیانوی، (۴۱) ابو محمد ابراہیم آردی، (۴۲) حکیم عبد السلام آردی، (۴۳) شرف الحق محدث ڈیانوی، (۴۴) شمس الحق ڈیانوی صاحب "عون المعبود" (۴۵) محمد عبد اللہ گیلانوی، (۴۶) علی بخش بڑاکری، (۴۷) سید محمد حاذق، (۴۸) عبد العزیز رحیم آبادی، (۴۹) محمد رفیع الدین شکرانوی، (۵۰) زین العابدین، (۵۱) ابو طاہر، (۵۲) علی نعمت پھلواروی، (۵۳) عبد الحلیم پیغمبر پوری، واز موجودین (۵۴) سید سلیمان ندوی، (۵۵) حکیم محمد ادریس ڈیانوی، (۵۶) سید عثمان (فاضل مصر) (۵۷) عبد اللہ ڈیانوی (۵۸) ابو الفضل عبد الحنان (۵۹) شاہ احمد حبیب پھلواروی (۶۰) عبد الجلیل سلفی، والاخوین (۶۱) عبید اللہ، (۶۲) وعبید الرحمن پیغمبر پوری، واز صوبہ بنگال از مرحومین (۶۳) محمد ابراہیم خلیل دیب کنڈی، (۶۴) حکیم محمد علی (بینا پاڑہ) (۶۵) عبد الرحمن (دیو دہا وہ) (۶۶) عبد الرحیم (سالک گونڈ) (۶۷-الف) قادر بخش، واز موجودین، (۶۷-ب) عبد اللہ ندوی بیر بھومی، واز صوبہ دکن و مدراس از موجودین (۶۸) محمد صاحب "عون الودود"

فی شرح ابی داؤد' (۶۹) محمد ابوالقاسم' (۷۰) فخر عالم' (۷۱) عبدالسلام'
(۷۲) عبداللہ (بٹالوی پنجابی) (۷۳) محمد عثمان بنگلوری' (۷۴) سید اسمعیل
بن سید سرمست حسین' (۷۵) سید عبدالرحیم و از مرحومین (۷۶) نواب حیدالزماں
(۷۷) و بدیع الزماں (۷۸) سید عباس (۷۹) و سید عبداللہ (الاخوین)
(۸۰) و قاضی آصف' (۸۱) و سید یعقوب (۸۲) و عبدالقادر المعروف بہ
قادر باشا (۸۳) صوفی عبدالحق (۸۴) و عبدالحمید اناوی (۸۵) و منظور محمد
(۸۶) و غوث سعید (۸۷) و حافظ عبدالعظیم کرنولی (۸۸) و محمد قاسم (۸۹)
و قاضی عبدالرحیم کرنولی (۹۰) و ابوالبرکات عبیداللہ حیدر آبادی (۹۱)
و قاضی محمد سلیمان

(۹۲) (۹۳)

(۹۴) (۹۵)

و از صوبہ بمبئی مرحومین (۹۶) سلیمان میمن' (۹۷) محسن عرب' (۹۸) محمد
جوناگڑھی (مگر دہلوی نہیں) (۹۹) عبدالخالق' (۱۰۰) حافظ محمد معروف بہ کشف الحق سامرودی
(۱۰۱) ابراہیم اسمعیل مایت پوری' (۱۰۲) سید عبداللہ الہاشمی' (۱۰۳) و محمد اسمعیل
گودہروی' (۱۰۴) العلامہ عبدالعزیز راج کوٹی پروفیسر مسلم یونیورسٹی
و از راجپوتانہ مرحومین (۱۰۵) محمد یوسف جے پوری' و از موجودین از نصیر آباد
یعنی (۱۰۶) عبدالحکیم' (۱۰۷) سید داؤد' (۱۰۸) عثمان' (۱۰۹) عبدالجبار
کھنڈیلوی) و از ٹونک از مرحومین (۱۱۰) ابوالرضا حافظ محمد الاعرج' (۱۱۱) سید
محمد مصطفےٰ' (۱۱۲) سید عرفان' (۱۱۳) سید معین الدین' (۱۱۴) سید سعید احمد'

(۱۱۵) سید محمد یوسف و از موجودین (۱۱۶) سید محمد طلحہ ایم اے (۱۱۷) و عبید اللہ
و از صوبۂ سندھ از مرحومین (۱۱۸) شیخ محمد حیات سندھی مہاجر مدنی
(۱۱۹) و محمد معین صاحب "دراسات اللبیب"
و از صوبۂ پنجاب بسلسلۂ غزنویہ امرتسر از مرحومین (۱۲۰) عبد اللہ صاحب
(و از ابناء عبد اللہ) (۱۲۱) یعنی محمد (۱۲۲) عبد اللہ (۱۲۳) احمد (۱۲۴) امام
عبد الجبار (۱۲۵) عبد الرحیم (۱۲۶) عبد الواحد (و از احفاد عبد اللہ) یعنی
(۱۲۷) عبد الغفور (۱۲۸) عبد الغفور (۱۲۹) محمد یحییٰ و از موجودین یعنی
(۱۳۰) سید محمد داؤد (۱۳۱) عیسیٰ (۱۳۲) ذکریا ــــ اور از غیر غزنویہ
یعنی (۱۳۳) صوفی عبد الحق مباہل مرزائے "قادیان" و از اہل امرتسر مرحومین
(۱۳۴) حمایت علی (۱۳۵) غلام العلی قصوری (۱۳۶) خلیفہ عبد الرحمن (۱۳۷) و
عبد العزیز دینا نگری (۱۳۸) احمد اللہ (۱۳۹) حکیم خیر الدین و از موجودین
(۱۴۰) ابو الوفا ثناء اللہ (۱۴۱) حافظ عبد اللہ (۱۴۲) محمد حسین ہزاروی
(۱۴۳) ابو اسحٰق نیک محمد (۱۴۴) عبد اللہ ثانی و از گوردا سپور مرحومین یعنی
(۱۴۵) ابو سعید محمد حسین بٹالوی و از موجودین۔ دینا نگر یعنی (۱۴۶) عبد المجید
(۱۴۷) عبد الغنی (۱۴۸) عبد الحمید (۱۴۹) و محمد یوسف اور ... (۱۵۰) خواجہ
عبد الحی فاروقی شیخ التفسیر جامعہ ملیہ دہلی ..... (۱۵۱) شیخ عبید اللہ (ساکن بنت)
و از لاہور مرحومین (۱۵۲) شیخ محی الدین (۱۵۳) رحیم بخش (۱۵۴) ابو اسحٰق محمد
ابراہیم بیگ پوری (۱۵۵) و سید محمد شاہ، و از خاندان سعادت قصور یعنی
(۱۵۶) احمد علی عرف غلام احمد (۱۵۷) و عبد القادر (۱۵۸) و محی الدین احمد

(۱۵۹) محمد علی، (۱۶۰) وعبداللہ، (۱۶۱) وفضل حق (۱۶۲) ومحمد اسمٰعیل (دمن آخرین) (۱۶۳) یعنی محمد حیات، (۱۶۴) وابو نعیم عبدالحکیم، وازفیروزپور از موجودین (۱۶۵) عبدالکریم امین خاندان غزنویہ، وازمرحومین (۱۶۶) عبداللہ ساکن گھدو والہ، واز لکھوکے ازمرحومین یعنی (۱۶۷) حافظ محمد، (۱۶۸) محی الدین عبدالرحمٰن (۱۶۹) عبدالقادر، واز موجودین (۱۷۰) محمد حسین (۱۷۱) ومحمد علی، (۱۷۲) وعطاراللہ واز ملتان ازمرحومین یعنی (۱۷۳) قمرالدین و ازموجودین (۱۷۴) عبدالغفار، (۱۷۵) عبدالتواب (۱۷۶) عبدالواسع، (۱۷۷) عبدالودود (۱۷۸) وعبدالحق، (۱۷۹) وعبدالعزیز (ابوالحریز)، وازمیانوالی ازمرحومین، (۱۸۰) محمد، (۱۸۱) فقیراللہ المدراسی، (۱۸۲) حکیم عبدالرحمٰن پروفیسر طبیہ کالج دہلی، (۱۸۳) وابراہیم ساکن چکڑالہ، (۱۸۴) و حافظ شاہ محمد، وازجہلم ازمرحومین (۱۸۵) عبدالعزیز (۱۸۶) عبدالروف واز موجودین (۱۸۷) نور محمد، (۱۸۸) وعبدالجبار، ازسیالکوٹ ازمرحومین یعنی (۱۸۹) ابوالحسن محمد، (۱۹۰) وغلام حسن (ساہودالہ) وازموجودین، (۱۹۱) احمد الدین وازگوجرانوالہ ازمرحومین (۱۹۲) علاءالدین (۱۹۳) غلام رسول (قلعہ والے) (۱۹۴) وعبدالقادر (۱۹۵) وسید احمد، ازلوہڑہ (۱۹۶) وشیخ پنجاب عبدالمنان محدث وازموجودین (۱۹۷) حافظ محمد، (۱۹۸) محمد اسمٰعیل ابوالخیر (۱۹۹) وقاضی عبدالرحیم، (۲۰۰) وحافظ ابوعمران عنایت اللہ وزیرآبادی (۲۰۱) ومحمد حنیف ندوی، (۲۰۲) وعمرالدین وزیرآبادی، (۲۰۳) عبدالعزیز قلعہ والے وازسوہدرہ ازمرحومین (۲۰۴) عبدالحمید (۲۰۵) وغلام نبی فقط

